علی امام من است و منم غلام علی ہزار جان گرامی فدا بنام علی

حضرت علی المرتضیٰ میرے امام ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں ہزار میری جان حضرت علی المرتضیٰ کے نام پر قربان

بارہ امام ۱۲

رضوان اللہ علیہم اجمعین

سیرت آئمہ اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان پر تفصیلی کتاب

حضرت سیدنا امام علی	حضرت سیدنا امام حسن	حضرت سیدنا امام حسین	حضرت سیدنا امام زین العابدین
حضرت سیدنا امام محمد باقر	حضرت سیدنا امام جعفر صادق	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم	حضرت سیدنا امام علی رضا
حضرت سیدنا امام محمد تقی	حضرت سیدنا امام علی نقی	حضرت سیدنا امام حسن عسکری	حضرت سیدنا امام مہدی

تالیف

علامہ مفتی محمد فیاض چشتی



اسلام بک ڈپو

042-37112941

علی امام من است ومنم غلام علی ہزار جان گرامی فدا بنام علی

حضرت علی المرتضیٰؓ میرے امام ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں ہزار میری
جان حضرت علی المرتضیٰ کے نام پر قربان

رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۲ بارہ امام

تصحیح شدہ ایڈیشن

سیرت آئمہ اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان پر تفصیلی کتاب

سیدنا امام علیؓ	سیدنا امام حسنؓ	سیدنا امام حسینؓ	سیدنا زین العابدینؓ
سیدنا امام محمد باقرؓ	سیدنا جعفر صادقؓ	سیدنا موسیٰ کاظمؓ	سیدنا علی رضاؓ
سیدنا محمد تقیؓ	سیدنا علی نقیؓ	سیدنا حسن عسکریؓ	سیدنا امام مہدیؓ

تالیف

علامہ مفتی محمد فیاض چشتی

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941

تصحیح شدہ ایڈیشن

بارہ اِمام (۱۲) رضوان اللہ علیہم اجمعین

بار اول .... جون 2020ء

بار دوم .... اکتوبر 2020ء

پرنٹرز .... آر، آر پرنٹرز، لاہور

ناشر .... چوہدری غلام رسول ۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت .... /= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

پروگریسو بکس
6- یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

اسلام بک ڈپو ۱۲- گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

عرض ناشر

سب تعریفیں اس خلاق عالم کے لئے ہیں جو ساری کائنات کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے۔اور درود لا محدود سید عالم ﷺ کی ذات بابرکت پر جن کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات پر فضل و رحمت فرمایا ہے۔

دین متین کی خدمت یوں تو عرصہ سے ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی ،مگر اس خدمت کے باب میں ایک نمایاں نام پروگریسو پبلی کیشنز کا بھی ہے۔علم دوست حلقوں میں یہ ادارہ محتاجِ تعارف نہیں ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ادارہ کی علمی کاوشیں علم دوست حلقوں سے دادِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔

ادارہ پروگریسو پبلی کیشنز نے جہاں احادیث نبوی ﷺ کی خدمت میں نمایاں کردار کیا ہے اور نئی اور نایاب احادیث کی کتب کا آسان اور سلیس اردو ترجمہ ،اعلی اور عمدہ طباعت کے ساتھ پیش کیا ہے وہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت ،صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار علیہم الرضوان ، اولیائے کاملین کی سیرت پر بہت عمدگی سے کام کیا ہے۔

عرصہ سے ایک ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ آئمہ اہل بیت علیہم الرضوان کی سیرت پر ،سیرت نگاری کے اصولوں کے مطابق جامع مانع کام کیا جائے جس کے لئے ادارہ نے معروف مذہبی سکالر شارح بخاری مفتی محمد فیاض چشتی سے گزارش کی ہے کہ ائمہ ہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی سیرت پر الگ الگ کتابیں تحریر کی جائیں ،جس پر علامہ موصوف نے اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے پہلی بار ہر امامِ اہلِ بیت پر ایک جامع کتاب تحریر کی جس میں سیرت نگاری کے تمام عوامل کو پیش نظر رکھا ہے۔

ادارہ نے جہاں بارہ آئمہ پر الگ الگ کتابیں پیش کی ہیں وہاں عوام کی سہولت کے پیش نظر ان تمام آئمہ کی سیرت پر ایک انتہائی مدلل کتاب بھی پیش کی ہے۔

ادارہ

مختصر فہرست عنوانات

منقبت اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم

دنیائے آشتی کی پھبن ، مجتبیٰ حسن　　لختِ جگر نبی کا تو پیارا علی کا ہے

ہستی کی آب و تاب، حسین آسماں جناب　　زہرا کا لال، راج دلارا علی کا ہے

مرحب دو نیم ہے سر مقتل پڑا ہوا　　اُٹھنے کا اب نہیں کہ یہ مارا علی کا ہے

کُل کا جمال جزو کے چہرے سے ہے عیاں　　گھوڑے پہ ہیں حسین، نظارا علی کا ہے

اے ارض پاک! تجھ کو مبارک کہ تیرے پاس　　چم نبی کا ، چاند ستارہ علی کا ہے

اہل ہوس کی لقمۂ تر پر رہی نظر　　نانِ جویں پہ صرف گزارا علی کا ہے

تم دخل دے رہے ہو عقیدت کے باب میں　　دیکھو مُعاملہ یہ ہمارا علی کا ہے

ہم فقر مست، چاہنے والے علی کے ہیں　　دل پر ہمارے صرف اجارا علی کا ہے

آثار پڑھ کے مہدی دوراں کے یوں لگا　　جیسے ظہور وہ بھی دوبارا علی کا ہے

دنیا میں اور کون ہے اپنا بجز علی　　ہم بے کسوں کو ہے تو سہارا علی کا ہے

اصحابی کالنجوم کا ارشاد بھی ہے بجا　　سب سے مگر بلند ستارا علی کا ہے

تو کیا ہے اور کیا ہے ترے علم کی بساط　　تجھ پر کرم نصیر یہ سارا علی کا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھم

بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

فہرست عنوانات

حمد باری تعالیٰ

ذرے ذرے میں تو وحدہٗ وحدہٗ
ہے صدا چار سو وحدہٗ وحدہٗ

ساری مخلوق کے لب پہ ہے رات دن
تیری ہی گفتگو وحدہٗ وحدہٗ

تیرے ڈر سے جو روتی ہے اُس آنکھ کا
ہو گیا ہے وضو وحدہٗ وحدہٗ

صورتِ مصطفیٰ میں ہوا جلوہ گر
خود ہی تو ہو بہو وحدہٗ وحدہٗ

جاؤں دُنیا سے جب ہو لبوں پہ ریاضؔ
اللہ ہو اللہ ہو وحدہٗ وحدہٗ

علامہ سید ریاض الدین سہروردی

نعت شریف

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یاشہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ جچے دیکھ کے تلوا تیرا
بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد سلام علی من اتبع الھدیٰ و سلام علی من قال یا رسول اللہ ﷺ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۞بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُم طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُم اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۞ صدق اللہ العظیم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لامحدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا صدقہ اور جس ذات مقدسہ سے نسبت سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ اور جس کی پیروی راہِ حق کے مسافروں کے باعث تسکین واطمینان ہے۔

مناقبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَلَا إِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِي آوِي إِلَيْهَا أَهْلُ بَيْتِي، وَإِنَّ كَرِشِيَ الْأَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۹۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۳۵۷، طبقات ابن سعد)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! میرا جامہ دان جس سے میں آرام پاتا ہوں میرے اہل بیت ہیں اور میری جماعت انصار ہیں۔ ان کے بروں کو معاف کردو اور ان کے نیکوکاروں سے (اچھائی کو) قبول کرو۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ خَلِيْفَتَيْنِ كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۱۶۱۸، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ کہ یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔''

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرَهُمْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، ثُمَّ أَوْغَلَ غَدْوَةً أَوْ رَوْحَةً ثُمَّ نَزَلَ ثُمَّ هَجَرَ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّيْ لَكُمْ فَرَطٌ وَإِنِّيْ أُوْصِيْكُمْ بِعِتْرَتِيْ خَيْرًا، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ۔ (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۲۵۵۹)

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا پھر طائف کا رخ کیا اور اس کا آٹھ یا سات دن محاصرہ کئے رکھا پھر صبح یا شام کے وقت اس میں داخل ہو گئے پھر پڑاؤ کیا پھر ہجرت فرمائی اور فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تمہارے لئے تم سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا اور بے شک میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض ہوگا۔۔۔ الحدیث۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا إِنِ اتَّبَعْتُمُوْهُمَا، وَهُمَا كِتَابُ اللهِ، وَأَهْلُ بَيْتِيْ عِتْرَتِيْ ثُمَّ قَالَ أَتَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوْا نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ (مستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۴۵۷۷)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں اور اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو

یں مؤمنین کی جانوں سے بڑھ کر ان کو عزیز ہوں آپ ﷺ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا. (معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۴۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: (قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما)۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ فی روایة طویلة قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ انْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِي الثَّقَلَيْنِ فَنَادٰى مُنَادٍ وَمَا الثَّقَلَانِ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ كِتَابُ اللهِ طَرَفٌ بِيَدِ اللهِ وَطَرَفٌ بِأَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ لَا تَضِلُّوْا، وَالْآخَرُ عِتْرَتِيْ وَإِنَّ اللَّطِيْفَ الْخَبِيْرَ نَبَّأَنِيْ أَنَّهُمَا لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، سَأَلْتُ رَبِّيْ ذٰلِكَ لَهُمَا، فَلَا تَقَدَّمُوْهُمَا فَتَهْلِكُوْا، وَلَا تَقْصُرُوْا عَنْهُمَا فَتَهْلِكُوْا، وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ أَوْلٰى بِهِ مِنْ نَفْسِهِ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ اَللّٰهُمَّ، وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ (معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۴۹۷۱)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پس یہ دیکھو کہ تم دو بھاری چیزوں میں مجھے کیسے باقی رکھتے ہو۔ پس ایک نداء دینے والے نے ندا دی یا رسول اللہ! وہ دو بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اور دوسری چیز میری عترت ہے اور بے شک اس لطیف خبیر رب نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر حاضر ہوں گی اور ایسا ان کے لئے میں نے اپنے رب سے مانگا ہے۔ پس تم لوگ ان پر پیش قدمی نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو کہ ہلاک ہو جاؤ

اور نہ ان کو سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: پس میں جس کی جان سے بڑھ کر اسے عزیز ہوں تو یہ علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ! جو علی کو اپنا دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھتا ہے تو اس سے عداوت رکھ۔''

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ عَبْدِ الرحمٰن بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَكَّةَ انْصَرَفَ إِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرَهَا سَبْعَ عَشْرَةَ، أَوْ تِسْعَ عَشْرَةَ، ثُمَّ قَامَ خَطِيْباً فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِعِتْرَتِيْ خَيْرًا، وَأَنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُقِيْمُنَّ الصَّلَاةَ وَلَتُؤْتُنَّ الزَّكَاةَ، أَوْ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلاً مِنِّيْ أَوْ كَنَفْسِيْ يَضْرِبُ أَعْنَاقَكُمْ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ علی رضی الله عنه فَقَالَ بِهٰذَا. (مسند بزار، حدیث نمبر ۱۰۵۰، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سترہ دن یا انیس دن طائف کا محاصرہ کئے رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطاب کے لئے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: میں اپنی عترت کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض کوثر ہوگا اور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے یا میں تمہاری طرف ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو مجھ میں سے ہے یا میری طرح کا ہے اور جو تمہاری گردنیں مارے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اس آدمی سے میری مراد یہ ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت اطہار پر درود

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی الله عنه أَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ، صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۱۸۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۴۰۷، مؤطا امام مالک، حدیث نمبر ۳۹۵، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۱۲۱۷، مسند ابوعوانہ، حدیث نمبر ۴۰۳۹، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۲۶۸۵)

''حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم

آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (یوں) کہو: اے اللہ تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت طاہرہ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور برکت عطا فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت طاہرہ کو جیسا کہ تو نے برکت عطا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے شک تو حمید مجید ہے۔''

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوْفَى إِذَا صَلَّى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ، صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

(سنن ابی داود حدیث نمبر ۹۸۲، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۲۶۸۶، شعب الایمان، حدیث نمبر ۱۵۰۴، تہذیب الکمال)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ خوشی حاصل کرنا ہو کہ اس کے نامۂ اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو اسے چاہئے کہ یوں کہے: اے اللہ! تو درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت اور اہل بیت پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا رب ہے۔'' اس حدیث کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِی مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِیِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يُصَلِّ فِيْهَا عَلَیَّ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِی، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ وَ قَالَ أَبُوْمَسْعُوْدٍ رضی الله عنه لَوْ صَلَّيْتُ صَلَاةً لَا أُصَلِّی فِيْهَا عَلَى مُحَمَّدٍ، مَا رَأَيْتُ أَنَّ صَلَاتِی تَتِمُّ.

(سنن دارقطنی، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۳۹۶۹، نیل الاوطار)

''حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہوگی۔''

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی لَيْلَى قَالَ لَقِيَنِی كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رضی الله عنه فَقَالَ أَلَا أُهْدِی لَكَ

هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، قُلْتُ بَلَى. قَالَ فَأَهْدِهَا إِلَيَّ قَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ. قَالَ ﷺ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ، صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ وَ اللّٰهُمَّ، بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۰، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۳۶۸)

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور کہا کیا میں تمہیں وہ (حدیث) ہدیہ نہ کروں جو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں میں نے کہا کہ وہ مجھے ہدیہ کرو تو انہوں نے کہا: ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا۔ سو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے اہل بیت پر درود کیسے بھیجا جائے؟ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (یوں) کہو: اے اللہ تو (بصورت رحمت) درود بھیج۔ محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کی آل پر بے شک تو حمید مجید ہے اور اے اللہ تو برکت عطا کر محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو جیسا کہ تو نے برکت عطا کی ابراہیم علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی آل کو بے شک تو حمید مجید ہے۔''

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا أُرِيْدُ عَلِيًّا فَقِيْلَ لِي هُوَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَمَمْتُ إِلَيْهِمْ فَأَجِدُهُمْ فِي حَظِيْرَةٍ مِنْ قَصَبٍ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رضی اللہ عنہم قَدْ جَمَعَهُمْ تَحْتَ ثَوْبٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ، إِنَّكَ جَعَلْتَ صَلَوَاتِكَ وَ رِضْوَانَكَ عَلَيَّ وَ عَلَيْهِمْ.
(معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۳۰، مجمع الزوائد)

''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں باہر نکلا تو مجھے کسی نے کہا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ہیں پس میں نے (وہاں) ان (کے پاس جانے) کا ارادہ کیا (اور جب میں وہاں پہنچا) تو میں نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی چادر کے اندر پایا اور حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ان سب کو حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک کپڑے کے نیچے جمع کر رکھا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک تو نے اپنے درود اور اپنی رضوان کو مجھ پر اور ان پر خاص کر دیا ہے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّوْنِي بِحُبِّ اللهِ عزو جل وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۸۹، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۶، شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر ۴۰۸)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنهما قَالَ كُنَّا نَلْقَى النَّفَرَ مِنْ قُرَيْشٍ، وَهُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَقْطَعُوْنَ حَدِيْثَهُمْ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَحَدَّثُوْنَ فَإِذَا رَأَوُا الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي قَطَعُوْا حَدِيْثَهُمْ وَاللهِ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيْمَانُ حَتَّى يُحِبَّهُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِهِمْ مِنِّي.

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۴۰، مستدرک للحاکم حدیث نمبر ۶۹۶۰، مسند الفردوس، حدیث نمبر ۶۳۵۰، شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی، حدیث نمبر ۱۴۰)

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب میرے اہل بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں؟ اللہ رب العزت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک ان سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میرے قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔''

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ قُرَيْشًا إِذَا لَقِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَقُوهُمْ بِبِشْرٍ حَسَنٍ، وَإِذَا لَقُوْنَا لَقُوْنَا بِوُجُوْهٍ لَا نَعْرِفُهَا قَالَ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غَضَبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيْمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِقَرَابَتِي.

''حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ! قریش جب آپس میں ملتے ہیں تو حسین مسکراتے چہروں سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے (یعنی جذبات سے عاری چہروں کے ساتھ) حضرت عباس فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ یہ سن کر شدید جلال میں آ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور میری قرابت کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔'' اسے امام احمد، نسائی، حاکم اور بزار نے روایت کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

قَالَ وَاللهِ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ امْرِىءٍ إِيْمَانٌ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِي۔

(مسند امام احمد، حدیث نمبر ۱۷۷۲، ۱۷۷۷، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۵۴۳۳، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۱۷۶، مسند بزار، حدیث نمبر ۲۱۷۵، شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر ۱۵۰۱، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر ۷۰۳۷)

فرمایا: خدا کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کی وجہ سے تم سے محبت نہ کرے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى هٰذَا الْمِنْبَرِ مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ رَحِمَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَا تَنْفَعُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَلٰى وَاللهِ، إِنَّ رَحِمِي مَوْصُوْلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَنِّي أَيُّهَا النَّاسُ، فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ فَإِذَا جِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَقَالَ يَتَحَقَّقُ أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَقَالَ لَهُمْ أَمَّا النَّسَبُ فَقَدْ عَرَفْتُهُ وَلٰكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِي وَ ارْتَدَدْتُمُ الْقَهْقَرٰى. (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۱۱۵۴، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۶۹۵۸، مسند ابویعلی حدیث نمبر ۱۲۳۸، مجمع الزوائد للبیہقی)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ان لوگوں کا کیا ہو گا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبی تعلق قیامت کے روز ان کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں دے گا کیوں نہیں! اللہ کی قسم بے شک میرا نسبی تعلق دنیا و آخرت میں آپس میں باہم ملا ہوا ہے اور اے لوگو! بے شک (قیامت کے روز) میں تم سے پہلے

حوض پر موجود ہوں گا پس جب تم آ گئے تو ایک آدمی کہے گا یا رسول اللہ! میں فلاں بن فلاں ہوں پس حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کا فلاں بن فلاں کہنا پایۂ ثبوت کو پہنچے گا اور رہا نسب تو تحقیق اس کی پہچان میں نے تمہیں کرادی ہے لیکن تم میرے بعد احداث کرو گے اور الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَيْرُكُمْ، خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مِنْ بَعْدِي.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۵۳۵۹، مسند ابو یعلی، حدیث نمبر ۵۹۲۴، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر ۲۸۵۱، تاریخ بغداد للخطیب، حدیث نمبر ۳۷۶۵، فیض القدیر للمناوی، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میری اہل کے لئے بہترین ہے۔''

عَنْ عَبْدِ الرحمٰن بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَعِتْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ وَذَاتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۶۴۱۶، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۷۹۰، شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر ۱۵۰۵، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر ۷۷۹۵، مجمع الزوائد)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔''

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ الْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللهَ عزوجل وَهُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا. (معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۲۳۰، مجمع الزوائد)

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہمیں محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔''

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ لِآلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ خَادِمٌ تَخْدُمُهُمْ يُقَالُ لَهَا بَرِيْرَةُ، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ فَقَالَ يَابَرِيْرَةُ، غَطِّي شُعَيْفَاتِكِ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا لَنْ يُغْنِيَ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئاً قَالَ فَأَخْبَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ مُحْمَرَّةً وَجْنَتَاهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ نَعْرِفُ غَضَبَهُ بِجَرِّ رِدَاءِهِ وَحُمْرَةِ وَجْنَتَيْهِ فَأَخَذْنَا السِّلَاحَ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ، مُرْنَا بِمَا شِئْتَ. فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَوْ أَمَرْتَنَا بِأُمَّهَاتِنَا وَآبَاءِنَا وَأَوْلَادِنَا، لَأَمْضَيْنَا قَوْلَكَ فِيْهِمْ، فَصَعِدَ ﷺ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ عزوجل وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَ قَالَ مَنْ أَنَا ، فَقُلْنَا أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ قَالَ نَعَمْ، وَلَكِنْ مَنْ أَنَا ، فَقُلْنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مُنَافٍ قَالَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ يُنْفَضُ التُّرَابُ عَنْ رَأْسِهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ دَاخِلِ الْجَنَّةِ وَلَا فَخْرَ، مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ رَحِمِي لَا تَنْفَعُ لَيْسَ كَمَا زَعَمُوْا، إِنِّي لَأَشْفَعُ وَأُشَفَّعُ، حَتَّى أَنَّ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ لَيَشْفَعُ فَيُشَفَّعُ، حَتَّى إِنَّ إِبْلِيْسَ لَيَتَطَاوَلُ طَمَعًا فِي الشَّفَاعَةِ. (معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۰۸۲، مجمع الزوائد)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آل رسول ﷺ کی ایک خادمہ تھی جو ان کی خدمت بجالاتی اسے ''بریرہ'' کہا جاتا تھا پس اسے ایک آدمی ملا اور کہا: اے بریرہ اپنی چوٹی کو ڈھانپ کر رکھا کرو بے شک محمد ﷺ تمہیں اللہ کی طرف سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ راوی بیان کرتے ہیں پس اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس واقع کی خبر دی پس آپ ﷺ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے درآنحالیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دونوں رخسار مبارک سرخ تھے اور ہم (انصار کا گروہ) حضور ﷺ کے غصے کو آپ ﷺ کے چادر کے گھسیٹنے اور رخساروں کے سرخ ہونے سے پہچان لیتے تھے پس ہم نے اسلحہ اٹھایا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جو چاہتے ہیں ہمیں حکم دیں پس اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں ہماری ماؤں، آباء اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم ان میں بھی آپ ﷺ کے قول کو نافذ کردیں گے پس آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن میں کون

ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں، میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے قبر پھٹے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس کے سر سے مٹی جھاڑی جائے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رحم (نسب و تعلق) فائدہ نہیں دے گا ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان کرتے ہیں۔ بے شک میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول بھی ہوگی یہاں تک کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ یقیناً دوسروں کی شفاعت کرے گا اور اس کی بھی شفاعت قبول ہوگی یہاں تک کہ ابلیس بھی اپنی گردن کو بلند کرے گا شفاعت میں طمع کی خاطر (یا کسی طور اس کی شفاعت بھی کوئی کر دے)۔''

عَنْ أَبِی رَافِعٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ رضی الله عنه أَنْتَ وَشِیْعَتُکَ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ رُوَاءً مُرَوَّیِیْنَ، مُبْیَضَّةً وُجُوْهُکُمْ وَإِنَّ عَدُوَّکَ یَرِدُوْنَ عَلَیَّ ظُمَاءً مُقْبَحِیْنَ. (معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۴۸، مجمع الزوائد)

''حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تو اور تیرے (چاہنے والے) مددگار (قیامت کے روز) میرے پاس حوض کوثر پر چہرے کی شادابی اور سیراب ہو کر آئیں گے اور ان کے چہرے (نور کی وجہ سے) سفید ہوں گے اور بے شک تیرے دشمن (قیامت کے روز) میرے پاس حوض کوثر پر بدنما چہروں کے ساتھ اور سخت پیاس کی حالت میں آئیں گے۔''

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا سَمَّیْتُ بِنْتِی فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللهَ عزوجل فَطَمَهَا وَفَطَمَ مُحِبِّیْهَا عَنِ النَّارِ.

(مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۱۳۸۵، تاریخ بغداد، للخطیب، فیض القدیر، للمناوی)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے چاہنے والوں کو آگ سے چھڑا (اور بچا) لیا ہے۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ یَوْماً، خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ

سَنَةٍ وَ مَنْ مَاتَ عَلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۲۷۱۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی الله عنه مَرْفُوعا خَمْسٌ مَنْ أُوْتِيَهُنَّ لَمْ يُقْدَرْ عَلَى تَرْكِ عَمَلِ الْآخِرَةِ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ وَ بَنُوْنَ أَبْرَارٌ وَ حَسَنُ مُخَالَطَةِ النَّاسِ وَ مَعِيْشَةٌ فِي بَلَدِهِ وَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۲۹۷۴)

''حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کو نصیب ہو جائیں تو وہ آخرت کے عمل کا تارک نہیں ہو سکتا (اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں): نیک بیوی، نیک اولاد، لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت اور اپنے ملک میں روزگار اور آل محمد ﷺ کی محبت۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما رَفَعَهُ أَنَا شَجَرَةٌ، وَ فَاطِمَةُ حَمْلُهَا، وَ عَلِيٌّ لِقَاحُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ثَمَرُهَا، وَ الْمُحِبُّوْنَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَقُهَا، هُمْ فِي الْجَنَّةِ حَقًّا حَقًّا. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۱۳۵)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں درخت ہوں اور فاطمہ اس کے پھل کی ابتدائی حالت ہے اور علی اس کے پھول کو منتقل کرنے والا ہے اور حسن اور حسین اس درخت کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس درخت کے اوراق ہیں وہ یقیناً یقیناً جنت میں (داخل ہونے والے ہیں۔''

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه رَفَعَهُ أَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيْعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُكْرِمُ ذُرِّيَّتِي، وَالْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ، وَ السَّاعِي لَهُمْ فِي أُمُوْرِهِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا إِلَيْهِ، وَ الْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَ لِسَانِهِ. (کنز العمال، للہندی، حدیث نمبر ۳۴۱۸۰)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں قیامت کے روز جن کے لئے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا (اور وہ یہ ہیں:) میری اولاد کی عزت و تکریم کرنے والا، اور ان کی حاجات کو پورا کرنے والا، اور ان کے معاملات کے لئے تگ و دو کرنے والا جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں اور دل و جان سے ان

کی محبت کرنے والا۔'' اس حدیث کو امام متقی ہندی نے روایت کیا ہے۔

اہل بیت اطہار امت کیلئے باعث امان ہیں

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي.(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۸۶، معجم اوسط ،للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۸۰، تفسیر ابن کثیر)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ (ان میں سے ایک) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری چیز) میرے گھر والے ہیں۔''

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَ هُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقُصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي.(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۸۶، معجم اوسط، حدیث نمبر ۴۷۵۷، معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۶۸۰، نوادر الاصول)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دورانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹنی قصواء پر سوار خطاب فرما رہے ہیں۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت ہیں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلنُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ وَ أَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي مِنَ الإِخْتِلَافِ، فَإِذَا خَالَفَتْهَا قَبِيلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ اخْتَلَفُوا فَصَارُوا حِزْبَ إِبْلِيسَ.(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۵)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے والے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اور جب کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔''

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعَدَنِي رَبِّي فِي أَهْلِ بَيْتِي مَنْ أَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِيَ بِالْبَلَاغِ، أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ. (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۸، مسند الفردوس، حدیث نمبر ۷۱۱۴)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میری توحید کا اقرار کرے گا اسے یہ بات پہنچا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ، مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ.

وفی روایۃ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما قَالَ مَنْ رَكِبَهَا سَلِمَ، وَمَنْ تَرَكَهَا غَرِقَ.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۳۸،۲۶۳۶،۲۶۳۷، معجم اوسط، حدیث نمبر ۳۴۷۸، معجم صغیر، حدیث نمبر ۳۹۱، ۲، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۲۰، مسند بزار، حدیث نمبر ۳۹۰۰، مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۹۱۶، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔

اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا: جو اس میں سوار ہوا وہ سلامتی پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہوگیا۔''

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ، وَمَنْ قَاتَلَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ فَكَأَنَّمَا قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ.

معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۳۷، مسند شہاب، حدیث نمبر ۱۳۴۳، مجمع الزوائد)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا اور آخری زمانہ میں جو ہمیں (اہل بیت کو) قتل کرے گا گویا وہ دجال کے ساتھ مل کر قتال کرنے والا ہے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ حُرُمَاتٍ ثَلَاثًا مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللهُ لَهُ أَمْرَ دِيْنِهِ وَدُنْيَاهُ، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ لَمْ يَحْفَظِ اللهُ لَهُ شَيْئًا فَقِيْلَ وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟

قَالَ حُرْمَةُ الإِسْلاَمِ، وَحُرْمَتِي، وَحُرْمَةُ رَحِمِي.
(معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۰۳، معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۸۸۱، میزان الاعتدال)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی تین حرمات ہیں جو ان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے دین و دنیا کے معاملات کی حفاظت فرماتا ہے اور جو ان تین کو ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں فرماتا سو عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی تین حرمات ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے نسب کی حرمت۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ النُّجُوْمُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ ذَهَبَ أَهْلُ السَّمَاءِ وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ فَإِذَا ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِي ذَهَبَ أَهْلُ الْأَرْضِ. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۶۹۱۳)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس جب ستارے چلے گئے تو اہل آسمان بھی چلے گئے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے امان ہیں پس جب میرے اہل بیت چلے گئے تو اہل زمین بھی چلے گئے۔''

اہل بیت اطہار کو جنت کی بشارت

عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ إِنَّ أَوَّلَ أَرْبَعَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، أَنَا وَأَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، وَذَرَارِيْنَا خَلْفَ ظُهُوْرِنَا، وَأَزْوَاجُنَا خَلْفَ ذَرَارِيْنَا، وَشِيْعَتُنَا عَنْ أَيْمَانِنَا وَعَنْ شَمَائِلِنَا. (معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۵۰، مجمع الزوائد)

''حضرت ابورافع بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک پہلے چار اشخاص جو جنت میں داخل ہوں گے وہ میں، تم، حسن اور حسین ہوں گے اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی (یعنی ہمارے بعد وہ داخل ہوگی) اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی (یعنی ان کے بعد جنت میں داخل ہوں گی) اور ہمارے چاہنے والے (ہمارے مددگار) ہماری دائیں جانب اور بائیں جانب ہوں گے۔''

عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَنَعَ إِلَى أَحَدٍ مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمْ يُكَافِئْهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا فَعَلَيَّ مُكَافَأَتُهُ غَدًا إِذَا لَقِيَنِي. (معجم

اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۱۴۴۶، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ اس دنیا میں نہ چکا سکا تو اس کا بدلہ چکانا کل (قیامت کے روز) میرے ذمہ ہے جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّهُ ﷺ قَالَ يَا عَلِيُّ، إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ وَلِذُرِّيَّتِكَ وَلِوَلَدِكَ وَلِأَهْلِكَ، وَلِشِيْعَتِكَ وَلِمُحِبِّي شِيْعَتِكَ فَأَبْشِرْ. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۸۳۳۷)

''حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے گھر والوں کو اور تیرے مددگاروں کو اور تیرے مددگاروں کے چاہنے والے کو بخش دیا ہے پس تجھے یہ خوشخبری مبارک ہو۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور ان کے قرابتداروں کے مناقب

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَ وَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيْبُ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيْهِ الْهُدَى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي.

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۴۰۸، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۹۲۶۵، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۲۶۷۹، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۱۲۳)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لئے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے خُم کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تو بس ایک آدمی ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں

اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ (کی تعلیمات پر عمل کرنے پر) ابھارا اور اس کی ترغیب دی پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں. میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔''

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ غَدَاۃً وَ عَلَیْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہما فَأَدْخَلَهٗ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ رضی اللہ عنہ فَدَخَلَ مَعَهٗ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رضی اللہ عنہا فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ فَأَدْخَلَهٗ، ثُمَّ قَالَ ﴿إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا﴾ (الأحزاب)

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۸۸۳، ۲۴۲۴، مستدرک، للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۰۷، ۴۷۰۹، سنن کبریٰ للبیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۱۰۲، جامع البیان، للطبری، تفسیر ابن کثیر، تحفۃ الاحوذی)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں اُس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''اے اھلِ بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک وصاف کر دے۔''

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآیَةُ ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَ أَبْنَآءَکُمْ﴾ (آل عمران، 3 61)، دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلِیًّا وَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَیْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ أَهْلِیْ

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۴۰۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۹۹۹، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۶۰۸، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۳۹۹، مستدرک، للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۹، سنن کبریٰ، حدیث نمبر ۱۳۱۷۰، ۱۳۱۶۹)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی: ''آپ فرما دیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔'' تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ رضی الله عنهم أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۸۷۰، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۴، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۰۱۵، معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۶۲۰)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں اُس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اُس سے صلح کرنے والا ہوں۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنِّي تَارِكٌ فِيْكُم مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِي فِيْهِمَا. (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۸۸، ۳۷۸۶، سنن کبریٰ، حدیث نمبر ۸۱۴۸، ۸۴۶۴، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۱۱۱۹، ۱۱۲۲۷، ۱۱۵۷۸، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۵۷۶، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۳۴۳۹، معجم صغیر، حدیث نمبر ۳۲۳، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۰۰۸۱، مسند ابویعلی، حدیث نمبر ۱۰۲۶۷، سنن ابی عاصم، حدیث نمبر ۱۵۵۳، مسند الفردوس، مجمع الزوائد)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اھلِ بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے

عَنْ عُمَرَبْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَبِيْبِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا) (الأحزاب، 33 33)، فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا فَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ، هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا، قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللهِ، قَالَ أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۲۰۵، معجم اوسط، حدیث نمبر ۲۷۹۹)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت ''اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے'' نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی اپنی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کردے۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں، فرمایا: تم اپنی جگہ رہو اور تم تو بہتر مقام پر فائز ہو۔''

عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَبِي الصَّلْتِ الْهَرَوِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہم، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ قَالَ أَبُو الصَّلْتِ لَوْ قُرِءَ هَذَا الإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ.

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۶۵، معجم اوسط، حدیث نمبر ۶۲۵۴، ۸۵۸۰، شعب الایمان حدیث نمبر ۱۶، شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی، حدیث نمبر ۶۵)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایمان نام ہے دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا۔ (راوی) ابوصلت ہروی فرماتے ہیں: اگر اس حدیث کی سند پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَحَرَّمَ اللهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۲۶، مسند بزار، حدیث نمبر ۱۸۲۹، حلیۃ الاولیاء، فیض القدیر للمناوی)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام کر دیا۔''

عَنِ الْمِسْوَرِ أَنَّهُ بَعَثَ إِلَيْهِ حَسَنُ بْنُ حَسَنٍ علیہ السلام يَخْطُبُ ابْنَتَهُ فَقَالَ لَهُ قُلْ لَهُ فَيَلْقَانِي فِي الْعَتَمَةِ، قَالَ فَلَقِيَهُ فَحَمِدَ اللهَ الْمِسْوَرُ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ وَ أَيْمُ اللهِ مَا مِنْ نَسَبٍ وَلَا سَبَبٍ وَلَا صِهْرٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَسَبِكُمْ وَ سَبَبِكُمْ وَ صِهْرِكُمْ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يَقْبِضُنِي مَا يَقْبِضُهَا وَ يَبْسُطُنِي مَا يَبْسُطُهَا، وَ إِنَّ الْأَنْسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَنْقَطِعُ غَيْرَ نَسَبِي وَ سَبَبِي وَ صِهْرِي وَ عِنْدَكَ إِبْنَتُهَا وَلَوْ زَوَّجْتُكَ لَقَبَضَهَا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ عَاذِرًا لَهُ. (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۴۷)

''حضرت عبید اللہ بن ابی رافع سے حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن علیہ السلام نے انہیں بلا بھیجا اپنی بیٹی کی منگنی کرنے کے لئے آپ نے ان سے کہا کہ آپ رات کے وقت مجھے ملیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پس وہ ان سے ملے پھر حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا: خدا کی قسم کوئی ایسا نسب اور نہ ہی سبب اور نہ ہی سسرالی رشتہ ایسا ہے جو مجھے آپ کے نسب، سبب اور سسرال سے بڑھ کر پیارا ہے مگر یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور بے شک انساب قیامت کے روز منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب، سبب اور سسرال کے اور تمہارے پاس حضرت فاطمہ کی بیٹی ہے (یعنی تمہاری بیٹی گویا ان کی بیٹی ہے) اور اگر میں اس سے شادی کرتا ہوں تو یہ چیز انہیں ناخوش کرے گی اور پھر وہ معذرت کرتے ہوئے چل پڑے۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْجُحْفَةِ فَقَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِأَنْفُسِكُمْ۔ قَالُوْا بَلَى يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ فَإِنِّي سَائِلُكُمْ عَنِ اثْنَيْنِ عَنِ الْقُرْآنِ وَعَنْ عِتْرَتِي أَلَا وَلَا تَقَدَّمُوْا قُرَيْشًا فَتَضِلُّوْا وَلَا تَخَلَّفُوْا عَنْهَا فَتَهْلِكُوْا وَلَا تُعَلِّمُوْهَا فَهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ قُوَّةَ رَجُلَيْنِ مِنْ غَيْرِهِمْ لَوْلَا أَنْ تَبْطَرَ قُرَيْشٌ لَأَخْبَرْتُهَا بِمَا لَهَا عِنْدَ اللهِ خِيَارُ قُرَيْشٍ خِيَارُ النَّاسِ.

(حلیۃ الاولیاء، سد الغابۃ، لابن اثیر، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ جحفہ

کے مقام پر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: کیا میں تمہاری جانوں سے بڑھ کر تمہیں عزیز نہیں ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میں تم سے دو چیزوں کے بارے سوال کرنے والا ہوں. قرآن کے بارے اور اپنی عترت اہل بیت کے بارے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ قریش پر پیش قدمی نہ کرو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور نہ انہیں سکھاؤ کہ وہ تم سے زیادہ جانے والے ہیں اور اگر قریش فخر نہ کرتے تو میں ضرور ان کو اللہ کے ہاں ان کے مقام کے بارے بتاتا قریش میں بہترین لوگ تمام لوگوں سے بہترین ہیں۔''

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَقَدْ بَسَطَ شَمْلَةً، فَجَلَسَ عَلَيْهَا هُوَ وَفَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، ثُمَّ أَخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِمَجَامِعِهِ فَعَقَدَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ، ارْضَ عَنْهُمْ كَمَا أَنَا عَنْهُمْ رَاضٍ. (معجم اوسط، حدیث نمبر ۵۵۱۴، مجمع الزوائد)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بنفسِ نفیس) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ كَانَ آخِرَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَخْلِفُوْنِي فِي أَهْلِ بَيْتِي.
(مجمع اوسط، حدیث نمبر ۳۸۶۰، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آخری چیز جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَوَّلُ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ مِنْ أُمَّتِي أَهْلُ بَيْتِي ثُمَّ الْأَقْرَبُ مِنَ الْقُرَيْشِ، ثُمَّ الْأَنْصَارُ، ثُمَّ مَنْ آمَنَ بِي، وَاتَّبَعَنِي مِنَ الْيَمَنِ، ثُمَّ سَائِرُ الْعَرَبِ ثُمَّ الْأَعَاجِمُ وَأَوَّلُ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ أُولُوا الْفَضْلِ. (معجم کبیر للطبرانی، مسند الفردوس، حدیث نمبر ۲۹، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی امت میں سے سب سے پہلے جس کے لئے میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں، پھر جو قریش میں سے میرے قریبی رشتہ دار ہیں، پھر انصار کی پھر ان کی جو یمن میں سے مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی، پھر تمام عرب کی، پھر عجم کی اور سب سے پہلے میں جن کی شفاعت کروں

گا وہ اہل فضل ہوں گے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَنْعَقِدُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعَةٍ عَنْ جَسَدِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعُمُرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ حُبِّ أَهْلِ الْبَيْتِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا عَلَامَةُ حُبِّكُمْ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِ عَلِيٍّ. (الطبرانی)

''حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم (روزِ قیامت) اس وقت تک استقامت نہیں پاتے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کرلیا جائے اس کے جسم کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو امتحان میں ڈالا اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو فنا کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس نے اسے کمایا؟ اور کس چیز میں اس نے اس کو خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے۔ پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر مارا۔''

اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے دشمنی کرنے والوں کا انجام

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ، لَعَنَهُمُ اللهُ، وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ كَانَ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللهِ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللهِ وَالْمُسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ بِذَلِكَ مَنْ أَذَلَّ اللهُ، وَيُذِلُّ مَنْ أَعَزَّ اللهُ، وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللهِ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللهُ، وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۱۵۴، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۵۷۴۹، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۳۹۴۱، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۸۹، شعب الایمان للبیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چھ بندوں پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے وہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے: جو کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدر کو جھٹلانے والا ہو اور ظلم و جبر کے ساتھ تسلط حاصل کرنے والا ہو تا کہ اس کے ذریعے اسے عزت دے سکے جسے اللہ نے ذلیل کیا ہے اور اسے ذلیل کر سکے جسے اللہ نے عزت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا اور میری عترت یعنی اہل بیت کی حرمت کو حلال کرنے والا اور میری سنت کا تارک۔''

اس حدیث کو امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ رَجُلٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ.

(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۹۷۸، مستدرک للحاکم حدیث نمبر ۴۷۱۷، سیر اعلام النبلاء، موارد الظمان، حدیث نمبر ۲۲۴۶)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے کوئی آدمی نفرت نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال کر دیتا ہے۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ لَكُمْ ثَلَاثًا أَنْ يُثَبِّتَ قَائِمَكُمْ وَ أَنْ يَهْدِيَ ضَالَّكُمْ، وَ أَنْ يُعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ، وَ سَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَكُمْ جُوَدَاءَ نُجَدَاءَ رُحَمَاءَ، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَ الْمَقَامِ، فَصَلَّى وَ صَامَ ثُمَّ لَقِيَ اللهَ وَ هُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ دَخَلَ النَّارَ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۱۲، معجم کبیر، حدیث نمبر ۱۱۴۱۲، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب بے شک میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دس چیزیں مانگی ہیں پہلی یہ کہ وہ تمہارے قیام کرنے والے کو ثابت قدم رکھے اور دوسری یہ کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تیسری یہ کہ وہ تمہارے جاہل کو علم عطاء کرے اور میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والا اور دوسروں کی مدد کرنے والا اور دوسروں پر رحم کرنے والا بنائے پس اگر کوئی رکن اور مقام کے درمیان دونوں پاؤں قطار میں رکھ کر کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر (وصال کی شکل میں) اللہ سے ملے درآنحالیکہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ بُغْضُ بَنِي هَاشِمٍ وَ الْأَنْصَارِ كُفْرٌ، وَ بُغْضُ الْعَرَبِ نِفَاقٌ.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۱۳۱۲، مجمع الزوائد للہیثمی، فیض القدیر للمناوی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنو

ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور اہل عرب سے بغض رکھنا منافقت ہے۔''

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُوْدِيًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى قَالَ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ أَيُّهَا النَّاسُ، احْتَجَرَ بِذَلِكَ مِنْ سَفْكِ دَمِهِ وَأَنْ يُؤَدِّيَ الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُوْنَ مُثِّلَ لِي أُمَّتِي فِي الْبَطْنِ فَمَرَّبِي أَصْحَابُ الرَّايَاتِ فَاسْتَغْفَرْتُ لِعَلِيٍّ وَشِيْعَتِهِ.

(معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۴۰۰۲، میزان الاعتدال، مجمع الزوائد)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ ہم سے مخاطب ہوئے پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ جمع کرے گا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان گمان ہی کیوں نہ کرتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ روزہ اور نماز کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو، اے لوگو! یہ لبادہ اوڑھ کر اس نے اپنے خون کو مباح ہونے سے بچایا اور یہ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں درآنحالیکہ وہ گھٹیا اور کمینے ہوں پس میری امت مجھے میری ماں کے پیٹ میں دکھائی گئی پس میرے پاس سے جھنڈوں والے گزرے تو میں نے حضرت علی اور آپ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لئے مغفرت طلب کی۔''

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ خُدَيْجٍ يَا مُعَاوِيَةَ بْنَ خُدَيْجٍ، إِيَّاكَ وَ بُغْضَنَا فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يُبْغِضُنَا أَحَدٌ، وَ لَا يَحْسُدُنَا أَحَدٌ إِلَّا ذِيْدَ عَنِ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ.

(معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۲۴۰۵، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: اے معاویہ بن خدیج! ہمارے (اھلِ بیت کے) بغض سے بچو کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ہم (اھلِ بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چابکوں سے حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِي وَ الْأَنْصَارِ وَ الْعَرَبِ فَهُوَ

لِإِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّا مُنَافِقٌ، وَ إِمَّا لِزِنْيَةٍ، وَإِمَّا امْرُؤٌ حَمَلَتْ بِهِ أُمُّهُ لِغَيْرِ طُهْرٍ. (شعب الایمان، حدیث نمبر ۱۶۱۴، مسند الفردوس، حدیث نمبر ۵۹۵۵، میزان الاعتدال فی نقد الرجال)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا تو اس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے: یا تو وہ منافق ہے یا وہ حرامی ہے یا وہ ایسا آدمی ہے جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی ہو۔''

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اللّٰهُمَّ ارْزُقْ مَنْ أَبْغَضَنِي وَأَبْغَضَ أَهْلَ بَيْتِي، كَثْرَةَ الْمَالِ وَالْعِيَالِ كَفَاهُمْ بِذٰلِكَ غَيًّا أَنْ يَكْثُرَ مَالُهُمْ فَيَطُوْلَ حِسَابُهُمْ، وَ أَنْ يَكْثُرَ الْوِجْدَانِيَاتُ فَيَكْثُرَ شَيَاطِيْنُهُمْ. (مسند الفردوس، للدیلمی حدیث نمبر ۲۰۰۷)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ جو مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اسے کثرت مال اور کثرت اولاد سے نواز یہ ان کی گمراہی کے لئے کافی ہے کہ ان کا مال کثیر ہو جائے پس (اس کثرت مال کی وجہ سے) ان کا حساب طویل ہو جائے اور یہ کہ ان کی وجدانیات (جذباتی چیزیں) کثیر ہو جائیں تا کہ ان کے شیاطین کثرت سے ہو جائیں۔'' اس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَا أَنَا مِنْهُ بُغْضُ عَلِيٍّ، وَ نَصْبُ أَهْلِ بَيْتِي، وَ مَنْ قَالَ الْإِيْمَانُ كَلَامٌ.

(مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۲۴۵۹)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں وہ جس میں پائی جائیں گی نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں (اور وہ تین چیزیں یہ ہیں): علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا، میرے اہل بیت سے دشمنی رکھنا اور یہ کہنا کہ ایمان (فقط) کلام کا نام ہے۔''

امامت اور خلافت

آج اہلِ اسلام جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا ہر درد مند ، باشعور، تاریخ پر نگاہ رکھنے والا، غیرت مند مسلمان اس بات کا اچھی طرح ادراک رکھتا ہے: جس قدر اسلامی خلافت اور خلیفۃ المسلمین و امام عادل کے متعلق آگاہی کی ضرورت آج ہے، شاید تاریخ میں اس کی اتنی اہمیت وضرورت پہلے کبھی رہی ہو، اسی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر زیرنظر کتاب میں واضح کیا جارہا ہے کہ خلافت و امامت کیا ہے؟ امام وخلیفہ کسے کہتے ہیں؟ اسلام میں ان کی کیا حیثیت ہے؟۔

اسلامی تعلیمات ،لغت اور اقوال علماء ومشائخ کی روشنی میں امامت اور خلافت کی اصلاحی ولغوی تعریف اوراس کے چند پہلوؤں کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

امامت کی لغوی تعریف

"الإمامة" (امامت) مصدر ہے "أمّ" فعل کا ،آگے بڑھنے کو کہتے ہیں اور امام ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے، چاہے وہ قوم کا بڑا ہو، یا کوئی اور۔ (القاموس المحیط، دارالجیل بیروت)

ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الإمام كل من ائتم به قوم، كانوا على الصراط المستقيم أو كانو ضالين، والجمع أئمة، والخليفة إمام الرعية" (لسان العرب، دار صادر، بیروت)

امام ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی کوئی قوم پیروی کرے، چاہے وہ قوم ہدایت یافتہ ہو، یا گم راہ اور اس کی جمع ائمہ ہے۔اور خلیفہ رعیت (لوگوں) کے مقتدا کو کہتے ہیں"۔

یہی بات صاحب" تاج العروس" نے بھی نقل کی ہے۔

(تاج العروس من جواهر القاموس، مکتبۃ الحیاۃ، بیروت)

فیروز اللغات اردو میں لکھا ہے:"امام پیشوا اور ہادی کو کہتے ہیں"۔

(فیروز اللغات، اردو (جامع) ص:۱۲۶، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹیڈ)

مذکورہ بالا دونوں تعریفات میں امامت اور خلافت دونوں جدا جدا ہیں ۔مذہبی پیشوا اور رہنما کو امام کہا جائے گا اور سیاسی اور دیگر حکومتی معاملات کو چلانے والے کو خلیفہ کا نام دیا جائے گا۔

نوٹ! خلفائے راشدہ میں امامت اور خلافت دونوں تعریفات صادق آتی ہیں۔ جب کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت اور امامت الگ الگ نظر آتی ہیں۔

امامت وخلافت کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں "امامت" کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، چناں چہ "شرح عقائد" میں ہے:

"نیابتهم عن الرسول فی إقامة الدین بحیث یجب علی کافة الإمم الاتباع"

(التفتازانی ،سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ،ص:۱۰۸ میر محمد کتب خانہ کراچی)

امامت اقامت دین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت کو کہتے ہیں، بایں حیثیت کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے۔

"شرح مقاصد" میں ہے:

"وهی ریاسة عامة فی أمر الدین والدنیا خلافة عن النبیا"

(التفتازانی ،سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ،شرح المقاصد: ج ۳،ص ۴۶۹)

اور وہ دین و دنیا کے معاملہ میں ریاست عامہ اور نبی کریم ﷺ کی خلافت کو کہتے ہیں۔

علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الإمامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدین وسیاسة الدنیا به"

(الماوردی،علی بن محمد، الأحکام السلطانیة ،ص:۵، مصطفی البابی،القاهرة)

امامت دین کی حفاظت اور دنیاوی معاملات کی انجام دہی کے لیے نبوت کی نیابت کے طور پر وضع کی گئی ہے۔

امام الحرمین علامہ جوینی نے امامت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"الإمامة ریاسة تامة، وزعامة تتعلق بالخاصة والعامة فی مهمات الدین والدنیا"

(الجوینی ،أبو المعالی عبد الملک ،غیاث الأمم فی التیاث الظلم ،ص ۱۵)

امامت اس ریاست تامہ اور زعامت کو کہتے ہیں جس کا تعلق دین و دنیا کے اہم معاملات میں ہر خاص و عام سے ہو۔

علامہ ابنِ خلدون فرماتے ہیں:

"هی حمل الکافة علی مقتضی النظر الشرعی فی مصالحهم الأخرویة والدنیویة الراجعة الیها، اذ أحوال الدنیا ترجع کلها عند الشارع إلی اعتبارها بمصالح الاخرة، فهی فی الحقیقة خلافة

عن صاحب الشرع فی حراسۃ الدین و سیاسۃ الدنیا بہ"

(المقدمۃ للعلامۃ ابن خلدون، ص:۱۰۹، دار الباز للنشر و التوزیع، مکۃ)

شرعی نقطہ نظر سے تمام لوگوں کو ان کے مصالح اخروی اور ایسے مصالح دنیوی پر ابھارنا ہے جو آخرت کی طرف لوٹنے والے ہیں، اس لیے کہ دنیا کے تمام احوال درحقیقت شارع کے نزدیک مصالح آخرت کی طرف لوٹتے ہیں، پس وہ (امامت و خلافت) درحقیقت دین کی حفاظت اور دنیاوی سیاست کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت ہے۔

الفاظ اور تعبیر میں اگرچہ فرق ہے، مگر معنی اور مطلب سب کا ایک ہے، یعنی امامت اور خلافت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے دین کو قائم کرنا، اس کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینا اور دنیاوی معاملات میں لوگوں کے مصالح کے مطابق شریعت کی روشنی میں ان کی راہ نمائی کرنے کو کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تعریفات میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علمائے لغت اور علمائے اصطلاح میں کہیں امامت اور خلافت الگ الگ معانی اور مفہوم رکھتی ہیں اور کہیں یہ مترادف ہیں۔

یوں ان تعریفات کا اطلاق اگر یوں کر دیا جائے کہ خلفائے راشدین تک خلافت اور امامت مترادف معانی میں ہی استعمال ہوگی کیونکہ خلفائے راشدین بیک وقت امام اور خلیفہ تھے جب کہ بعد میں آنے والے سربراہِ مملکت پر خلافت کا اطلاق ہوتا ہے مگر امامت کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ وہ حکومتی اور ریاستی معاملات سرانجام دے رہے ہیں مگر دینی اور مذہبی معاملات اور احکامات میں ان کی وہ حیثیت نہیں جس پر عوام الناس اور اہلِ اسلام نے مکمل قبول کیا ہو۔

قرآن وحدیث میں لفظ "امام" کا استعمال

قرآن و حدیث کے متعدد مقامات میں لفظ "امام" آیا ہے، جو اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

''قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا'' (البقرۃ:۱۲۴)

''وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا'' (الفرقان:۷۴)

''وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا'' (الانبیاء:۷۳)

''وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ'' (القصص:۵)

''فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ'' (التوبۃ:۱۲)

''وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ''(القصص:۴۱)

احادیث کریمہ میں بھی امام مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، ذیل میں چند احادیث بطور تبرک پیشِ خدمت ہیں:

"الإمام الأعظم الذی علی الناس راع"

(الصحیح للامام البخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۷۱۳۸)

''الائمۃ من قریش"

(مسند الامام احمد بن احمد، مسند انس بن مالک: ج ۴، ص ۲۹ حدیث نمبر: ۱۲۴۸۹)

''سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الإمام العادل''

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الغناء الصدقۃ)

ان روایات کے علاوہ بہت سی احادیث میں لفظ "امام" مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اصطلاح شرع میں "امام" سے مسلمانوں کا خلیفہ اور ان کا حاکم مراد ہوتا ہے، نماز میں امامت اور امام المسلمین میں فرق کرنے کے لیے خلافت و امامت کو کبھی امامتِ عظمیٰ اور کبھی امامتِ کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امامت کی اقسام

امامت کی دو قسمیں:

امامت کبریٰ

امامت صغریٰ

امامت صغری کی پھر کئی اقسام ہیں:

امام فی الحدیث، امام فی النحو، امام فی الصرف امام فی الفقہ، امام فی التصوف، اسی طرح دیگر علوم وفنون کے امام۔

اور نمازِ پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت کے فرائض سرانجام دینے والے۔

امامت کبریٰ کو بھی کئی اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے۔

امام فی الطریقت والشریعت

امام فی الطریقت والشریعت

ان قسم میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہم خلافت وامامت دونوں مناصب پر فائز رہے۔

جب کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کے بعد یہ ذمہ داری اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے حصہ میں آئی۔ یوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس حدیث پاک میں ہے کہ بارہ خلفاء ہوں گے اس ضمن میں علمائے کرام کی مختلف آراء ہیں اس میں ایک رائے جو یقینا قوی اور مضبوط رائے ہے کہ اس سے مراد یہ مشہور آئمہ نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد مختلف ادوار میں عنانِ حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے خلفاء ہیں۔ جب ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد یہی مشہور بارہ امام ہیں۔ بہرحال حدیث پاک میں بارہ کے تعدد میں حصر نہیں ہے اس سے تعداد زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔

یوں جب تعداد بارہ سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے تو یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بارہ خلفاء اور بارہ امام ہوں گے۔

ابنِ حزم کے مطابق جب مطلقاً لفظ "الامامۃ" بولا جائے تو اس سے امامتِ کبریٰ، یا امامتِ عامہ (یعنی خلافت) مراد ہوتی ہے۔

علامہ ابنِ خلدون مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ہم نے اس مقام یعنی خلافت وامامت کی حقیقت کو بیان کیا کہ یہ صاحبِ شریعت کی دین کی حفاظت اور سیاستِ دنیوی میں نیابت کو کہتے ہیں، اسے "خلافت" اور "امامت" کہا جاتا ہے، اس کے انجام دینے والے کو "خلیفہ" اور "امام" کہا جاتا ہے۔

(مقدمۃ ابنِ خلدون، ص، ۱۹۰)

ابنِ منظور نے خلافت کو امارت سے تعبیر کیا ہے۔ (لسان العرب، ج۹ ص ۹۳)

یہاں تک تو ذکر ہے امامت اور خلافت کے متعلق اور یہ بات بھی واضح ہے کہ امامت کبریٰ صرف خلافتِ راشدہ تک تھی اس کے بعد امامت صغریٰ ہی ہے جس کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم آئمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان ہے۔

سیرت نگاری

کسی مقتدر شخصیت کی سیرت کے متعلق لکھنے کے چند بنیادی اصول ہیں جن اصولوں کے مطابق

ہی اس شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

خاندانی پس منظر

کسی شخصیت کے حالات زندگی پر مکمل آگاہی کے لئے اس کے خاندان پس منظر کا جاننا از حد ضروری ہے، بغیر خاندانی پس منظر کے کسی شخصیت کی زندگی کا مکمل ادارک ممکن نہیں ہوتا۔ خاندان پس منظر سے کسی شخصیت کے عزائم اور مقاصد سے آگاہی ممکن ہوتی ہے۔

خاندانی پس منظر میں اس شخصیت کے آباؤ واجداد اور خاندان کا معاشرہ میں مقام ومرتبہ اور اس شخصیت کے والدین کے حالات کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔

نسبی وروحانی تعلق

نسبی وروحانی تعلق سے آگاہی کے بغیر کسی شخصیت کی زندگی کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل تر ضرور ہے، نسبی تعلق سے اس شخصیت کے نسبی کمالات کا پتہ چلتا ہے اور روحانی تعلق سے اس شخصیت کے اخلاق اور کردار سے آگاہی ہوتی ہے یہی وہ عنصر ہیں جن کی بنا پر کسی شخصیت کے فضائل وکمالات پر پتہ چلتا ہے۔

اساتذہ وتلامذہ

انسانی شخصیت میں نکھار اور اعلیٰ اخلاقی تربیت میں اساتذہ کا کردار نمایاں ہوتا ہے، جس قدر اساتذہ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں اور اپنے علم وفن میں ماہر ہوں گے اس کا اثر ان کے طلباء پر نظر آئے گا، اسی لئے کسی شخصیت کی سیرت کو جانچنے کے لئے اس کے اُساتذہ کی قابلیت اور اخلاقی اقدار کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

جس طرح اساتذہ کے اخلاق وکردار سے کسی شخصیت کے اخلاق وکردار کا اندازہ لگایا جاتا ہے اسی طرح اس کے تلامذہ بھی اس کی شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔

شاگرد ہمیشہ اپنے استاذ کا آئینہ ہوتا ہے۔

حکمرانِ وقت

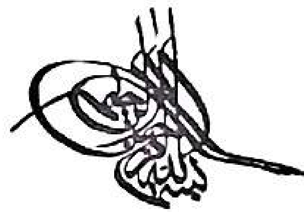
کسی شخصیت کی زندگی کے اتار چڑھاؤ سے آگاہی کے لئے اس زمانہ کے حکمرانوں کے حالات کا جاننا بھی از حد ضروری ہے، حکمرانوں کی اچھائیاں اور برائیاں انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں، نیز حکمرانوں کے حالات سے معاشرتی اقدار کا پتہ چلتا ہے، اور معاشرتی اقدار ہر انسان کی شخصیت پر

اثرانداز ہوتے ہیں۔

ہم عصر شخصیات

ہم عصر شخصیات کے حالات سے کافی حد تک انسانی شخصیت کی کردار کی نشاندہی ہوتی ہے۔

زیرنظر کتاب میں طوالت کے خوف کے پیش نظر ان مذکورہ بالا عوامل میں سے چند ایک کو پیش نظر رکھا گیا ہے، جب کہ آئمہ اہل بیت علیہم الرضوان میں سے ہر ایک کی سیرت پر الگ الگ کتاب میں ان تمام عوامل کو سامنے رکھا گیا ہے امید واثق ہے کہ ہماری یہ کاوش قارئین کے لئے یقینا دلچسپی کا باعث ہوگی۔



لِی خَمسَۃٌ اُطفِی بِھا حَرَّ الوَبَاءِ الحَاطِمَہ
اَلمُصطَفٰی وَالمُرتَضٰی وَابنَاھُمَا وَالفَاطِمَہ

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعارف

نام : علی رضی اللہ عنہ

والد کا نام : ابو طالب

والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد

کنیت : ابوالحسن، ابوتراب۔

القابات : اسد اللہ الغالب، حیدرکرا، امام المشارق والمغارب، حلال المشکلات والنوائب، سید العرب، نفس رسول، مرتضیٰ، یعسوب الدین، بیضۃ البلند، مطلوب کل طالب، امیر النحل، خلیفۃ الرسول، مولی المؤمنین، امیر المسلمین، امام البررہ، قاتل الفجرہ، ولی اللہ، امام الاولیا، امیر المؤمنین، وغیرہ۔

مدت خلافت: چار سال آٹھ ماہ پچیس دن

۲۴ ذی الحجہ ۳۵ ہجری تا ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری

سیدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام رکھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو نبی ۔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا ۔ اور اپنی زبان مبارک اس مولود مسعود کو چوسنے کے لئے اس کے منہ میں ڈال دی جسے یہ بچہ (حضرت علی) چوستے ہوئے سو گیا۔

(سیرت حلبیہ : ج ، اول ، ص ۱۸۲ ، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

شجرہ نسب

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب ، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی ہیں ۔ حضرت علی بعثت نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا والدہ کی طرف سے نسب

علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد اور اپنی والدہ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں ،

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسب میں آپ رضی اللہ عنہ کو خصوصی نسبت حاصل ہے ۔ کیونکہ عبد مناف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ۲۶ ویں فرزند ہیں ۔ جن کے پوتے عبد المطلب ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب آپس میں سگے بھائی ہیں۔

حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد قریش کے رئیس اور سردار ابو طالب تھے ۔ اور انہیں سید العرب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ۔ (الجوہر ہ)

صرف یہی نہیں بلکہ

اسلام کی شمشیر کا جوہر ہے علی ہے کعبہ صدف اس کا گوہر ہے علی
جس بی بی کے پیار کو اٹھتے تھے رسول اللہ ! اس بی بی کا شوہر ہے علی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کعبۃ اللہ میں ولادت

محدث جلیل امام ابن اصباغ مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الفصول المھمہ میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ رجب ۱۳ تاریخ کو مکہ شریف میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

(الفصول المھمہ ابن صباغ مالکی صفحہ ۲۹ طبع بیروت)

علامہ حسن بن مومن شبلنجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف نور الابصار میں لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور تلوار بے نیام ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے تیسویں سال جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب کو خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ (نور الابصار شبلنجی، ص ۱۸۳ طبع بیروت)

برصغیر پاک وہند کے عظیم محدث وفقیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ازالتہ الخفاء میں لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو مناقب ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کے اندر آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

امام حاکم نے فرمایا: متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ بے شک امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے خانہ کعبہ کے اندجنم دیا۔

(ازالتہ الخفاء جلد ۴ صفحہ ۲۹۹ طبع بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک اور کتاب قرۃ العینین میں بھی ولادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں آپ پہلے ہاشمی ہیں جن کی والدہ ماجدہ بھی ہاشمیہ ہیں۔ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے۔

(قرۃ العینین بتفضیل الشیخین، ص ۱۳۸ طبع دہلی)

مشہور غیر مقلد اہل حدیث عالم جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالوی لکھتے ہیں: ذکر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابن عم رسول وسیف اللہ المسلول، مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب، ولادت ان کی مکہ مکرمہ میں بیت اللہ اندر کے ہوئی۔

(شمامۃ العنبر یہ مع تکریم المومنین بتویم مناقب الخلفاء الراشدین نواب صدیق حسن صفحہ ۹۹ طبع لاہور)

نواب صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی دوسری تصنیف ''تقصار جنود الاحرار''، ص ۹، طبع بھوپال

میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''ولادت کعبہ میں'' کا ذکر کیا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جامی سنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''شواھد النبوت'' میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور بقول بعض آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ (شواھد النبوۃ، ص ۲۸۹ طبع مکتبہ نبویہ لاہور پاکستان)

مورخ علامہ مسعودی اپنی تصنیف ''مروج الذھب'' میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبے کے اندر پیدا ہوئے۔

(مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۱۱ طبع بیروت)

علامہ عبدالرحمان صفوری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکم مادر سے کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور یہ فضیلت خاص طور پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی۔

(نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۴ طبع ایچ ایم سعید کراچی پاکستان)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: محدثین اور سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ہے۔

(مدارج النبوت جلد ۲، صفحہ ۵۳۱)

علامہ گنجی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کفایۃ الطالب'' میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کو خانہ کعبہ میں تسلیم کیا ہے۔ (کفایۃ الطالب، ص ۴۰۷)

امام سبط ابن الجوزی اپنی کتاب ''تذکرۃ الخواص'' میں لکھتے ہیں: روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے شکم میں تھے۔ انھیں دردزہ شروع ہوا تو ان کے لئے دیوار کعبہ شق ہوئی پس وہ اندر داخل ہوئیں اور وہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

(تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۰)

ابن مغازلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جس وقت فاطمہ بنت اسد پر وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے اور درد شدت اختیار کر گیا، تو ابو طالب بہت زیادہ پریشان ہو گئے اسی اثناء میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہاں پہنچ گئے اور پوچھا چچا جان آپ کیوں پریشان ہیں! ابو طالب نے جناب فاطمہ بنت اسد کا قضیہ بیان کیا۔

رسول اللہ ﷺ فاطمہ بنت اسد کے پاس تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ نے ابو طالب کا ہاتھ

پکڑ کر خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے، فاطمہ بنت اسد بھی ساتھ ساتھ تھیں۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فاطمہ بنت اسد کو خانہ کعبہ کے اندر بھیج کر فرمایا: "اجلسی علی اسم اللہ "اللہ کا نام لے کر آپ اس جگہ بیٹھ جائیے۔

پس کچھ دیر کے بعد ایک بہت ہی خوبصورت و پاکیزہ بچہ پیدا ہوا۔ اتنا خوبصورت بچہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابوطالب نے اس بچہ کا نام" علی" رکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر فاطمہ بنت اسد کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ (مناقب ابن مغازلی، ص۶، ح۳۔ الفصول المہمۃ، ص۳۰)

علامہ سکتواری بسنوی: اسلام میں وہ سب سے پہلا بچہ ہے جس کا تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان" حیدر" یعنی شیر نام رکھا گیا ہے۔ وہ ہمارے مولا اور سید و سردار حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ ہیں۔ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اس وقت ابو طالب سفر پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مادر گرامی نے ان کا نام تفاول کرنے کے بعد" اسد" رکھا۔ کیوں کہ" اسد" ان کے والد محترم کا نام تھا۔ (محاضرۃ الاوائل، ص۷۹)

علامہ محمد مبین انصاری حنفی لکھنوی (فرنگی محلی): حضرت علی کرم اللہ وجہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔
(وسیلۃ النجاۃ، محمد مبین حنفی، ص۶۰ مطبوعہ گلشن فیض لکھنوی)

علامہ صفی الدین حضرمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی۔ (وسیلۃ المآل، حضرمی شافعی، ص۲۸۲)

امام حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ"تلخیص مستدرک" میں تحریر فرماتے ہیں: یہ خبر تواتر کی حد تک ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

(تلخیص مستدرک ج۳ ص۴۸۳)

"علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ ۱۳ رجب، ۳۰ عام الفیل، ۲۳ سال قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے" (ریاض الجنان، ج۱ ص۱۱۱)

علامہ سعید حنفی گجراتی " الاعلام باعلام مسجد الحرام" میں اس روایت کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:" حضرت علی (کرم اللہ وجہ) ابوقبیس نامی پہاڑ کے دامن میں پیدا ہوئے" جس کو دشمنان اہلبیت نے لکھا ہے۔" خدایا! تو بہتر جانتا ہے کہ یہ بہتان دشمنان اہلبیت کی طرف سے ہے۔ دشمنان علی (کرم اللہ وجہ) نے اس واقعہ کو گھڑا ہے۔ جب کہ متواتر روایتیں دلالت کرتی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ خدایا! تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر باقی رکھ اور ان کے اہلبیت کی دشمنی سے دور رکھ"

(الاعلام باعلام مسجد الحرام خطی بہ نقل علی و کعبہ، ص ۷۶)

علامہ محمد مبین انصاری حنفی لکھنوی (فرنگی محلی): لکھتے ہیں" حضرت علی کرم اللہ وجہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔(وسیلۃ النجاۃ، محمد مبین حنفی، ص ۶۰)

حضرت علی المرتضیٰ کو پسندیدہ کنیت

حضرت علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، یہ کنیت آپ کے گھر والوں نے رکھی تاہم آپ کی کنیت ابوتراب یہ حضور نبی کریم ﷺ نے رکھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے نام سے بھی اپنی کنیت ابوتراب پسند تھی۔ اور نام پکارنے پر آپ رضی اللہ عنہ اتنا خوش نہ ہوتے تھے جتنا کنیت (ابوتراب) بلانے سے خوش ہوتے، کیونکہ اگرچہ نام اقدس بھی حضور اکرم ﷺ کا ہی عطا کردہ تھا، لیکن جن کیفیات میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے کنیت حاصل ہوئی تھی وہ اپنی جگہ ایک الگ فضیلت کا عنوان ہے۔

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ اپنے لختِ جگر سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو دریافت کیا: علی کہاں ہیں؟۔ خاتونِ جنت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے کچھ رنجش ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل گئے، ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں ہوں۔ چنانچہ جب حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد میں سوتے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر پر مٹی لگی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی کمر سے چادر ہٹی ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے مٹی کو ہٹاتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب (اے مٹی والے)! اٹھو، اے ابوتراب! اٹھو۔ (صحیح بخاری، وصحیح مسلم)

ابوتراب کنیت کی ایک اور وجہ تسمیہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ''روضۃ الاحباب'' اور ''معارج النبوۃ'' میں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کی ایک اور وجہ بھی بیان فرمائی ہے:

فرماتے ہیں:

''۲ ہجری کے ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب رکھی۔''

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غزوہ عشیرہ

میں کھجور کے ایک درخت کی جڑ میں سو رہے تھے۔ وہ زمین ریتلی تھی اور ہم گرد آلود ہو گئے تھے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں جگایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''یا ابا تراب'' اس کے بعد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں کے تمام لوگوں میں بد بخت شخص کون ہے۔؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ضرور خبر دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں دو شخص سب سے زیادہ بد بخت ہیں۔ ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو تمہارے محاسن (داڑھی) کو گلگوں کرے گا اور خون سے رنگے گا۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہوئے اپنے دستِ کرم سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر اور چہرے سے گرد جھاڑتے جاتے تھے۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲ ص ۱۳۶)

دور ذہنوں سے تیرگی کر لو ذکر حیدر سے روشنی کر لو
جی رہے ہو بغیر حبِ علی کے اس سے بہتر ہے خود کشی کرلو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ''کرم اللہ وجہہ'' کہنے کی وجہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو یا اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا) یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین

تحقیق اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ'' بھی لکھا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو عزت دے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو عزت دی۔

ہر دو جملے ''رضی اللہ عنہ'' اور ''کرم اللہ وجہہ'' دونوں دعائیہ جملے بھی ہیں اور فعل ماضی کے اعتبار سے اس کا معنی یہ بھی ہے: ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا'' اور ''اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور کو

عزت دی''

اب رہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ'' لکھنا تو اس جس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے علمائے کرام نے کہا ہے:

صواعق محرقہ ص ۱۲۰اور علامہ محمد علی الصبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفضائل اہل بیت الطاہرین المعروف رسالہ الصبان میں ابن سعد کے حوالے سے اس بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن زید بن حسن رضی اللہ عنہم ارشاد فرماتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے '' لم یعبد الاصنام قط'' کبھی بھی بتوں کی پوجا نہیں کی (زمانہ جاہلیت میں نہ زمانہ اسلام میں) اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو ''کرم اللہ وجہہ'' کہا جاتا ہے۔ (رسالۃ الصبان علی ھامش نورالابصار ص ۱۴۰)

بعض علماء بیان فرماتے ہیں: '' آپ رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب ایک جنگ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے ایک بدبخت نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شجاعت و بہادری کو دیکھا اور اسے اپنے شکست یقینی نظر آنے لگی تو اس نے کہا:

''سود اللہ وجھك یا علی!''

(نعوذ باللہ) اے علی! اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ سیاہ کرے

تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

''کرم اللہ وجھك یا علی''

اے علی! اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو عزت عطا فرمائے۔

یوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ'' کا جملہ بھی استعمال ہونے لگا۔

جے راز گلشن کوں سمجھنا جے تاں گُل کو سمجھو کلی کوں سمجھو
جے سدے راہ دی تلاش ہووے تاں پیر کامل ولی کوں سمجھو
ایہہ گل شیرازی دی یاد رکھ لے جے روزِ محشر نجات چاؤنائیں
جے پل توں سوکھا کراس چاؤنائیں تاں بغض چھوڑو علی کوں سمجھو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کبار صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم لِعَلِیٍّ أَنْتَ مِنِّی وَأَنَا مِنْکَ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطولاً عمرۃ القضاء میں ذکر کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر رضی اللہ کو فرمایا تم میرے ساتھ خلق وخلق میں مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو فرمایا ''منی'' یہ ''من'' اتصال کے معنی میں ہے اور اس کا معنی تم میرے ساتھ متصل ہو اور اس اتصال سے مراد جہت نبوت کا اتصال نہیں ہے بلکہ جہت علم، قرب اور نسب کا اتصال ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام زید رکھا اور والدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسد رکھا، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی علی رضی اللہ عنہ رکھا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھاتا تیرا

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّیَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم وھُوَ عَنْہُ رَاضٍ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اس حال میں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

ابو طالب کثیر العیال تھے۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح خوش حال نہ تھے مکہ میں قحط پڑ گیا تو اس سے ان کی مالی حالت اور کمزور ہو گئی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی یہ تکلیف دہ حالت دیکھی نہ جا سکی لہذا اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے

پاس تشریف لے گئے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ ابو طالب کا بوجھ ہمیں بانٹ لینا چاہیے ان کا ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں اور اس کی کفالت میں کروں گا اور ایک بیٹا آپ لے لیں اس کی کفالت آپ کریں۔

اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا لہٰذا دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور انہیں اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اس پر ابو طالب جن کے چار بیٹے تھے اور ہر ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا ان کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے۔

انہوں نے کہا کہ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو باقی دونوں کے بارے میں جیسے تم کہتے ہو، ایسے کرلو۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔

یوں اعلان نبوت سے قبل ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ آغوش نبوت میں آگئے تاکہ یہ قطرہ، صدف احمدی میں پرورش پا کر درشہوار بنے اور اپنے علمی اور روحانی انوار ساطعہ سے قیامت تک اکناف عالم کو منور و تاباں کرتے رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والدین

حضور سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ انور میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔

جب حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد اس دنیا میں تشریف لائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہو گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کا وصال ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کی عمر بیاسی سال تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب کے ذمہ ہوئی تو انہوں نے بڑے احسن انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائی تھیں اور اولین صحابیات میں ان کا شمار ہوتا تھا نے بڑی عمدگی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی۔

جناب ابی طالب نے زبانی، مالی، اولاد، تلوار، الغرض ہر طریقہ سے اور ہر موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت جاری رکھی اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

جناب ابی طالب نے پندرہ سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات جاری رکھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: یہ فاطمہ بنت اسد میری وہ ماں ہے جس نے مجھے پالا اور میرے ساتھ وہ پیار اور والہانہ عقیدت کا مظاہرہ کیا جس کا میں حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہاں ان کا حق اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائے گا۔

عورتوں میں دوسری ایمان لانے والی خاتون

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لے آئیں اور آپ کے بعد دوسری جو خاتون ایمان لائی وہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں اور جناب ابی طالب کی زوجہ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نکاح کے لئے مرکزی کردار

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرانے میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے نمایاں کردار ادا کیا اور اس شادی اپنی نگرانی میں کرائی۔ واضح رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی تک، اور اپنے وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔

جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو اس وقت بھی فاطمہ بنت اسد نے آپ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ انہیں ماں کہہ کر پکارتے اور یاد کیا کرتے تھے اور ان کی بہت تعظیم فرمایا کرتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خبر سے شدید صدمہ ہوا اور فرمایا: آج میری ماں اس دنیا سے رحلت فرما کر خالق حقیقی سے جا ملی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرمایا اور ان کے قبر کے اندرونی حصہ میں تدفین سے پہلے خود جا کر لیٹ گئے اور پھر اٹھے اور اپنی قمیص مبارک ان کو پہنائی اور فرمایا: اے الہ العالمین! یہ میری والدہ ہیں، انہوں نے مجھے کھلایا اور پلایا، ان پر تو اپنا رحم فرما اور پھر جہاں خود قبر میں لیٹے تھے اسی جگہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو لٹا دیا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز آپ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں ۔انہوں نے پوچھا آپ یہ کیا کرر ہے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے رسول معبوث کئے ہیں ۔پس میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرو۔“ (سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں آج تک نہیں سنا، جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کرلوں میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم اسلام نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو افشا تو نہ کرو۔

ایک رات یوں ہی گزر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو نورِ ایمان سے روشن کردیا تو وہ صبح سویرے ایمان لے آئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بروز سوموار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا اور بروز منگل انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی ایک روایت میں دس سال بیان کی گئی ہے تاہم آپ بالغ نہیں ہوئے تھے لیکن سن تمیز کو ضرور پہنچ چکے تھے۔ابتداء میں آپ نے اپنا ایمان اپنے والد سے پوشیدہ رکھا مگر یہ راز فاش ہوگیا۔

عظمت وفضائلِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ از آیاتِ قرآنیہ

ویسے تو قرآن مجید کی متعدد آیات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان پر دلالت کرنے لئے نازل ہوئیں بلکہ علامہ محمد بن علی صبان نے رسالہ الصبان میں ابن عساکر کے حوالے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''نزل فی احد من کتب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی''

''جس قدر آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اتنی کسی کے متعلق نازل نہیں ہوئیں۔''

پھر فرماتے ہیں:

''نزل فی علی ثلاث مائۃ آیۃ''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

''کان لعلی ثمان عشرۃ منقبا ما کانت لاحد من ھذہ الامۃ''

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ مناقب (جزوی فضیلتیں اور خصائص) ایسے ہیں جو اس امت میں کسی اور کے نہیں ہیں۔'' (رسالۃ الصبان، ص ۱۶۱)

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علی علی رضی اللہ عنہ — اہل وفا کے دل کا سہارا علی علی رضی اللہ عنہ
رحمت نے لے لیا مجھے آغوش نور میں — میں نے کبھی جو رو کے پکارا علی علی رضی اللہ عنہ
اک کیف اک سرور سا رہتا ہے رات دن — جب سے ہوا ہے ورد ہمارا علی علی رضی اللہ عنہ
کعبے کے بت گرائے نہیں اپنے ہاتھ سے — حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کے پکارا علی علی
دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو — اس واسطے ہے نام تمہارا علی علی رضی اللہ عنہ
اعظم یہ مغفرت کی سند ہے ہمارے پاس — ہم ہیں علی کے اور ہمارا علی علی رضی اللہ عنہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''علی مع القرآن والقرآن مع علی''

علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

(تاریخ الخلفاء، للسیوطی، صفحہ ۱۲۲)

کعبے سے پوچھ رتبۂ کردار ذی حشم
پھر دیکھ بوتراب ہے کس درجہ محترم
سمٹے تو ''ب'' کے نقطے کا عکاس ہے علی رضی اللہ عنہ
پھیلے تو تابہ سرحد ''والناس'' ہے علی رضی اللہ عنہ

قرآن کریم میں اگرچہ کافی تعداد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کی آیات قرآنی نازل ہوئی

ہیں، تاہم ان میں سے بعض آیات مقدسہ کی نشاندہی ضروری ہے تا کہ عوام الناس کے دامن ان موتیوں سے بھر جائیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت لے قرآن کریم میں بکھرے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

اِنَّمَاوَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵ (المائدہ:۵۵)

''تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔''

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں ایک بار ایک سائل کو اپنی چاندی کی انگوٹھی اتار کر دے دی جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی اتاری اور سائل کو عطا فرما دی۔

(مظہری بحوالہ طبرانی از حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ)

اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے (غالباً یہ نفل نماز تھی) کہ ایک سائل نے سوال کیا اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت حالت رکوع میں تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے اسی حالت میں اسے اشارہ کیا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چاندی کی انگوٹھی اتار لے۔

سائل نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چاندی کی وہ انگوٹھی اتار لی۔

ایک روایت میں ہے کہ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے بعد اس سائل کو عطا فرما دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ زندگی وفا نہ کرتی اور میں سائل کو عطا نہ کرسکتا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سائل چلا جاتا اور پھر وہ مجھے نہ ملتا اور یوں میں سائل کو عطا کرنے سے محروم رہتا ،اسی بنا پر میں نے حالت نماز میں ہی اس سائل کی ضرورت کو پورا کر دیا۔

نوٹ! طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی اتاری اور سائل کو دے دی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سائل کو انگوٹھی اتارنے کے اشارے کو حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انگوٹھی اتارنے سے تشبیہ دی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: یہ آیت (مذکورہ) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''رایت علیا تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ''

میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو اپنی انگوٹھی صدقہ دی اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ رکوع میں تھے۔ پس ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

ملی نہ دولت عرفان بجز نگاہِ علی رضی اللہ عنہ — امین راز نبوت ہے بارگاہ علی رضی اللہ عنہ
پڑی ہے روئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پو کچھ اس عقیدت سے — کہ آج تک نہ کسی پر اٹھی نگاہِ علی رضی اللہ عنہ
اٹھے گا عرصۂ محشر میں سرخ رو اعظم — گداۓ کوچہ شبیر وخیر خواہِ علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

''صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما صلوٰۃ الظھر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فما اعطانی احد شیئا وعلی کان راکعا فاوما الیہ بخنصرہ وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم''

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور اس نے صدا لگائی تو اس کو کسی نے کوئی چیز نہ دی یہاں تک کہ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: اے الہ العالمین! تو گواہ ہو جا کہ میں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا ہے لیکن کسی نے مجھے کچھ نہیں دیا، اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رکوع کی حالت میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا جس پر انگوٹھی تھی پس سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی اتار لی۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۴۱۹، تفسیر خازن، جلد ۱، ص ۵۰۸، روض الریاحین جلد ۲، ص ۲۷۴)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ (البقرہ: ۲۷۴)

''وہ لوگ جو خرچ کیا کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں چھپ کر اور علانیہ تو ان کے لئے ان کا اجر ہے اپنے رب کے پاس اور انہیں کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: یہ (مذکورہ بالا) آیت مقدسہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بازل ہوئی ہے۔

''کانت لہ اربعة دراھم فانفق باليل درھما وبالنھار درھما وسرا درھما وعلانية درھما''

(تفسیر درمنثور، ص ۳۶۳، تفسیر روح المعانی ج۱ص ۴۸ ۴، تفسیر مظہری، ج۱ص ۳۹۳، تفسیر خزائن العرفان، مذکورہ آیات کے تحت)

''جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے جن مین سے انہوں نے ایک درہم دن کو اور دوسرا درہم رات کو، تیسرا چھپا کر اور چوتھا درہم دکھا کر خرچ کیا۔''

مذکورہ بالا روایت کو ابن عساکر نے عبدالوہاب بن مجاہد سے انہوں نے اپنے والدگرامی مجاہد سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

آ! مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رکوع وسجود میں
بے مثل وبے نظیر ، قیام وقعود میں
تائید حق کا عکس ہے جس کے وجود میں
شامل ہے جس کا ذکر ہمیشہ درود میں
جو دشت کو خزاں میں بہاریں عطا کرے
وہ جو بھکاریوں کو قطاریں عطا کرے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۝ (البینہ: ۷)

''(اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اور تیرے ساتھ میدان محشر مین خوشی سے آئیں گے۔ اور تیرے دشمن ذلیل وخوار ہو کر پیش کئے جائیں گے۔

(نو الابصار،ص ۸۷)

گناہگاروں کی بخشش کے دو وسیلے ہیں
نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطف بے پناہ علی رضی اللہ عنہ
خوش نصیب کہ میرے لئے اڑا لائی
ہوائے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غبار راہِ علی رضی اللہ عنہ
ہے ان کے ذکر سے آرائش سخن ورنہ
میرے خیال سے برتر ہے عزوجاہ علی رضی اللہ عنہ

عن محمد بن علی (أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سُورَةٌ أَنْتَ یا علی وَشِيعَتُكَ۔ (تفسیر طبری)

حضرت محمد بن علی سے آیت ''أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ آپ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (اس آیت سے) مراد ہیں۔

تفسیر بحر العلوم للسمرقندی میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدح وتعریف بیان فرمائی ہے اور اہلِ ایمان کے اعمال اور آخرت میں ان کے مقام کو بیان فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں ان کے پڑوس کی رغبت پیدا ہو۔ اور مذکورہ آیت سے میں ''وعملوا الصالحات'' سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے صدقہ کرتے ہیں اور ان کے دل اور ان کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہیں اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے یعنی ''خیر البریۃ'' ہیں اور یہ بہترین مخلوق ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: خدا کی قسم! وہ اہل ایمان جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں بعض ملائکہ پر مکرم ہیں۔ (تفسیر بحر العلوم للسمرقندی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں سے مکرم ہیں۔ (تفسیر ابن ابی زمنین)

تفسیر قشیری میں ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ لوگ جن کا ذکر اس آیت مذکورہ میں ہے فرشتوں سے افضل ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں کہ اس آیت مقدسہ سے حضرت ابو ہریرہ اور علماء کی ایک جماعت نے اہلِ ایمان کی فرشتوں پر فضیلت کا استدلال کیا ہے۔

تفسیر ابن عباس میں ہے کہ'' ان الذین آمنوا'' (وہ لوگ جو ایمان لائے'' یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن کریم پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں۔

تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ صالح مومنین ملائکہ سے افضل ہیں۔

فدائے طور ہو کیونکر گدائے کوئے نجف

ہزار طور بداماں ہے جلوہ گاہ علی رضی اللہ عنہ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (التوبہ:۱۹)

کیا تم نے ٹھہرا لیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ مین، وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں۔

تفسیر مظہری میں ابن جریر اور بغوی سے حسن، شعبی اور قرطبی سے اور صاحب نور الابصار نے اسباب النزول کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حضرت علی، حضرت طلحہ بن ابی شیبہ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب) نے آپس میں اس طرح فخریہ کلمات کہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''انا صاحب البیت ومفتاحہ بیدی''

میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''انا صاحب السقیایۃ والقائم علیھا''

میں زمزم کا متولی ہوں اور اس کا انتظام میرے ذمہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے چھ ماہ (صاحب تفسیر مظہری کے بقول چھ سال) پہلے نماز پڑھی ہے۔

"وانا صاحب الجهاد فی سبیل الله"

اور میں مجاہد فی سبیل اللہ ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ مذکورہ آیت نازل فرما کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی برتری کا عرش وفرش پر اعلان فرمادیا۔ (نورالابصار صفحہ ۷۷، تفسیر مظہری زیر آیت، ج ۴، ص ۱۱)

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر نے بیان کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا: مجھے اسلام کے بعد کسی عمل کی کیا پرواہ ہے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں، اور دوسرے نے کہا: مجھے اسلام لانے کے بعد کسی عمل کی کیا پرواہ مگر یہ کہ میں مسجد حرام کی مرمت کرتا ہوں۔ اور تیسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد افضل ہے اس سے جو تم نے کہا ہے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں زجروتوبیخ کی اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرو اور وہ جمعہ کا دن تھا اور لیکن جب میں نے نماز ادا کرلی تو میں آپ کے پاس گیا اور میں نے اس کے متعلق ان سے فتویٰ دریافت کیا جس میں وہ اختلاف کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "کیا تم نے ٹھہرالیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ مین، وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں۔"

(تفسیر ابن ابی حاتم حدیث نمبر ۱۰۰۶۳)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس اور شیبہ سقایہ اور حجابہ کے متعلق گفتگو کررہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "کیا تم نے ٹھہرالیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ مین، وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں۔" نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم حدیث نمبر ۱۰۰۶۴)

تفسیر ابن ابی زمینین میں ہے کہ یہ مذکورہ آیات کے متعلق امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ہجرت کا حکم دیا گیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں اور بنی عبدالدار کے بھائی طلحہ نے کہا: میں کعبۃ اللہ کا حاجب ہوں پس ہم ہجرت نہیں کریں گے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ

فتح مکہ کے پہلے نازل ہوئے۔

تفسیر ثعلبی میں ہے: عطیہ عوفی نے کہا: مشرکین کہتے تھے کہ بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا یہ ایمان لانے اور جہاد کرنے سے بہتر ہے اور وہ اس پر فخر کرتے تھے کہ وہ اہل حرم ہیں اور حرم کو آباد کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں خبر دی کہ تمہارا بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرو گے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرنا یہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو۔ (تفسیر ثعلبی)

علی کا فکر شعور حیات نو کی اساس
علی کا فقر جہاں میں تونگری کا لباس
علی کا علم، دل آگہی، شکست قیاس
بھٹک رہے ہو کہاں عاقبت گری کے لئے
علی رضی اللہ عنہ کا نام ہی کافی ہے رہبری کے لئے

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ (المعارج:۱)

مطالبہ کیا ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا جو ہو کر رہے۔

نور الابصار میں مذکورہ آیت کے متعلق ہے: حضرت امام ابو اسحاق ثعلبی کی تفسیر کے حوالے سے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تو نے مجھ سے وہ سوال پوچھا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا، نیز فرمایا: میرے والد نے امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خم غدیر کے موقع پر اعلان فرمایا:

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''

''جس کا میں مولا اس کا علی مولیٰ''

(مسند احمد، ج۱،ص ۸۴، ج۵،ص ۳۴۷، المستدرک، ج ۳،ص ۱۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۷،ص ۴۹۵)

اور یہ خبر پھیل گئی اور شہروں میں عام ہوگئی تو ایک شخص حرث بن نعمان کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اونٹنی پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ ابطح کے مقام پر پہنچ گیا اور اپنی سواری سے نیچے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جھرمٹ

میں تشریف فرما تھے اور وہ کہنے لگا:

یا محمد أمرتنا عن الله أن نشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله فقبلناه منك.
وأمرتنا أن نصلي خمسا فقبلناه منك، وأمرتنا بالزكاة فقبلنا، وأمرتنا بالحج
فقبلنا، وأمرتنا أن نصوم شهرا فقبلنا

اے محمد ﷺ! آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے متعلق حکم دیا کہ ہم گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پس ہم نے آپ ﷺ کی طرف سے یہ قبول کیا۔ اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کریں، پس ہم نے اسے قبول کیا، اور آپ ﷺ نے ہمیں زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا، اور آپ ﷺ نے ہمیں حج ادا کرنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا، اور آپ ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔

سو آپ ﷺ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ اپنے چچا زاد بھائی کا ہاتھ بلند کیا اور اسے ہم پر فضیلت دی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''من كنت مولاه فعلى مولاه'' ''جس کا میں مولا اس کا علی مولا''۔ یہ چیز آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

والذى لا اله الا هو ان هذا من الله عزوجل
قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی طرف سے ہے۔

پس حرث بن نعمان نے پیچھے مڑا اپنے سواری کا ارادہ کرتے ہوئے اور وہ کہنے لگا:

''اللهم إن كان ما يقوله حقا فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ، أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ''

اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور ہم پر دردناک عذاب لے آ۔

ابھی سواری کے پاس پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ اس کی کھوپڑی پر ایک پتھر آگرا اور نیچے دبر کی طرف نکل

گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ تب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

(تفسیر ثعلبی، زیر آیت مذکورہ، تفسیر قرطبی، ج ۱۸، ص ۲۷۹)

تفسیر الھدایۃ الی بلوغ النہایۃ میں ہے اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ آیت حرث بن حارث کے سوال پر نازل ہوئی جب اس نے کہا:

''اللھمإن کَانَ ھذا ھُوَالحق مِنْ عِندِکَ''

اے اللہ! اگر یہ تیرے طرف سے حق ہے۔۔۔۔۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''یہ کفار کے سوال جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے متعلق کیا تھا کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔'' (تفسیر الھدایۃ الی بلوغ النہایۃ)

تفسیر ماوردی میں ہے کہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی اور وہ غزوہ بدر میں مشرکین کا جھنڈا اٹھانے والا تھا اور اس نے کہا تھا:

"اللھمّ إن کان ما یقوله حقا فَأَمْطِرْ عَلَيْنا حِجارَةً مِنَ السَّماءِ، أَوِ ائْتِنا بِعَذابٍ أَلِيمٍ''

اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور ہم پر دردناک عذاب لے آ۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام مجاہد کا قول ہے۔

تفسیر سمعانی میں ہے:

یہ مذکورہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی، اس نے کہا:

"اللھمّ إن کان ما یقوله حقا فَأَمْطِرْ عَلَيْنا حِجارَةً مِنَ السَّماءِ، أَوِ ائْتِنا بِعَذابٍ أَلِيمٍ''

اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور ہم پر دردناک عذاب لے آ۔

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تفسیر ایجاز القرآن میں بھی ہے کہ یہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تفسیر ابو سعود میں ہے:

''سوال کیا سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق جو (واقع) ہو کر رہے گا''

یہ سوال کرنے والا نضر بن حرث تھا۔ اور اس نے یہ سوال بر سبیل انکار اور استہزاء کیا تھا:

''اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور ہم پر عذاب نازل فرما''

اور ایک قول کے مطابق یہ ابو جہل نے کہا تھا کہ ہم پر آسمان سے عذاب نازل فرما اور ایک قول کے مطابق حرث بن نعمان فہری نے کہا تھا اور اس نے یہ اس وقت کہا تھا جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ارشاد پہنچا تھا:

''من کنتُ مولاہُ فعلیٌ مولاہُ''

''جس کا میں مولا اس کا علی مولا''

اس نے کہا:

''اللھمّ إنْ کانَ مایقولُ محمدٌ حقاً فأمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مّنَ السماءِ''

''اے اللہ! جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر نازل فرما''

پس اللہ تعالیٰ نے اسے پتھر مارا اور وہ اس کے دماغ میں لگا یہاں تک کہ اس کے نیچے سے نکل گیا اور وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا۔

(تفسیر ابن سعود زیر آیت مذکورہ، ج۹، ص۲۹)

علی ہے منزلِ ادراک و آگہی کا نشان
علی ہے رونقِ ہنگامۂ زمان و مکان
علی کے دم سے دمادم رواں دواں یہ جہاں
علی کے دستِ کرم کی کرن گراں بہ گراں
اگر نجات کے طالب ہو تم ابد کے لئے
کبھی پکار کے دیکھے اسے مدد کے لئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی روشنی میں ارشاد فرمایا:

''انا المنذر وعلی الھادی ربك یاعلی یھتدی المھتدون''

اے علی! میں تو ڈرانے والا ہوں اور تو رہنما ہے تجھ سے ہدایت والے ہدایت حاصل کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لیس اٰیة من کتاب اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الذین اٰمنوا الا علی اولھا امیرھا وشریفھا''

(نورالابصار، صفحہ ۷۸)

''قرآن کریم میں جہاں بھی اہل ایمان کو خطاب ہے، ان میں سرِفہرست حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہین جو امیر اور شرافت والے ہیں۔''

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء: ۲۱۴)

''اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔''

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کو جمع کیا۔ تیس (۳۰) آدمی جمع ہوئے، انہوں نے کھایا اور پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میری طرف سے میرا قرض اپنے ذمہ کون لیتا ہے اور میرے وعدے کون پورے کرتا ہے، جو ایسا کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا، اور وہ اہل وعیال میں میرا نائب ہوگا تو میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (مجمع الزوائد)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ ''وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ'' آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ قریب ہے کہ یہ میرے لئے مشکل، میں جانتا ہوں کہ جب میں ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کروں گا تو ان کی طرف سے وہ ردعمل دیکھوں گا جو مجھے ناپسند ہوگا تو میں اس معاملہ پر خاموش رہا۔ میرے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نہ کیا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے تو آپ کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سختی کرے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا اور اس کھانے پر بکری کی ایک ران رکھی اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کو جمع فرمایا یہاں تک

کہ جنہیں آپ ﷺ نے دعوت دی وہ سب آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تو میں وہ کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا پھر میں نے انہیں اس کی دعوت دی اور ہم اس دن چالیس افراد تھے ان میں ایک زیادہ تھا یا ایک کم تھا۔ ان میں آپ ﷺ نے چچاؤں میں ابو طالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہما، ابولہب بھی تھے پس جب وہ لوگ اکٹھے ہو گئے تو مجھے وہ کھانے لانے کا کہا گیا جو آپ ﷺ نے ان کے لئے تیار کیا تھا پس میں وہ کھانا لے کر حاضر ہوا جب میں نے وہ کھانا رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس گوشت سے ایک حصہ تناول فرمایا اور اسے اپنے مبارک دانتوں سے توڑا پھر اس گوشت کے ٹکڑے کو دستر خوان کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھاؤ (کھاؤ) پس لوگوں نے کھانا کھایا یہاں تک ان میں سے کسی کو کوئی حاجت نہ رہی (یعنی تمام نے سیر ہو کر کھانا کھالیا) اور خدا کی قسم! اگر ان میں سے ایک شخص بھی ہوتا تو وہ تمام کھانا کھا جاتا جو میں نے ان تمام کے سامنے پیش کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو پلاؤ، پس میں ان کے سامنے وہ پیالہ (جو دودھ سے بھرا ہوا تھا) لے کر آیا تو انہوں نے اس سے پیا یہاں تک کہ تمام سیر ہو گئے۔ اور خدا کی قسم اگر ان میں سے ایک شخص بھی ہوتا تو وہ اس کی مثل (اکیلا) پی جاتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے گفتگو کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے لوگوں سے کہا یہ تمہارے ساتھی کا (العیاذ باللہ) جادو ہے۔ تو لوگ متفرق ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ پھر اگلے دن فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! بیشک یہ شخص مجھ سے سبقت لے گیا اور جو کچھ آپ نے لوگوں سے سنا۔ پس لوگ متفرق ہو گئے قبل اس کے کہ میں ان سے کوئی بات کرتا۔ پس آپ ﷺ نے ہمارے لئے اس جیسا کھانا تیار کیا جیسا کہ پہلے تیار کیا تھا۔ پھر ان لوگوں کو اکٹھا فرمایا۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے لوگوں کو جمع کیا تو مجھے لوگوں کے سامنے کھانا پیش کرنا کا حکم دیا تو میں نے کھانا پیش کیا اور ایسے ہی کیا جیسے گزشتہ دن کیا تھا۔ پس انہوں نے کھانا کھایا اور دودھ پیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے گفتگو فرمائی تو فرمایا: اے بنی عبدالمطلب بیشک میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اس بھلائی کی طرف دعوت دوں۔ پس تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری اطاعت کرتا ہے پس وہ تم میں سے میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا۔ پس تمام لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں)

تو میں نے عرض کی: اور میں ان سے عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ میں اس معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر ہوں۔ فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن کو پکڑا پھر فرمایا: بیشک یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ پس تم انہیں غور سے سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ پس لوگ کھڑے ہو گئے اور ہنسنے لگے اور ابو طالب سے کہنے لگے۔ تجھے حکم دیا گیا ہے تو علی کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے۔

(تفسیر البغوی طیبہ، ج ٦، ص ١٣١)

اس عنوان کی بہت ساری احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں اور کتب سیر میں اس جیسے بہت سے واقعات مندرج ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی احادیث ظہور اسلام کے تذکرہ میں ذکر کی ہیں، جن کا مستفاد یہ ہے کہ اس آیت ''وانذر عشیرتک الاقربین'' پر عمل کرتے ہوئے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ داروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

جب ان کے لئے خاص ہے جنت کی بشارت
کیا خلد نہیں ہو گئی جاگیر علی کی
ہارون کو موسیٰ نے کیا جیسے خلیفہ
ایسی تو کی شاہ نے توقیر علی کی
کردیتی تھی اک دم میں شجاعتوں کا بڑا کھیت
خون ریز جہاں سوز وہ شمشیر علی کی
فضل ان کے احادیث میں وارد ہوئے اجمل
کرتی ہے صفت آیۂ تطہیر علی کی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

(المجادلہ:۹ تا ۱۱)

''اے ایمان والو! جب تم خفیہ مشورہ کرو تو مت خفیہ مشورہ کرو گناہ زیادتی اور رسول (کریم) کی نافرمانی کے متعلق بلکہ نیکی اور تقویٰ کے بارے میں مشورہ کیا کرو، اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس کی (بارگاہ میں) تمہیں جمع کیا جائے گا، (کفار کی) سرگوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں، تاکہ وہ غمزدہ کردے ایمان والوں کو حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر، اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ اہل ایمان کو۔ اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ (آنے والوں کے لئے) جگہ کشادہ کردو مجلس میں تو کشادہ کردیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی فرمائے گا اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے اس سے خوب آگاہ ہے۔''

شانِ نزول

اس آیت مبارکہ کا نزول اس لئے ہوا کہ جب مالدار لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض ومعروض کا سلسلہ لمبا کیا تو فقراء کو دقت محسوس ہوئی۔ اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے سے قبل صدقہ دیا کرو۔ اس حکم پر صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوالات عرض کئے۔ ابھی وہ وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ (عام کتب تفسیر)

گویا قرآن کریم میں یہ وہ آیت ہے جس پر عمل کرنے والے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں مفسرین لکھتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے دس مسائل پوچھے تھے اور پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

وہ دس مسائل یہ ہیں۔

۱:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وفا کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: توحید اور توحید کی شہادت دینا۔

۲:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: فساد کیا ہے۔؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفر وشرک

۳:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حق کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام، قرآن اور ولایت جب تجھے ملے۔

۴:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حیلہ (تدبیر) کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ترکِ حیلہ

۵:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھ پر کیا لازم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت۔

۶:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں۔؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدق ویقین کے ساتھ۔

۷:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا مانگوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عافیت۔ ایک روایت میں عاقبت کا لفظ بھی آیا ہے۔

۸:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اپنی نجات کے لئے کیا کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال کھا اور سچ بول۔

۹:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: سرور کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت۔

۱۰:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: راحت کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا دیدار۔

عباد کی آنکھوں میں ہے تنویر علی رضی اللہ عنہ کی
زہاد کے سینوں میں ہے تاثیر علی رضی اللہ عنہ کی
ہے حبّ علی حبّ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت
ایمان کی پہچان ہے توقیر علی رضی اللہ عنہ کی

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (آل عمران: ۶۱)

''تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ تعالیٰ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔''

تفسیر ابن المنذر میں ہے کہ حضرت عامر بن سعد بن ابی سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت ''تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ۔۔الخ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔

(تفسیر ابن المنذر، ج ۱، ص ۲۲۹، حدیث نمبر ۵۴۸)

حضرت ابن جریج سے روایت ہے کہ ''تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ'' (نازل ہوئی تو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پیچھے ہولیں۔ پھر فرمایا: یہ ہمارے بیٹے، ہماری جانیں اور ہماری عورتیں ہیں، پس اپنی جانوں، اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بلاؤں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

(تفسیر ابن المنذر، ج ۱، ص ۲۲۹، حدیث نمبر ۵۴۹)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں تفاسیر اور احادیث کے ذخیرہ میں بہت ساری احادیث ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ نجران کے عیسائی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر بحث کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل و براہین سے توحید الٰہی کی وضاحت کی، مگر وہ نہ مانے، تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ اگر یہ لوگ دلائل سے نہیں مانتے تو آئیں مباہلہ کرلیں۔ پھر جو جھوٹا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوگی۔

چنانچہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ، خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا، اور اپنے نواسوں سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو لے کر اور بعض روایات میں ہے کہ اپنی بعض ازواج مطہرات کو بھی لے کر مباہلہ کے لئے نکلے، ادھر عیسائی بھی نکلے مگر اس نورانی قافلے کو دیکھ کر واپس پلٹ گئے اور کہنے لگے:

''واللہ انا لنری وجوھا لو دعوا اللہ یزیل ھذا الجبل عن موضعہ لازالھا''

خدا کی قسم! ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کردیں کہ اس پہاڑ کو اس

جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے ہٹا دے گا۔

اس طرح نجران کے تمام عیسائی میدان سے بھاگ گئے اور حق کو فتح حاصل ہوئی۔

اس آیت میں تین الفاظ ہیں: ’’ ابنائنا ، نسآء نا ، انفسنا‘‘ (ہم اپنے بیٹوں ، اپنی عورتوں اور اپنے آپ کو لے کر آتے ہیں)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹوں میں اپنے نواسوں ، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی حقیقی بیٹا (زندہ موجود) نہیں تھا۔

مباہلہ نو (۹) ہجری کو ہوا۔

’’نساء نا‘‘ کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ طیبہ طاہرہ اور بعض روایات کے مطابق اپنے ازواجِ مطہرات کو لے کر آئے۔

اور ’’انفسنا‘‘ کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لے آئے اور اپنے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ کو لے کر تشریف لائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم اعزاز

یقیناً یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا اعزاز ہے، یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم امتیاز، خصوصیت اور فضیلت بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان یعنی سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی وغیرہم رضی اللہ عنہم لے کر ساتھ لے جاتے تھے کیونکہ ان کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحیثیت سسر اور داماد تھا مگر یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص عنایت ہے۔ اور یہ شان وعظمت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ ہے مددگار علی رضی اللہ عنہ کا
محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے طرفدار علی رضی اللہ عنہ کا
دو پھول حسین اور حسن جس میں کھلے ہیں
دنیا میں ہے بس اک وہ گلزار علی رضی اللہ عنہ کا
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ احادیث میں سن لو
منجملہ عبادات ہے دیدار علی رضی اللہ عنہ کا

نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ اور پنجتن پاک

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نجران کا ایک وفد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ روح اللہ، کلمۃ اللہ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مباہلہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہی چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور اپنے بیٹوں امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے جانے کے لئے جمع کیا۔ ان کے ایک سردار نے ان سے کہا کہ اس آدمی سے مباہلہ مت کرو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا کوئی بھی مضبوط سے مضبوط آدمی بھی نہیں بچے گا۔ پھر وہ عیسائی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے کچھ بیوقوف لوگوں نے آپ سے مباہلہ کا ارادہ کیا تھا ہم آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے انہیں معاف کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عذاب نے نجران کو گھیر لیا تھا۔" اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۱۵۷)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ:۱۰۰)

"اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لئے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گی ان کے ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

تفسیر سمعانی میں ہے:

"وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ من الْمُهَاجِرِين وَالْأَنْصَار"

اس آیت میں سابقین اولین میں متعدد قول ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب، ابن سیرین اور ایک جماعت کا ہے، انہوں نے کہا: ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی یہی ہے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''السابقون الاولون من المهاجرين والانصار'' کے متعلق پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا: وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبۃ اللہ) کی طرف رخ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم حدیث نمبر ۱۰۳۰۰، ج ۶، ص ۱۸۶۸)

امام شعبی سے ایک روایت مروی ہے اور حضرت حسن بصری، ابن سیرین اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی تھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۶ ص ۱۸۶۸، حدیث نمبر ۱۰۳۰۱)

تفسیر ابن ابی زمنین میں ہے:

قَالَ قَتَادَةُ مَنْ كَانَ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَتَيْنِ فَهُوَ مِنَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ

حضرت قتادہ نے کہا جس نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبۃ اللہ) (کی طرف رخ کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی پس وہ سابقین اولین سے ہیں۔

تفسیر ابن ابی زمنین، ج ۲، ص ۲۲۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

سابقین اولین وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ اور یہی قول ابن مسیب، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ اور ابن سیرن کا بھی ہے۔ (الهداية الى بلوغ النهاية)

حضرت عطاء نے کہا: اس سے مراد اہل بدر ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ ''وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ'' کے متعلق مروی ہے، فرماتے ہیں: اس سے مراد دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبۃ اللہ) کی طرف اکٹھے نماز ادا کرنے والے اور اہل بدر ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۶، ص ۱۸۶۸، حدیث نمبر ۱۰۳۰۰۱)

امام شعبی کا کہنا ہے: اس سے مراد بیعت رضوان والے ہیں۔ اور بیعت رضوان صلح حدیبیہ میں ہوئی۔

حضرت عامر سے مروی ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی۔ اور حضرت ابن سیرین ؒ سے بھی اس کی مثل روایت مروی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ج ٦، ص ١٨٦٨، حدیث ١٠٣٠٢)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سابقین اولین وہ ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی۔

(الہدایۃ الی بلوغ النہایہ، ج ۴، ص ۳۱۹۶)

ایک قول سے مراد ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔

ایک قول کے مطابق سابقین اولین سے مراد وہ انصار ہیں جنوں نے عقبہ والی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

پہلے تین اقوال میں سابقین اولین سے جو لوگ مراد ہیں ان تمام میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ سابقین اولین ہونا یقینا بہت بڑا اعزاز ہے۔

یہ آیت یقیناً ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو ظہور اسلام کے بہت ابتدائی دور میں اسلام میں داخل ہوئے، جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ رضی اللہ عنہ بھی السابقون الاولون میں شامل ہیں۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے مسلمان ہیں اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان بہرحال آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔

فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں ہوں علی سے ہے کتنا فزوں مرتبہ سرکار علی کا
فرمایا کہ میرا ہے عدو دشمن حیدر میرا ہے طلبگار، طلبگار علی کا
جس سینہ کو مس کر کے دعا کی ہے نبی نے وہ سینہ ہے گنجینۂ اسرار علی کا
مولا کی عداوت ہے منافق کی علامت مؤمن ہے باخلاص طلبگار علی کا
خالی نہیں پھرتا ہے جہاں سے کوئی سائل واللہ وہ دربار ہے دربار علی کا
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے خلافت ہوئی ان کی یہ فضل نہیں قابل انکار علی کا
تھے اپنے زمانے میں یہی افضل اصحاب اجمل یہ شرف ہے میرے سرکار علی کا

حضرت ابوجعفر کا کہنا ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ خوش نصیب ہیں جو مہاجرین میں سب سے

پہلے ایمان لائے اور انہوں نے اپنی قوم اور اپنے خاندان سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور اپنے گھروں اور اپنے وطنوں سے جدائی اختیار کی۔ اور انصار میں سے وہ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی کفار دشمنوں کے خلاف مدد کی اور وہ خوش نصیب جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کی رضی اللہ عنہم۔

(تفسیر طبری، ج ۱۴، ص ۴۳۴)

تفسیر ماوردی میں ہے کہ سابقین اولین میں چار قول ہیں:

اول: وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی ہے۔ یہ کہنا ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا۔

دوم: وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تھی۔ یہ کہنا ہے امام شعبی اور ابن سیرین کا

سوم: اس سے مراد اہل بدر ہیں۔ یہ کہنا ہے حضرت عطاء کا۔

چہارم: سابقون وہ ہیں جو مہاجرین وانصار میں سے پہلے اس دارِ فانی سے دار بقا کو سدھار گئے، اور جامِ شہادت نوش فرما گئے اور پہلے عمدہ اجر وثواب کے مستحق قرار پائے۔

ایک احتمال پانچویں قول کا بھی ہے۔

پنجم: مہاجرین میں سے وہ سابقین ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل ایمان لائے۔ اور انصار میں سے وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل ایمان لائے۔

نوٹ: ان تمام اقسام میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ۚ عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِيۡرًا ۝ يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَيَخَافُوۡنَ يَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِيۡرًا ۝ وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا ۝ اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ۝ (الدھر: ۵ تا ۹)

''بے شک نیک لوگ پئیں گے (شراب کے) ایسے جام جن میں آب کافور کی آمیزش ہوگی۔ (کافور) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے (وہ) خاص بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اسے بہا کر لے جائیں گے۔ جو پوری کرتے ہیں اپنی منتیں۔ اور

ڈرتے ہیں اس دن سے جس کا شر ہر سو پھیلا ہوگا۔ اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ شکریہ کے۔''

الموسوعۃ القرآنیہ میں ہے ''ابرار'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان میں سچے ہیں۔
(الموسوعۃ القرآنیہ، ج ۱۱ ص ۴۰۷)

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ''یوفون بالنذر'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عہد پورا کرتے ہیں نماز، زکوٰۃ، حج اور عمرہ کی ادائیگی کے ساتھ اور ان احکام کی بجا آوری جو ان پر فرض کئے گئے ہیں ایسے لوگوں کو ان احکام کی بجا آوری کے سبب ابرار کہتے ہیں۔
(تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۱۰، صفحہ ۳۳۹۰، حدیث نمبر ۱۹۰۸۰)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حوالہ جات سے فرماتے ہیں:

یہ آیات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کی خادمہ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں صاحبزادے بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی تو روزہ رکھنے کی نذر کو پورا کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سحری وافطاری کے لئے ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تین دن ایک ایک صاع افطار کے وقت پکایا اور روٹیاں سامنے رکھی ہی تھیں کہ پہلے دن کسی نے باہر سے آواز لگائی، میں یتیم ہوں۔

انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔

دوسرے دن افطار کے وقت پھر کوئی پکارا میں مسکین ہوں، انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا اور تیسرے دن کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ میں قیدی ہوں آج ہی رہا ہوا ہوں مجھے کھانا چاہیے، انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ (عظمت اہل بیت رسول بحوالہ درمنثور فی التفسیر الماثور)

جس قلب میں ہو حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الفِ شیخین
واللہ وہی کرتا ہے توقیر علی رضی اللہ عنہ کی

دشمن ہے وہ اللہ و نبی وخلفاء کا
کرتا ہے جو ادنیٰ سی بھی تحقیر علی رضی اللہ عنہ کی
حیران کیا کرتی ادیب وخطباء کو
بیساختہ ہوتی تھی جو تقریر علی رضی اللہ عنہ کی
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں دیا فتح کا جھنڈا
اس روز تو فائق ہوئی تقدیر علی رضی اللہ عنہ کی

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چشمۂ علم وہدایت اور تعلیماتِ اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم

''حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمایا کہ ''ماترید'' تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدُ اِلَّا مَاتُرِیْد

''اے اللہ میں یہ چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے اس کے سواء کچھ نہ چاہوں''۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ.(البقرة:۱۵۲)

''سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا''۔

جو اللہ کو یاد کرتا ہے اسے یقین ہونا چاہئے کہ اللہ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ فرشتے بھی ذاکرین الٰہی کے ہم نشین ہوتے ہیں۔تنہا ذکر وفکر کی اپنی اہمیت ہے مگر اجتماعی شکل میں ذکرِ الٰہی کی محفل میں بیٹھنے کا الگ رنگ ہے۔ذاکرین کے ساتھ محض بیٹھنے والے بھی بخشے جاتے ہیں۔یاد رکھیں! اجتماعیت میں فیض اور قبولیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن میں نماز تنہا پڑھنے والے کو بھی ''اَعْبُدُ'' کے بجائے ''نَعْبُدُ'' کہنے کا حکم ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت کی نسبت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اَنفرادی فضیلتوں اور اخلاق حسنہ پر ان کی تعلیمات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے گئے تو اللہ رب العزت نے اس ملاقات کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا.(الكهف:۶۵)

''تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علیہ السلام) کو پالیا

جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علمِ لدنی (یعنی اَسرارو معارف کا اِلہامی علم) سکھایا تھا"۔

آیت مبارکہ میں مذکور "رحمت" سے ان کی ولایت کی طرف اشارہ ہے اور "علم لدنی" سے ان کے علم کی طرف اشارہ ہے۔ گویا ولایت اور علم حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت بنا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی کبھی جاہل نہیں ہوسکتا۔ وہ علم لدنی سے سرفراز ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہل کبھی ولی نہیں ہوسکتا۔ ولایت اور علم لازم وملزوم ہیں۔ علمِ صحیح سے ولایت جنم لیتی ہے اور ولایت علم صحیح پر قائم ہوتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع صحابہ کو طرح طرح کے فضائل حاصل تھے مگر ایک خصوصیت ایسی تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر حاصل تھی اور وہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں ولایت اور علم اس قدر جمع کیا گیا کہ صحابہ میں سے کوئی اور اس مقام کو نہ پہنچ سکا۔ آپ رضی اللہ عنہ ولایت کا بھی منبع و چشمہ تھے اور علم کا بھی منبع و چشمہ تھے۔ گویا امت میں آپ رضی اللہ عنہ کو ولایت و علم کا منبع بنادیا گیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر فرمایا:

الست اولیٰ بالمومنین من انفسهم. فقلنا بلی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ.

"کیا مَیں مومنین کی جانوں کا اُن سے زیادہ مالک نہیں ہوں؟ (صحابہ کرام علیہم الرضوان) نے عرض کیا، کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ ہیں"۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ.

"اے اللہ! تو اس شخص سے محبت کر جو علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے اور اس شخص سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے"۔

یادرہے کہ ۱۲ بدری صحابہ سمیت ۹۸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کو روایت کیا اور سیکڑوں کتب حدیث میں اسے ائمہ حدیث نے بیان کیا۔

امام ابن عقدہ رضی اللہ عنہ (تیسری/ چوتھی صدی) نے مذکورہ حدیث "من کنت مولاہ۔۔۔" کے ۱۰۰ طرق اپنے ایک رسالہ میں جمع کئے۔

ان کے بعد علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (ساتویں صدی) نے اس حدیث کے ۲۵ مزید طرق اپنی کتاب میں جمع کئے۔ اس طرح کل ۱۲۵ طرق ہو گئے۔

اب اللہ نے ہمیں توفیق دی اور اس کے کرم و توفیق سے میں نے احادیث کے ذخائر کھنگالے اور اس حدیث کے مزید ۲۸ طرق جمع کئے، اس طرح کل طرق ۱۵۳ ہو گئے۔ ان تمام طرق سے روایات کو میں نے اپنی کتاب ''الکفایۃ فی حدیث الولایۃ'' میں جمع کر دیا ہے۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا یہ ایک پہلو ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو منبعِ ولایت بنایا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ علمِ لدنی میں بےنظیر و بے مثال تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا.

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہرِ علم کا دروازہ ہیں''۔

یعنی جو میرے شہرِ علم میں داخل ہونا چاہے وہ اس دروازے سے آئے۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے والا علم اور ولایت سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور محبت سے کتراتا ہے وہ کبھی علمِ نبوت کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ وہ علمِ نبوت سے محروم رہے گا۔

کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف الفاظ کے ساتھ مذکورہ حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ کسی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کے ۱۰ حصے بنائے، علی کو اس علم و حکمت کے ۹ حصے دیئے اور ایک حصہ ساری امت میں تقسیم کیا''۔

پس امت میں نہ ولایت میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی ہم مرتبہ تھا اور نہ علم میں کوئی آپ رضی اللہ عنہ کا ہم مرتبہ تھا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ جب کوئی مشکل شرعی مسئلہ درپیش ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔ اس لئے کہ علمی مشکل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغیر حل نہیں ہوتی تھی۔

اس فرمانِ عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ''مشکل کشا'' ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے:

''لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ''

''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر ہر حرف کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے ہیں۔ گویا علم قرآن کے ظاہر و باطن کے جامع ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کی تعلیمات کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے ہاں اچھے لوگ کون ہیں؟ فرمایا: اللہ سے ڈرنے والے، علم اور تقویٰ کو جمع کرنے والے اور دلوں کو دنیا سے بے رغبت رکھنے والے سب سے زیادہ اچھے ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اچھے کون ہیں؟ فرمایا: جن میں درج ذیل پانچ خصلتیں ہوں وہ مقرب اور اچھے ہیں:

اگر نیکی کریں تو ان کے دل میں فرحت ہو۔

جب کوئی غلطی کریں تو اللہ کے حضور فوری معافی مانگیں۔

نعمت پر شکر کریں۔

تکلیف پر صبر کریں۔

زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اچھائیوں میں بہترین اچھائی اخلاق کا اچھا ہونا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس کے اخلاق اچھے ہو گئے اس کی ساری زندگی سنور گئی''۔

حدیث مبارک میں ہے کہ جس کے اخلاق اچھے ہو جائیں اگر اس کی عبادت کم بھی ہو تو پھر بھی اس کو قائم اللیل اور صائم النہار کا درجہ عطا کر دیا جاتا ہے''۔

خصوصیات اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پہلی خصوصیت: یہ ہے زکوٰۃ کا حرام ہونا۔ یعنی اہل بیت کرام کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا حرام

ہے اگرچہ وہ مالک نصاب نہ ہوں۔ مسلم شریف میں حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ان ھٰذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا آل محمد
زکوٰۃ کے مال لوگوں کی میل ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے لئے جائز نہیں۔
(مشکوٰۃ شریف، ص ۱۶۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام میں بہترین تشبیہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ کو اوساخ الناس۔ یعنی لوگوں کی میل اس لئے فرمایا کہ وہ ان کی آلودگیوں کو پاک کرتی ہے اور ان کے اموال ونفوس کو صاف کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''خُذْ مِنْ أَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ'' (التوبہ: ۱۰۳)

''اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے''

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں رکھ لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کخ کخ۔ چھی چھی اسے پھینک دو۔ اس کے بعد اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۶۱)

اور ولی کبیر حضرت شیخ عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ "البحر المورود" میں تحریر فرماتے ہیں:
حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمادیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا معاذ اللہ ان استعملک علیٰ غسالۃ ذنوب الناس۔ "خدا کی پناہ کہ میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کے دھوون وصول کرنے پر مقرر کردوں۔ (الشرف المؤید، ص ۳۵)

اسی لئے فقہ حنفی کی کتابوں میں ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ نہ دوسرا کوئی شخص انہیں دے سکتا ہے نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ یہاں تک کہ بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے غلام کو بھی نہیں دے سکتے۔ بنی ہاشم سے مراد ہیں۔ حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم و حارث بن عبد المطلب کی اولاد۔ یعنی ان سب کی اولاد کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں۔ البتہ صدقہ نافلہ اور اوقاف کی آمدنی ان کو

دینا جائز ہے۔

دوسری خصوصیت: یہ ہے کہ اہل بیت حسب ونسب میں ساری انسانوں سے افضل واعلیٰ ہیں ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسو کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا۔بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔(برکات آل رسول،ص۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اس میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا پھر بنی آدم میں سے عرب کو، عرب میں سے مضر کو، مضر میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا ہے۔تو میں بہترین لوگوں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔(برکات آل رسول،ص۹۱)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیدہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین نے مجھ سے کہا میں نے زمین کے مشرق ومغرب الٹ ڈالے لیکن میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا۔اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق ومغرب چھان ڈالے مگر مجھے بنی ہاشم سے زیادہ فضیلت والے باپ کے بیٹے نہیں ملے۔

(برکات آل رسول،ص۹۱)

طبرانی ودارقطنی میں ہے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر دوسرے لوگوں کی۔اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔(الشرف المؤید،ص۳۹)

تیسری خصوصیت: یہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری اور نسب کے علاوہ قیامت کے دن ہر رشتہ داری اور نسب منقطع ہو جائے گا۔حدیث شریف ہے۔

کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی۔(الشرف المؤید،ص۲۲)

چوتھی خصوصیت: یہ ہے کہ اہل بیت میں سے جو بے عمل ہوں ان کی بھی تعظیم کا حکم ہے
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفٰے رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سید سے جب تک کفر نہ صادر ہو واجب التعظیم ہے۔" (حجۃ واہرہ، ص ۱۱)
اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار
بیشک فاطمہ نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی تو اللہ تعالٰی نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم پر حرام فرمادیا۔ (الشرف المؤید، ص ۴۵)

پانچویں خصوصیت: یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کہلاتے ہیں اور صحیح نسب کے ساتھ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔
امام طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''ان اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وان اللہ تعالٰی جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب۔''
"اللہ تعالٰی نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔ (الشرف المؤید، ص ۴۸)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتہ داروں کی طرف منسوب ہوتی ہے ماسوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔'' (برکات آل رسول، ص ۱۱۰)
اسعاف الراغبین میں ہے کہ یہ خصوصیت صرف سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے لئے ہے۔ (برکات آل رسول، ص ۱۱۰)

چھٹی خصوصیت: یہ ہے کہ اہل بیت کا زمین میں موجود ہونا زمین والوں کے لئے باعث امن ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض۔''
"ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امن ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امن ہیں اور ایک روایت میں ہے امان لامتی۔ میرے اہلبیت میری امت کے لئے باعث

امن ہیں۔ (الشرف المؤید، ص۴۶)

ساتویں خصوصیت: یہ ہے کہ وہ پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ امام ثعلبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بارگاہ رسالت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا "کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم چار میں سے چوتھے ہو؟ سب سے پہلے جنت میں میں، تم اور حسنین کریمین داخل ہوں گے۔ ہماری ازواج مطہرات ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے ہوگی۔ (برکات آل رسول، ص۱۰۹)

آٹھویں خصوصیت: یہ ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی پر احسان کرے گا نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن اسے بدلہ عطا فرمائیں گے جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو جس کے سبب میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اسے چاہئے کہ میرے اہلبیت کی خدمت کرے اور انہیں خوش کرے۔ (برکات آل رسول، ص۱۱۱)

نویں خصوصیت: علامہ صبان نے فرمایا ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی محبت درازی عمر اور قیامت کے دن چہرہ سفید ہونے کا سبب ہے اور ان کا بغض اس کے برعکس اثر رکھتا ہے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں حدیث شریف نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" جو شخص پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور اپنی آرزوؤں سے بہرہ ور ہو اسے میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھی طرح پیش آنا چاہیے اور جو میرے بعد ان سے اچھی طرح پیش نہیں آئے گا اس کی عمر قطع کر دی جائے گی اور قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔ (صواعق محرقہ، ص۱۰۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب احادیث کریمہ کی روشنی میں

سب سے پہلے اسلام لانے والے اور نماز پڑھنے والے

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب، مناقب علی رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۷۳۵، مسند احمد بن حنبل، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۱۰۶، معجم کبیر للطبرانی، حدیث ۱۲۱۵۱، ۱۱۰۲، مجمع الزوائد للہیثمی)

''ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔''

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بُعِثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ۔ (سنن ترمذی، مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدیث ۳۷۲۸، مستدرک للحاکم، حدیث ۴۵۸۷، فیض القدیر للمناوی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیر کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَوَّلُ مَنْ صَلَّى عَلِيٌّ۔
(سنن ترمذی، مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۷۳۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔''

''اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ آٹھ برس کی عمر میں

پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ
اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ
الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فى رواية طويلة قَالَ وَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيْجَةَ.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ۳۰۶۲، طبقات کبریٰ ابن سعد، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔''

عَنْ حَبَّةَ الْعُرَنِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا ضَحِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ، لَمْ أَرَهُ ضَحِكَ ضِحْكًا أَكْثَرَ مِنْهُ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ ذَكَرْتُ قَوْلَ أَبِي طَالِبٍ ظَهَرَ عَلَيْنَا أَبُوْطَالِبٍ وَ أَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَ نَحْنُ نُصَلِّي بِبَطْنِ نَخْلَةَ، فَقَالَ مَا تَصْنَعَانِ يَا ابْنَ أَخِي، فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِلَى الإِسْلَامِ، فَقَالَ مَا بِالَّذِي تَصْنَعَانِ بَأْسٌ أَوْ بِالَّذِي تَقُوْلَانِ بَأْسٌ وَ لٰكِنْ وَاللهِ لَا تَعْلُوْنِي سِنِّيْ أَبَدًا! وَضَحِكَ تَعَجُّبًا لِقَوْلِ أَبِيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا أَعْتَرِفُ أَنَّ عَبْدًا لَكَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَبَدَكَ قَبْلِي، غَيْرَ نَبِيِّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَقَدْ صَلَّيْتُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ النَّاسُ سَبْعًا.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۷۷۶، مسند طیالسی، حدیث نمبر ۱۸۸، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت حبہ عرنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور میں نے کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ کو اس سے زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دانت نظر آنے لگے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنے والد ابو طالب کا قول یاد آگیا تھا۔ ایک دن وہ ہمارے پاس آئے جبکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہم وادئ نخلہ میں نماز ادا کر رہے تھے، پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: جو کچھ آپ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں لیکن آپ کبھی بھی (تجربہ میں) میری عمر سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والد کی اس بات پر ہنس دیئے

پھر فرمایا: اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے اس امت کے کسی اور فرد نے تیری عبادت کی ہو سوائے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، یہ تین مرتبہ دہرایا پھر فرمایا: تحقیق میں نے عامۃ الناس کے نماز پڑھنے سے سات سال پہلے نماز ادا کی۔'' اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وُرُوْدًا عَلَى نَبِيِّهَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَوَّلُهَا إِسْلَامًا، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۰۹۵۴، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۶۱۷۴، الآحاد والمثانی للشیبانی، حدیث نمبر ۱۷۹، طبقات ابن سعد، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ امت میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے اسلام لانے میں سب سے اول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔'' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقامِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ خَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَتُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هٰذَا اللَّفْظُ مُسْلِمٍ.

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر ۴۱۵۴، صحیح مسلم، فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۲۴۰۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۲۴، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۶۰۸، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۹۲۷، سنن کبریٰ للبیہقی)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ لَهُ وَ قَدْ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللهِ، خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَ الصِّبْيَانِ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ يُحِبُّهُ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوْا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَ دَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ أَبْنَاءَكُمْ)(آل عمران، 3 61)، دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ أَهْلِي.

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۴۴۰۴، سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث ۳۷۲۴)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا کہ کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، سو ہم سب اس سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کو میرے پاس لائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، اس وقت وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ''آپ فرما دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔'' تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ،

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرا کنبہ ہے۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَعْطَانِي، وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۲۲، ۳۷۲۹، سنن کبریٰ، حدیث نمبر ۸۵۰۴، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۶۳۰)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عطا فرماتے اور اگر خاموش رہتا تو بھی پہلے مجھے ہی دیتے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ، فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا انْتَجَيْتُهُ وَلَكِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۲۶، معجم کبیر للطبرانی، حدیث ۱۷۵۶)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ طائف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی، لوگ کہنے لگے آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں کی بلکہ اللہ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ، لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنَبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرُكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدَ مَا مَعْنَى هَذَا الْحَدِيْثِ؟ قَالَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهُ جُنُباً غَيْرِي وَغَيْرُكَ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۲۷، مسند بزار حدیث نمبر ۱۱۹۷، مسند ابو یعلی حدیث نمبر ۱۰۴۲، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۱۳۱۸۱)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ حالت جنابت میں
اس مسجد میں رہے۔ امام علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے اس کا معنی
پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد مسجد کو بطور راستہ استعمال کرنا ہے۔'' اس حدیث کو
امام ترمذی، بزار اور ابویعلی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن
ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَةَ قَالَتْ بَعَثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ
فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ، لَا تُمِتْنِي حَتَّى
تُرِيَنِي عَلِيًّا۔

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۳۷، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۶۸، معجم
اوسط، رقم حدیث ۲۴۳۲، مسند احمد فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۱۰۳۹)

''حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
لشکر بھیجا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ! مجھے اس
وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علی کو (واپس بخیر و عافیت) نہ دیکھ لوں۔'' اس حدیث
کو امام ترمذی اور طبرانی نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي
ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ، رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ
إِنْ كَانَ مُرًّا، تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ صَدِيْقٌ، رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ، تَسْتَحْيِيْهِ الْمَلَائِكَةُ، رَحِمَ
اللّٰهُ عَلِيًّا، اللّٰهُمَّ، أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۱۴، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۶۲۹، معجم اوسط للطبرانی، رقم حدیث نمبر
۵۹۰۶، مسند بزار، حدیث نمبر ۸۰۶، مسند ابویعلی، حدیث نمبر ۵۵۰)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے دار الہجرہ
لے کر آئے اور بلال کو بھی انہوں نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے
یہ ہمیشہ حق بات کرتے ہیں اگرچہ وہ کڑوی ہو اسی لئے وہ اس حال میں ہیں کہ ان کا کوئی

دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے۔ اس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ یہ جہاں کہیں بھی ہو حق اس کے ساتھ رہے۔''۔

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيٌّ مِنِّي وَ أَنَا مِنْ عَلِيٍّ، وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۱۹، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، حدیث نمبر ۱۱۹، مسند احمد بن حنبل، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۰۷۱، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۳۵۱۱)

''حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری طرف سے (عہد و پیمان میں) میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا (ذمہ داری) ادا نہیں کر سکتا۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ آخَى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، آخَيْتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَمْ تُوَاخِ بَيْنِي وَ بَيْنَ أَحَدٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۲۰، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۲۸۸)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔'' اسے امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ، ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِيَ هَذَا الطَّيْرَ، فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۲۱، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۹۳۷۲)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

یا اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۸۶۸، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۷۳۵، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۷۲۵۸)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔'' اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرِ التَّيْمِيِّ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَى عَائِشَةَ فَسَئَلْتُ أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ـ قَالَتْ فَاطِمَةُ، فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُهَا، إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّاماً قَوَّاما. (سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۸۷۴، مستدرک للحاکم)

''حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رضى الله عنه يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا؟ فَقَالَ أَوْصَانِي رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ.

(سنن ترمذی کتاب الضحایا، حدیث نمبر ۱۴۹۰، مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۱۲۸۵)

''حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں ان کی طرف سے بھی قربانی کروں لہٰذا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔''

عَنِ ابْنِ نُجَيٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كَانَ لِي مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم مَدْخَلَانِ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ، فَكُنْتُ إِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِي.

''حضرت عبداللہ بن نجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں دن رات میں دو دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رات کے وقت حاضر ہوتا (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے ہوتے) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت عنایت فرمانے کے لئے کھانستے۔'' اس حدیث کو امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی، کتاب السہو، حدیث نمبر ۱۲۱۲، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۳۷۰۸، سنن کبریٰ حدیث نمبر ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۵۶۷۶)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ إِنْ كَانَ عَلِيٌّ لَأَقْرَبَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَتْ عُدْنَا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم غَدَاةً بَعْدَ غَدَاةٍ يَقُوْلُ جَاءَ عَلِيٌّ مِرَارًا قَالَتْ وَأَظُنُّهُ كَانَ بَعَثَهُ فِي حَاجَةٍ قَالَتْ فَجَاءَ بَعْدُ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ حَاجَةً فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ فَقَعَدْنَا عِنْدَ الْبَابِ فَكُنْتُ مِنْ أَدْنَاهُمْ إِلَى الْبَابِ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ عَلِيٌّ فَجَعَلَ يُسَارُّهُ وَيُنَاجِيْهِ، ثُمَّ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم مِنْ يَوْمِهِ ذٰلِكَ، فَكَانَ أَقْرَبَ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۶۶۰۷، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۶۷۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس ذات کی قسم جس کا میں حلف اٹھاتی ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے آئے روز حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ (میری عیادت کے لئے) بہت مرتبہ آیا ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضروری کام سے بھیجا تھا۔ اس کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے سمجھا انہیں شاید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی کام ہوگا سو ہم باہر آ گئے اور دروازے کے قریب بیٹھ گئے اور میں ان سب سے زیادہ دروازے کے قریب تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگے پھر اس دن کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ عہد کے اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے۔'' اس حدیث کو امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اجْتَمَعَ جَعْفَرٌ وَ عَلِيٌّ وَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَقَالَ جَعْفَرٌ أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَ قَالَ زَيْدٌ أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالُوْا انْطَلِقُوْا بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَتَّى نَسْأَلَهُ فَقَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَاؤُا يَسْتَأْذِنُوْنَهُ فَقَالَ اخْرُجْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ فَقُلْتُ هٰذَا جَعْفَرٌ وَ عَلِيٌّ وَ زَيْدٌ مَا أَقُوْلُ أَبِي. قَالَ ائْذَنْ لَهُمْ وَ دَخَلُوْا فَقَالُوْا مَنْ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ فَاطِمَةُ قَالُوْا نَسْأَلُكَ عَنِ الرِّجَالِ قَالَ أَمَّا أَنْتَ، يَا جَعْفَرُ، فَأَشْبَهَ خَلْقُكَ خَلْقِي وَ أَشْبَهَ خُلُقِي خُلُقَكَ، وَ أَنْتَ مِنِّي وَ شَجَرَتِي وَ أَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَخَتَنِي وَ أَبُوْ وَلَدَيَّ، وَ أَنَا مِنْكَ وَ أَنْتَ مِنِّي وَ أَمَّا أَنْتَ يَا زَيْدُ، فَمَوْلَايَ، وَ مِنِّي وَ إِلَيَّ، وَ أَحَبُّ الْقَوْمِ إِلَيَّ.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۱۸۲۵، حاکم مستدرک، حدیث نمبر ۴۹۵۷، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر اور حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہوں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارا ہوں پھر انہوں نے کہا چلو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ اسامہ بن زید کہتے ہیں پس وہ تینوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: جعفر، علی اور زید بن حارثہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمہ، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے مردوں کے بارے عرض کیا ہے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جعفر! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خُلق تمہارے خُلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے، اے علی! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور اے زید تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔''

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فی روایة طویلة قَالَ ثُمَّ بَعَثَ فُلَانًا بِسُوْرَةِ التَّوْبَةِ فَبَعَثَ عَلِيًا خَلْفَهُ فَأَخَذَهَا مِنْهُ، قَالَ لَا يَذْهَبُ بِهَا إِلَّا رَجُلٌ مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُ.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۰۶۲)

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا پس انہوں نے وہ سورۃ اس سے لے لی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سورۃ کو سوائے اس آدمی کے جو مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں کوئی اور نہیں لے جا سکتا۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اشْتَكَى عَلِيًا النَّاسُ قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْنَا خَطِيْبًا، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَشْكُوْا عَلِيًا، فَوَاللهِ، إِنَّهُ

لَا تَشْکُوا عَلِیًّا فَوَاللّٰہِ إِنَّہُ لَأُخَیْشِنٌ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ، أَوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۱۸۳۵، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۶۵۴، سیرت ابن ہشام)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، اللہ کی قسم وہ اللہ کی ذات میں یا اللہ کے راستہ میں بہت سخت ہے۔'' اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ إِذَا غَضِبَ لَمْ یَجْتَرِئْ أَحَدٌ مِنَّا أَنْ یُکَلِّمَہُ إِلَّا عَلِيٌّ.
(معجم اوسط للطبرانی حدیث نمبر ۴۳۱۴، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۶۴۷، مجمع الزوائد)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ناراضگی کے عالم میں ہوتے تو ہم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

عَنْ أَبِیْ رَافِعٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَعَثَ عَلِیًّا مَبْعَثًا فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ لَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ وَجِبْرِیْلُ عَنْکَ رَاضُوْنَ.
(معجم کبیر، حدیث نمبر ۹۴۶، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا، جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل تم سے راضی ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار سے ہیں

اہل بیت میں ہونا یہ ایک شرف کی بات ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی فضیلت بیان کی ہے، جیسا کہ سورہ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے: إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ

الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (سورۃ الاحزاب: ۳۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لیے فرمایا کہ ہم ان کو پاک کر دیں گے، کہ اس آیت کے ماقبل میں چوں کہ سارا ذکر ازواج مطہرات کا چل رہا ہے، اس لیے وہ تو اہل بیت میں براہ راست داخل ہیں۔ لیکن بعض ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت میں سے ہونے کا شرف عطا کیا ہے، اس میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں داخل ہیں وہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

چناں چہ امام ابوجعفر محمد بن یزید طبری (متوفی: ۳۱۰ھ) اپنی کتاب "تفسیر الطبری" میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے ہیں: "عن أم سلمة، قالت لما نزلت هذه الآية ﴿انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس الخ﴾ دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علياً، وفاطمة، وحسناً، وحسيناً، فجلل عليهم كساء خيبرياً، فقال "اللهم هؤلآء أهل بيتي، اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً" قالت أم سلمة ألست منهم؟ قال أنت إلى خير" (تفسیر الطبری:)

اس حدیث سے ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بیت میں سے ہیں اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین بھی اہل بیت میں شامل ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کو منع نہیں کیا کہ یہ آیت تو صرف ان پانچ کے لیے اتری ہے، بلکہ آپ صل صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: انت إلى خير یعنی آپ خیر کی طرف ہیں۔ لہٰذا ازواج مطہرات اور بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہی اہل بیت میں شامل ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضى الله عنه قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَة ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَ أَبْنَآءَ كُمْ﴾ (آل عمران) دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ أَهْلِي

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۲۴۰۴، سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۲۹۹۹، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۶۰۸، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث ۸۳۹۹، حاکم مستدرک، حدیث نمبر ۴۷۱۹، سنن کبریٰ للبیہقی، ۱۳۱۶۹، ۱۳۱۷۰)

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ: "آپ فرما دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔" نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" اس حدیث کو امام مسلم اور

ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی الله عنها خَرَجَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی الله عنهما فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ رضی الله عنه فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رضی الله عنها فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ رضی الله عنه فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۲۴۲۴ مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۶۱۰۲، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۱۴۹، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۷۰۷، سنن کبریٰ للبیہقی، مسند ابن راہویہ حدیث نمبر ۱۲۷۱)

''حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس پر سیاہ اُون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اُس چادر میں داخل فرما لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَةَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ إِذَا خَرَجَ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ، يَقُوْلُ الصلاة يَا أَهْلَ الْبَيْتِ (إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۳۲۰۶، مسند احمد بن حنبل، فضائل صحابہ، حدیث نمبر ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۷۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر

۳۲۷۲، مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر ۱۲۲۲۳)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے:) ''اے اھلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَبِيْبِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَدَعَا فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا رضی اللہ عنہم فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۳۲۰۵، کتاب المناقب حدیث نمبر ۳۷۸۷، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۹۹۴، مستدرک حاکم، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۶۸)

''پروردۂ نبی حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آیت مبارکہ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے'' نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کو بلایا اور ایک چادر میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر آلودگی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک وصاف فرما دے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾، قَالَ: نَزَلَتْ فِي خَمْسَةٍ فِي رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ

۳۲۲۷۲، مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر ۱۲۲۲۳)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے:) "اے اھلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔" اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عَنْ عُمَرَبْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَبِيْبِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم {إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا} فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَدَعَا فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا رضی اللہ عنہم فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۳۲۰۵، کتاب المناقب حدیث نمبر ۳۷۸۷، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۹۹۴، مستدرک حاکم، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۶۸)

"پروردۂ نبی حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آیت مبارکہ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے" نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ایک چادر میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر آلودگی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک وصاف فرما دے۔" اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ}، قَالَ نَزَلَتْ فِي خَمْسَةٍ فِي رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ

عَلِيٍّ، وَفَاطِمَةَ، وَالْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہم۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمانِ خداوندی: ''اے اہلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پنجتن کے حق میں نازل ہوئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے حق میں۔'' اس حدیث کو طبرانی نے اور ابن حیان نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ۔ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۶۴۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اے محبوب! فرما دیجئے کہ میں تم سے صرف اپنی قرابت کے ساتھ محبت کا سوال کرتا ہوں۔'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی قرابت والے کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین)۔''

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا يَنْعَقِدُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعَةٍ عَنْ جَسَدِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعُمْرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَ فِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ حُبِّ أَهْلِ الْبَيْتِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا عَلَامَةُ حُبِّكُمْ۔ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلٰى مَنْكِبِ عَلِيٍّ (معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۱۹۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک اگلے جہاں میں نہیں پڑتے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کر لیا جائے، اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس طرح کے اعمال میں بوسیدہ کیا؟ اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس حال میں اسے ختم کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے یہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں

خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے میں؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کی (یعنی اہل بیت کی) محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر مارا (کہ یہ محبت کی علامت ہے)۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ أَوْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، (شَكَّ شُعْبَةُ) عَنِ النَّبِيِّ، قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۱۳، معجم طبرانی، حدیث نمبر ۵۰۷۱، ۵۰۹۶)

''حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوطفیل سے سنا کہ ابوسریحہ۔ یا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے (شعبہ کو راوی کے متعلق شک ہے) کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔''

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، فی روایة طویلة إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي.

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۷۱۲، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۰۶۲، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۹۲۹، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۵۷۹، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۴۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۱۲۱، مسند ابویعلیٰ حدیث نمبر ۳۵۵، معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۶۵)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَنَزَلَ غَدِيْرَ خُمٍّ، أَمَرَ بِدَوْحَاتٍ، فَقُمْنَ، فَقَالَ كَأَنِّي قَدْ دُعِيْتُ فَأَجَبْتُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللهِ تَعَالَى، وَعِتْرَتِي، فَانْظُرُوْا كَيْفَ تُخْلِفُوْنِي فِيْهِمَا، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ

۱۲امام علیہم الرضوان

عزوجل مَوْلَایَ وَ اَنَا مَوْلَی کُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ، فَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا وَلِیُّہُ، اَللّٰھُمَّ، وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ.

(سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۱۴۸، ۸۴۶۴، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۵۷۶، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۴۹۶۹)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور غدیر خم پر قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائبان لگانے کا حکم دیا، وہ لگا دیئے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لگتا ہے کہ عنقریب مجھے (وصال کا) بلاوا آنے کو ہے، جسے میں قبول کر لوں گا۔ تحقیق میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جو ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے سامنے آئیں گی۔'' پھر فرمایا: بے شک اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا یہ ولی ہے، اے اللہ! جو اِسے (علی کو) دوست رکھے اُسے تو دوست رکھ اور جو اِس سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ۔'' اس حدیث کو امام نسائی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ فِی عَلِیٍّ ثَلَاثَ خِصَالٍ، لِاَنْ یَکُوْنَ لِی وَاحِدَۃٌ مِنْھُنَّ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ اِنَّہُ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسَی، اِلَّا اَنَّہُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی، وَ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہُ، وَ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہُ وَ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ، فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ.

(خصائص امیر المؤمنین للنسائی، حدیث نمبر ۱۰، ۸۰، مسند شاشی، حدیث نمبر ۱۰۶، تاریخ دمشق الکبیر، لابن عساکر، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۶۴۹۶)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصلتیں ایسی بتائی ہیں کہ اگر میں اُن میں سے ایک کا بھی حامل ہوتا تو وہ مجھے سُرخ اُونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک موقع پر) فرمایا: علی میرے لیے اسی طرح ہے جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، (وہ نبی تھے) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور فرمایا: میں آج اس شخص کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اس موقع پر) یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔''

ایک روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلَا! اِنَّ اللّٰہَ وَلِیِّی وَ اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤمِنٍ، مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ. (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۹۴۵، الاصابہ للعسقلانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگاہ رہو! بے شک اللہ میرا ولی ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں، پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔''

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعِلیٌّ مَوْلَاہُ، وَ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، اِلاَّ اَنَّہُ لَانَبِیَّ بَعْدِی، وَ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ الْیَوْمَ رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہُ.

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۲۱، الخصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۹۱)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں ولی ہوں اُس کا علی ولی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (غزوۂ خیبر کے موقع پر) یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔'' اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام نسائی نے خصائص علی بن

ابی طالب میں روایت کیا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِی حَجَّتِهِ الَّتِی حَجَّ، فَنَزَلَ فِی بَعْضِ الطَّرِيْقِ، فَأَمَرَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ. قَالُوْا بَلَى، قَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ. قَالُوْا بَلَى، قَالَ فَهَذَا وَلِيُّ مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ، اللَّهُمَّ، وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللَّهُمَّ، عَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ (سنن ابن ماجہ، فضائل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر ۱۱۶)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز باجماعت (قائم کرنے) کا حکم دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس یہ (علی) ہر اس شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔ اے اللہ! جو اسے دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ (اور) جو اس سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ۔'' اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ، قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيٍّ الْيَمَنَ فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَكَرْتُ عَلِيًّا، فَتَنَقَّصْتُهُ، فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتَغَيَّرُ، فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ، أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ. قُلْتُ بَلَى، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۲۹۹۵، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۴۶۵، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۵۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۲۱۸۱)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ سے کچھ شکوہ ہوا۔ جب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں تنقیص

کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے بریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟'' تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔'' اس حدیث کو امام احمد، امام نسائی، امام حاکم اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

عَنْ مَيْمُوْنٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ، قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رضی الله عنه وَ أَنَا أَسْمَعُ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم بِوَادٍ يُقَالُ لَهُ وَادِي خُمٍّ، فَأَمَرَ بِالصلاة، فَصَلَّاهَا بِهَجِيْرٍ، قَالَ فَخَطَبَنَا وَ ظُلِّلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم بِثَوْبٍ عَلَى شَجَرَةِ سَمُرَةٍ مِنَ الشَّمْسِ، فَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَوْ لَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ أَنِّي أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ، قَالُوا بَلَى، قَالَ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ، اللّٰهُمَّ، عَادِ مَنْ عَادَاهُ وَ وَالِ مَنْ وَالَاهُ

(مسند امام احمد، حدیث نمبر ۱۴۱، سنن کبریٰ للبیہقی، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۵۰۶۸)

''حضرت میمون ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک وادی جسے وادیٔ خم کہا جاتا تھا۔ میں اُترے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی۔ پھر ہمیں خطبہ فرمایا درآنحالیکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے یا (اس بات کی) گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے قریب تر ہوں؟'' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے عداوت رکھے اور اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے۔''

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

(مسند احمد بن حنبل، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۶۸۷۸، فضائل صحابہ لاحمد بن حنبل، حدیث

نمبر ۱۲۰۶، تاریخ دمشق کبیر لابن عساکر، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۹۵۰_۳۶۵۱۱، ۳۶۵۱۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔''

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ نَشَدَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ النَّاسَ فَقَامَ خَمْسَةٌ أَوْ سِتَّةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَشَهِدُوْا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

(مسند احمد بن حنبل، خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب للنسائی، حدیث نمبر ۸۳، فضائل صحابہ لاحمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۰۲۱، سنن کبریٰ للبیہقی، تاریخ دمشق کبیر لابن عساکر، الریاض النضرہ للطبری، مجمع الزوائد للہیثمی)

''ابواسحاق سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ (5) یا چھ (6) صحابہ نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔''

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي رواية طويلة قَالَ وَقَالَ لِبَنِي عَمِّهِ أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. قَالَ وَ عَلِيٌّ مَعَهُ جَالِسٌ فَأَبَوْا فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَالَ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَالَ، فَتَرَكَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَقَالَ أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. فَأَبَوْا قَالَ فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَالَ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۳۰۶۲، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۵۲، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے فرمایا: تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، سب نے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دنیا وآخرت میں دوستی کروں گا، اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تو دنیا وآخرت میں میرا دوست ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے اور فرمایا: تم میں سے دنیا وآخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا؟ تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پر پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں دوستی کروں گا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تو دنیا وآخرت میں میرا دوست ہے۔''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ مَنْ صَامَ يَوْمَ ثَمَانِ عَشَرَةَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ كُتِبَ لَهُ صِيَامُ سِتِّيْنَ شَهْرًا، وَ هُوَ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍ لَمَّا أَخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ أَلَسْتَ وَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ قَالُوْا بَلَى، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ، أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَ مَوْلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ (اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ).

(مسند احمد بن حنبل، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۲۱۶۷، معجم اوسط للطبرانی، تاریخ بغداد، تاریخ دمشق کبیر، لابن عساکر، البدایہ والنہایہ، لابن کثیر، تفسیر کبیر للرازی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحج کو روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ (60) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ غدیر خم کا دن تھا جب حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنین کا ولی نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہو! اے ابنِ ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔'' اس حدیث کو امام احمد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُوْرِقٍ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ وَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يُعْطِي النَّاسَ،

فَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي مِمَّنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ؟ قُلْتُ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، قَالَ مِنْ أَيِّ بَنِي هَاشِمٍ؟ قَالَ فَسَكَتُّ فَقَالَ مِنْ أَيِّ بَنِي هَاشِمٍ؟ قُلْتُ مَوْلَى عَلِيٍّ، قَالَ مَنْ عَلِيٌّ؟ فَسَكَتُّ، قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي وَ قَالَ وَ أَنَا وَاللهِ مَوْلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي عِدَّةٌ أَنَّهُمْ سَمِعُوا النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، ثُمَّ قَالَ يَا مُزَاحِمُ كَمْ تُعْطِي أَمْثَالَهُ؟ قَالَ مِائَةً أَوْ مِائَتَي دِرْهَمٍ، قَالَ أَعْطِهِ خَمْسِيْنَ دِيْنَارًا، وَقَالَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ سِتِّيْنَ دِيْنَارًا لِوَلَايَتِهِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِب رضی الله عنه، ثُمَّ قَالَ الْحَقْ بِبَلَدِكَ فَسَيَأْتِيْكَ مِثْلُ مَا يَأْتِي نُظَرَاءَكَ. (حلیۃ الاولیاء، تاریخ دمشق کبیر، اسد الغابہ)

''حضرت یزید بن عمر بن مورق روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں شام میں تھا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ لوگوں کو نواز رہے تھے۔ پس میں ان کے پاس آیا، اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کس قبیلے سے ہیں؟ میں نے کہا: قریش سے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ قریش کی کس (شاخ) سے؟ میں نے کہا: بنی ہاشم سے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ بنی ہاشم کے کس (خاندان) سے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں خاموش رہا۔ اُنہوں نے (پھر) پوچھا کہ بنی ہاشم کے کس (خاندان) سے؟ میں نے کہا: مولا علی (کے خاندان سے)۔ اُنہوں نے پوچھا کہ علی کون ہیں؟ میں خاموش رہا۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور کہا: ''بخدا! میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔'' اور پھر کہا کہ مجھے بے شمار لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔'' پھر مزاحم سے پوچھا کہ اِس قبیلہ کے لوگوں کو کتنا دے رہے ہو؟ تو اُس نے جواب دیا: سو (100) یا دو سو (200) درہم۔ اِس پر اُنہوں نے فرمایا: ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قرابت کی وجہ سے انہیں پچاس (50) دینار زیادہ دو، اور ابنِ ابی داؤد کی روایت کے مطابق ساٹھ (60) دینار اضافی دینے کی ہدایت کی، اور (اُن سے مخاطب ہو کر) فرمایا: آپ اپنے شہر تشریف لے جائیں، آپ کے پاس آپ کے قبیلہ کے لوگوں کے برابر حصہ پہنچ جائے گا۔'' اس حدیث کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَمْرٍو ذِي مُرٍّ وَ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَا خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ، فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ، وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَ أَعِنْ مَنْ أَعَانَهُ.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۵۰۵۹، خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب بہیحقی حدیث نمبر ۹۶، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۹۴۶، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عمرو ذی مر اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اِسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ، اور جو اِس کی نصرت کرے اُس کی تو نصرت فرما اور جو اس کی اعانت کرے تو اُس کی اعانت فرما۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ فِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَنْتَقِصُوْنَ عَلِيًّا، مَنْ يَنْتَقِصُ عَلِيًّا فَقَدْ تَنَقَّصَنِي، وَمَنْ فَارَقَ عَلِيًّا فَقَدْ فَارَقَنِي، إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ، خُلِقَ مِنْ طِيْنَتِي وَ خُلِقْتُ مِنْ طِيْنَةِ إِبْرَاهِيْمَ، وَأَنَا أَفْضَلُ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ، ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، وَإِنَّهُ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِي، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، بِالصُّحْبَةِ أَلَا بَسَطْتَ يَدَكَ حَتَّى أُبَايِعَكَ عَلَى الإِسْلَامِ جَدِيْدًا، قَالَ فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى بَايَعْتُهُ عَلَى الإِسْلَامِ. (معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۶۰۸۵، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو علی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں! (جان لو) جو علی کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اُس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم کی مٹی سے، اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں، اللہ تعالی یہ ساری باتیں سننے اور جاننے والا ہے۔ وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔ (بریدہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا: یا رسول اللہ! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں، میں تجدیدِ اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں، (اور) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اسلام پر (دوبارہ)

بیعت کر لی۔"

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی الله عنه، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم أُوْصِي مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي بِوِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مَنْ تَوَلَّاهُ فَقَدْ تَوَلَّانِي وَمَنْ تَوَلَّانِي فَقَدْ تَوَلَّى اللهَ عزوجل، وَمَنْ أَحَبَّهُ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللهَ عزوجل، وَمَنْ أَبْغَضَهُ فَقَدْ أَبْغَضَنِي، وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللهَ عزوجل.

(مسند فردوس، حدیث نمبر ۱۷۵۱، تاریخ دمشق کبیر لابن عساکر، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۹۵۸)

"حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اُسے میں ولایتِ علی کی وصیت کرتا ہوں، جس نے اُسے ولی جانا اُس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اُس نے اللہ کو ولی جانا، اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی، اور جس نے علی سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا، اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اُس نے اللہ سے بغض رکھا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے

عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صلی الله علیه وآله وسلم إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۷۸، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۸۲۴، سنن کبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۸۱۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۰۶۴، مسند ابو یعلیٰ حدیث نمبر ۲۹۱، مسند بزار حدیث نمبر ۵۶۰)

"حضرت زر (بن حبیش) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (اور اس سے اناج اور نباتات اگائے) اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا، حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔"

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَقَدْ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صلی الله علیه وآله وسلم أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا

مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَنَا مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْنَ دَعَا لَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۳۶)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا: مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔ عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانے کے لوگوں میں سے ہوں جن کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّا كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۱۷، حلیۃ الاولیاء)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔''

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۱۷، مسند ابو یعلیٰ، حدیث ۶۹۳۱، معجم کبیر، حدیث نمبر ۸۸۶)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرسکتا اور کوئی مومن اس سے بغض نہیں رکھ سکتا۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ لِي أَيُسَبُّ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْكُمْ۔ قُلْتُ مَعَاذَ اللهِ! أَوْ سُبْحَانَ اللهِ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي.

(سنن کبریٰ، حدیث نمبر ۸۴۷۶، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۶۷۹۱، مستدرک للحاکم حدیث نمبر ۴۶۱۵، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا: کیا تم لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ یا میں نے کہا اللہ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے کہا میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔''

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَة، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَسَبَّ عَلِيّاً عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَحَصَبَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا عَدُوَّ اللهِ، آذَيْتَ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ لَوْكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَيًّا لَآذَيْتَهُ.

(متدرک حاکم ،حدیث نمبر ۴۶۱۷)

''حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل شام سے ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو ایسا کہنے سے منع کیا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن تو نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہے۔ (پھر یہ آیت پڑھی:) ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت بھیجتا ہے اور اللہ نے ان کے لئے ایک ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' پھر فرمایا: اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ظاہراً بھی) حیات ہوتے تو یقیناً (تو اس بات کے ذریعے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کا باعث بنتا۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ نَظَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إِلَيَّ فَقَالَ يَا عَلِيُّ، أَنْتَ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا سَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ، حَبِيْبُكَ حَبِيْبِي، وَحَبِيْبِي، حَبِيْبُ اللهِ وَعَدُوُّكَ عَدُوِّي، وَعَدُوِّي، عَدُوُّ اللهِ، وَالْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَكَ بَعْدِيَ.

(متدرک للحاکم ،حدیث نمبر ۴۶۴۰ ،مسند فردوس للدیلمی ،حدیث نمبر ۸۳۲۵)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری (یعنی علی کی) طرف دیکھ کر فرمایا اے علی! تو دنیا و آخرت میں سردار ہے۔ تیرا محبوب میرا محبوب ہے اور میرا محبوب اللہ کا محبوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے

اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور اس کیلئے بربادی ہے جو میرے بعد تمہارے ساتھ بغض رکھے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ طُوْبَى لِمَنْ أَحَبَّكَ وَصَدَّقَ فِيْكَ، وَوَيْلٌ لِمَنْ أَبْغَضَكَ وَكَذَّبَ فِيْكَ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۵۷، مسند ابو یعلی حدیث نمبر ۱۶۰۲، معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۱۵۷)

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرماتے ہوئے سنا (اے علی) مبارکباد ہو اسے جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے اور ہلاکت ہو اس کے لئے جو تجھ سے بغض رکھتا ہے اور تجھے جھٹلاتا ہے۔'' اس حدیث کو امام حاکم اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِعَلِيٍّ مُحِبُّكَ مُحِبِّي، وَمُبْغِضُكَ مُبْغِضِي۔

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۶۰۹۷، مسند بزار، مسند فردوس لدیلمی، حدیث نمبر ۸۳۹۷، مجمع الزوائد)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا.

(سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۲۳، فضائل صحابہ لاحمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۰۸۱۔ حلیۃ الاولیاء)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ، وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فَقَالَ إِنَّ اللهَ سَيَهْدِي

قَلْبَكَ، وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ. فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ، فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ، كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا أَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ.

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۵۸۲، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۱۰، سنن کبری للنسائی، حدیث نمبر ۸۴۱۷، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۶۳۶، سنن کبری للبیہقی)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نوعمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا کر دے گا اور تمہاری زبان اس پر قائم کر دے گا۔ جب بھی فریقین تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جیسے تم نے پہلے کی سنی تھی۔ یہ طریقہ کار تمہارے لیے فیصلہ کو واضح کر دے گا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی بھی فیصلہ کرنے میں شک میں نہیں پڑا۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْمَدِيْنَةَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۳۷، مسند فردوس للدیلمی، حدیث نمبر ۱۰۶)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَقْضَى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۵۶، طبقات کبریٰ لابن سعد، فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، ج ۸، ص ۱۶۷)

''حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اہل مدینہ میں سے سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَ اللهِ، مَا نَزَلَتْ آيَةٌ إِلَّا وَ قَدْ عَلِمْتُ فِيْمَا نَزَلَتْ وَ أَيْنَ نَزَلَتْ وَ عَلَى مَنْ نَزَلَتْ، إِنَّ رَبِّي وَهَبَ لِي قَلْبًا عَقُوْلًا وَ لِسَانًا طَلْقًا. (حلیۃ الاولیاء، طبقات کبریٰ لابن سعد)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قرآن کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی بے شک میرے رب نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جامع صفات و مناقب

عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ، وَ إِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهِ لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ فَقَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ، فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ هُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ فَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَ يَقُوْلُ قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هَذَا اللَّفْظُ مُسْلِمٍ.

"حضرت ابو حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا، جب انہیں ابو تراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو تراب کیسے رکھا گیا؟ انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہیں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا چچازاد کہاں ہے؟ عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا: جاؤ تلاش کرو وہ کہاں ہیں؟ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے: اے ابوتراب (مٹی والے)! اٹھو، اے ابو تراب اٹھو۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۴۳۰، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۴۰۹، مستدرک للحاکم، سنن کبریٰ للبیہقی)

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم فِي خَيْبَرَ، وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم، فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم، فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللهُ فِي صَبَاحِهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ، أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ، وَمَا نَرْجُوْهُ، فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم، فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ.

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکہ خیبر کے لیے (بوقت روانگی) مصطفوی لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ پس انہوں نے سوچا کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے۔ جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۴۹۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۴۰۷، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۱۲۸۳۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍ. (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۷۳۲، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔''

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فی روایة طویلة قَالَ وَ سَدَّ أَبْوَابَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍ فَقَالَ فَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ جُنُبًا وَ هُوَ طَرِيْقُهُ لَيْسَ لَهُ طَرِيْقٌ غَيْرُهُ.

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی حالتِ جنابت میں بھی مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی اس کا راستہ ہے اور اس کے علاوہ اس کے گھر کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔'' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم رَسُوْلُ اللهِ خَيْرُ النَّاسِ، ثُمَّ أَبُوْبَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، وَ لَقَدْ أُوْتِيَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ ثَلَاثَ خِصَالٍ، لِأَنْ تَكُوْنَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ زَوَّجَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم ابْنَتَهُ، وَوَلَدَتْ لَهُ، وَ سَدَّ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَ أَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ.
(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۴۷۹۷، فضائل صحابہ، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئیں ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اور وہ تین خصلتیں یہ ہیں) کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

واد یئے مگران کا دروازہ مسجد میں رہا اور تیسری یہ کہ ان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَبُعٍ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیٌّ رضی الله عنه فَقَالَ وَالَّذِی فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَتُخْضَبَنَّ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ، قَالَ قَالَ النَّاسُ فَأَعْلِمْنَا مَنْ هُوَ، وَاللهِ لَنُبِيرَنَّ عِتْرَتَهُ، قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَنْ يُقْتَلَ غَيْرُ قَاتِلِی، قَالُوا إِنْ كُنْتَ قَدْ عَلِمْتَ ذَلِكَ اسْتَخْلِفْ إِذًا، قَالَ لَا، وَلَكِنْ أَكِلُكُمْ إِلَى مَا وَكَلَكُمْ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۳۴۰، مسند بزار حدیث نمبر ۱۸۷)

''حضرت عبداللہ بن سبع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی (یعنی میری داڑھی میرے سر کے خون سے سرخ ہو جائے گی) راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: پس آپ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ لوگوں نے کہا اگر آپ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں، آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشاورت سے خلیفہ مقرر کرو)۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ فی روایة طویلة وَجَدْتُ فِی كِتَابِ أَبِی بِخَطِّ يَدِهِ فِی هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ زَوَّجْتُكِ أَقْدَمَ أُمَّتِی سِلْمًا، وَأَكْثَرَهُمْ عِلْمًا، وَأَعْظَمَهُمْ حِلْمًا؟
(مسند احمد بن حنبل، معجم کبیر للطبرانی، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۹۲۴، ۳۲۹۲۵، جمع الجوامع للسیوطی، حدیث نمبر ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۴)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرا نکاح امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار شخص سے کیا ہے۔''

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُدْعُوْا لِی سَیِّدَ الْعَرَبِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ، قَالَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ.(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۲۶، حلیۃ الاولیاء، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سردارِ عرب کو بلاؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ عرب کے سردار نہیں؟ فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ.

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔''

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۶۸۲، معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۰۰۰۶، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر ۶۸۶۵، حلیۃ الاولیاء)

عَنْ هُبَيْرَةَ خَطَبَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ فَقَالَ لَقَدْ فَارَقَكُمْ رَجُلٌ بِالْأَمْسِ لَمْ یَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ بِعِلْمٍ، وَلَا یُدْرِكُهُ الْآخِرُوْنَ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَبْعَثُهُ بِالرَّایَةِ، جِبْرِیْلُ عَنْ یَمِیْنِهِ، وَمِیكَائِیْلُ عَنْ شِمَالِهِ، لَا یَنْصَرِفُ حَتّٰی یُفْتَحَ لَهُ.(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۷۱۹، معجم اوسط، حدیث نمبر ۲۱۵۵)

''حضرت ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: گزشتہ کل تم سے وہ ہستی جدا ہوگئی ہے جن سے نہ تو گزشتہ لوگ علم میں سبقت لے سکے اور نہ ہی بعد میں آنے والے ان کے مرتبہ علمی کو پا سکیں گے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنا جھنڈا دے کر بھیجتے تھے اور جبرئیل آپ کی دائیں طرف اور میکائیل آپ کی بائیں طرف ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو فتح عطا ہونے تک وہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔''

عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَنّٰی عَلِیًّا رضی اللہ عنہ بِاَبِی تُرَابٍ، فَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ كُنَاهُ اِلَیْهِ.(مسند بزار، حدیث نمبر ۱۴۱۷، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت سے نوازا۔ پس یہ کنیت انہیں سب کنیتوں سے زیادہ محبوب تھی۔''

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ .

(معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۴۸۸۰، معجم صغیر، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر (اکھٹے) آئیں گے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ النَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى، وَأَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ .

(معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۱۶۵۱، مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث ۶۸۸۸، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ جدا جدا نسب سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں اور علی ایک ہی نسب سے ہیں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَ السُّبَّقُ ثَلَاثَةٌ السَّابِقُ إِلَى مُوسَى، يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَالسَّابِقُ إِلَى عِيْسَى، صَاحِبُ يَاسِيْنَ، وَالسَّابِقُ إِلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضى الله عنه .

(معجم کبیر، للطبرانی، حدیث نمبر ۱۱۱۵۲، مجمع الزوائد)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبقت لے جانے والے تین ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (ان پر ایمان لاکر) سبقت لے جانے والے حضرت یوشع بن نون ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت لیجانے والے صاحب یاسین ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سبقت لیجانے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لِأُمِّ سَلَمَةَ هٰذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَحْمُهُ لَحْمِي، وَ دَمُهُ دَمِي، فَهُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. (معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۲۳۴۱، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے لئے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَكِيْمٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ فِي عَلِيٍّ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ، وَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ. (معجم کبیر للطبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج وحی کے ذریعے مجھے علی کی تین صفات کی خبر دی یہ کہ وہ تمام مومنین کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور (قیامت کے روز) نورانی چہرے والوں کے قائد ہوں گے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ نَزَلَتْ فِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرحمٰن وُدًّا) قَالَ مَحَبَّةً فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۵۱۴، مجمع الزوائد للہیثمی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت: ''إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا O'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری ہے اور فرمایا: اس سے مراد مومنین کے دلوں میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی محبت ہے۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ.

(معجم کبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۰۳۰۵، مجمع الزوائد، للہیثمی، فیض القدیر للمناوی)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔''

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ جَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ نَائِمٌ فِي التُّرَابِ، فَقَالَ إِنَّ أَحَقَّ أَسْمَائِكَ أَبُوتُرَابٍ، أَنْتَ أَبُوتُرَابٍ.

(معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۷۷۵، مجمع الزوائد)

''حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مٹی پر سو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو سب ناموں میں سے ابوتراب کا زیادہ حق دار ہے تو ابوتراب ہے۔''

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ حَمَلَ الْبَابَ يَوْمَ خَيْبَرَ حَتَّى صَعِدَ الْمُسْلِمُونَ فَفَتَحُوهَا وَأَنَّهُ جُرِّبَ فَلَمْ يَحْمِلْهُ إِلَّا أَرْبَعُونَ رَجُلًا.

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۲۱۳۹، فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، ج ۷، ص ۴۷۸، کشف الخفاء، حدیث نمبر ۱۱۶۸، تاریخ الامم والملوک، سیرت ابن ہشام)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا لیا یہاں تک کہ مسلمان قلعہ پر چڑھ گئے اور اسے فتح کر لیا اور یہ آزمودہ بات ہے کہ اس دروازے کو چالیس آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔''

عَنْ طَلِيقِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ رَأَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحِدُّ النَّظَرَ إِلَى عَلِيٍّ فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ.

(معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۰۷، مجمع الزوائد، للہیثمی)

''حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ غَسَلَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَالْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَكَانَ عَلِيٌّ يَغْسِلُهُ وَيَقُولُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ مَيِّتًا وَحَيًّا. (طبقات کبریٰ لابن سعد)

''حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے رہے تھے تو کہتے تھے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں! آپ وصال فرما کر اور زندہ رہ کر دونوں حالتوں میں پاکیزہ تھے۔'' اس حدیث کو امام ابن سعد نے بیان کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ.

(مسند الفردوس، حدیث نمبر ۱۳۵۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی کا ذکر بھی عبادت ہے۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ رَأَيْتُ أَبَابَكْرٍ يُكْثِرُ النَّظَرَإِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَتِ، أَرَاكَ تُكْثِرُ النَّظَرَإِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ فَقَالَ يَا بُنَيَّة، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ النَّظَرُإِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ. (تاریخ دمشق کبیر)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔''

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه، قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ قَالَ صلی الله علیه وآله وسلم لِعَلِيٍّ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُخْبِرُنِي أَنَّ اللهَ عزوجل زَوَّجَكَ فَاطِمَةَ، وَ أَشْهَدَ عَلَى تَزْوِيْجِكَ أَرْبَعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، وَ أَوْحَى إِلَى شَجَرَةِ طُوْبَى أَنِ انْثُرِي عَلَيْهِمُ الدُّرَّ وَالْيَاقُوْتَ، فَنَثَرَتْ عَلَيْهِمُ الدُّرَّ وَالْيَاقُوْتَ، فَابْتَدَرَتْ إِلَيْهِ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَلْتَقِطْنَ مِنْ أَطْبَاقِ الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ، فَهُمْ يَتَهَادُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، لمحب الدین احمد طبری ج ۳، ص ۱۴۶)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں

تشریف فرماتھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے۔ اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا، اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو، پھر دلکش آنکھوں والی حوریں اُن موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔'' اس کو محب الطبری نے روایت کیا ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ، اُن کی قرآن فہمی، حقیقت شناسی اور فقہی صلاحیت تمام اولین و آخرین میں ممتاز و منفرد تھی۔ قدرت نے انہیں عقل و خرد کی اس قدر ارفع و اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ جو مسائل دوسرے حضرات کے نزدیک پیچیدہ اور لاینحل سمجھے جاتے تھے، انہی مسائل کو وہ آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے اوقات سے پناہ مانگتے تھے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے اور اس کے حل کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِنْ معضلة لَيْسَ فِيْهَا (وفي رواية لَيْسَ لَهَا) اَبُوْحَسَن.

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس پیچیدہ مسئلہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہ ہوں۔''

(فضائل الصحابۃ، ج ۲، ص ۸۰۳، حدیث نمبر ۱۱۰۰)

بعض اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہادت دی کہ حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علمِ ظاہر و باطن دونوں کے امین تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيًّا بْنَ اَبِي طَالِبٍ عِنْدَهٗ عِلْمُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ.

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۰۵)

''بے شک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کا علمِ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔''

اُن کا بتایا ہوا مسئلہ اولوالعزم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا۔
سید المفسرین حبر الامۃ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جب ہمیں کسی چیز کا ثبوت سیدنا علی علیہ السلام سے مل جائے تو پھر ہم کسی اور کی طرف رجوع نہیں کرتے۔'' (الاستیعاب، ج: ۳، ص ۲۰۷)

ام المومنین سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عَلیٌ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ. (تاریخ مدینہ دمشق، ج: ۴۲، ص ۴۰۸)

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کا علم رکھنے والے ہیں۔''

یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو وہی قرآن کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔
چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب سے بڑے عالم کی شناخت یوں بیان فرمائی ہے:

اِنَّهُ سَيَأْتِي نَاسٌ يُجَادِلُونَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرآنِ فَخُذُوْهُم بِالسُّنَنِ فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِكِتَابِ الله. (سنن الدارمی، ج:۱، ص ۷۳، حدیث نمبر ۱۹)

''عنقریب کچھ لوگ آئیں گے جو تمہارے ساتھ متشابہاتِ قرآن میں بحث کریں گے، تم ان کا مواخذہ احادیث سے کرنا، بے شک اصحابِ حدیث سب سے بڑھ کر قرآن کریم کے عالم ہیں۔''

حضرت عبدالمالک بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اَكَانَ فِي اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَحَدٌ اَعْلَمَ مِنْ عَلِيٍ؟ قَالَ لَا وَاللهِ مَا اَعْلَمُهُ.

''کیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم میں ایسے شخص کو نہیں جانتا۔''

(المصنف، لا بن ابی شیبہ، ج ۱۷، ص ۱۲۳، حدیث نمبر ۳۲۷۷۲)

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ''اس سے جو چاہو پوچھو وہ قرآن سے جواب دے گا'' ایسا دعویٰ صرف انہوں نے ہی کیا۔ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو تم مجھ سے سوال کرو! بخدا تم قیامت تک جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تمہیں بتاؤں گا اور تم مجھ سے قرآن مجید کی بابت سوال کرو، بخدا قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں

میں؟''(تاریخ دمشق، ج: ج ۴۲،ص ۳۹۷، ۳۹۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی، نو حصے علی علیہ السلام کو دیئے گئے اور ایک حصہ باقی تمام لوگوں کو دیا گیا۔''

(حلیۃ الاولیاء، ج: ج ۱،ص ۶۵)

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا ''سَلُوْنِی'' (مجھ سے سوال کرو) ماسوا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے۔''

(فضائل الصحابۃ، ج: ج ۲،ص ۸۰۲، حدیث نمبر ۱۰۹۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی علمیت کا مقام کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کی شان میں آیا ہے کہ وہ علم کا باب (دروازہ) ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا''

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

عربی گرائمر کے موجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے باب العلم ہونے کی قوی دلیل مجھ ایسے سادہ لوگوں کے لیے یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ایسے علم کے موجد ہیں جس کے بغیر کوئی انسان عالم ہو ہی نہیں سکتا۔ آج اگر کوئی انسان عالم ہے اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ صلاحیت صرف اسی علم کی بدولت ہے جس کے موجد باب العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ علم عربی گرائمر یعنی علمِ نحو ہے۔

جس شخص کو کسی بھی علم وفن سے کچھ تعلق ہو وہ جانتا ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کی لغت کی معرفت کتنا ضروری ہوتی ہے پھر عربی لغت کی اہمیت تو محتاجِ بیان ہی نہیں۔ لغتِ عرب کی معرفت اتنا ضروری ہے جتنا کتاب وسنت کی معرفت ضروری ہے بلکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا معرفتِ لغت پر موقوف ہے۔

قرآن کریم ہو، حدیث شریف ہو، کلامِ عرب ہو، اشعارِ عرب ہوں یا لغتِ عرب ہو، ان میں سے ہر

ایک کا سمجھنا عربی گرائمر پر موقوف ہے۔ اسی لئے عربی گرائمر کے متعلق کہا گیا:

اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْھَا.

''علمِ صَرف تمام علوم کی ماں ہے اور علمِ نحو ان سب کا باپ ہے۔''

اور ان دونوں علوم کے موجد و موسس باب مدینۃ العلم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی ان دونوں علموں کے بنیادی قوانین املا کرائے اور اسم، فعل اور حرف کی تمیز بتائی۔ پھر ان کے بتلائے ہوئے علم کو بغرض سہولت دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو ''صَرف'' کا نام دیا گیا اور دوسرے کو ''نحو'' کا۔ حقیقت میں ''صرف''، نحو ہی کا ایک حصہ ہے اور اس کے موجد سیدنا علی علیہ السلام ہیں۔

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے متعدد ایسے کاموں کی ابتدا ہوئی جس کے آثار نہ صرف یہ کہ باقی و پائندہ ہیں بلکہ جب تک عربی زبان اور اس کے قواعدِ نحو و صرف باقی ہیں، وہ کارنامہ زندہ و جاوید رہے گا۔

ابوالقاسم الزجاجی کی کتاب ''امالی'' میں مذکور ہے کہ (ابوالاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دیکھا کہ سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کس معاملہ میں متفکر ہیں؟ فرمایا: میں تمہارے شہر میں عربی غلط طریقہ پر بولتے ہوئے سنتا ہوں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زبان کے اصول و قواعد میں ایک یادداشت تیار کردوں۔ میں نے عرض کیا:

''اِنْ فَعَلْتَ ھٰذَا اَحْیَیْتَنَا وَبَقِیَتْ فِیْنَا ھٰذِہٖ اللُّغَۃُ''

اگر آپ ایسا کردیں تو ہمیں آپ کے ذریعہ زندگی مل جائے گی اور ہمارے یہاں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔

اس گفتگو کے تین روز کے بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مرحمت فرمایا جس میں علم نحو کے ابتدائی مسائل درج تھے''۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ملخصاً، ج ۲، ص ۴۷۹)

واضح رہے کہ جس علم کو حاصل کئے بغیر کوئی انسان (خواہ وہ عربی ہو یا عجمی) عالم نہیں بن سکتا تو پھر جو شخص اس علم کا موجد اور موسس ہو وہ باب العلم نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟ افسوس کا مقام ہے کہ لوگ علمِ صَرف اور نحو کو تو تمام علوم کا ماں باپ تسلیم کرتے ہیں لیکن جو ہستی ان علوم کی واضع اور صانع ہے، اسے تمام علوم کا دروازہ تسلیم نہیں کرتے۔

کم از کم جو شخص عربی پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور خود کو عالم کہلاتا ہے اسے تو حدیث ان مدینۃ العلم وعلی بابھا کا انکار نہیں کرنا چاہئے! کیونکہ اس کے اندر عربی جاننے کی اہلیت صرف اور صرف اسی عربی گرائمر کی بدولت پیدا ہوئی جس کے موجد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اِس شانِ علم کو جاننے کے باوجود نہ جانے کیوں بدنصیب لوگ شانِ مرتضوی کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دس خصائص

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نو افراد پر مشتمل ایک وفد آیا تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! یا تو آپ الگ ہو کر ہماری بات سنیں یا ان لوگوں کو باہر بھیج دیں۔ اس وقت تک وہ صحیح تھے، نابینا نہیں ہوئے تھے۔ فرمایا: میں اٹھ کر تمہارے ساتھ باہر جاتا ہوں۔ انہوں نے گفتگو کی لیکن ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فارغ ہو کر آئے تو وہ اپنا دامن جھاڑتے ہوئے فرما رہے تھے:

''اُفٍ وَتُفٍ یَقَعُونَ فِی رَجُلٍ لَہٗ عَشْرٌ''

افسوس! یہ لوگ اس ہستی کی برائی کرتے ہیں جس کو دس خصوصیات حاصل تھیں۔ (جو یہ ہیں):

(۱) یہ اس شخص کی برائی میں پڑ گئے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَاَبْعَثَنَّ رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یُخْزِیْہِ اللّٰہُ اَبَدًا۔

''(قلعہ خیبر کو فتح کرنے کے لیے) میں اس شخص کو (پرچم دے کر) بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کو شرمندہ نہیں فرمائے گا۔''

اس پرچم کو حاصل کرنے کے لیے لوگ للچانے لگے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ بتایا گیا وہ چکی میں گندم پیس رہے ہیں۔ فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو چکی چلاتا؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا حالانکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، دیکھ نہیں سکتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں دم کیا، پھر تین دفعہ پرچم لہرا کر انہیں سپرد فرمایا (بالآخر انہوں نے خیبر فتح کر لیا)۔

(۲) ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۃ التوبہ کے ساتھ بھیجا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا تو فرمایا:

لَا یَذْهَبُ بِهَا اِلَّا رَجُلٌ هُوَ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ.

''اس اعلان برأت کے ساتھ فقط وہ شخص جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔''

(۳) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن، حسین، فاطمہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بلا کر ان پر چادر پھیلائی، پھر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِی، فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا

''اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت، پس ان سے ہر طرح کی پلیدی دور فرمادے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔''

(۴) وہ اول شخص ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائے۔

(۵) انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھی تھی اور سو گئے تھے تو مشرکین ان کا یونہی قصد کرتے رہے جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کا قصد کرتے تھے اور وہ گمان کرتے رہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پکارا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے اور مشرکین صبح تک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جاسوسی کرتے رہے۔

(۶) نبی کریم ﷺ لشکر کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف جانے لگے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں آپ کے ساتھ چلوں؟ فرمایا: نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رو پڑے، اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انك لست بنبی انت خليفتی يعنی فی کل مومن بعدی.

''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کی مگر یہ کہ تم نبی نہیں ہو۔ پھر فرمایا: تم میرے نائب ہو، یعنی میرے بعد ہر مومن کے۔''

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ماسوا باب علی کے۔ پس وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے حالانکہ وہ جنبی ہوتے تھے اور مسجد ان کی راہ میں تھی۔ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(۸) اور فرمایا: من کنت ولیہ فعلی ولیہ.

''میں جس کا ولی ہوں تو علی بھی اس کا ولی ہے۔''

(۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ نے ہمیں قرآن میں خبر دی کہ وہ درخت تلے بیعت کرنے والوں سے راضی ہوگیا تو کیا اس کے بعد اس نے دوبارہ ہمیں بتایا کہ وہ ان پر ناراض ہوگیا؟

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی گردن اڑادینے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کے احوال سے مطلع ہونے کے باوجود ارشاد فرمایا: تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی۔ (السنن کبریٰ، للنسائی، حدیث نمبر ۸۳۵۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور قرآن کریم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابوثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

علی مع القرآن والقرآن مع علی، لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض.

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ اور قرآن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے، دونوں جدا نہ ہوں گے حتی کہ اکٹھے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔'' (المستدرک، حدیث نمبر ۴۶۸۵)

اس حدیث پر غور کرنے سے اس ناکارہ کے ذہن میں ایک مفہوم آیا ہے اور یقیناً وہ ایک روحانی مفہوم ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید کے مابین اس قدر دائمی معیت ہے تو پھر یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ کسی شخص کو قرآن کریم سے حقیقی فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے من میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ مولیٰ علی علیہ السلام کی محبت موجزن نہ ہو اور قرآن حکیم سے حقیقی فائدہ حصول ہدایت ہے اور یہ نعمت محبت اہل بیت کے سوا قطعاً حاصل نہیں ہوسکتی۔ سو جو شخص اس محبت کے بغیر قرآن فہمی کی کوشش کرتا ہے یقین فرمائیے! اس پر ہدایت کے نہیں ضلالت کے دروازے کھلتے ہیں۔

جن لوگوں کو یہ بات حیران کن محسوس ہوتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کس طرح شہرِ علم کا دروازہ ہوسکتے ہیں جبکہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے نہیں بلکہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم حاصل کیا تھا، ایسے لوگ اگر غور کریں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوسکتی ہے کہ حبِ مرتضوی کے بغیر کسی حد تک علوم قرآنی پر تو دسترس حاصل ہوسکتی ہے مگر قرآن بطور ہدایت من میں نہیں اتر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مطلقاً فرمایا: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت، ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض، منافقت ہے۔
معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خصوصاً اس علم کا دروازہ ہیں جو ہدایت پر مبنی ہے، لہذا جس شخص کا قلب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت سے خالی ہو اس کا علم ہدایت سے محروم رہنا یقینی ہے۔
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت اور منقبت کے بے شمار گوشے ہیں، لیکن میں صرف ان ہی کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں سے ثابت ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثاروں کے کلام میں موجود ہو۔
سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی شان اور منقبت میں بے شمار مرفوع، موقوف اور مقطوع روایات موجود ہیں، ان تمام کا احاطہ کرنا تو ہمارے بس کی بات نہیں ہے، البتہ چندا۔ دیث، جن سے صراحتاً سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے، ان کو ہم ناظرین کے سامنے پیش کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب

ویسے تو ہر صحابی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار تھا، ہر صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب تھا، لیکن بعض ایسے خوش نصیب ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص تعلق اور محبت تھی، ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی بھی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تعلق تھا وہ بہت زیادہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہیں، جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "فضائل الصحابۃ" میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں:
"حضرت عبدالرحمن ابی لیلی فرماتے ہیں: میرے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو جاگتے تھے، (وہ فرماتے ہیں کہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے پہنتے تھے او رگرمیوں میں سردیوں کے کپڑے پہنتے تھے، تو ان کے والد سے کہا گیا کہ اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیتے اس عمل کے بارے میں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا، (اصل وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن میری طرف پیغام بھیجا، اس حال میں کہ میری آنکھ دکھ رہی تھی، میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ پر اپنا لعاب (مبارک) لگایا، پھر فرمایا: اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔ اس کے بعد میں نے گرمی اور سردی کو محسوس نہیں کیا، فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسے

آدمی کو بھیجوں گا جس سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور میدان سے فرار نہیں ہوگا۔ (راوی) نے فرمایا کہ اس کے بعد لوگ دیکھنے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا۔ (فضائل الصحابۃ: حدیث نمبر ۹۵۰)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کو کتنی محبت تھی اس کو حبر الامہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ یوں بیان فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبل (متوفی: ۲۴۱ھ) اپنی کتاب "فضائل الصحابۃ" میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے مجھ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا: آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) دنیا اور آخرت میں سردار ہیں، جو آپ سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے (آپ ﷺ سے) محبت کی اور آپ کا دوست اللہ کا دوست ہے اور آپ کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، ہلاکت ہے اس کے لیے جو میرے بعد آپ سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھے۔ (فضائل الصحابۃ: ج ۲، ص ۶۴۲، حدیث نمبر ۱۰۹۲)۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کتنی محبت تھی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی دلیل ہے، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ "فضائل الصحابۃ" میں نقل کیا ہے۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال إنما كنا نعرف منافقي الأنصار ببغضهم علياً"

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم منافقین کو بغض علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پہچانتے تھے۔ یعنی جس کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بغض ہوتا تھا تو ہم یقین کر لیتے تھے کہ یہ آدمی منافق ہے، کیوں کہ محبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان کی علامت میں سے ایک ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے تو صرف مدینہ کے حالات کو بیان کیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے مطلقاً اس بات کو بیان کیا ہے، جیسا کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۲۳۵ھ) اپنی کتاب "المصنف" میں حضرت خالد بن مخلد کے طریق سے روایت کرتے ہیں:

"عن ام سلمة قالت سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "لايبغض علياً مؤمن، ولايحبه منافق" (المصنف: حدیث نمبر ۳۲۷۷۷)

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہر مومن محبت کرے گا اور

ران سے ہر منافق بغض رکھے گا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب

لفظ صدیق کا معنی ہے سچا، اس لحاظ سے تو ہر صحابی رضی اللہ عنہ ہی صدیق ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی سچائی کا پیکر ہے، ہر صحابی سچائی کا علم بردار ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بطور خاص یہ لقب تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کا ہے، لیکن بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق کا لقب عطا کیا ہے، ان خوش نصیبوں میں سے ایک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بھی ہے کہ ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق کا لقب عطا کیا ہے۔ جیسا کہ امام ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۵۷۱ھ) اپنی کتاب "تاریخ دمشق" میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں، جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیق تین ہیں: ایک حبیب النجار، جو کہ آل یس کا مومن تھا، دوسرا حزقیل، جو کہ آل فرعون کا مومن تھا، تیسرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ ان تینوں سے اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ موصوف رقم طراز ہیں:

"عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن أبی لیلیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مؤمن آل یس قال یاقوم اتبعوا المرسلین، وحزقیل مؤمن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلاً أن یقول ربی اللہ، وعلی بن أبی طالب "(تاریخ دمشق)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق تین ہیں۔ حبیب نجار آل یسین کا مومن، انہوں نے کہا تھا "اے لوگو! رسولوں کی اتباع کرو" اور حزقیل آل فرعون کا مومن جس نے کہا تھا کہ کیا تم ایسے شخص جو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

جس انسان نے بھی ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اس کی ایمان پر موت آئی ہو اس کو صحابی کہتے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے خالق لم یزل نے اپنی رضا کا اعلان کیا

ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ان کا جنتی ہونا متحقق ہے، لیکن ان مقدس ہستیوں میں بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں جن کو لسان نبوت نے صراحتاً دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بھی ہے، اسی طرح اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں، جن کو فرداً فرداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری دی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ جس طرح عشرہ مبشرہ میں ہیں اسی طرح ان کو فرداً فرداً بھی جنت کی خوش خبری دی گئی اور اُن کو جو انعام ملنے تھے، ان میں سے ایک کا، امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "المصنف" میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات کی طرف نکلے، پس ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ باغ کتنا اچھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! جنت میں تمہارا باغ اس سے بھی اچھا ہے، یہاں تک کہ سات باغات پر سے گزر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر باغ کے متعلق فرماتے تھے کہ: یا رسول اللہ! یہ باغ کتنا اچھا ہے! اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ جنت میں آپ کا باغ اس سے بھی اچھا ہے۔

(المصنف: حدیث نمبر ۳۲۷۷۴)

حدیث میں صراحتاً صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری دی ہے، جس کو امام ابو شیبہ نے "المصنف" میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "علی فی الجنة'' (المصنف: حدیث نمبر ۳۲۷۹۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

ولادت سے شہادت تک کے خاص واقعات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے ایک روایت کے مطابق اندرون خانہ کعبہ چھٹی صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔صغرسنی میں بعض وجوہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آگئے اور دربار نبوت سے آخر تک جڑے رہے۔ دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بتوں کی پوجا کبھی نہیں کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ سے پہلے کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی۔ابتدائی عمر سے ہی حضور سے از حد زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب کوہ صفا پر چڑھ کر حضور نے اعلان نبوت کیا تو آپ کی آواز پر کسی نے بھی کان نہیں دھرا، مگر حضرت علی جو اس وقت عمر میں صرف ۱۵/ سال کے تھے، کہا: "گو کہ میں عمر میں چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم آپ کا دست و بازو بنوں گا۔جس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی آپ اپنی جان کی بازی لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر پوری رات لیٹے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے نکل گئے۔ اس کے تین دن بعد خود بھی حضور سے جا ملے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مظاہرہ کیا اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ کی زندگی کا اہم باب ہے۔ سوائے ایک جنگ کے آپ نے ہر جنگ میں شرکت کی اور داد شجاعت دیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور اہل بیت کی حفاظت ونگرانی کے لیے مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تو اس کا آپ کو بہت قلق ہوا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے اعزاز کو بلند کیا کہ "علی تم اسے پسند نہیں کرتے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مقام اور درجہ ہو جو ہارون عزوجل تعالیٰ کا موسیٰ عزوجل تعالیٰ کے نزدیک تھا۔ حضرت علی کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اہم اور مشکل ترین امور کی انجام دہی کے لیے حضرت علی کو مامور فرماتے۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے، دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر لحاظ سے حضور کی فرماں برداری اور اطاعت کرتے رہے۔ اسی جاں نثاری کو دیکھ کر حضور نے غدیر خم کے خطبہ میں فرمایا کہ: "جو علی کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے اور جو علی کا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ سوم کے زمانے تک میں بھی اہم کارنامے اور خدمات انجام دیں اور جنگی معرکے سر کیے۔ اور جب خود خلیفہ بنے تو باوجود پورے ملک میں بدامنی اور خلفشاری کے حالات پر قابو پائے،

مگر دشمنوں نے آپ کو زیادہ دن حکومت کرنے نہیں دیا اور آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔ کل ۴/سال نو مہینے حکومت کر سکے۔ آپ کی تعلیمات، خطبات، وصایا، انشا پردازی اور اخلاقی اقدار کا شاہکار مجموعہ نہج البلاغہ ہے، جسے شریف رضی نے جمع کیا ہے۔ پیش نظر مضمون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اہم اخلاقی قدروں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انسانوں کے لیے مینارۂ نور ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا اثر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ آپ خلق خدا کو ادب واحترام اور اخلاقی اقدار وتہذیب کی تعلیم دیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا:

"انا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

(میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی اس خوبی کو قرآن کریم میں اس انداز میں بیان کیا ہے:

"انک لعلی خلق عظیم"

(اے نبی! آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں)

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دار فانی سے رخصت فرما گئے، تو کچھ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ کا اخلاق کیسا تھا، تو انھوں نے جواب دیا: "کان خلقه القرآن" یعنی جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق تھا۔ اسی پس منظر میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے اخلاق وکردار اور ان کی تعلیمات کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔ چوں کہ آپ درِ رسالت سے ابتدائی عمر سے آخر تک جڑے رہے، اس لیے ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے جو طرز عمل اور اخلاق وکردار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں نافذ کیا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلق، ایک عمر کی رفاقت اور روز مرہ کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کی وجہ سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کے مزاج افتادِ طبع سے اور ذات نبوی کی خاص صفات وکمالات سے گہری مناسبت ہوگئی تھی، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا تھا، وہ آپ کے میلان طبع اور مزاج کے رخ کو بہت باریک بینی اور چھوٹی بڑی باتوں کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے، جن کا آپ کے رجحان پر اثر

پڑتا ہے، یہی نہیں بلکہ سید نا علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے بیان کرنے اور ایک ایک گوشہ
کو اجاگر کر کے بتانے میں مہارت تھی، آپ نے رسول ﷺ کے اخلاق و رجحان اور
طریق تامل کو بہت ہی بلیغ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔"

اخلاق فاضلانہ کی اعلیٰ مثال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اخلاق اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے وقت ان عوامل کو بھی اذہان و قلوب میں مستحضر کرنا چاہئے کہ جن کی وجہ سے آپ اپنے اصحاب میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ باوجود خانگی ذمہ داریوں کے حب نبی میں سرشار اور حضور اکرم ﷺ کی راحت رسانی کے لیے ہر وقت بے چین اور مضطرب نظر آتے ہیں۔ اپنے گھر فاقہ ہے مگر حضور اکرم ﷺ کو اس حالت میں دیکھنا ایک پل کے لیے گوارہ نہیں۔ یہاں تک کہ محنت و مشقت اور مزدوری کر کے حضورِ اکرم ﷺ کی راحت رسانی کا انتظام فرماتے۔

ابن عساکر کی روایت ہے:

"ایک روز رسول اللہ ﷺ کے گھر میں فاقہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو وہ مزدوری کی تلاش میں نکل گئے، تاکہ اتنی مزدوری مل جائے کہ رسول خدا کی ضرورت پوری ہوجائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اور اس کے باغ کی سینچائی کا کام اپنے ذمہ لیا، مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اجرت ایک کھجور، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سترہ ڈول کھینچے۔ یہودی نے انہیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجور چاہیں لے لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سترہ عجوہ لیے اور رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔ فرمایا: یہ کہاں سے لائے؟، عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج گھر میں فاقہ ہے اس لیے مزدوری کے لیے نکل گیا تاکہ کچھ کھانے کا سامان کرسکوں۔ رسول نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اس پر آمادہ کیا تھا۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں جس پر افلاس اس تیزی سے آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کیلئے ایک چھتری بنالے، یعنی حفاظت کا سامان کرلے۔"

اندرون خانہ اخلاق وکردار کا مظاہرہ

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کی مثال گاڑی کے اس پہیے کی طرح ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو تھوڑی دیر کے لیے اسے گھسیٹا تو جا سکتا ہے مگر چلایا نہیں جا سکتا۔ ازدواجی زندگی کے لیے ضروری ہے کہ دونوں میں میل جول ہو، دونوں ایک دوسرے کی محبت میں سرشار ہوں اور دونوں ایک دوسرے کی ضروریات وحقوق کا پاس کرتے ہوں۔ تب ہی دونوں کی زندگی آرام وسکون سے بسر ہو سکتی ہے۔ آج کے معاشرہ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں کتنی بے چینی اور خلفشاری ہے، بالخصوص ماڈرن طبقہ میں تو دونوں ایک دوسرے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے اور مغرب میں تو یہ چیز فیشن بن گئی ہے، جس کے نتیجہ میں خرابیاں ہی خرابیاں نظر آتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاق وکردار کا مطالعہ کریں اور اس پر عمل کریں، جو مشعل راہ ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود غربت و افلاس کے اپنی زوجہ محترمہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی راحت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ خود بھوکے رہ جاتے مگر اپنی اہلیہ کے خورد ونوش کا انتظام فرماتے۔ یہاں تک ان کی راحت رسانی کے لیے اپنے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حسین کو بھی ان سے دن بھر کے لیے جدا کر دیتے تاکہ بچے کی محبت سے ماں کی نیند متاثر نہ ہو سکے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ:

> ”حضرت فاطمہ نے بتایا کہ ایک روز رسول خدا ان کے گھر آئے اور فرمایا میرے بچے کہاں ہیں؟ (یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) فاطمہ نے کہا: آج ہم لوگ صبح اٹھے تو گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی چکھ سکے۔ ان کے والد نے کہا: میں ان دونوں کو لیکر باہر جاتا ہوں اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور تمہارے پاس کچھ ہے نہیں کہ کھلا کر خاموش کرو۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں۔ رسول وہاں تشریف لے گئے، دیکھا یہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کھجور ہے۔ رسول نے فرمایا: علی اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج صبح سے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، تو اگر آپ یا رسول اللہ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لیے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، یہاں تک کہ فاطمہ کے لیے کچھ بچے کھچے کھجور جمع ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لیے۔“

بڑے اور چھوٹے کا دائرہ کار

ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں بڑے اور چھوٹے کا ادب و احترام اور شفقت و ہمدردی ازحد ضروری ہے۔ ایک باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے بچوں کے ساتھ ہی اچھا برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ شفقت و ہمدردی سے پیش آئے اس کی دلجوئی اور اس کے کھیل کود، سیر و تفریح کے مواقع بھی فراہم کرے بلکہ سماج کے اور دوسرے بچوں کے بھی اس کے دل میں محبت و ہمدردی ہونی چاہیے۔ اور اس کے برعکس چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ ادب و احترام کا مظاہرہ کریں۔ دراصل ایک گونہ ذمہ داری بڑوں کی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کی زندگی بنانے اور سنوارنے پر متوجہ ہوں۔ اس کو اچھی تعلیم دیں اور اس کی عمدہ سے عمدہ تربیت کریں لغویات سے بچائے رکھیں اور یہ تمام خوبیاں جو سراسر اخلاق پر مبنی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے حق میں بہت شفیق تھے، ان سے ہنسی کھیل کرتے، اور ان کی دل جوئی کرتے، ٹھیک یہی طرز عمل آپ کا تھا۔ اور ایسے لوگوں کو پسند کرتے جو بچوں کی دلجوئی اور دل بستگی کی باتیں کرتے تھے، اور ان کے سامنے وہی بات اور کام کرتے جس کا مثبت اثر بچوں کی ذات پر پڑے۔ یہاں تک کہ اپنے اقوال حکیمانہ سے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے:

> "باپ کا بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر حق ہے۔ باپ کا حق یہ ہے کہ بیٹا ہر حال میں اس کی اطاعت کرے، الا یہ کہ باپ کسی معصیت کی بات کا حکم دے، اس میں اس کا اتباع نہ کیا جائے، اور باپ پر بیٹے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اچھی تربیت کرے اور قرآن پڑھائے۔"

آج ہمارے معاشرہ میں باپ اور بیٹے دونوں کو ایک دوسرے سے شکایت ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور بعضے وقت صورت حال بہت خراب ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم نے اس اخلاقی تعلیمات کو سرے سے بھلا رکھا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور باغبان درخت کو بنانے اور سنوارنے میں کتنی محنت اور جاں فشانی کرتا ہے ہم اور آپ بھی جانتے ہیں۔ آج ہم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے رجوع کرتے ہیں مغربی طریقہ تعلیم کی طرف اور قرآن جو سراپا ہدایت ہے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے۔

حقوق النسا

اسلام نے ہر حال میں عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ جنگ ہو یا امن کی حالت میں، گھر میں ہو یا کسی دینی محفل میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کے شواہد قرآن وحدیث میں موجود و محفوظ ہیں۔ یہاں تک کہ "نہج البلاغہ" جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیمات اور خطبات کا مجموعہ ہے اس میں بھی کئی مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے لشکروں کو رموز جنگ و حرب بتائے اس میں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہر حال میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا:

"لڑائی میں تم پہل نہ کرو، دشمن کو پہل کرنے دو، اس لیے کہ تم بحمد اللہ حق وحمایت پر استوار ہو، ان کے حملے سے پہلے تمہارا حملہ نہ کرنا ان پر تمہاری طرف سے ایک اور حجت ہو جائے گا، اگر بحکم خدا دشمن کو شکست ہو تو نہ بھاگنے والے کو قتل کرنا، نہ ہتھیار ڈال دینے والے کو، نہ کسی زخمی کو مارنا، نہ کسی عورت کو ستانا اگرچہ وہ تمہیں گالیاں دیں اور تمہارے افسروں کو کوسیں، عورتیں کمزور ہوتی ہیں اپنے جسم میں بھی نفس میں بھی۔ ہمیں عورتوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا، حالاں کہ وہ مشرکین تھیں۔ جاہلیت میں بھی اگر کوئی آدمی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے مار دیتا تھا تو خود بھی رسوا ہو جاتا تھا اور اس کی نسلوں کو بھی نام دھرا جاتا تھا۔"

احترام مسلم

آپ نے زمام حکومت سنبھالتے ہی اس بات پر زور دیا کہ ہر حال میں مسلمانوں کا احترام کیا جائے اور ان کے خون کا ضیاع نہ ہو۔ حالاں کہ جس خلفشاری اور بے چینی کے عالم میں آپ مسند خلافت پر آراستہ ہوئے اس کا تقاضا تھا کہ ہر طرف جنگ وجدال کا بازار گرم ہو جائے، مگر آپ نے بڑے ہی دور اندیشی اور غیر اندیشی سے کام لیکر حالت پر کسی حد تک قابو پایا اور اخلاق و کردار کا جو مظاہرہ آپ نے اس حالت میں کیا وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ آپ نے اپنے ابتدائی خطبہ میں جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خطاب کیا اس میں اخلاقی قدروں کی جلوہ نمائی ہے جو دل کی زبانی ہے۔ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے، جو خیر و شر کو وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے، لہٰذا

خیر کو اختیار کیجئے اور شر سے کنارہ کش رہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے، ان میں سب سے فائق حرمت مسلمان کی ہے۔ توحید واخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو اللہ نے مضبوطی سے مربوط کر دیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں، الا یہ کہ دین واحکام شریعت ہی کا تقاضا ہو کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور اس پر قانون شرعی جاری کیا جائے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے، الا یہ کہ ایسا کرنا واجب ہو، عوام وخواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عُجلت سے کام لیجیے، لوگ آپ کے سامنے ہیں اور پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھ رہی ہے، اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھیے کہ منزل تک پہنچ سکیں، آخرت کی زندگی لوگوں کی منتظر ہے، خدا کے بندوں اور ان کی سرزمین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہیے، بہائم اور زمین کے بارے میں بھی (قیامت میں) آپ سے سوال ہوگا، پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت کیجیے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچئے، اگر آپ خیر کا کام دیکھیں اس کو اختیار کریں اور اگر شر دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں:

"وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" (الانفال)

(اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔)

ارکان سلطنت کی حکم عدولی

حضرت علی نے ارکان سلطنت اور رعایا کی ان کمزوریوں اور حکم عدولیوں کا بھی احتساب کیا ہے جو اولی الامر کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور مسلسل حکم عدولی کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے سلطنت کے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مگر آپ یہاں بھی اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھتے ہیں اور مشیران سلطنت کو بڑے ہی لطیف پیرائے میں نصیحت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال و افعال سے سلطنت کے لیے مسائل ومشکلات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی حکومت میں جو خلفشار پیدا ہوا وہ آپ کا حد سے زیادہ امرا اور ارکان سلطنت کے

ساتھ نرمی و ملاطفت کا معاملہ رہا۔ اور اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو ہمیشہ معاف اور نظر انداز کرتے رہے، مگر آپ نے اسے بھی اپنے لیے ایک آزمائش ہی سمجھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

"میری ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش ہو رہی ہے جو اطاعت نہیں کرتے؛ جب انہیں حکم دیتا ہوں اور جواب نہیں دیتے جب پکارتا ہوں، تمہارا باپ مرجائے تمہیں اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس بات کا انتظار ہے؟ کیا دین تمہیں اکٹھا نہیں کرتا اور کیا حمیت تمہیں نہیں کھینچتی؟ میں تمہارے اندر کھڑے ہو کر پکارتا ہوں اور تمہیں مدد کے لیے بلاتا ہوں مگر تم میری بات نہیں سنتے اور نہ میرا حکم مانتے ہو۔"

دنیا سے بے رغبتی

آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی بڑا ہی تابناک ہے کہ ان کے اندر دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی کی موجیں ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔ انھوں نے پوری زندگی اس سادگی سے گزاری اور بسر کی کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔ آپ کی سادگی، نفس کشی اور دنیا سے بے رغبتی کا اندازہ کرنے کے لیے زید بن وہب کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں:

"ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے اس حال میں نکلے کہ ایک تہہ بند باندھے ہوئے تھے اور ایک چادر سے جسم ڈھکے ہوئے تھے، تہ بند کو کپڑے کے ایک چیتھڑے سے (کمر بند کی جگہ) باندھ رکھا تھا، ان سے کہا گیا آپ اس لباس میں کس طرح رہتے ہیں، تو فرمایا: یہ لباس اس لیے پسند کرتا ہوں کہ یہ نمائش سے بہت دور اور نماز میں عافیت دہ ہے اور مومن کی سنت ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے جسے ابوعبیدہ نے عنترہ سے سنا ہے:

"میں خورنق میں علی ابن ابی طالب کے پاس گیا، وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے، میں نے کہا امیر المومنین! اللہ نے آپ اور آپ کے افراد خانہ کے لیے اس مال میں حصہ رکھا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں۔ فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے جس کو میں اپنے گھر سے لیکر نکلا تھا۔"

بیت المال کی رقم سے احتراز

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے کہ حاکم وقت اپنی ذات پر اور اہل و عیال پر کس قدر بے جا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنی رعیت کا بالکل ہی خیال نہیں کرتے اور گویا کہ پوری زندگی عیش کوشی اور لہو ولعب میں بسر ہوتی ہے۔ بس آخری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح اعلیٰ منصب کو حاصل کیا جائے اور جب اس میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو خوف خدا ان کے دل سے نکل جاتا اور وہ ہر طرح کے اخلاقی جرائم اور گناہ میں ملوث ہوجاتے۔ ایسے افراد کے لیے یہ کہا جائے کہ وہ حضرت علی کا اخلاق و کردار اپنے اندر نافذ کریں اور ان کے طریقہ حکومت پر عمل کریں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دور خلافت میں ایک حبہ بھی بیت المال کا اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا، بلکہ بعض لوگوں نے ان کو ہدایا دیئے اسے بھی خلق خدا کی امانت سمجھ کر بیت المال میں جمع کر دیا۔ آپ نے بیت المال کی رقم کی اس طرح حفاظت کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کو ایک صاحب نے ہدیہ دیا اور وہ ہدیہ کیا تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں مگر اس کو بھی بیت المال میں پہنچادیا۔ آپ نے ایک خطبہ میں صراحت کی ہے:

> "لوگو! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تمہارے مال سے نہ تھوڑا لیا، نہ بہت سوائے اس شے کے، اور جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دکھائی، جس میں عطر یا کوئی خوشبو تھی، حضرت علی نے کہا مجھے ایک دہقان نے یہ ہدیہ دیا ہے۔ پھر وہ بیت المال تشریف لے گئے اور کہا یہ لو۔ (وہ شیشی بیت المال میں جمع کردی) اور یہ شعر پڑھنے لگے:

"افلح من کانت لہ قوصرۃ   یأکل منہا کل یوم تمرۃ"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قاضی شریح کی عدالت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ اسی جنگ میں گم ہوگئی اور اسے ایک یہودی کے ہاتھ میں دیکھی گئی، یہاں تک کہ یہ معاملہ قاضی شریح کی عدالت میں پہنچا، قاضی نے امیر المومنین سے گواہ طلب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور غلام قنبر کو گواہی کے لیے پیش کیا مگر قاضی نے دونوں کی گواہی کو رد کرتے ہوئے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔

اس واقعہ سے جو درس ملتا ہے وہ اسلامی تعلیم کا شاہکار ہے جو حضرت علی ☐ کے ذریعہ ظہور ہوا۔ وہ خود قاضی کے پاس آئے اور ان کے فیصلہ پر عمل کیا جو اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سے متاثر ہو کر یہودی نے نہ صرف زرہ واپس کر دی بلکہ کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا، مگر پھر حضرت علی نے زرہ اسے واپس کر دی اور یہ شخص ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا اور صفین کے موقع پر شہید ہوا۔

اشاعت دین میں اخلاقی تعلیمات کی جلوہ گری

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام خلیفۃ المسلمین ہیں، رعایا کی خبر گیری اور ان کی راحت رسانی میں ہمہ وقت مصروف ہیں، مگر ان کا دل ہر وقت اس کے لیے مضطرب ہے کہ کسی طرح سے ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة اور كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله کی تعلیمات پر عمل ہو سکے۔ آپ نے اس فریضہ کی انجام دہی میں تلوار اور قتل و خوں ریزی کو جائز و بہتر نہیں سمجھا بلکہ آپ نے اپنے اخلاق اور مواعظ حسنہ کو ہی اولیت کا مقام دیا، جس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

> "حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کوئی انتظامی امور کے حاکم اعلیٰ یا اس طرح کے عرفی خلیفہ نہیں تھے، جیسے اموی و عباسی خلیفہ تھے، بلکہ وہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے انداز و نہج کے خلیفۃ المسلمین تھے۔ مسلمانوں کے حقیقی معنوں میں ولی الامر، معلم، مربی اور عملی مثال قائم کرنے والے اخلاقی و دینی امور کی نگرانی اور احتساب کرنے والے تھے، لوگوں کے رجحانات و خیالات و تصرفات پر نظر رکھتے کہ وہ کس حد تک اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ہیں، اور کہاں تک اس اسوہ سے دور اور منحرف اور کس حد تک انھوں نے مغلوب اقوام اور مفتوحہ علاقوں کی تہذیب و تمدن کا اثر قبول کیا ہے، آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ ان کو نصیحتیں فرماتے، دین کے مسائل بتاتے اور دین کا فہم ان کے اندر پیدا کرتے۔ ان کو بتاتے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے کیا چاہتا ہے، اور کن باتوں کو پسند فرماتا ہے۔ آپ مسجد میں بیٹھتے، لوگ آپ کے پاس آیا کرتے، اپنے معاملات میں مشورہ لیتے، کوئی دینی مسئلہ پوچھتا تو اس کو بتاتے، دنیاوی امور میں صلاح و مشورہ دیتے، بازاروں میں چلتے پھرتے کاروباری لوگوں کی نگرانی کرتے کہ کس طرح خرید و فروخت کرتے ہیں، انکو نصیحت فرماتے اور کہتے: "اللہ سے ڈرو اور ناپ تول کا پورا لحاظ رکھو، لوگوں کا حق نہ مارو۔"

قاتل کے ساتھ اخلاق عالیہ کا مظاہرہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ دشمن کے زد سے محفوظ نہ رہ سکے، یہاں تک کہ ابن ملجم نے زہر پلائی ہوئی تلوار سے آپ پر ایسی ضرب لگائی کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ مگر مرنے سے قبل ہی ملجم کو گرفتار کرلیا گیا، اور آپ کے سامنے حاضر کیا گیا، اس کی شکل وصورت کو دیکھتے ہی آپ نے حکم دیا کہ مقتول سے پہلے قاتل کی پیاس بجھائی جائے۔ اس جملے میں کتنی معنویت اور اخلاقی تعلیمات مضمر ہیں۔ یعنی کہ آپ کو بھی پیاس کی شدت تڑپا رہی ہے مگر حکم دیتے ہیں کہ پہلے میرے قاتل کی پیاس بجھائی جائے، آپ کے اس اخلاق سے ملجم بہت شرمندہ ہوا، اس کے بعد ابن ملجم کے حق میں اپنے بیٹے کو وصیت کی وہ حضرت علی کے اخلاق کی اعلیٰ سے اعلیٰ مثال ہے اور یہ صرف ان ہی کے لیے زیب دیتا ہے کہ آپ اپنے فرزند کو وصیت کرتے ہیں:

- "اے عبدالمطلب کے فرزندو! مسلمانوں کا بے تکلف خون نہ بہانا، تم کہو گے کہ امیرالمومنین قتل کردیئے گئے، مگر خبردار سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا، دیکھو اگر میں اس وار سے مرجاتا ہوں تو اس پر بھی ایک ہی وار کرنا، اس کا مثلہ نہ کرنا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: خبردار کسی ذی روح کو مار کر اس کا مثلہ نہ کیا جائے خواہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

بلکہ آپ نے اس بات پر بھی زور دیا:

"اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، اگر زندہ رہا تو سوچوں گا، معاف کروں یا قصاص لوں اور اگر مرجاؤں تو ایک جان کا بدلہ ایک ہی جان لیا جائے، اس کا مثلہ ہرگز نہ کیا جائے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاق وکردار کے مختلف پہلو اور اس کا اثر

اس سے پہلے کہ ہم نہج البلاغہ کے اقتباس کی روشنی میں حضرت علی کے افعال وکردار اور ان کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پیش کریں ضروری ہے کہ حضرت علی کے معاصر ضرار بن مضر نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اصرار پر مندرجہ ذیل تاثر بیان کیا اور ان کے انتقال کو مسلمانوں کے لیے ایک خطرہ قرار دیا اور ان کی حیات مسلمانوں کے لیے نعمت عظمیٰ بتاتے ہوئے ان کے اخلاق وکردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے بیان کیا:

"ان کی نظر انتہائی دور رس تھی، ان کے قویٰ انتہائی مضبوط تھے، بات دوٹوک اور صاف کہتے اور فیصلے پورے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، ان کی شخصیت سے علم کے چشمے ابلتے تھے، دنیا اور دنیا کی دل آویزیوں سے متوحش رہتے، رات اور اس کی تاریکی سے دل لگاتے تھے، خدا گواہ ہے کہ (راتوں کو عبادت میں) ان کے آنسو تھمتے نہ تھے، دیر دیر تک فکرمند اور سوچتے رہتے، اپنے کف دست کو الٹتے پلٹتے اور اپنے آپ باتیں کرتے، موٹا جھوٹا پہنتے، روکا سوکھا کھاتے، بخدا بالکل اپنے ہی ساتھیوں اور بے تکلف لوگوں کی طرح رہتے، جب کچھ پوچھا جاتا جواب دیتے، جب ان کے پاس جاتے تو خود بڑھ کر باتیں شروع کرتے، جب بلاتے تو حسب وعدہ آجاتے، لیکن ہم لوگوں کو (باوجود اس قربت اور رفاقت اور ان کی سادگی کے ان کا رعب ایسا تھا کہ) ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی گفتگو چھیڑتے، اگر وہ مسکراتے تو آپ کے دندان ایسے نظر آتے جیسے سفید موتیوں کی لڑی ہو، دینداروں کی توقیر کرتے، مساکین سے محبت کرتے کسی طاقتور انسان کی یہ جراءت نہ تھی کہ ان سے باطل کی تائید میں توقع رکھتا اور کوئی کمزور ان کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے، تارے ڈوبنے لگے ہیں اور علی محراب مسجد میں اپنی داڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے شخص کی طرح رو رہے ہیں اور اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہو، مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہے، اور وہ کہہ رہے ہیں:

"اے دنیا کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، جس کے بعد تیری طرف رجعت کی گنجائش ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیری دی ہوئی کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے آلودہ، آہ! زاد راہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کس درجہ سنسان ہے۔"

اس تاثر کو روایت کرنے والے ابوصالح ہیں کہتے ہیں:

"یہ سن کر حضرت معاویہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کے قطرے ان کی داڑھی پر گرنے لگے، اپنی آستین سے وہ آنسو پونچھتے، اور رونے سے آواز حلق میں گھٹنے لگی، پھر حضرت معاویہ ﷺ نے کہا: اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے، واقعی ان کا یہی حال تھا، ضرار تم اپنا حال کہو ان کی جدائی سے کیا محسوس کرتے ہو؟ کہا: مجھے ایسا غم ہے جیسا اس عورت کو ہوگا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو، اور نہ اس کے آنسو تھمتے ہوں، نہ غم ہلکا ہوتا ہو۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح مرحمت فرمائے گا لوگ تمام رات اسی حسرت میں رہے کہ دیکھیے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسے مرحمت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا انہیں بلا لاؤ پس انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس وقت تک لڑوں جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ فرمایا: خاموشی کے ساتھ جاؤ اور جب تم ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور انہیں بتایا پس خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کے ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھنے کے باعث حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فوج میں شامل نہیں ہونے دیا اور انہیں پیچھے رہنے دیا۔ انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر رہ گیا ہوں پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نکل کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مرحمت فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح یہ جھنڈا میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا یا ایسے شخص کے سپرد کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دوست رکھتے ہیں یا یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح سے نوازے گا۔ اچانک ہماری ملاقات حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم سے ہوئی حالانکہ ان کی آنے کی کوئی امید نہ تھی پس رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا
اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

وادی خیبر

مدینہ سے چند منزل دور خیبر عہد نبوی کا اسرائیل بن چکا تھا۔ مدینہ سے نکالے گئے یہودی بھی وہیں آباد
ہو گئے تھے سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے، عرب قبائل سے جوڑ توڑ کر کے انہیں
مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے اور بیس (۲۰) ہزار تجربہ کار جنگ
جو جن کے پاس وافر مقدار میں سامان رسد وحرب موجود تھا۔ یہودیوں کو اپنے قلعوں کی مضبوطی اور جنگی ساز وسامان
پر مکمل ناز و بھروسہ تھا۔ وہ اپنے حلیف عرب قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی منصوبہ بندی میں لگے
ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے عزائم اور تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ سولہ سو جانثاروں
کے ہمراہ اچانک خیبر پہنچ گئے اور یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا محاصرہ بیس دن جاری رہا اللہ تعالیٰ نے
یہودیوں کے دلوں میں نفاق پیدا کردیا اور وہ متحد ہو کر نہ لڑ سکے۔ یکے بعد دیگرے ان کے پانچ قلعے فتح ہوگئے
مگر چھٹا قلعہ جسے قلعہ قموص کہتے تھے یہ بڑا مستحکم تھا اور اس کا سردار مرحب تھا جو عرب کے مشہور بہادروں میں شمار
ہوتا تھا۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قلعہ پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ مل سکی۔ فتح میں غیر معمولی تاخیر ہوتی دیکھ
کر ایک شام حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور
جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

متعدد سیرت نگاروں نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ مرحب، اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسی قلعہ
میں موجود تھا اور سید علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی جنگ اسی قلعہ کے دروازے کے سامنے ہوئی جس
کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھی دردِ شقیقہ کی تکلیف ہوتی تھی:
تکلیف ایک دو روز جاری رہتی تھی جب حضور خیبر میں تشریف لائے تو پھر اس دردِ شقیقہ کی تکلیف ہوگئی۔ جس کی
وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لاسکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا جنہوں نے ان
کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم

ﷺ کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بارگاہ رسالت میں صورت حال عرض کی گئی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ رَايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيْسَ بِفَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَأْخُذُهَا عَنْوَةً

کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا وہ شخص فرار نہیں ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن لیا، ان کی یہ رات پیچ وتاب کھاتے ہوئے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جاننے کے لئے از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا فرمائے گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو علی المرتضیٰ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خیبر میں حضور ﷺ کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اس روز جب حضور ﷺ نماز جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا۔ پھر پوچھا، علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس لئے یہاں موجود نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو بلانے کے لئے میں گیا۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ رحمت عالم ﷺ نے پوچھا علی! تمہیں کیا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک آجاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں میں نزدیک ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، پھر اپنا لعاب دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا گویا مجھے کبھی آشوب چشم کی تکلیف ہوئی نہ تھی۔ اس لعاب دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں پرچم عطا فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کون سے حقوق ان پر واجب الاداء ہوں گے۔ اے علی! بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رخصت ہو کر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور جا کر جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی آپ یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔

یہودیوں کی طرف سے قلعہ سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا اس نے آکر دعوت مبارزت دی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کا کام تمام کر دیا جو یہودی حارث کے ہمراہ تھے وہ بھاگ کر اپنے قلعہ میں واپس آ گئے۔ پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا اس کو عامر کہتے ہیں وہ مقابلہ کے لئے نکلا تو حضور ﷺ نے فرمایا اس پانچ گز کے کو تم دیکھ رہے ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابل ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر کئی وار کئے مگر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلیوں پر وار کیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی جہنم رسید کر کے اس کے ہتھیار اٹھا لئے پھر ایک اور یہودی نکلا جسے یاسر کہتے تھے۔

اس نے رجز یہ اشعار پڑھے کہ میں یہودیوں کے بڑے طاقتور اور بہادر سپاہیوں سے ہوں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو ہانکتا تھا اس کا مقابلہ کے لئے بھی شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے مگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ان شاء اللہ تیرا بیٹا اسے واصل جہنم کرے گا

اس میں کیا مجال کی تیرے بیٹے کا ایک بال بھی ٹیڑھا کر سکے۔

وہ جس کے فرق ناز پہ کج تھا شرف کا تاج
وہ بوتراب ، شمس وقمر سے جو لے خراج
وہ خلق واقتدار وسخاوت کا امتزاج
جس نے زمین پر رہ کے کیا آسمان پہ راج
سلطانی بہشت بریں کی نوید لی
اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے اس سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں۔ نیز فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مرحب اپنی تلوار لہراتا ہوا میدان میں نکلا اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمنی تھا اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح ہوں تجربہ کار بہادر ہوں جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔

اس کے مقابلہ میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں میں اسلحہ سے لیس ہوں بہادر ہوں خطرات میں کود جانے والا ہوں۔

ہر دو نے ایک دوسرے پر وار کئے مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی حضرت عامر رضی اللہ عنہ جھک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ آپ کی تلوار چھوٹی تھی وہ آپ کی گھٹنے کی ہڈی پر لگی جس کے باعث وہ شہید ہو گئے۔ مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آیا رجز یہ اشعار پڑھ کر مقابل کا مطالبہ کیا۔

جانتا ہے مجھ کو خیبر مرحب خیبر ہوں میں
ہوں سلاح آزمودہ کار اور بے ڈر ہوں میں
آ کے میدان میں حریفوں کو جھکا دیتا ہوں میں
جس گھڑی اس تیغ وبھالے کو ہلادیتا ہوں میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے خود میدان میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے میں ماپ کردوں گا۔

ماں نے رکھا نام میرا حیدر کرار ہے
اے یہودی آج اس میداں میں تیری ہار ہے
غور سے سن آج اے مرحب مٹادوں گا تجھے
آج اپنی تیغ کے جوہر دکھادوں گا تجھے

آپ نے ذوالفقار حیدری سے وار کیا جو مرحب کے سر پر لگا آپ کی تلوار اس کا فولادی خود کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں سے اترتی ہوئی سر کو کاٹ کر تن سے جدا کردیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر بحضور نبوی ﷺ لے کر حاضر ہوئے اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو عربی اشعار مرحب نے پڑھے تھے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کھل کر واضح ہوجائے۔

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اذا اللیوث اقبلت تلهب
واجمعت عن صولة المغلب
خلت حمای ابدالا تقرب
اطعن احیانا وحینا اضرب

سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، اسلحہ میں چھپا ہوا، فنونِ حرب کا ماہر اور شجاعت

ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ان کا جنتی ہونا متحقق ہے، لیکن ان مقدس ہستیوں میں بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں جن کو لسانِ نبوت نے صراحتاً دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری دی ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بھی ہے، اسی طرح اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں، جن کو فرداً فرداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری دی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ جس طرح عشرہ مبشرہ میں ہیں اسی طرح ان کو فرداً فرداً بھی جنت کی خوش خبری دی گئی اور اُن کو جو انعام ملنے تھے، ان میں سے ایک کا، امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "المصنف" میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات کی طرف نکلے، پس ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ باغ کتنا اچھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! جنت میں تمہارا باغ اس سے بھی اچھا ہے، یہاں تک کہ سات باغات پر سے گزر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر باغ کے متعلق فرماتے تھے کہ: یا رسول اللہ! یہ باغ کتنا اچھا ہے! اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ جنت میں آپ کا باغ اس سے بھی اچھا ہے۔

(المصنف: حدیث نمبر ۳۲۷۷۴)

حدیث میں صراحتاً صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری دی ہے، جس کو امام ابو شیبہ نے "المصنف" میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"عن سعید بن زید قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "علی فی الجنة" (المصنف: حدیث نمبر ۳۲۷۹۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

ولادت سے شہادت تک کے خاص واقعات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے ایک روایت کے مطابق اندرون خانہ کعبہ چھٹی صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں بعض وجوہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آ گئے اور دربار نبوت سے آخر تک جڑے رہے۔ دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بتوں کی پوجا کبھی نہیں کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ سے پہلے کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی۔ ابتدائی عمر سے ہی حضور سے از حد زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب کوہ صفا پر چڑھ کر حضور نے اعلان نبوت کیا تو آپ کی آواز پر کسی نے بھی کان نہیں دھرا، مگر حضرت علی جو اس وقت عمر میں صرف ۱۵ / سال کے تھے، کہا: "گو کہ میں عمر میں چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم آپ کا دست و بازو بنوں گا۔ جس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی آپ اپنی جان کی بازی لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر پوری رات لیٹے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے نکل گئے۔ اس کے تین دن بعد خود بھی حضور سے جا ملے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مظاہرہ کیا اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ کی زندگی کا اہم باب ہے۔ سوائے ایک جنگ کے آپ نے ہر جنگ میں شرکت کی اور داد شجاعت دیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور اہل بیت کی حفاظت و نگرانی کے لیے مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تو اس کا آپ کو بہت قلق ہوا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے اعزاز کو بلند کیا کہ "علی تم اسے پسند نہیں کرتے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مقام اور درجہ ہو جو ہارون عزوجل تعالیٰ کا موسیٰ عزوجل تعالیٰ کے نزدیک تھا۔ حضرت علی کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اہم اور مشکل ترین امور کی انجام دہی کے لیے حضرت علی کو مامور فرماتے۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے، دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر لحاظ سے حضور کی فرماں برداری اور اطاعت کرتے رہے۔ اسی جاں نثاری کو دیکھ کر حضور نے غدیر خم کے خطبہ میں فرمایا کہ: "جو علی کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے اور جو علی کا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ سوم کے زمانے تک میں بھی اہم کارنامے اور خدمات انجام دیں اور جنگی معرکے سر کیے۔ اور جب خود خلیفہ بنے تو باوجود پورے ملک میں بدامنی اور خلفشاری کے حالات پر قابو پائے،

رکھتا ہوں۔
وبہادر ہیں شہرت رکھتا ہوں۔
جب میدان جنگ میں شیروں جیسے بہادر آکر آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں تو اس وقت مرحب
کے حملے سے ہی بھاگتے ہیں۔ لوگ میرے خوف سے میرے قریب نہیں آتے کیونکہ میں کبھی تلوار اور
کبھی نیزہ کے ایک ہی وار سے ان کا کام تمام کر دیتا ہوں۔
اگر سارا جہاں بھی مغلوب ہوجائے تو میں پھر بھی غالب رہتا ہوں اور میرا مدمقابل خون
میں رنگین ہوجاتا ہے۔
اس کے علاوہ بھی مرحب نے اپنے میں سے اپنی خوب تعریف کی تھی خوب لاف زنی کی۔
مرحب کے رجزیہ اشعار سن کر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انا الذی سمتنی امی حیدر کلیث غابات کریہ المنظر

میں وہ ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے اور جنگل کے شیروں کی طرح بارعب
اور ہیبت ناک ہوں۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی اور ایمان طاقت

ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں سرکاری سطح پر افطاری کا انتظام فرمایا
اور انواع واقسام کے کھانے اور شربت تیار کئے۔ جب تمام لوگ آکر افطاری کرنے لگے تو ایک
شخص نے ایک بابا جی کو دیکھا کہ سادہ پانی کا پیالا پی کر کھجور کی خشک روٹی سے روزہ افطار کر رہے
ہیں۔ اور روٹی دانتوں سے توڑ نہ سکنے کی وجہ سے پیشانی پر پسینہ آگیا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا:
بابا جی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے افطاری کا اتنا وسیع انتظام کیا ہوا ہے اور آپ یہاں کس مشکل
میں پڑے ہوئے ہیں؟
کسی جاننے والے نے آگے بڑھ کر اس بابا جی کو بتایا کہ چپ ہوجا یہی تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور حیران ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا: کیا
آپ رضی اللہ عنہ نے ہی خیبر کا قلعہ توڑا تھا؟ یہودی پہلوان مرحب کا سر کاٹ ڈالا تھا؟
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، وہ میں ہی تھا۔ تو کہنا کیا چاہتا ہے؟

اس بابا جی نے کہا: میں صرف یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک طرف آپ ؓ نے خیبر کے قلعہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور یہودی پہلوان مرحب کا سر کاٹ دیا اور اب آپ ؓ خشک روٹی چبا رہے ہیں اور آپ ؓ کی پیشانی پر پسینہ آگیا ہے۔ تو آپ ؓ نے خیبر کا قلعہ کس طرح توڑا تھا اور یہودی پہلوان کو کس طرح قتل کیا تھا۔

آپ ؓ نے ارشاد فرمایا: جو تو دیکھ رہا ہے یہ میری اپنی جسمانی طاقت ہے اور وہ جو خیبر کے قلعہ کے دروازے کو توڑنا اور یہودی پہلوان کو فی النار کرنا وہ میرے ایمان کی طاقت ہے۔ خدا کی قسم میں نے خیبر کے دروازے کو جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑ پھینکا تھا بلکہ وہ ربانی طاقت تھی۔ (تفسیر کبیر، صفحہ ۴۸۰)

ادھر حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے ہاتھوں یہودیوں کا پہلوان جس پر انہیں گھمنڈ تھا مارا گیا ادھر یہودی مسلح ہو کر اسلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور دونوں طرف سے خوب بہادری کے جوہر دکھائے گئے، خوب تلواریں چلیں۔ اس قدر گھمسان کی لڑائی تھی اور پے در پے حملے ہو رہے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی ڈھال ہاتھ سے گر کر گم ہو گئی۔

جب لڑائی اپنے جوبن پر آگئی اور لڑائی کی چکی خوب گھومنے لگی تو سیدنا حیدر کرار ؓ نے قلعہ خیبر کا وزنی دروازہ اپنے ایک ہاتھ سے پکڑ کر ہلایا اور اکھاڑ کر قلعہ کی دیوار سے باہر رکھ دیا اور خیبر فتح ہو گیا۔ اور قلعہ کی بلندی پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ یوں خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

خیبر کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا ؓ نے خیبر کا قلعہ فتح کیا۔ جب قلعہ فتح ہو گیا، جنگ رک گئی مسلمان خیبر کے قلعہ پر مکمل قابض ہو گئے تو اس دروازے کو جسے حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے ایک ہاتھ سے اکھاڑ پھینکا تھا ستر افراد بھی نہ ہلا سکے۔ اور اس دروازے کو ہلانے والے حیران تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو کیسے اکھاڑا اور اکھاڑ کر قلعہ کی دیواروں سے الگ کر کے ایک طرف پھینک دیا۔

خیبر کے قلعہ کے دروازے کا وزن

شریف التواریخ میں اس دروازے کا وزن چھتیس ہزار من لکھا گیا ہے (واللہ اعلم)

کبھی مشکلوں سے جو پالا پڑا تو میں نے فقط یا علی کہہ دیا
تھکیں، تھک کے رستے میں ہی مر گئیں میری مشکلیں خود کشی کر گئیں

ہر ایک سانس ہے مشکلوں کی لڑی مدد میرے مولیٰ علی و نبی ﷺ
میری ہر مصیبت کا ہو خاتمہ بنام حجاب رخ فاطمہ رضی اللہ عنہا
علی بادشاہ اک نظر اس طرف تیرا منتظر ہے فقیر نجف
مہکتا رہے خواہشوں کا چمن بحق مقام امام حسن
عطا کر مرے دیدہ ودل کو چین بدست سخاوت بنام حسین
عجائب کا مظہر ہے تو یا علی بچانا مری آبرو یا علی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن قلعہ خیبر کا دروازہ پکڑ کر ہلایا تو سارا قلعہ ہلنے لگا۔

نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرحب کے بھائی کے نیزے کا وزن تین من تھا۔

نوٹ: یہاں من سے مراد سیر ہوسکتا ہے کیونکہ تین من نیزہ کو اٹھانا یہ ناممکن نہیں تو مشکل تر ضرور ہے۔

واضح رہے کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ طاقت کون سی تھی؟ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ظاہری طاقت نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی طاقت تھی اور اسی طاقت کے متعلق علامہ اقبال کا فرمانا ہے:

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی

قلعہ ناعم والوں نے جب ہتھیار سجا لئے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ایک یہودی کے سیاہ فام غلام نے اپنے مالک سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ کہتا ہے میں نبی ہوں۔ یہودیوں کی زبان سے نبی کریم ﷺ کا سن کر اس حبشی غلام نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر نکل آیا مسلمانوں نے اسے گرفتار کرلیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنے ریوڑ کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس سے گفتگو کی اس نے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے کہا اگر میں یہ شہادت دے دوں تو مجھے کیا ملے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو ایمان لے آتا ہے تو تجھے جنت ملے گی۔ پس وہ سیاہ فام یہودیوں کا غلام مسلمان ہوگیا۔

اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے جس کا چہرہ خوبصوت نہیں ہے جس سے بدبو آتی ہے میرے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے اگر میں یہودیوں سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو کیا میں جنت جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ضرور تو جنت جائے گا۔

وہ سیاہ فام غلام عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میرے مالکوں کی بکریاں ہیں یہ ان کی امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ اور اپنے مالکوں کی طرف ہانک کر انہیں کنکریاں مار کر بھگا دو تمہاری طرف سے ان کی امانت ادا ہوجائے گی اس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بکریاں اکٹھی ہوگئیں اور اپنے مالکوں کیطرف دوڑ پڑیں ہر بکری اپنے اپنے مالک تک پہنچ گئی مگر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دیانت داری سن کر بڑا متعجب ہوا۔

وہ سیاہ فام غلام میدان جنگ میں گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کر دیا جس پر اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہوگیا۔ یوں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کے بعد ایک سجدہ بھی نہیں کیا مگر جام شہادت نوش کر کے جنت کی ابدی نعمت حاصل کرگیا۔ مسلمان اسے اٹھا کر لے آئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے خیمہ میں لے جاؤ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے فارغ ہوئے تو اس سیاہ فام حبشی غلام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے حبشی غلام تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے روشن کردیا ہے اور تیری بدبو کو اللہ تعالیٰ نے خوشبو سے تبدیل کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے مال کو بڑھا دیا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دو حوروں کو دیکھا جو اس سیاہ فام غلام کے چہرے پر گرد و غبار کو صاف کررہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا اور اسے ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا۔

(سیرت نبویہ: ج ۳، ص ۶۱ ۳۔ بحوالہ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جہاں روئے نبی ﷺ حسن مصطفیٰ ﷺ ہے علی
خدا نہیں ہے مگر مظہرِ خدا ہے علی رضی اللہ عنہ
ادھر ادھر کا سوالی نہ بن نہ عمر گنوا
مجھے خدا کی قسم ! حبیب کبریا ہے علی رضی اللہ عنہ
صدا یہ آج بھی آتی ہے بابِ خیبر سے
خدا کے دین کا مصیبت میں آسرا ہے علی رضی اللہ عنہ
حرم میں بت شکنی کا مظاہرہ دیکھو
کہ ابتداء ہے محمد ﷺ تو انتہاء ہے علی رضی اللہ عنہ
خدا کے دین تیری زندگی سلامت ہو
تیری رگوں میں لہو بن کے گونجتا ہے علی رضی اللہ عنہ
علی کے باب میں سوچیں تو جان نکلتی ہے
شعور عقل بشر! تجھے سے ماورا ہے علی رضی اللہ عنہ

مبارک ہوتمہارے بھائی کا قاتل مرگیا

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے دنوں میں ایک دن جب جنگ کی شدت میں کمی آئی تو محمود بن مسلمہ قلعہ کی دیوار کے سائے میں ستانے کے لئے بیٹھ گئے چونکہ شدید گرمی تھی اس لئے اپنا خود اتار دیا یہودیوں نے جب آپ کو دیوار کے سایے میں بیٹھے دیکھا تو انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا ان میں مرحب بھی تھا وہ قلعہ کی چھت پر گیا اور وہاں پڑے ہوئے چکی کے پاٹ کو اس نے اس کے سر پر گرا کر کچل دیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی سے کہا:

اے محمد! تمہیں مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جس روز مرحب واصل جہنم ہوا اسی دن محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں پر دہشت طاری ہوگئی پھر ان میں سے کوئی مبارز

۱۱۲امام علیہم الرضوان

طلب نہ ہوا۔ عام حملہ ہوا گھمسان کی لڑائی کے بعد ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا قلعہ قموص فتح ہوگیا۔ ترانوے یہودی مارے گئے بیس مسلمان شہید ہوئے۔ قموص کی تسخیر کے بعد پوری وادی خیبر مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔

تو علی سے لڑ سکے تیزی عقل کا پھیر ہے
تو شیطان کی لومڑی اور وہ خدا کا شیر ہے

حضرت عبدالعزیز بن حازم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص منبر پر بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ آخر وہ کیا کہتا ہے؟ جواب دیا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو حضور نبی کریم ﷺ نے رکھا ہے اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ نام اپنے اصلی نام سے زیادہ پیارا ہے پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع پیدا ہوئی اور کہنے لگے۔ اے ابوعباس واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہوگئی تھی آپ ﷺ ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔

حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ بعض اوقات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شدید ناراضگی ہو جایا کرتی تھی ظاہر ہے کہ ناراضگی بغیر ایذا کے نہیں ہوسکتی، حدیث ہذا کے اس پہلو پر اگر آپ دیانتداری سے غور کریں تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ میں بھی ناراضگی ہو جایا کرتی تھی۔ پھر اسکے ساتھ اس روایت کو بھی لیجیے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، پھر صغریٰ کبریٰ ملا کر جو الزام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم کیا جائے گا تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہی الزام قائم نہیں ہوگا، اسکے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے: اہل صفہ ستر نفر تھے جن کی غربت کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس صرف تہبند تھا چادر نہ تھی یا کمبل تھا جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے اور وہ بھی نصف پنڈلی تک پہنچتے تھے

اور بعض کے ٹخنوں تک۔

کیا مسجد میں سونا جائز ہے: ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بضرورت مسجد میں سونا جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہر کوئی مسجد میں ڈیرے ہی جمادے اور اسے گھروں کی طرح استعمال کرنا شروع کردے۔ مسجد میں اگر بضرورت رہنا پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو مسجد میں کھانا پینا، سونا جائز نہیں لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کرلے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کا گھر بار ہو وہ مسجد میں سوئے۔ (عمدۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۱۹۹)۔

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے شانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا یہ باتیں تجھے بری لگی ہوں گی؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے پھر اس نے شان علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق پوچھا تو انہوں ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان ہے اور پوچھا کہ یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوں گی؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے جا دفع ہو جا اور مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محاسن آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات بشمول غزوہ بدر کے شریک ہوئے۔ قلعہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہودی مرحب واصل جہنم ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان تھا۔

(عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۰)

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ مکان دیا تھا جو حجرہ نبوی ﷺ کے قریب تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پینے سے تکلیف ہوتی تھی وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت کرنے کی غرض سے گئیں لیکن دولت خانہ پر آپ ﷺ کو نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں انہیں وجہ بتادی۔ جب نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کہ وجہ بتائی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ رہو پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان رونق افروز ہو گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے ۔(بخاری)

حضرت سعد سے مروی ہے کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔(بخاری)

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔۔۔الخ ،تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال دی کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔اس سے یہ مراد قطعاً نہیں کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ان کی زندگی میں خلیفہ بنے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات میں خلیفہ بنے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی جانب تشریف لے گئے۔(عمدۃ القاری: ج۱۶،ص۳۰۱)

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اقْضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ فَإِنِّیْ أَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰی يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أَمُوْتُ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِیْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰی أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰی عَلٰی عَلِیٍّ الْكَذِبُ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل عراق کو کہا کہ تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے اسی طرح فیصلہ کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں اور لوگوں کو متحد رہنا چاہیے یا مجھے موت آجائے جس طرح میرے ساتھی موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ امام ابن سیرین کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف اکثر روایتیں جھوٹی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب عراق تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم پہلے فیصلہ کرتے تھے اب بھی اسی طرح فیصلہ کرتے رہو اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عراق آئے تو انہوں نے کہا کہ میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کہ مطابق تھی کہ ام الولد کو آزاد کردیا جائے لیکن اب میں انہیں بدستور باندی قرار دیتا ہوں تو عبیدہ رضی اللہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی وہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رائے کے مطابقت تھی اور آج کی رائے سے بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسے ہی فیصلے کرو جیسے پہلے کرتے تھے میں ناپسند کرتا ہوں اختلاف کو یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں علامہ کرمانی نے کہا کہ جب اختلاف امت رحمت ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس اختلاف کو کیوں ناپسند کرتے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ وہ اختلاف جو نزاع اور فتنہ کی طرف لے جائے وہ مکروہ ہے، علامہ ابن سیرین یعنی محمد بن سیرین نے کہا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عام روایات مروی ہیں وہ جھوٹ وافتراء ہیں، اور ام الولد کی بیع میں صدر اول میں اختلاف تھا حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ان بیع کی اباحت منقول ہے اور اسی طرف گئے ہیں داؤد، بشر بن غیاث، اور یہی قول قدیم شوافع کا ہے اور احمد کی روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رجوع کرلیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی باندی سے وطی کی پھر بچہ پیدا ہوا تو وہ اس باندی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا، اسے امام احمد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شادی کرادی اور فرمایا کہ پیاری بیٹی میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تیری شادی کی ہے۔

شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شادی کے ضروری ساز وسامان کی خریداری کے لئے اپنی زرہ مدینے کے بازار میں لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی بعدازاں وہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تحفہ میں دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ زرہ اور درہم لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خانہ داری کے ضروری سامان اور ولیمہ کا انتظام کیا۔

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے بان کی چارپائی ایک چادر، آٹا پینے کی چکی، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے تھے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب میں مہاجرین وانصار میں حضرت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اتنی ہی تعداد میں انصار نے شرکت کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ میں کھجوریں، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربا تھا۔
یہ تھی جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سادہ سی تقریب۔
ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حجرہ نبوی کے پاس اس شادی شدہ جوڑے کے لئے مکان دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے۔ حضرت حسن، حضرت حسین اور محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت محسن بچپن میں ہی وصال فرما گئے جب کہ باقی چاروں نے تاریخ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دوسری شادی نہیں کی۔ امام علیہم الرضوان

سرایا بنی سعد

فتح خیبر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو سواروں کا ایک دستہ دے کر بنی سعد کے مقابلے کے لئے فدک بھیجا یہ قبیلہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کے لئے جمع تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا: بنی سعد بھاگ گئے۔

بغیر حب علی کے مدعا نہیں ملتا　عبادتوں کا بھی ہرگز صلہ نہیں ملتا
خدا کے بندو! سنو غور سے خدا کی قسم!　جسے علی نہیں ملتا اسے خدا نہیں ملتا

یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قبیلہ ہمدان کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا ان کی سعی جمیلہ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

دیکھو تو دین ودنیا کا سلطان علی ہے　قبر کا اور حشر کا سامان علی ہے
ایمان کے متلاشیو! ایمان کی کہہ دوں　ایمان کی قسم! میرا یمان علی ہے
باغ بہشت کا وہ گل تازہ علی ہے　گر شہر ہے نبی ﷺ تو دروازہ علی ہے

قبیلہ طے کا بت

9 ہجری کو ربیع الاول کے ماہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قبیلہ طے کا بت الفلس توڑنے کے لئے روانہ ہوئے انہوں نے جا کر وہ بت توڑا اور مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس لوٹے انہی میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی حضور نبی کریم ﷺ نے اس سارے قبیلے کو آزاد کر دیا سفانہ کی کوششوں سے اس کا مفرور بھائی عدی بن حاتم بھی مسلمان ہو گیا عدی جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہو کر لڑا۔

یمن کے قاضی

جب حضور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی آپ ﷺ مجھے جس قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اس میں مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہوں گے ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہو گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی: "اے اللہ! علی کی زبان کو راست گو بنادے اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرمادے" اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر پر عمامہ باندھا اور روانہ کیا۔

سب سے بڑے قاضی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں مقدمات کے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے "اقضٰہم علی" حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی کئی مرتبہ دہرایا۔

زمین پر عرش اعظم کے نشان معلوم ہوتے ہیں
علی کو گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے ہیں

غدیر خم

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر راستہ میں بعض افراد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں معترضانہ چہ میگوئیاں کیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر غدیر خم نامی گاؤں میں پڑاؤ ڈالا اور ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف کی اور باتوں کے علاوہ فرمایا "جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا[1] ہیں۔ فرمایا علی کا جو دشمن ہے" میرا دشمن ہے۔ اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت علی کو گلے لگالیا اور انہیں مبارک باد دی اور کہا کہ اآپ سے آپ رضی اللہ عنہ میرے بھی مولا ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رشک کرنا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں تین خصلتیں ایسی ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے پاس

[1] مولا۔ دوست، حامی۔ یار، مددگار۔ ہمسایہ، آقا، آزاد کردہ غلام وغیرہ سب کے مفہوم میں آتا ہے یہاں اس سے مراد دوست اور محب مراد ہے۔ (لغت)

اسلام میرے لئے بڑی بڑی نعمتوں سے بڑھ کر تھی۔
ہوتی تو وہ میرے لئے بڑی بڑی نعمتوں سے بڑھ کر تھی۔
حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، وہ کون سی خصلتیں ہیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اول: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔
دوم: مسجد میں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حالت جنابت میں) ٹھہرنا
سوم: خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمانا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر قسمت ہی بدل جاتی ہے لوگوں کی
جو آتے ہیں وہ بو بکر و علی رضی اللہ عنہما بن کر نکلتے ہیں

شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگ نہرواں کے بعد بچے کچھے خوارج بحرین اور احسا کی طرف نکل گئے اور وہاں اپنے مراکز قائم کر لئے ، آئندہ زمانوں میں انہی مقامات سے مملکت اسلامیہ کے خلاف خفیہ سازشوں میں اور بعض خفیہ حملوں میں مصروف عمل رہے۔ انہوں نے بہت سے نیک مرد و عورتوں اور بچوں کو بڑی سفاکی کے ساتھ قتل کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی برا بھلا کہتے اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے۔

یہ خوارج حضرت علی ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اسلامی دنیا میں اختلاف وانتشار اور فتنہ وفساد کا بانی مبانی سمجھتے تھے۔ چنانچہ تین خوارجی عبدالرحمن بن ملجم ، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر اکٹھے ہوئے اور صورت حال کا جائزہ لیا ، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نہروان میں ہمارے ہزاروں بھائی قتل ہو گئے ان کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے؟ خود مرنے سے قبل کیوں نہ فتنہ وفساد کے بانیوں (حضرت علی ، (حضرت) معاویہ اور (حضرت) عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) سے دنیا کو چھٹکارا دلا دیں۔ یہ لوگ گمراہی کے امام ہیں اور حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ راہ خدا میں ان کا قتل جائز ہے۔ جب تک یہ زندہ ہیں امن وامان قائم نہیں ہو سکتا جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ علی سے تو ویسے بھی نہروان کے مقتولوں کا انتقام لینا ضروری ہے ۔ تینوں اس پر متفق ہو گئے کہ علی۔ معاویہ اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کر دیا جائے۔ عبدالرحمن بن ملجم (جو مصر کا باشندہ تھا) برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے بالترتیب حضرت علی ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔

یہ تینوں خارجی اپنے اپنے مشن پر روانہ ہو گئے انہوں نے رمضان المبارک کی ایک ہی تاریخ کو نماز فجر

کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے منصوبہ کے تحت ایک ہی تاریخ کو ایک ہی وقت میں تینوں نے حملہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا وہ زخمی ہو گئے مگر علاج معالجہ سے ٹھیک ہو گئے عمرو بن عاص اتفاقی علالت کی وجہ سے اس دن فجر کی نماز کی امامت کے لئے تشریف نہیں لائے ان کی جگہ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ شہید ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم اور اس کے مقامی خارجی ساتھی شبیب بن انجعی نے کوفہ کی جامع مسجد میں علی الصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور وہ صلوۃ صلوۃ کی آوازیں لگا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہے تھے شبیب کا وار خالی گیا جب کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر پڑی اور فرق کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی ابن ملجم نے کہا "الحکم اللہ لا لک یا علی" اے علی حکم اور فیصلہ اللہ کا حق ہے تمہارا نہیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گر گئے اور پکار کر کہا کہ حملہ آور بچ کر نہ جانے پائے۔ لوگ دوڑ پڑے شبیب تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا ابن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھانجے نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کئے تھے اس نے جواب دیا ضرور کیے تھے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تو نے کس لئے میرے قتل پر کمر باندھی۔ ابن ملجم نے جواب دیا چالیس روز استخارہ کرتا رہا اور اللہ تعالی سے دعا کرتا رہا کہ اس مخلوق میں سے جو بدترین ہو وہ قتل ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو ہی وہ بدترین خلائق اور وہ مقتول ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دو دن زندہ رہے اور اتوار کے روز جام شہادت نوش کیا۔

محمد ابن سعد نے کہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی شہادت ۱۷ رمضان بروز جمعہ ۴۰ ہجری ہے

ابن سعد کی دوسری روایت میں ۱۷ رمضان آپ پر حملہ ہوا اور انیس (۱۹) رمضان کو آپ شہید ہوئے۔

بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت اکیس لکھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر

کسی روایت میں اٹھاون، کسی میں انسٹھ اور کسی میں تریسٹھ سال کسی میں پینسٹھ سال کسی میں ستر سال بیان کی گئی صحیح ترین قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ

کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت

آپ رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت آجائے گی اگر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت کو شمار کیا جائے تو تیس سے چھ ماہ کا عرصہ کم ہوتا ہے جب کہ حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھ ماہ شامل کئے جائیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تیس سال خلافت کی مدت پوری بنتی ہے۔

مقام علم وفضل

حضور سرکار دو عالم ﷺ کی جوہر شناس نگاہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس خداداد قابلیت واستعداد کا پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا اور آپ ﷺ کی زبانِ فیضِ ترجمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''بابِ مدینۃ العلم'' (یعنی علم وحکمت کے شہر کا دروازہ) کی سند مل چکی تھی چناں چہ حضرت علیؓ کے مقام علم وفضل کے متعلق حضور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''میں جملہ علم وحکمت کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس علم و حکمت کے شہر کا مرکزی دروازہ ہیں۔'' (جامع ترمذی، ابن عساکر، مشکوٰۃ المصابیح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم وحکمت، فہم وفراست اور فقاہت وثقاہت کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مقام ومرتبہ بہت اونچا اور بلند تر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے تقریباً پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) احادیث مقدسہ روایت کی ہیں۔ آپ کے علمی نکات، فتاویٰ اور بہترین فیصلوں کا انمول مجموعہ اسلامی علوم کے خزانوں کا قیمتی سرمایہ ہے۔

جاں نثاری وامانت داری

حضور سید عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت مدینے کا حکم ہو چکا ہے، اور میں آج ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو جاؤں گا، لہٰذا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جانا اور صبح قریش مکہ کی ساری امانتیں اور وصیتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، وہ ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر کسی خوف وخطر کے حضور اقدسؐ

۱۲امام علیہم الرضوان

کے بستر مبارک پر سو گئے۔ صبح ہوئی تو کفارِ مکہ جورات بھر ناپاک و نامراد ارادے کے ساتھ کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت سخت محاصرہ کیے ہوئے تھے، برہنہ تلواریں لے کر کاشانۂ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو گئے لیکن یہاں آکر دیکھا کہ بستر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جاں نثار موت و حیات سے بے پروا ہوکر سو رہا ہے۔ کفارِ مکہ یوں ہی ناکام و نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام و سکون کے ساتھ سویا اور صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں۔ امانتوں کی ادائیگی کی وجہ سے میں تین دن مکہ معظمہ میں رہا اور پھر میں نے بھی مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ موت برحق ہے لیکن آج کی رات مجھے موت نہیں آسکتی کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی تم یہ امانتیں ان کو مالکوں کو دے کر پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور جب تک یہ امانتیں سپرد نہیں ہو جاتیں اور جب تک میں مدینہ ہجرت نہیں کر لیتا اس وقت موت نہیں آسکتی کیوں کہ یہ سرکار دو عالم کا فرمان تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسنِ کفالت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابو طالب چوں کہ کثیر العیال اور مالی و معاشی تنگی سے نہایت پریشان تھے، اس لیے حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محبوب چچا کی تنگ دستی اور مفلسی سے متاثر ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ہمیں اس مصیبت و پریشاں حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چناں چہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حسب ارشادِ نبویؐ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمے داری لی اور خود حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ انتخاب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا۔ چناں چہ آغاز طفولیت ہی سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آفتاب نبوت و رسالت حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن تربیت اور آغوش پرورش میں رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایام طفولیت ہی سے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت و عاطفت میں تربیت پائی تھی، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ قدرتاً محاسنِ اخلاق اور حسن تربیت کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درس گاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا زریں اور پرتقدس موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم و دائم رہا۔ مسند امام احمد میں آپ رضی اللہ عنہ اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''میں روزانہ صبح کو معمولاً آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور تقرب کا یہ درجہ میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ چناں چہ اسی وجہ سے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریری کام کرنے کی

سعادت بھی حاصل تھی۔ کاتبانِ وحی میں آپ کا اسم گرامی بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ آں حضرت ﷺ کی طرف سے جو فرامین و مکاتیب لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چناں چہ ''صلح حدیبیہ'' کا صلح نامہ آپ نے ہی لکھا تھا۔

ہمت و شجاعت کے پیکر

شاہِ خیبر شکن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بے مثال ہمت و شجاعت اور شہرۂ آفاق جرأت و بہادری کی لازوال داستانوں کے ساتھ سارے عرب و عجم میں آپ کی قوتِ بازو کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے رعب و دبدبے سے بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے تھے۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرکار دو عالمؐ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اس لیے اس غزوہ میں آپ شریک نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ باقی تمام غزوات و سرایا میں آپ شریک ہوئے اور بڑی جاں بازی کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو اپنی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق ''ذوالفقارِ حیدری'' سے موت کے گھاٹ اتارا۔

حضورِ اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ''

آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ص: ۲۱۳، مناقب علی ابن ابی طالب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلا أَنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (جامع الترمذی ج: ۲ ص: ۲۱۴)

تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔

قوت اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی قوت اجتہاد کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلوں پر ہے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ کے دور میں کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ صرف قرآن سے کرانا چاہیے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حکم اور ثالث بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا اشارہ آیت

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا"

کی طرف تھا یعنی اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ثالث بنانا کیوں ناجائز ہوگا؟ کیا امت محمدیہ کا مقام و مرتبہ مرد و عورت سے بھی کم ہے۔

(مسند احمد ج:۱، ص: ۴۵۳، رقم الحدیث ۶۵۶)

مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کی مختلف احادیث کو سامنے رکھتا ہے۔ پھر اپنی اجتہادی قوت سے ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یہ خصوصیت کمال درجہ کی تھی۔ چند مسائل درج ذیل ہیں جن کے متعلق احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک جانب کو ترجیح دی۔

انوکھا فیصلہ

ایک شخص نے ایک خنثیٰ سے شادی کی اور مہر میں اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کو ایک لونڈی دی، وہ خنثیٰ اس قسم کا تھا کہ اس کا فرج، مردوں اور عورتوں دونوں قسم کا تھا، اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کے ساتھ جماع کیا تو اس سے ایک لڑکا تولد ہوا اور جب اس خنثیٰ نے اپنی لونڈی کے ساتھ جماع کیا تو اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا، یہ بات مشہور ہوگئی اور معاملہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے خنثیٰ مشکل سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا فرج عورتوں والا بھی ہے، کہ اس سے ماہواری بھی آتی ہے اور مردوں والا بھی ہے کہ اس سے خروج منی بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں غلاموں برق اور قنبر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خنثیٰ مشکل کی دونوں طرف والی پسلیاں شمار کریں، اگر بائیں جانب کی ایک پسلی دائیں جانب کم ہو تو پھر اس خنثیٰ مشکل کو مرد سمجھا جائے گا، ورنہ عورت، وہ اسی طرح ثابت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مرد ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا اور اس کے خاوند اور اس کے درمیان تفریق کر دی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر احسان کا ارادہ فرمایا کہ اس کا جوڑ پیدا فرمائے تا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے، جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں جانب سے اماں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، جب بیدار ہوئے تو ان کی بائیں جانب ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو اس لئے مرد

کی بائیں جانب کی پسلی عورت سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں جانب کی پسلیاں برابر ہوتی ہے' کل پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے' بارہ دائیں جانب اور بارہ بائیں جانب ہوتی ہیں جبکہ مرد کی دائیں جانب بارہ اور بائیں جانب گیارہ ہوتی ہیں' تو مرد کی کل پسلیاں چوبیس کی بجائے تئیس ہوتی ہیں' اس حالت کے اعتبار سے عورت کو "ضلع اعوج" کہا جاتا ہے' اور حدیث شریف میں تصریح ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے' اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے تو یہ ٹوٹ جائے گی' اس لئے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس سے نفع اٹھا۔

رزق کہاں سے آئے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ یا حضرت اگر ایک آدمی ایک کوٹھری میں بند ہو اور کھڑکی روشن دان اُس میں کوئی نہ ہو اور کوٹھری مُقفل ہو اس کوٹھری کے باہر ایک اور کمرہ ہو اور اسکے گرد ایک اور فصیل ہو اور یہ سب کچھ ایک قلعے میں بند ہو تو اس آدمی کا رزق کس راستے سے آئے گا حضرت علی نے فرمایا جس رستے سے اسکی موت آئے گی اسی راستے سے اسکا رزق آجائے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا

''ایک مرتبہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے ، ایک نے دعویٰ کیا حضورؐ! میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس شخص کے پاس ایک بیل ، اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار ڈالا ، حاضرین جلسہ میں سے ایک صاحب بولے کہ جانور بے زبان پر کیا ضمان و تاوان ، حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تم ان دونوں میں تصفیہ کر دو ، حضرت علی نے فریقین سے سوال کیا ، یہ دونوں رسی میں بندھے تھے یا کھلے تھے یا ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا ؟ فریقین نے جواب دیا گدھا بندھا تھا ، مگر بیل چھوڑا ہوا تھا اور بیل کا مالک اس کے پاس تھا ، آپؓ نے حکم دیا : بیل والے پر ضمان ہے ، گدھے کی قیمت اس کے مالک کے حوالہ کر دے ، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ پسند فرمایا اور یہی حکم جاری کیا''

مشہور زمانہ فیصلہ

دو شخص کھانے بیٹھے ، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں ، دوسرے کے پاس تین ، جب دونوں نے اپنا اپنا کھانا سامنے رکھا تو ایک تیسرا شخص ادھر سے گذرا اور ان کو سلام کیا ، دونوں نے اس کو بلایا ، وہ بھی آ کر بیٹھ گیا

تینوں نے مل کر وہ سب آٹھ روٹیاں کھا ڈالیں، تیسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے آٹھ درہم دونوں کو دیئے ہوئے کہا: یہ کھانے کا عوض ہے، جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے، اس کے جانے کے بعد دونوں میں حجت و تکرار شروع ہوئی جس کی پانچ روٹیاں تھیں، اس نے کہا: میں پانچ درہم لوں گا اور تجھ کو تین درہم ملیں گے؛ کیونکہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹی والے نے کہا: میں تو نصف سے کم پر ہرگز راضی نہ ہوں گا، یعنی چار درہم لے کر چھوڑوں گا، یہ جھگڑا اتنا طول پکڑا کہ بالآخر حضرت امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اور انصاف طلب کیا گیا، آپ نے دونوں کے بیانات سن کر تین روٹی والے سے فرمایا تم کو تین درہم ملتے ہیں، یہ کم نہیں ہے؛ کیونکہ تمہاری تین ہی روٹیاں تھیں؛ لہٰذا تم کو جو ملتا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، مدعی: میں اپنا پورا حق لوں گا، حضرت علی ؓ: اگر حق پر چلتے ہو تو تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تین درہم جو تم کو ملتا ہے تمہارے حق سے کہیں زیادہ ہے، مدعی: سبحان اللہ! آپ نے اچھا فیصلہ کیا، تین درہم یہ شخص خود دیتا رہا اور میں اس پر راضی نہ ہوا، اب آپ فرماتے ہیں کہ تیرا حق ایک ہی درہم ہے، علیؓ: بے شک تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تمہارا فریق تین درہم پر صلح کرتا رہا، مگر تم نے نہ مانا اور بات بڑھادی، اب تم مانتے نہیں تو سن لو کہ تمہارا حق کیا ہے، مدعی: فرمایئے اور وجہ معقول بیان کیجئے، علیؓ: آٹھ آٹھ روٹیوں کے تین ٹکڑے برابر کے کرو تو چوبیس (24) ٹکڑے ہوئے، اب تم تین آدمی کھائے، یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم؛ لہٰذا فرض کرلو کہ سب نے برابر کھائے، مدعی: ہاں، بے شک، علیؓ: تو اس صورت میں ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا بچا جو تیسرے نے کھایا اور تمہارے فریق کی پانچ روٹیاں تھیں، جن کے پندرہ ٹکڑے ہوئے، آٹھ خود کھایا اور سات تیسرے کو کھلائے، اب تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے صرف ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا جس کا عوض ایک درہم ہے اور تمہارے فریق کے سات ٹکڑے کھائے جس کا عوض سات درہم ہے، مدعی: آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا، بے شک میرا حق ایک ہی درہم ہے اور میں راضی ہوں"۔

اسلامی تاریخ کا فیصلہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے قلم بند کرتے تھے اور ان کے درمیان اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی پیدائش یا تخت نشینی سے زمانہ کا تعین کرتے ہیں، اس کو اختیار کیا جائے اور کچھ لوگوں کا رجحان تھا کہ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہئے، بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ رسول اللہ

علیہم الرضوان ائمہ
کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی جنتری کی ابتداء قرار دیا جائے،
حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ سے مدینہ جس دن ہوتی ہے،
اس کو اسلامی تقویم کی اساس و بنیاد بنایا جائے، حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہؓ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور
حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تاریخ کا تعین ہجرت نبویؐ کی بنیاد پر کیا جائے۔

گمنام قتل کا پتہ لگالیا

ایک مرتبہ ایک نوجوان چند آدمیوں کی شکایت لے کر آیا کہ لوگ میرے باپ کو سفر میں لے گئے تھے، یہ سب لوگ تو واپس آ گئے؛ لیکن میرا باپ واپس نہ آیا، میں ان سے پوچھتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے اور جب اس کا مال دریافت کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کچھ مال نہ تھا؛ حالاں کہ وہ بہت سا مال اپنے ساتھ لے گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو علیحدہ علیحدہ رکھا اور پہلے ایک کو بلایا اور اس سے تمام تفصیلات معلوم کیں، مگر اس نے اس کے قتل کرنے کا اقرار نہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ تکبیر بلند کیا، جتنے ان کے ساتھ علیحدہ کمروں میں تھے، انہوں نے سمجھا کہ ان کے ساتھی نے راز فاش کردیا، اس کے بعد جب یکے بعد دیگرے وہ سب بلائے گئے تو سبھوں نے اس کے باپ کے قتل کرنے کا اقرار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کو قصاص میں قتل کردیا جائے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں حدیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علیؓ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں: ''اَلسُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلَاۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ''۔ (سنن ابی داؤد ج:۱ص:۱۱۷)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلَاۃِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَرِ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۴۲۷، رقم الحدیث ۱۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

ترک قرأت خلف الامام

حضرت علی المرتضیٰ کا نظریہ یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قراۃ نہ کرے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

"مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۴۱۲ رقم الحدیث ۶)

جوشخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔

آمین آہستہ کہنا

ابووائل کہتے ہیں:

"کَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ الْبَقَرَةِ وَلَا بِالتَّأْمِينِ"

(سنن الطحاوی ج:۱ص:۱۵۰، باب قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ)

: حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں تعوذ ،تسمیہ اور آمین آہستہ کہتے تھے۔

ترک رفع یدین

حضرت علی المرتضیٰ صرف شروع میں رفع یدین کرتے تھے:

"ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بھا الصلوۃ ثم لا یرفعھما فی شئی من الصلوۃ"

(موطاامام محمد ص:۹۴ ،باب افتتاح الصلوۃ، کتاب الحجۃ امام محمد ج:۱ص:۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے ،اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔دوسری روایت میں ہے:

"کان یرفع یدیہ فی التکبیر الیٰ فروع اذنیہ ثم لا یرفعھما حتیٰ یقضی صلاۃ"

(مسند الامام زید ص:۸۸ رقم الحدیث ۷۴ ،باب التکبیر فی الصلوٰۃ)

حضرت علی المرتضیٰ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ،اس کے بعد آخر تک دوبارہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا مسلک یہ تھا کہ دیہات اور گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں۔آپ کا فرمان ہے:

"لَا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِيقَ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ، وَلَا أَضْحَى، إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۱۰)

مجتہد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ الفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ منشائے نبوت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ یہ خوبی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

چنانچہ آپ ہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نوکرانی سے بدکاری سرزد ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کو حد لگاؤ میں نے جا کر دیکھا تو اس کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو یہ مرجائے گی۔ میں بغیر سزا دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "احسنت" تو نے بہت خوب کیا۔

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۷۱ باب حد الزنا)

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی پر لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی۔آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس شخص کو قتل کردو۔ حضرت علیؓ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔آپؓ نے اسے پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہی نہیں تو آپ نے اس کو قتل نہ کیا۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۶۸ باب براۃ حرم النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم من الریبۃ)

ملاحظہ فرمائیں دونوں روایتوں میں حضرت علیؓ کا عمل بظاہر الفاظ حدیث کے مخالف ہے مگر منشائے نبوت کے عین مطابق ہے مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ امت میں پیش آنے والے نئے مسائل کے حل کی فکر میں رہتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اس خوبی سے بھی متصف تھے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور سے پوچھا:

یارسول اللہ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تامرونا۔

حضور اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ ہو پیش آجائے جس کا حل وضاحت کے ساتھ نص میں نہ ہو تو ہم وہ مسئلہ کیسے حل کریں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا

"تشاورون الفقہاء والعابدین"

ایسے مسائل میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنا وہ ان مسائل کو حل کردیں گے۔

(المعجم الاوسط طبرانی ج:۱ص:۱۴۴رقم الحدیث ۱۶۱۸)

سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے

ایک موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ! ”علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں“ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، ہر معرکہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت و بہادری اور فداکاری کا لوہا منوایا بدر واحد، خندق و حنین اور خیبر میں اپنی جرأت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ آپ نے آخری وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیمارداری کے فرائض سرانجام دیئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کو ”غُسلِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم“ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

۹ھ میں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”امیر حج“ بنا کر روانہ کیا اور ان کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور کیا۔ آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے، امام حاکم رحمتہ اللہ علیہ نے زبیر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کوئی سائل و حاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔

آپ قرآن مجید کے حافظ اور اس کی ایک ایک آیت کے معنیٰ اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپ کو بچپن میں قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی دولتِ ایمان سے منور ہوئے، آپ کو ”السابقون الاولون“ میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے، آپ ”بیعتِ رضوان“ اور ”اصحابِ بدر“ میں شامل رہے۔ آپ ”عشرہ مبشرہ“ جیسے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی شامل ہیں جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت وخوشخبری دی۔ مکی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ آپ ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو جھیلتے رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے کو محرومی کا سبب قرار دیا۔ حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق

۱۱امام علیہم الرضوان

خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ ہوگا (صحیح مسلم)۔ تین ماہ کم پانچ سال تک خلافت جیسی اہم ذمہ داری پر متمکن رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مختلف اوقات میں نو شادیاں کیں اور ان کے علاوہ آپ کی کئی باندیاں بھی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ہوا، اور ان سے تین صاحبزادے امام حسن، امام حسین اور امام محسن علیہم السلام پیدا ہوئے۔ حضرت محسن رضی اللہ کا بچپن میں ہی وصال ہوگیا۔ سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو صاحبزادیاں زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ جب تک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بقید حیات رہیں آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی اور سے نکاح نہ کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد مختلف اوقات میں آپ کے درج ذیل نکاح ہوئے

ام البنین بنت حرام عامریہ رضی اللہ عنہا: ان سے چار فرزند حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

لیلیٰ بنت مسعود تیمیہ رضی اللہ عنہا: ان سے دو بیٹے عبیداللہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

اسما بنت عمیس خثیمہ رضی اللہ عنہا: ان سے یحیٰی اور محمد اصغر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

ام حبیبہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا: ان سے حضرت عمر اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا: ان سے محمد اوسط رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

خولہ بنت جعفر حنفیہ رضی اللہ عنہا: ان سے محمد اکبر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو محمد حنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔

ام سعید بنت عروہ رضی اللہ عنہا: ان سے ام الحسین اور رملہ کبریٰ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔

محیاۃ بنت امراء القیس: ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔

متعدد باندیوں سے پیدا ہونے والی آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت ام ہانی، حضرت میمونہ، حضرت زینب صغریٰ، حضرت رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، حضرت فاطمہ، امامہ، حضرت خدیجہ، حضرت ام الکبریٰ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام جعفر، حضرت ام جمانہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۳۲)

آ تجھ کو بتاؤں میں نشانِ حیدر
ہر ایک جہاں سے اونچا ہے جہانِ حیدر
آج بھی میدان میں اعزازِ کمال جرأت
مرد میدان کو ہی ملتا ہے نشانِ حیدر
علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہر ایک بچہ
جسے دیکھو وہی شیرِ خدا معلوم ہوتا ہے

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال

فتنہ وفساد کے زمانہ میں اس طرح رہو جس طرح دو سال کا اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے کہ نہ اس کی پشت سواری کے قابل ہوتی ہے اور نہ اس کے دوہنے کے لائق تھن ہوتے ہیں۔

جس نے طمع کو شعار بنالیا اس نے اپنے نفس کو رسوا کر دیا اور جس نے اپنی پریشانی کا اظہار کر دیا وہ اپنی ذلت پر راضی ہوگیا اور جس نے نفس پر زبان کو حاکم بنا دیا اس نے نفس کو سبک تر بنا دیا۔

انسان کا بنیادی فرض یہ ہے کہ اپنے نفس کو بے نیازی کی تربیت دے اور طمع کا شکار نہ ہو۔ اس کے بعد کوئی پریشانی آجائے تو صبر کو شعار بنائے اور ہر ایک سے فریاد نہ کرے کہ اس کی نگاہ میں ذلیل ہو جائے۔ اور جب بولنے کا وقت آئے تو فکر کو زبان پر حاکم بنائے اور زبان کو نفس کا حاکم نہ بنادے کہ جو چاہے کہنا شروع کر دے۔

بخل ننگ و عار ہے اور بزرگی منفعت۔ فقر ہوشمند کو بھی اس کی حجت کے لئے گونگا بنا دیتا ہے اور مفلس آدمی اپنے وطن میں بھی غریب ہوتا ہے۔

عاجزی آفت ہے اور صبر شجاعت، زہد ثروت ہے اور پرہیز گاری انسان کا بہترین ساتھی اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے۔ علم بہترین وراثت ہے اور آداب نو بہ نو لباس ہیں اور فکر بہترین شفاف آئینہ ہے۔ عاقل کا سینہ اسرار کا خزینہ ہے اور بشاشت محبت کا جال ہے اور تحمل و بردباری عیوب کا مدفن ہے اور صلح وصفائی عیوب کے چھپانے کا ذریعہ ہے۔

صدقہ بہترین کارآمد دوا ہے اور لوگوں کے دنیا کے اعمال آخرت میں ان کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے۔

انسان کی ساخت پر تعجب کرو کہ چربی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور گوشت سے بولتا ہے اور ہڈی سے سنتا ہے اور سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

جب دنیا کسی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو یہ دوسرے کے محاسن بھی اس کے حوالہ کر دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھراتی ہے تو اس کے محاسن بھی سلب کر لیتی ہے۔

لوگوں کے ساتھ ایسا میل جول رکھو کہ مرجاؤ تو لوگ گریہ کریں اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق رہیں۔

جب دشمن پر قدرت حاصل ہو جائے تو معاف کر دینے ہی کو اس قدرت کا شکریہ قرار دو۔

عاجز ترین انسان وہ ہے جو دوست بنانے سے بھی عاجز ہو اور اس سے زیادہ عاجز وہ ہے جو رہے سہے دوستوں کو بھی برباد کر دے۔

جب نعمتوں کا رخ تمہاری طرف ہو تو ناشکری کے ذریعہ انہیں اپنے تک پہنچنے سے بگھانہ دو۔

جسے قریب والے چھوڑ دیتے ہیں اسے دور والے مل جاتے ہیں۔

ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا ہے۔

سارے معاملات تقدیر کے تابع ہوتے ہیں یہاں تک کہ کبھی کبھی تدبیر سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

آپ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ضعیفی کو خضاب کے ذریعہ بدل دو اور خبردار یہودیوں کی شبیہ نہ بنو تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس دور کے لئے ہے جب دیندار کم تھے لیکن آج اسلام کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے اور وہ سینہ ٹیک کر جم چکا ہے لہٰذا ہر انسان کو اپنی پسند سے کام کرنا چاہیے۔

آپ نے میدان جنگ سے کنارہ کشی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں نے حق کو بھی چھوڑ دیا اور باطل کی بھی مدد نہیں کی۔

جو امیدوں کی راہ میں دوڑتا ہی چلا جاتا ہے وہ آخر میں موت سے ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

با مروت لوگوں کی لغزشوں سے درگذر کرو۔ کہ ایسا شخص جب بھی ٹھوکر کھاتا ہے تو قدرت کا ہاتھ اسے سنبھال کر اٹھا دیتا ہے۔

مرعوبیت کو ناکامی سے اور حیاء کو محرومی سے ملا دیا گیا ہے۔فرصت کے مواقع بادلوں کی طرح گزر جاتے ہیں لہٰذا نیکیوں کی فرصت کو غنیمت خیال کرو۔

ہمارا ایک حق ہے جو مل گیا تو خیر ورنہ ہم اونٹ پر پیچھے ہی بیٹھنا گوارا کر لیں گے چاہے سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو۔

جسے اس کے اعمال کے پیچھے ہٹا دیں اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ہے۔

بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ انسان ستم رسیدہ کی فریاد رسی کرے اور رنج دیدہ انسان کے غم کو دور کرے۔

فرزند آدم! جب گناہوں کے باوجود پروردگار کی نعمتیں مسلسل تجھے ملتی رہیں تو ہوشیار ہو جانا۔

انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بیساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے

جہاں تک ممکن ہو مرض کے ساتھ چلتے رہو (اور فوراً علاج کی فکر میں لگ جاؤ)

بہترین زہد۔ زہد کا مخفی رکھنا اور اظہار نہ کرنا ہے۔

جب تمہاری زندگی جارہی ہے اور موت آرہی ہے تو ملاقات بہت جلدی ہوسکتی ہے۔

ہوشیار ہوشیار! کہ پروردگار نے گناہوں کی اس قدر پردہ پوشی کی ہے کہ انسان کو یہ دھوکہ ہو گیا ہے کہ شائد معاف کر دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ایمان کے چار ستون ہیں: صبر یقین عدل اور جہاد۔

پھر صبر کے چار شعبے ہیں: شوق خوف زہد اور انتظار موت۔ پھر جس نے جنت کا اشتیاق پیدا کر لیا اسنے خواہشات کو بھلا دیا اور جسے جہنم کا خوف حاصل ہو گیا اس نے محرمات سے اجتناب کیا۔ دنیا میں زہد اختیار کیا۔ دنیا میں زہد اختیار کرنے والا مصیبتوں کو ہلکا تصور کرتا ہے اور موت کا انتظار کرنے والا نیکیوں کی طرف سبقت کرتا ہے۔

یقین کے بھی چار شعبے ہیں: ہوشیاری کی بصیرت، حکمت کی حقیقت، عبرت کی نصیحت اور سابق بزرگوں کی سنت۔ ہوشیاری میں بصیرت رکھنے والے پر حکمت روشن ہو جاتی ہے اور حکمت کی روشنی عبرت کو واضح کر دیتی ہے اور عبرت کی معرفت گویا سابق اقوام سے ملا دیتی ہے۔

عدل کے بھی چار شعبے ہیں: تہ تک پہنچ جانے والی سمجھ علم کی گہرائی فیصلہ کی وضاحت اور عقل کی پائیداری۔

جس نے فہم کی نعمت پالی وہ علم کی گہرائی تک پہنچ گیا اور جس نے علم کی گہرائی کو پالیا وہ فیصلہ کے گھاٹ سے سیراب ہو کر باہر آیا اور جس نے عقل استعمال کر لی اس نے اپنے امر میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور لوگوں کے درمیان قابل تعریف زندگی گزار دی۔

جہاد کے بھی چار شعبے ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر ہر مقام پر ثبات قدم اور فاسقوں سے نفرت وعداوت۔

لہٰذا جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی کمر کو مضبوط کر دیا۔ اور جس نے منکرات سے روکا اس نے کافروں کی ناک رگڑ دی۔ جس نے میدان قتال میں ثبات قدم کا مظاہرہ کیا وہ اپنے راستہ پر آگے بڑھ گیا اور جسنے فاسقوں سے نفرت و عداوت کا برتاؤ کیا پروردگار اس کی خاطر اس کے دشمنوں سے غضب ناک ہوگا اور اسے روز قیامت خوش کر دے گا۔

اور کفر کے بھی چار ستون ہیں: بلاوجہ گہرائیوں میں جانا، آپس میں جھگڑا کرنا، کجی اور انحراف اور اختلاف اور عناد۔

جو بلاسبب گہرائی میں ڈوب جائے گا وہ پلٹ کر حق کی طرف نہیں آسکتا ہے اور جو جہالت کی بنا پر جھگڑا کرتا رہتا ہے وہ حق کی طرف سے اندھا ہو جاتا ہے جو کجی کا شکار ہو جاتا ہے اسے نیکی برائی اور برائی نیکی نظر آنے لگتی ہے اور وہ گمراہی کے نشہ میں چور ہو جاتا ہے اور جو جھگڑے اور عناد میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے راستے دشوار مسائل نا قابل حل اور بچ نکلنے کے طریقے تنگ ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد شک کے چار شعبے ہیں: کٹ حجتی خوف حیرانی اور باطل کے ہاتھوں سپردگی۔ ظاہر ہے کہ جو کٹ حجتی کو شعار بنالے گا اس کی رات کی صبح کبھی نہ ہوگی اور جو ہمیشہ سامنے کی چیزوں سے ڈرتا رہے گا وہ الٹے پاؤں پیچھے ہی ہٹتا رہے گا۔ جو شک و شبہ میں حیران و سرداں رہے گا اسے شیاطین اپنے پیروں تلے روند ڈالیں گے اور جو اپنے کو دنیا و آخرت کی ہلاکت کے سپرد کر دے گا وہ واقعاً ہلاک ہو جائے گا۔

خیر کا انجام دینے والا اصل خیر سے بہتر ہوتا ہے اور شر کا انجام دینے والا اصل شر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

سخاوت کرو لیکن فضول خرچی نہ کرو اور کفایت شعاری اختیار کرو۔ لیکن بخیل مت بنو۔

بہترین مالداری اور بے نیازی یہ ہے کہ انسان امیدوں کو ترک کر دے۔

جو لوگوں کے بارے میں بلا سوچے سمجھے وہ باتیں کہہ دیتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتے ہیں۔ لوگ اس کے بارے میں بھی وہ کہہ دیتے ہیں جسے جانتے بھی نہیں ہیں۔

جس نے امیدوں کو دراز کیا اس نے عمل کو برباد کر دیا۔

(شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا گذر انبار کی زمینوں کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ سواریوں سے اتر آئے اور آپ کے آگے دوڑنے لگے تو آپ نے فرمایا) یہ تم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ لوگوں

نے عرض کی کہ یہ ہمارا ایک ادب ہے جس سے ہم شخصیتوں کا احترام کرتے ہیں۔فرمایا کہ خدا گواہ ہے اس سے حکام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور تم اپنے نفس کو دنیا میں زحمت میں ڈالتے ہو اور آخرت میں بد بختی کا شکار ہو جاؤ گے اور کس قدر خسارہ کے باعث ہے وہ مشقت جس کے پیچھے عذاب ہو اور کس قدر فائدہ مند ہے وہ راحت جس کے ساتھ جہنم سے امان ہو۔

آپ نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: بیٹا مجھ سے چار اور پھر چار باتیں محفوظ کر لو تو اس کے بعد کسی عمل سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

بہترین دولت وثروت عقل ہے اور بدترین فقیری حماقت۔سب سے زیادہ وحشت ناک امر خود پسندی ہے اور سب سے شریف حسب خوش اخلاقی۔ بیٹا! خبردار کسی احمق کی دوستی اختیار نہ کرنا کہ تمہیں فائدہ بھی پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچادے گا۔اور اسی طرح کسی بخیل سے دوستی نہ کرنا کہ تم سے ایسے وقت میں دور بھاگے گا جب تمہیں اس کی شدید ضرورت ہوگی اور دیکھو کسی فاجر کا ساتھ بھی اختیار نہ کرنا کہ وہ تم کو حقیر چیز کے عوض بھی بیچ ڈالے گا اور کسی جھوٹے کی صحبت بھی اختیار نہ کرنا کہ وہ مثل سراب ہے جو دور والے کو قریب کر دیتا ہے اور قریب والے کو دور کر دیتا ہے۔

مستحباب الٰہی میں کوئی قربت الٰہی نہیں ہے اگر ان سے واجبات کو نقصان پہنچ جائے۔

عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے رہتی ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کے پیچھے رہتا ہے۔

احمق کا دل اس کے منہ کے اندر رہتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل کے اندر۔

اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کے موقع پر فرمایا: اللہ نے تمہاری بیماری کو تمہارے گناہوں کے دور کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے کہ خود بیماری میں کوئی اجر نہیں ہے لیکن یہ برائیوں کو مٹا دیتی ہے اور اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔اجر وثواب زبان سے کچھ کہنے اور ہاتھ پاؤں سے کچھ کرنے میں حاصل ہوتا ہے اور پروردگار اپنے جن بندوں کو چاہتا ہے ان کی نیت کی صداقت اور باطن کی پاکیزگی کی بنا پر داخل جنت کر دیتا ہے۔

آپ نے خباب بن الارت کے بارے میں فرمایا کہ خدا خباب ابن الارت پر رحمت نازل کرے۔وہ اپنی رغبت سے اسلام لائے۔اپنی خوشی سے ہجرت کی اور بقدر ضرورت سامان پر اکتفا کی۔اللہ کی مرضی سے راضی رہے اور مجاہدانہ زندگی گزاری۔

خوش حال اس شخص کا جس نے آخرت کو یادرکھا حساب کے لئے عمل کیا، بقدرضرورت پر قانع رہا اور اللہ سے راضی رہا۔

اگر میں اس تلوار سے مومن کی ناک بھی کاٹ دوں کہ مجھ سے دشمنی کرنے لگے تو ہرگز نہ کرے گا اور اگر دنیا کی تمام نعمتیں منافق پر انڈیل دوں کہ مجھ سے محبت کرنے لگے تو ہرگز نہ کرے گا۔اس لئے کہ اس حقیقت کا فیصلہ نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہو چکا ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں کرسکتا ہے اور کوئی منافق تم سے محبت نہیں کرسکتا ہے۔

وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو۔اللہ کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جس سے تم میں غرور پیدا ہوجائے۔

انسان کی قدرو قیمت اس کی ہمت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اس کی صداقت اس کی مردانگی کے اعتبار سے ہوتی ہے شجاعت کا پیانہ حمیت وخودداری ہے اور عفت کا پیانہ غیرت وحیا۔

کامیابی دوراندیشی سے حاصل ہوتی ہے اور دوراندیشی فکر وتدبر سے۔فکر وتدبر کا تعلق اسرار کی رازداری سے ہے۔

شریف انسان کے حملہ سے بچو جب وہ بھوکا ہو اور کمینے کے حملہ سے بچو جب اس کا پیٹ بھرا ہو۔

لوگوں کے دل صحرائی جانوروں جیسے ہیں جو انہیں سدھالے گا اس کی طرف جھک جائیں گے۔

تمہارا عیب اسی وقت تک چھپا رہے گا جب تک تمہارا مقدر سازگار ہے۔

سب سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار وہ ہے جو سب سے زیادہ سزا دینے کی طاقت رکھتا ہو۔

سخاوت جیسی کوئی دولت نہیں ہے اور جہالت جیسی کوئی فقیری نہیں ہے۔ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے اور مشورہ جیسا کوئی مددگار نہیں ہے۔

عقل جیسی کوئی دولت نہیں ہے اور جہالت جیسی کوئی فقیری نہیں ہے۔ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے اور مشورہ جیسا کوئی مددگار نہیں ہے۔

صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک ناگوار حالات پر صبر اور ایک محبوب اور پسندیدہ چیزوں کے مقابلہ میں صبر۔

مسافرت میں دولت مندی ہو تو وہ بھی وطن کا درجہ رکھتی ہے اور وطن میں غربت ہو تو وہ بھی پردیس کی حیثیت رکھتا ہے۔

قناعت وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

مال خواہشات کا سرچشمہ ہے۔

جو تمہیں برائیوں سے ڈرائے گویا اس نے نیکی کی بشارت دے دی۔

زبان ایک درندہ ہے۔ذرا آزاد کر دیا جائے تو کاٹ کھائے گا۔

عورت اس بچھو کے مانند ہے جس کا ڈسنا بھی مزیدار ہوتا ہے۔

جب تمہیں کوئی تحفہ دیا جائے تو اس سے بہتر واپس کرو اور جب کوئی نعمت دی جائے تو اس سے بڑھا کر اس کا بدلہ دو لیکن اس کے بعد بھی فضیلت اسی کی رہے گی جو پہلے کار خیر انجام دے۔

سفارش کرنے والا طلب گار کے بال و پر کے مانند ہوتا ہے۔

اہل دنیا اس سواروں کے مانند ہیں جو خود سو رہے ہیں اور ان کا سفر جاری ہے۔

احباب کا نہ ہونا بھی ایک غربت ہے۔

حاجت کا پورا نہ ہونا نا اہل سے مانگنے سے بہتر ہے۔

مختصر مال دینے میں بھی شرم نہ کرو کہ محروم کر دینا اس سے زیادہ کمتر درجہ کا کام ہے۔

پاکدامانی فقیری کی زینت ہے اور شکریہ مالداری کی زینت ہے۔

اگر تمہارے حسب خواہش کام نہ ہو سکے تو جس حال میں رہو خوش رہو (کہ افسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہے)

جاہل ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار رہتا ہے یا حد سے آگے بڑھ جاتا ہے یا پیچھے ہی رہ جاتا ہے۔

جب عقل مکمل ہوتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہے۔

زمانہ بدن کو پرانا کر دیتا ہے اور خواہشات کو نیا۔موت کو قریب بنا دیتا ہے اور تمناؤں کو دور۔یہاں جو کامیاب ہو جاتا ہے وہ بھی خستہ حال رہتا ہے اور جو اسے کھو بیٹھتا ہے وہ بھی تھکن کا شکار رہتا ہے۔

جو شخص اپنے کو قائد ملت بنا کر پیش کرے اس کا فرض ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے اور زبان سے تبلیغ کرنے سے پہلے اپنے عمل سے تبلیغ کرے اور یہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو تعلیم و تربیت دینے والا دوسروں کو تعلیم و تربیت دینے والے سے زیادہ قابل احترام ہوتا ہے۔

انسان کی ایک ایک سانس موت کی طرف ایک قدم ہے۔

ہر شمار ہونے والی چیز ختم ہونے والی ہے اور ہر آنے والا بہر حال آ کر رہے گا۔

جب مسائل میں شبہ پیدا ہو جائے تو ابتدا، کو دیکھ کر انجام کار کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

ضرار بن حمزہ الضبائی معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس ۔نے امیر المومنین کے بارے میں دریافت کیا؟ ضرار نے کہا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات کی تاریکی میں محراب میں کھڑے ہوئے ریش مبارک کو ہاتھوں میں لئے ہوئے ۔یوں تڑپتے تھے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا تڑپتا ہے اور کوئی غم رسیدہ گریہ کرتا ہے۔اور فرمایا کرتے تھے:

اے دنیا ۔اے دنیا! مجھ سے دور ہو جا۔تو میرے سامنے بن سنور کر آئی ہے یا میری واقعتا مشتاق بن کر آئی ہے؟ خدا وہ وقت نہ لائے کہ تو مجھے دھوکہ دے سکے۔جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کا کوئی امکان نہیں ہے۔تیری زندگی بہت تھوڑی ہے اور تیری حیثیت بہت معمولی ہے اور تیری امید بہت حقیر شے ہے۔

آہ زاد سفر کس قدر کم ہے۔راستہ کس قدر طولانی ہے منزل کس قدر دور ہے اور وارد ہونے کی جگہ کس قدر خطرناک ہے۔

ایک مرد شامی نے سوال کیا کہ کیا ہمارا شام کی طرف جانا قضا و قدر الٰہی کی بنا پر تھا (اگر ایسا تھا تو گویا کہ کوئی اجر و ثواب نہ ملا) تو آپ نے فرمایا کہ شائد تیرا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد قضاء لازم اور قدر حتمی ہے کہ جس کے بعد عذاب و ثواب بیکار ہو جاتا ہے اور وعدہ و وعید کا نظام معطل ہو جاتا ہے۔ایسا ہرگز نہیں ہے۔پروردگار نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے تو ان کے اختیار کے ساتھ اور نہی کی ہے تو انہیں ڈراتے ہوئے۔اس نے آسان سی تکلیف دی ہے اور کسی زحمت میں مبتلا نہیں کیا ہے تھوڑے عمل پر بہت سا اجر دیا ہے اور اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی ہے کہ وہ مغلوب ہو گیا ہے اور نہ اطاعت اس لئے ہوتی ہے کہ اس نے مجبور کر دیا ہے۔اس نے نہ انبیا، کو کھیل کرنے کے لئے بھیجا ہے اور نہ کتاب کو عبث نازل کیا ہے اور نہ زمین و آسمان اور ان کی درمیانی مخلوقات کو بیکار پیدا کیا ہے۔یہ صرف کافروں کا خیال ہے اور کافروں کے لئے جہنم میں ویل ہے۔

حرف حکمت جہاں بھی مل جائے لے لو کہ ایسی بات اگر منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے تو وہ اس وقت تک بے چین رہتا ہے جب تک وہ نکل نہ جائے۔

حکمت مومن کی گم شدہ دولت ہے لہٰذا جہاں ملے لے لینا چاہیے۔ چاہے وہ حقائق سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

ہر انسان کی قدر و قیمت وہی نیکیاں ہیں جو اس میں پائی جاتی ہیں۔

میں تمہیں ایسی پانچ باتوں کی نصیحت کر رہا ہوں کہ جن کے حصول کے لئے اونٹوں کو ایڑی لگا کر دوڑایا جائے تو بھی وہ اس کی اہل ہیں۔

خبردار! تم میں سے کوئی شخص اللہ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے اور جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے اور نہ جانتا ہو تو لاعلمی کے اعتراف میں نہ شرمائے اور جب نہیں جانتا ہے تو سیکھنے میں نہ شرمائے اور صبر و شکیبائی اختیار کرے کہ صبر ایمان کے لئے ویسا ہی ہے جیسا بدن کے لئے سر اور ظاہر ہے کہ اس بدن میں کوئی خیر نہیں ہوتا ہے جسے میں سر نہ ہو اور اس ایمان میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں صبر نہ ہو۔

آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا جو آپ کا عقیدت مند تو نہ تھا لیکن آپ کی بے حد تعریف کر رہا تھا۔ میں تمہارے بیان سے کمتر ہوں لیکن تمہارے خیال سے بالاتر ہوں۔

تلوار کے بچے ہوئے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی اولاد بھی زیادہ ہوتی ہے۔

جس نے ناواقفیت کا اقرار چھوڑ دیا وہ کہیں نہ کہیں ضرور مارا جائے گا۔

بوڑھے کی رائے جوان کی ہمت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ یا بوڑھے کی رائے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

مجھے اس شخص کے حال پر تعجب ہوتا ہے جو استغفار کی طاقت رکھتا ہے اور پھر بھی رحمت خدا سے مایوس ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آپ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے بچانے کے دو ذرائع تھے۔ ایک کو پروردگار نے اٹھالیا ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لہٰذا دوسرے سے تمسک اختیار کرو۔ یعنی استغفار کہ مالک کائنات نے فرمایا ہے کہ خدا اس وقت تک ان پر عذاب نہیں کر سکتا ہے جب تک آپ موجود ہیں۔ اور اس وقت تک عذاب کرنے والا نہیں ہے جب تک یہ استغفار کر رہے ہیں۔

جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملات کی اصلاح کر لی۔ اللہ اس کے اور لوگوں کے

درمیان کے معاملات کی اصلاح کردے گا اور جو آخرت کے امور کی اصلاح کرلے گا اللہ اس کی دنیا کے امور کی اصلاح کردے گا۔ اور جو اپنے نفس کو نصیحت کرلے گا اللہ اس کی حفاظت کا انتظام کردے گا۔

مکمل عالم دین وہی ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس نہ بنائے اور اس کی مہربانیوں سے ناامید نہ کرے اور اس کے عذاب کی طرف مطمئن نہ بنادے۔

یہ دل اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں لہٰذا ان کے لئے نئی نئی لطیف حکمتیں تلاش کرو۔

سب سے حقیر علم وہ ہے جو صرف زبان پر رہ جائے اور سب سے زیادہ قیمتی علم وہ ہے جس کا اظہار اعضاء و جوارح سے ہو جائے۔

خبردار تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ خدایا میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ کہ کوئی شخص بھی فتنہ سے الگ نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر پناہ مانگنا ہے تو فتنوں کی گمراہیوں سے پناہ مانگو اس لئے کہ پروردگار نے اموال اور اولاد کو بھی فتنہ قرار دیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اموال اور اولاد کے ذریعہ امتحان لینا چاہتا ہے تاکہ اس طرح روزی سے ناراض ہونے والا قسمت پر راضی رہنے والے سے الگ ہو جائے۔ جب کہ وہ ان کے بارے میں خود ان سے بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ ان اعمال کا اظہار ہو جائے جن سے انسان ثواب یا عذاب کا حقدار ہوتا ہے کہ بعض لوگ لڑکا چاہتے ہیں لڑکی نہیں چاہتے ہیں اور بعض مال کے بڑھانے کو دوست رکھتے ہیں اور شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

آپ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو فرمایا کہ خیر مال اور اولاد کی کثرت نہیں ہے۔ خیر علم کی کثرت اور حلم کی عظمت ہے اور یہ ہے کہ لوگوں پر عبادت پروردگار سے ناز نہ کرو لہٰذا اگر نیک کام کرو تو اللہ کا شکر بجا لاؤ اور برا کام کرو تو استغفار کرو۔ اور یاد رکھو کہ دنیا میں خیر صرف دو طرح کے لوگوں کے لئے ہے۔ وہ انسان جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرلے اور وہ انسان جو نیکیوں میں آگے بڑھتا جائے۔

تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل قلیل نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو عمل بھی قبول ہو جائے اسے قلیل کس طرح کہا جاسکتا ہے۔

لوگوں میں انبیاء سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ ان کے

تعلیمات سے باخبر ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی: ''ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کریں۔ اور یہ نبی ہے اور صاحبان ایمان ہیں'' اس کے بعد فرمایا کہ نبی علیہ السلام کا دوست وہی ہے جو ان کی اطاعت کرے چاہے نسب کے اعتبار سے کسی قدر دور کیوں نہ ہو اور آپ کا دشمن وہی ہے جو آپ کی نافرمانی کرے چاہے قرابت کے اعتبار سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔

آپ ؑ نے سنا کہ ایک خارجی شخص نماز شب پڑھ رہا ہے اور تلاوت قرآن کر رہا ہے تو فرمایا کہ یقین کے ساتھ سو جانا شک کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

جب کسی خبر کو سنو تو عقل کے معیار پر پرکھ لو اور صرف نقل پر بھروسہ نہ کرو کہ علم کے نقل کرنے والے بہت ہوتے ہیں اور سمجھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

آپ ؑ نے ایک شخص کو کلمہ انا للہ زبان پر جاری کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: انا للہ (ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں) اقرار ہے کہ ہم کسی کی ملکیت ہیں اور 'انا للہ راجعون'' (ہم اللہ تعالٰی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) اعتراف ہے کہ ایک دن فنا ہو جانے والے ہیں۔

ایک قوم نے آپ کے سامنے آپ کی تعریف کر دی تو آپنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ خدایا تو مجھے مجھ سے بہتر جانتا ہے اور میں اپنے کو ان سے بہتر پہچانتا ہوں لہٰذا مجھے ان کے خیال سے بہتر قرار دے دینا اور یہ جن کوتاہیوں کو نہیں جانتے ہیں انہیں معاف کر دینا۔

حاجب روائی تین چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی ہے: (۱) عمل کو چھوٹا سمجھے تا کہ وہ بڑا اقرار پا جائے۔ (۲) اسے پوشیدہ طور پر انجام دے تا کہ وہ خود اپنا اظہار کرے (۳) اسے جلدی پورا کر دے تا کہ خوشگوار معلوم ہو۔

لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے جب صرف لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا مقرب بارگاہ الٰہی ہوا کرے گا اور صرف فاجر کو خوش مزاج سمجھا جائے گا اور صرف منصف کو کمزور قرار دیا جائے گا۔ لوگ صدقہ کو خسارہ صلہ رحم کو احسان اور عبادت کو لوگوں پر برتری کا ذریعہ قرار دیں گے۔ ایسے وقت میں حکومت عورتوں کے مشورہ، بچوں کے اقتدار اور خواجہ سراؤں کی تدبیر کے سہارے رہ جائے گی۔ لوگوں نے آپ کی چادر کو بوسیدہ دیکھ کر گزارش کر دی۔

تو آپ ؑ نے فرمایا کہ اس سے دل میں خشوع اور نفس میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور

مومنین اس کی اقتدا بھی کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو دنیا اور آخرت آپس میں دونا سازگار دشمن ہیں اور دو مختلف راستے۔ لہٰذا جو دنیا سے محبت اور تعلق خاطر رکھتا ہے وہ آخرت کا دشمن ہو جاتا ہے اور جو راہرو ایک سے قریب تر ہوتا ہے وہ دوسرے سے دور تر ہو جاتا ہے۔ پھر یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی سوت جیسی ہیں۔

نوف بکالی کہتے ہیں: میں نے ایک شب امیرالمومنین کو دیکھا کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر ستاروں پر نگاہ کی اور فرمایا کہ نوف! سو رہے ہو یا بیدار ہو؟ میں نے عرض کی کہ حضور جاگ رہا ہوں۔ فرمایا کہ نوف! خوشا بحال ان کے جو دنیا سے کنارہ کش ہوں تو آخرت کی طرف رغبت رکھتے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو بستر بنایا ہے اور خاک کو فرش پانی کو شربت قرار دیا ہے اور قرآن و دعا کو اپنے ظاہر و باطن کا محافظ اس کے بعد دنیا سے یوں الگ ہو گئے جس طرح حضرت مسیح۔

نوف! دیکھو داؤد رات کے وقت ایسے ہی موقع پر قیام کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے جس میں جو بندہ بھی دعا کرتا ہے پروردگار اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے---مگر یہ کہ سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا لوگوں کی برائی کرنے والا: ظالم حکومت کی پولیس والا یا سارنگی اور ڈھول تماشہ والا ہو۔

پروردگار نے تمہارے ذمہ کچھ فرائض قرار دیئے ہیں لہٰذا خبردار انہیں ضائع نہ کرنا اور اسنے کچھ حدود بھی مقرر کر دیئے ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرنا۔ اس نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرنا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا ہے زبردستی انہیں جاننے کی کوشش نہ کرنا کہ وہ بھولا نہیں ہے۔

جب بھی لوگ دنیا سنوارنے کے لئے دین کی کسی بات کو نظرانداز کر دیتے ہیں تو پروردگار اس سے زیادہ نقصان دہ راستے کھول دیتا ہے۔

بہت سے عالم ہیں جنہیں دین سے ناواقفیت مارڈالا ہے اور پھر ان کے علم نے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچایا ہے۔

اس انسان کے وجود میں سب سے زیادہ تعجب خیز وہ گوشت کا ٹکڑا ہے جو ایک رگ سے آویزاں کر دیا گیا ہے اور جس کا نام قلب ہے کہ اس میں حکمت کے سرچشمے بھی ہیں اور اس کی ضدیں بھی ہیں کہ جب اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع ذلیل بنا دیتی ہے اور جب طمع میں ہیجان پیدا ہوتا ہے تو

حرص برباد کردیتی ہے اور جب مایوسی کا قبضہ ہو جاتا ہے تو حسرت مار ڈالتی ہے اور جب غضب طاری ہوتا ہے۔تو غم و غصہ شدت اختیار کرلیتا ہے اور جب خوشحال ہو جاتا ہے تو حفظ ماتقدم کو بھول جاتا ہے اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو احتیاط دوسری چیزوں سے غافل کردیتی ہے۔اور جب حالات میں وسعت پیدا ہوتی ہے تو غفلت قبضہ کرلیتی ہے۔اور جب مال حاصل کرلیتا ہے تو بے نیازی سرکش بنا دیتی ہے اور جب کوئی مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو فریاد رسوا کردیتی ہے اور جب فاقہ کاٹ کھاتا ہے تو بلاء گرفتار کرلیتی ہے اور جب بھوک تھکا دیتی ہے تو کمزوری بٹھا دیتی ہے اور جب ضرورت سے زیادہ پیٹ بھر جاتا ہے تو شکم پری کی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔مختصر یہ ہے کہ ہر کوتاہی نقصان دہ ہوتی ہے اور ہر زیادتی تباہ کن۔

ہم اہل بیت ہی وہ نقطہ اعتدال ہیں جن سے پیچھے رہ جانے والا آگے بڑھ کر ان سے مل جاتا ہے اور آگے بڑھ جانے والا پلٹ کر ملحق ہو جاتا ہے۔

حکم الٰہی کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو حق کے معاملہ میں مروت نہ کرتا ہو اور عاجزی و کمزوری کا اظہار نہ کرتا ہو اور لالچ کے پیچھے نہ دوڑتا ہو۔

جب صفین سے واپسی پر سہل بن حنیف انصاری کا کوفہ میں انتقال ہو گیا جو حضرت کے محبوب ساتھی تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے کوئی پہاڑ بھی محبت کرے گا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔

عقل سے زیادہ فائدہ مند کوئی دولت نہیں ہے اور خود پسندی سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں ہے۔تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں ہے اور تقویٰ جیسی کوئی بزرگی نہیں ہے۔حسن اخلاق جیسا کوئی ساتھی نہیں ہے اور ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے۔توفیق جیسا کوئی پیشرو نہیں ہے اور عمل صالح جیسی کوئی تجارت نہیں ہے۔ثواب جیسا کوئی فائدہ نہیں ہے اور شبہات میں احتیاط جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں ہے۔حرام کی طرف سے بے رغبتی جیسا کوئی زہد نہیں ہے اور تفکر جیسا کوئی علم نہیں ہے۔ادائے فرائض جیسی کوئی عبادت نہیں ہے اور حیا و صبر جیسا کوئی ایمان نہیں ہے۔تواضع جیسا کوئی حسب نہیں ہے اور علم جیسا کوئی شرف نہیں ہے۔حلم جیسی کوئی عزت نہیں ہے اور مشورہ سے زیادہ مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں ہے۔

جب زمانہ اور اہل زمانہ پر نیکیوں کا غلبہ ہو اور کوئی شخص کسی شخص سے کوئی برائی دیکھے بغیر بدظنی

اور جب زمانہ اور اہل زمانہ پر فساد کا غلبہ ہو اور کوئی شخص کسی سے حسن ظن قائم کرلے تو گویا اسنے اپنے ہی کو دھوکہ دیا ہے۔ پیدا کرے تو اس نے اس شخص پر ظلم کیا ہے

ایک شخص نے آپ سے مزاج پرسی کرلی تو فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جس کی بقا ہی فنا کی طرف لے جارہی ہے اور صحت ہی بیماری کا پیش خیمہ ہے اور وہ اپنی پناہ گاہ ہی سے ایک دن گرفت میں لے لیا جائے گا۔

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نیکیاں دے کر گرفت میں لیا جاتا ہے اور وہ پردہ پوشی ہی سے دھوکہ میں رہتے ہیں اور اپنے بارے میں اچھی بات سن کر دھوکہ کھا جاتے ہیں ۔اور دیکھو اللہ نے مہلت سے بہتر کوئی آزمائش کا ذریعہ نہیں قرار دیا ہے۔

میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔وہ دوست جو دوستی میں غلو سے کام لیتے ہیں اور وہ دشمن جو دشمنی میں مبالغہ کرتے ہیں۔

فرصت کا ضائع کردینا رنج واندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

دنیا کی مثال سانپ جیسی ہے جو چھونے میں انتہائی نرم ہوتا ہے اور اس کے اندر زہر قاتل ہوتا ہے ۔فریب خوردہ جاہل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور صاحب عقل وہوش اس سے ہوشیار رہتا ہے۔

آپ علیہ السلام سے قریش کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں۔ان سے گفتگو بھی اچھی لگتی ہے اور ان کی عورتوں سے رشتہ داری بھی محبوب ہے اور بنی عبد شمس بہت دور تک سوچنے والے اور اپنے پیٹھ پیچھے کی باتوں کی روک تھام کرنے والے ہیں۔لیکن ہم بنی ہاشم اپنے ہاتھ کی دولت کے لٹانے اور موت کے میدان میں جان دینے والے ہیں۔وہ لوگ عدد میں زیادہ ۔مکروفریب میں آگے اور بدصورت ہیں اور ہم لوگ فصیح وبلیغ مخلص اور روشن چہرہ ہیں۔

ان دو طرح کے اعمال میں کس قدر فاصلہ پایا جاتا ہے۔وہ عمل جس کی لذت ختم ہو جائے اور اس کا وبال باقی رہ جائے اور وہ عمل جس کی زحمت ختم ہو جائے اور اجر باقی رہ جائے۔

آپ علیہ السلام نے ایک جنازہ میں شرکت فرمائی اور ایک شخص کو ہنستے ہوئے دیکھ لیا تو فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کسی اور کے لئے لکھی گئی ہے اور یہ حق کسی دوسرے پر لازم قرار دیا گیا ہے اور گویا کہ جن مرنے والوں کو ہم دیکھ رہے ہیں وہ ایسے مسافر ہیں جو عنقریب واپس آنے والے ہیں کہ

ادھر ہم انہیں ٹھکانے لگاتے ہیں اور ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں جیسے ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اس کے بعد ہم نے ہرنصیحت کرنے والے مرد اور عورت کو بھلا دیا ہے اور ہر آفت و مصیبت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

خوشحال اس کا جس نے اپنے اندر تواضع کی ادا پیدا کی اپنے کسب کو پاکیزہ بنالیا۔اپنے باطن کو نیک کرلیا اپنے اخلاق کو حسین بنالیا۔اپنے مال کے زیادہ حصہ کو راہ خدا میں خرچ کر دیا اور اپنی زبان درازی پر قابو پالیا۔اپنے شر کو لوگوں سے دور رکھا اور سنت کو اپنی زندگی میں جگہ دی اور بدعت سے کوئی نسبت نہیں رکھی۔

عورت کا غیرت کرنا کفر ہے اور مرد کا غیور ہونا عین ایمان ہے۔

میں اسلام کی وہ تعریف کر رہا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں کر سکا ہے۔اسلام سپردگی ہے اور سپردگی یقین ۔یقین تصدیق ہے اور تصدیق اقرار۔اقرار ادائے فرض ہے اور ادائے فرض عمل۔

مجھے بخیل کے حال پر تعجب ہوتا ہے کہ اسی فقر میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے بھاگ رہا ہے اور پھر اس دولت مندی سے محروم ہو جاتا ہے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔دنیا میں فقیروں جیسی زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں مالداروں جیسا حساب دینا پڑتا ہے۔اسی طرح مجھے مغرور آدمی پر تعجب ہوتا ہے کہ جو کل نطفہ تھا اور کل مردار ہو جائے گا اور پھر اکڑ رہا ہے۔مجھے اس شخص کے بارے میں بھی حیرت ہوتی ہے جو وجود خدا میں شک کرتا ہے حالانکہ مخلوقات خدا کو دیکھ رہا ہے اور اس کا حال بھی حیرت انگیز ہے جو موت کو بھولا ہوا ہے حالانکہ مرنے والوں کو برابر دیکھ رہا ہے۔ مجھے اس کے حال پر بھی تعجب ہوتا ہے جو آخرت کے امکان کا انکار کر دیتا ہے حالانکہ پہلے وجود کا مشاہدہ کر رہا ہے۔اور اس کے حال پر بھی حیرت ہے جو فنا ہو جانے والے گھر کو آباد کر رہا ہے اور باقی رہ جانے والے گھر کو چھوڑے ہوئے ہے۔

جس نے عمل میں کوتاہی کی وہ رنج و اندوہ میں بہر حال مبتلا ہوگا اور اللہ کو ایسے بندہ کی کوئی پرواہ نہیں ہے جس کے جان و مال میں اللہ کا کوئی حصہ نہ ہو۔

سردی کے موسم سے ابتدا میں احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو کہ اس کا اثر بدن پر درختوں کے پتوں جیسا ہوتا ہے کہ یہ موسم ابتداء میں پتوں کو جھلسا دیتا ہے اور آخر میں شاداب بنا دیتا ہے۔

اگر خالق کی عظمت کا احساس پیدا ہو جائے گا تو مخلوقات خود بخود نگاہوں سے گر جائے گی۔

صفین سے واپسی پر کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑ گئی تو فرمایا۔اے وحشت ناک گھروں کے رہنے والو!اے ویران مکانات کے باشندو!اور تاریک قبروں میں بسنے والو۔اے خاک نشینو۔اے غربت وحدت اور وحشت والو!تم ہم سے آگے چلے گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔دیکھو تمہارے مکانات آباد ہو چکے ہیں۔تمہاری بیویوں کا دوسرا عقد ہو چکا ہے اور تمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں۔یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے۔اب تم بتاؤ کہ تمہارے یہاں کی خبر کیا ہے؟

اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اگر انہیں بولنے کی اجازت مل جاتی تو تمہیں صرف یہ پیغام دیتے کہ بہترین زادراہ تقویٰ الٰہی ہے۔

ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا۔اے دنیا کی مذمت کرنے والے اور اس کے فریب میں مبتلا ہو کر اس کے مہملات سے دھوکہ کھا جانے والے!تو اسی سے دھوکہ بھی کھاتا ہے اور اسی کی مذمت بھی کرتا ہے۔یہ بتا کہ تجھے اس پر الزام لگانے کا حق ہے یا اسے تجھ پر الزام لگانے کا حق ہے۔آخر اس نے کب تجھ سے تیری عقل کو چھین لیا تھا اور کب تجھ کو دھوکہ دیا تھا؟ کیا تیرے آباء واجداد کی کہنگی کی بنا پر گرنے سے دھوکہ دیا ہے یا تمہاری ماؤں کی زیر خاک خواب گاہ سے دھوکہ دیا ہے؟ کتنے بیمار ہیں جن کی تم نے تیمارداری کی ہے اور اپنے ہاتھوں سے ان کا علاج کیا ہے اور چاہا ہے کہ وہ شفایاب ہو جائیں اور اطباء سے رجوع بھی کیا ہے۔اس صبح کے ہنگام جب نہ کوئی دوا کام آرہی تھی اور نہ رونا دھونا فائدہ پہنچا رہا تھا۔نہ تمہاری ہمدردی کسی کو فائدہ پہنچا سکی اور نہ تمہارا مقصد حاصل ہو سکا اور نہ تم موت کو دفع کر سکے اس صورت حال میں دنیا نے تم کو اپنی حقیقت دکھلا دی تھی اور تمہیں تمہاری ہلاکت سے آگاہ کر دیا تھا (لیکن تمہیں ہوش نہ آیا) یاد رکھو کہ دنیا باور کرنے والے کے لئے سچائی کا گھر ہے اور سمجھ دار کے لئے امن و عافیت کی منزل ہے اور نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے نصیحت کا مقام ہے۔یہ دوستان خدا کے سجود کی منزل اور ملائکہ آسمان کا مصلی ہے۔یہیں وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور یہیں اولیاء خدا آخرت کا سودا کرتے ہیں جس کے ذریعہ رحمت کو حاصل کر لیتے ہیں اور جنت کو فائدہ میں لے لیتے ہیں۔کسے حق ہے کہ اس کی مذمت کرے جب کہ اس نے اپنی جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے فراق کی آواز لگا دی ہے اور اپنے رہنے والوں کی فنا کی خبر سنا دی ہے اپنی بلاء سے ان کے ابتلاء کا نقشہ پیش کیا ہے اور اپنے سرور سے آخرت کے سرور کی دعوت دی ہے۔اس کی شام عافیت میں ہوتی ہے تو صبح

مصیبت میں ہوتی ہے تاکہ انسان میں رغبت بھی پیدا ہو اور خوف بھی۔ اسے آگاہ بھی کردے اور ہوشیار بھی بنادے۔ کچھ لوگ ندامت کی صبح اس کی مذمت کرتے ہیں اور کچھ لوگ قیامت کے روز اس کی تعریف کریں گے جنہیں دنیا نے نصیحت کی تو انہوں نے اسے قبول کرلیا۔ اسنے حقائق بیان کئے تو اس کی تصدیق کردی اور موعظہ کیا تو اس کے موعظہ سے اثر لیا۔

پروردگار کی طرف سے ایک ملک معین ہے جو ہر روز آواز دیتا ہے کہ ایہاالناس! پیدا کرو تو مرنے کے لئے جمع کرو تو فنا ہونے کے لئے اور تعمیر کرو تو خراب ہونے کے لئے۔

دنیا ایک گزرگاہ ہے۔ منزل نہیں ہے اس میں لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو بیچ ڈالا اور ہلاک کردیا اور ایک وہ ہے جس نے خرید لیا اور آزاد کردیا۔

دوست اس وقت تک دوست نہیں ہوسکتا ہے جب تک اپنے دوست کے تین مواقع پر کام نہ آئے۔

مصیبت کے موقع پر۔ اس کی غیبت میں۔ اور مرنے کے بعد۔

جسے چار چیزیں دیدی گئیں وہ چار سے محروم نہیں رہ سکتا ہے۔ جسے دعا کی توفیق مل گئی وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا اور جسے توبہ کی توفیق حاصل ہوگئی وہ قبولیت سے محروم نہ ہوگا۔ استغفار حاصل کرنے والا مغفرت سے محروم نہ ہوگا اور شکر کرنے والا اضافہ سے محروم نہ ہوگا۔

شکر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اگر تم شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے اور توبہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے توبہ ان لوگوں کے لئے جو جہالت کی بنا پر گناہ کرتے ہیں اور پھر فوراً توبہ کرلیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ کو اللہ قبول کرلیتا ہے اور وہ ہر ایک کی نیت سے باخبر بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

نماز متقی کے لئے وسیلہ تقرب ہے اور حج ہر کمزور کے لئے جہاد ہے۔ ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ بہترین برتاؤ ہے۔

روزی کے نزول کا انتظام صدقہ کے ذریعہ سے کرو۔

جسے معاوضہ کا یقین ہوتا ہے وہ عطاء میں دریا دلی سے کام لیتا ہے۔

خدائی امداد کا نزول بقدر خرچ ہوتا ہے۔

جو میانہ روی سے کام لے گا وہ محتاج نہ ہوگا۔

متعلقین کی کمی بھی ایک طرح کی آسودگی ہے۔

میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

ہم وغم خود بھی آدھا بڑھاپا ہے۔

صبر بقدر مصیبت نازل ہوتا ہے اور جس نے مصیبت کے موقع پر ران پر ہاتھ مارا۔ گویا کہ اپنے عمل اور اجر کو برباد کر دیا۔

کتنے روزہ دار ہیں جنہیں روزہ سے بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں حاصل ہوتا ہے اور کتنے عابد شب زندہ دار ہیں جنہیں اپنے قیام سے شب بیداری اور مشقت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہوشمند انسان کا سونا اور کھانا بھی قابل تعریف ہوتا ہے۔

اپنے ایمان کی نگہداشت صدقہ سے کرو اور اپنے اموال کی حفاظت زکوٰۃ سے کرو۔ بلاؤں کے تلاطم کو دعاؤں سے ٹال دو۔

انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا رہتا ہے۔

جس شخص نے اپنی قدر ومنزلت کو نہیں پہچانا وہ ہلاک ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے موعظہ کا تقاضا کیا تو فرمایا ان لوگوں میں نہ ہو جانا جو عمل کے بغیر آخرت کی امید رکھتے ہیں اور طولانی امیدوں کی بنا پر توبہ کو ٹال دیتے ہیں۔ دنیا میں باتیں زاہدوں جیسی کرتے ہیں اور کام راغبوں جیسا انجام دیتے ہیں۔ کچھ مل جاتا ہے تو سیر نہیں ہوتے ہیں اور نہیں ملتا ہے تو قناعت نہیں کرتے ہیں۔ جو دے دیا گیا ہے اس کے شکریہ سے عاجز ہیں لیکن مستقبل میں زیادہ کے طلب گار ضرور ہیں۔ لوگوں کو منع کرتے ہیں لیکن خود نہیں رکتے ہیں۔ اور ان چیزوں کا حکم دیتے ہیں جو خود نہیں کرتے ہیں۔ نیک کرداروں سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کا جیسا عمل نہیں کرتے ہیں اور گناہگاروں سے بیزار رہتے ہیں لیکن خود بھی انہیں میں سے ہوتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت کی بنا پر موت کو ناپسند کرتے ہیں اور پھر ایسے ہی اعمال پر قائم بھی رہتے ہیں جن سے موت ناگوار ہو جاتی ہے۔ بیمار ہوتے ہیں تو گناہوں پر پشیمان ہو جاتے ہیں اور صحت مند ہوتے ہیں تو پھر لہو ولعب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے تو اکڑنے لگتے ہیں اور آزمائش میں پڑ جاتے ہیں تو مایوس ہو جاتے ہیں۔ کوئی بلا نازل ہو جاتی ہے تو بشکل مضطر دعا کرتے ہیں اور سہولت وآسانی فراہم ہو جاتی ہے تو فریب خوردہ ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کا نفس انہیں خیالی باتوں پر آمادہ کر لیتا ہے لیکن وہ

یقینی باتوں میں اس پر قابو نہیں پا سکتے ہیں۔دوسروں کے بارے میں اپنے سے چھوٹے گناہ سے بھی خوفزدہ رہتے ہیں اور اپنے لئے اعمال سے زیادہ جزا کے امیدوار رہتے ہیں۔مالدار ہو جاتے ہیں تو مغرور و مبتلائے فتنہ ہو جاتے ہیں اور غربت زدہ ہو جاتے ہیں تو مایوس اور سست ہو جاتے ہیں۔عمل میں کوتاہی کرتے ہیں اور سوال میں مبالغہ کرتے ہیں خواہش نفس سامنے آجاتی ہے تو معصیت فوراً کر لیتے ہیں اور توبہ کو ٹال دیتے ہیں۔کوئی مصیبت لاحق ہو جاتی ہے تو اسلامی جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں ۔عبرت ناک واقعات بیان کرتے ہیں لیکن خود عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں۔موعظہ میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں حاصل کرتے ہیں۔قول میں ہمیشہ اونچے رہتے ہیں اور عمل میں ہمیشہ کمزور رہتے ہیں فنا ہونے والی چیزوں میں مقابلہ کرتے ہیں اور باقی رہ جانے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔واقعی فائدہ کو نقصان سمجھتے ہیں اور حقیقی نقصان کو فائدہ تصور کرتے ہیں۔موت سے ڈرتے ہیں لیکن وقت نکل جانے سے پہلے عمل کی طرف سبقت نہیں کرتے ہیں۔دوسروں کی اس معصیت کو بھی عظیم تصور کرتے ہیں جس سے بڑی معصیت کو اپنے لئے معمولی تصور کرتے ہیں اور اپنی معمولی اطاعت کو بھی کثیر شمار کرتے ہیں جب کہ دوسرے کی کثیر اطاعت کو بھی حقیر ہی سمجھتے ہیں۔لوگوں پر طعنہ زن رہتے ہیں اور اپنے معاملہ میں نرم و نازک رہتے ہیں۔مالداروں کے ساتھ لہوولعب کو فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔اپنے حق میں دوسروں کے خلاف فیصلہ کر دیتے ہیں اور دوسروں کے حق میں اپنے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔دوسروں کو ہدایت دیتے ہیں اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔خود ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور یہ خود معصیت کرتے رہتے ہیں اپنے حق کو پورا پورا لے لیتے ہیں اور دوسروں کے حق کو ادا نہیں کرتے ہیں۔پروردگار کو چھوڑ کر مخلوقات سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں پروردگار سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔

ہر شخص کا ایک انجام بہر حال ہونے والا ہے چاہے شیریں ہو یا تلخ۔

ہر آنے والا پلٹنے والا ہے اور جو پلٹ جاتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے تھا ہی نہیں۔

صبر کرنے والا کامیابی سے محروم نہیں ہو سکتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ کیوں نہ لگے جائے

کسی قوم کے عمل سے راضی ہو جانے والا بھی اسی کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور جو کسی باطل میں داخل ہو جائے گا اس پر دہرا گناہ ہوگا عمل کا بھی گناہ اور راضی ہونے کا بھی گناہ۔

عہدو پیمان کی ذمہ داری ان کے حوالہ کرو جو میخوں کی طرح مستحکم اور مضبوط ہوں۔

اس کی اطاعت ضرر کرو جس سے ناواقفیت قابل معافی نہیں ہے۔

اگر تم بصیرت رکھتے ہو تو تمہیں حقائق دکھلائے جا چکے ہیں اور اگر ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں ہدایت دی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہتے ہو تو تمہیں پیغام سنایا جا چکا ہے۔

اپنے بھائی کو تنبیہ کرو تو احسان کرنے کے بعد اور اس کے شر کا جواب دو تو لطف و کرم کے ذریعہ۔

جس نے اپنے نفس کو تہمت کے مواقع پر رکھ دیا۔ اسے کسی بدظنی کرنے والے کو ملامت کرنے کا حق نہیں ہے۔

جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے وہ جانبداری کرنے لگتا ہے۔

جو خود رائی سے کام لے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو لوگوں سے مشورہ کرے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

جو اپنے راز کو پوشیدہ رکھے گا اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

جو کسی ایسے شخص کا حق ادا کر دے جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو گویا اس نے اس کی پرستش کر لی ہے۔

خالق کی معصیت کے ذریعہ مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی ہے۔

اپنا حق لینے میں تاخیر کر دینا عیب نہیں ہے۔ دوسرے کے حق پر قبضہ کر لینا عیب ہے۔

خود پسندی زیادہ عمل سے روک دیتی ہے۔

آخرت قریب ہے اور دنیا کی صحبت بہت مختصر ہے۔

آنکھوں والوں کے لئے صبح روشن ہو چکی ہے۔

گناہ کا نہ کرنا بعد میں مدد مانگنے سے آسان تر ہے۔

اکثر اوقات ایک کھانا کئی کھانوں سے روک دیتا ہے۔

لوگ ان چیزوں کے دشمن ہوتے ہیں جن سے بے خبر ہوتے ہیں۔

جو مختلف آراء کا سامنا کرتا ہے وہ غلطی کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

جو اللہ کے لئے غضب کے سنان کو تیز کر لیتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر بھی قادر ہو جاتا

جب کسی امر سے دہشت محسوس کروتو اس میں پھاند پڑو کہ زیادہ خوف واحتیاط خطرہ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

ریاست کا وسیلہ وسعت صدر ہے۔

بدعمل کی سرزنش کے لئے نیک عمل والے کو اجر وانعام دو۔

دوسرے کے دل سے شر کا کاٹ دینا ہے تو پہلے اپنے دل سے اکھاڑ کر پھینک دو۔

ہٹ دھرمی صحیح رائے کو بھی دور کر دیتی ہے۔

لالچ ہمیشہ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی ہے اور ہوشیاری کا ثمرہ سلامتی۔

حکمت سے خاموشی میں کوئی خیر نہیں ہے جس طرح کہ جہالت سے بولنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

جب دو مختلف دعوتیں دی جائیں تو دو میں سے ایک یقینا گمراہی ہوگی۔

مجھے جب سے حق دکھلا دیا گیا ہے میں کبھی شک کا شکار نہیں ہوا ہوں۔

میں نے نہ غلط بیانی کی ہے اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ نہ میں گمراہ ہوا ہوں اور نہ مجھے گمراہ کیا جا سکا ہے۔

ظلم کی ابتدا کرنے والے کو کل ندامت سے اپنا ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔

کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔

جس نے حق سے منہ موڑ لیا وہ ہلاک ہو گیا۔

جسے صبر نجات نہیں دلا سکتا ہے اسے بے قراری مار ڈالتی ہے۔

واعجباہ! خلافت صرف صحابیت کی بنا پر مل سکتی ہے لیکن اگر صحابیت اور قرابت دونوں جمع ہو جائیں تو نہیں مل سکتی ہے

انسان اس دنیا میں وہ نشانہ ہے جس پر موت اپنے تیر چلاتی ہے۔ اور وہ مصائب کی غارت گری کی جولانگاہ بنا رہتا ہے۔ یہاں کے ہر گھونٹ پر اچھو ہے اور ہر لقمہ پر گلے میں ایک پھندہ ہے۔ انسان ایک نعمت کو حاصل نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ دوسری ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور زندگی کے ایک دن کا استقبال نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ دوسرا دن ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

ہم موت کے مددگار ہیں اور ہمارے نفس ہلاکت کا نشانہ ہیں۔ہم کہاں سے بقاء کی امید کریں جب کہ شب وروز کسی عمارت کو اونچا نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ حملہ کر کے اسے منہدم کردیتے ہیں اور جسے بھی یکجا کرتے ہیں اسے بکھیر دیتے ہیں۔

فرزند آدم! اگر تو نے اپنی غذا سے زیادہ کمایا ہے تو گویا اس مال میں دوسروں کا خزانچی ہے۔

دلوں کے لئے رغبت وخواہش۔آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا سبھی کچھ ہے لہٰذا جب میلان اور توجہ کا وقت ہو تو اس سے کام لے لو کہ دل کو مجبور کر کے کام لیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

مجھے غصہ آجائے تو میں اس سے تسکین کس طرح حاصل کروں؟ انتقام سے عاجز ہو جاؤں گا تو کہا جائے گا کہ صبر کرو اور انتقام کی طاقت پیدا کرلوں گا تو کہا جائے گا کہ کاش معاف کردیتے۔

ایک مزبلہ سے گزرتے ہوئے فرمایا: یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا یا دوسری روایت کی بنا پر جس کے بارے میں کل ایک دوسرے سے رشک کر رہے تھے۔

جو مال نصیحت کا سامان فراہم کردے وہ برباد نہیں ہوا ہے۔

یہ دل اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن۔لہٰذا ان کے لئے لطیف ترین حکمتیں فراہم کرو۔

جب آپ نے خوارج کا یہ نعرہ سنا کہ خدا کے علاوہ کسی کے لئے حکم نہیں ہے تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے لیکن اس سے باطل معنی مراد لیے گئے ہیں۔

بازاری لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا کہ۔یہی وہ لوگ ہیں جو مجتمع ہو جاتے ہیں۔تو غالب آجاتے ہیں اور منتشر ہو جاتے ہیں تو پہچانے بھی نہیں جاتے ہیں۔

آپ کے پاس ایک مجرم کو لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو فرمایا کہ ان چہروں پر پھٹکار ہو جو صرف برائی اور رسوائی کے موقع پر نظر آتے ہیں۔(ماخوذ از نہج البلاغہ)

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا

غیر معمولی انقلابی صفات کی حامل شخصیت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کاروانِ کربلا کی وہ باکمال و بے مثال عظیم سپہ سالار ہیں جن کا نام آتے ہی نگاہیں بصد عجز و سلامی جھک جاتی ہیں، زبان صلوٰۃ و سلام کے نغمے الاپنے لگتی ہے، قلب و ذہن میں باطل کے خلاف ایک بغاوت جاگ اٹھتی ہے اور آوازِ حق بلند کرنے میں ایک فخر اور سرشارگی کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو! کہ یہ ذکر خیر سفیرہ کربلا سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا ہے جنہیں تاریخ ثانی زہرہ کے لقب سے بھی جانتی ہے۔ سفرِ کربلا ہو یا میدانِ کربلا، معرکہ کربلا کا دل خراش اور خون آشام منظر ہو یا اسیرانِ کربلا کی کوفہ و شام اور دمشق روانگی کی داستان؛ ہر موڑ پر ہمیں آپ کا مثالی کردار نظر آتا ہے۔

ہر مقام پر آپ رضی اللہ عنہا ہمیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ دینِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافظت میں سربکف نظر آتی ہیں۔ اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جب امام عالی مقام نے سوئے کربلا رختِ سفر باندھا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی اجازت سے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عازمِ سفر ہوئیں۔ گو آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھیں کہ امامِ عالی مقام کا سفرِ کربلا ان فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت وصداقت کا ایک باب ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حوالے سے فرمائے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بعی بارض الطف و جاء نی بھذہ التربتہ فاخبرنی ان فیھا مضجعہ.

''مجھے جبرئیل امین نے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد زمینِ طف میں قتل کر دیا جائے گا اور جبرئیل میرے پاس (اس زمین کی) یہ مٹی لائے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ یہی مٹی حسین کا مدفن ہے۔'' (سر الشہادتین، 24)

زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہادتِ حسین کی خبر اس بات کا پیغام تھی کہ کربلا سے واپسی پر امامِ عالی مقام کاروانِ کربلا کے ساتھ نہ ہوں گے۔ گویا یہ سفر ابتلاء و آزمائش اور مصائب و آلام کا

سفر تھا لیکن قربان جائیں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی جرأت اور عزم واستقلال پر کہ آپ سلام اللہ علیہا نے نہ صرف بھائی کے ساتھ سوئے کربل جانے کا ارادہ فرمایا بلکہ نانا کے دین کی محافظت اور سربلندی کی خاطر اپنے دو معصوم بچوں عون ومحمد کو بھی شاملِ سفر کیا اور میدانِ کربلا میں جب جانثارانِ حسین اپنی جانوں کے نذرانے امامِ حسین علیہ السلام کے مقدس مشن کی تکمیل کے لیے لوٹا رہے تھے تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بیٹے حضرت عون وحضرت محمد رضی اللہ عنہما کو بھی پیش کیا۔

معرکۂ حق و باطل اور مبارزتِ خیر وشر میں خاندانِ نبوت کے تمام جانثاران ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ یہ وہ لمحات تھے جب گلشنِ زہرا کے تمام پھول ریگ زارِ کربلا میں خاک و خون میں لت پت تھے۔ ان دل سوز حالات میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے امامِ عالی مقام کے گھوڑے کی لگام تھامی اور بھائی کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کارزارِ کربلا روانہ کیا۔

(الطبری، 33:6)

کربلا کے اس تپتے ریگزار میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جور و جفا اور ظلم وستم کی انتہا کی گئی۔ جس پر زمین و آسمان نے خون کے آنسو بہائے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی۔ ان حالات میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جرات و بہادری اور عزم واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور انتہائی جوانمردی کے ساتھ قافلہ حسینی کی مستورات، بچوں اور بیمارِ کربلا امام زین العابدین کی دیکھ بھال اور محافظت کا فریضہ سر انجام دیا۔

سانحہ کربلا کے وقوع سے اگلی صبح عمر بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بقیہ خاندان اور عورتوں کو ہودجوں میں سوار کر کے کوفے بھیج دیا۔ یہ قافلہ جب میدان کارزار سے گزرا اور انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی بے گوروکفن لاشیں دیکھیں تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ ان کے رونے میں اتنا درد تھا کہ کلیجے پھٹے جا رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انتہائی درد وکرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی دہائی ہے، دہائی ہے دیکھیے یہ حسین علیہ السلام چٹیل میدان میں خون سے لتھڑے ہوئے اعضاء بریدہ پڑے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی دہائی ہے کہ آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں، آپ کی اولاد کے لاشے بے گوروکفن پڑے ہیں اور ہوائیں ان پر خاک اڑا رہی ہیں۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یہ دلدوز فریاد سن کر دوست دشمن سب رو پڑے۔

(البدایہ والنہایہ، 193:8، طبری، 33:6)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے بعد اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے معمولی لباس پہنا ہوا تھا اور لونڈیوں کے جھرمٹ میں تھیں اس لئے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ جب انہیں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گا تو اس نے پوچھا ''یہ کون ہے؟'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کچھ نہ بولیں۔ اس پر ایک لونڈی نے کہا ''یہ زینب بنتِ علی ہیں۔'' ابن زیاد بولا ''اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا اور قتل کیا اور تمہارے دعوے کو جھوٹا کیا'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''بلکہ سب سے زیادہ ہمیں عزت بخشی اور پاک وطاہر بنایا۔ بلاشبہ اللہ فاسق کو رسوا کرتا ہے اور فاجر کو جھٹلاتا ہے۔''

ابن زیاد نے کہا ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

حضرت زینب ؓ نے فرمایا:

''ان کے لئے شہادت مقدر ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ اپنی شہادت گاہ کی طرف خود نکل کر آ گئے۔ عنقریب وہ اپنا معاملہ اللہ کی عدالت میں پیش کریں گے''۔

(البدایہ والنہایہ، ج۸، ص ۱۹۳)

آپ رضی اللہ عنہا نے ابنِ زیاد کی ظاہری شان وشوکت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس انداز سے گفتگو فرمائی کہ مسندِ اقتدار پر براجمان ہونے کے باوجود اس میں اتنی جرات نہ ہو سکی کہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی کر سکے۔

ابنِ زیاد کے قصرِ امارت کے بعد اسیرانِ کربلا کا یہ قافلہ دمشق میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ بدبخت اس وقت مسندِ شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہوسِ اقتدار کا پجاری ظاہری کامیابی دیکھ کر اس زعمِ باطل میں مبتلا تھا کہ اس نے آلِ رسول پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے مگر اس کا یہ زعمِ باطل اس وقت محض خام خیالی ثابت ہوا جب حیدرِ کرار کی بیٹی فاتح کوفہ وشام سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے دربارِ یزید میں جرأت مندی کے ساتھ گفتگو فرمائی جسے سن کر دربارِ یزید میں موجود ہر ایک شخص کی روح تک کانپ گئی اور چند لمحے قبل اپنی طاقت اور قوت پر اترانے والے یزید کو

یوں لگا کہ ظاہری طور پر سب کچھ مل جانے کے باوجود وہ سب کچھ ہار چکا ہے۔ اسے اپنا اقتدار خطرے میں محسوس ہونے لگا۔

گویا آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی شعلہ بار تقاریر سے ابنِ زیاد و یزید اور اس کے حواریوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ان کی نیندیں حرام کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے خطبات اور تقاریر اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ تمام مصائب اور آلام آپ کے پایہ استقلال کو متزلزل نہ کر سکے۔ ایسے سخت اور کٹھن حالات میں ایک دل شکستہ اور غمگین خاتون نے جس فصیح و بلیغ انداز میں قصرِ یزید و ابنِ زیاد میں دنیا کی کم مائیگی اور بے ثباتی کو بیان کیا اور طاقت و قوت اور اقتدار کے نشے میں ان بدمست فرعونوں کو ان حقیقت یاد دلائی بلاشبہ آپ کی قوتِ ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بھٹک رہا تھا دماغِ انسانیت، جہالت کی تیرگی میں
جہنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علی کی بیٹی
ابد تک نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرورِ شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی کی بیٹی

فصاحت و بلاغت کی عظیم دولت و نعمت سے بہریاب سیدہ زینب بنتِ علی تاریخِ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے میدانِ کرب و بلا، سفرِ کوفہ و شام اور تا دمِ حیات عزم و استقلال اور بہادری کی ایک لازوال داستاں رقم کی۔ آپ کی آنکھوں نے وہ دل سوز مناظر دیکھے جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ مگر آپ نے اپنے فرضِ منصبی کو نبھاتے ہوئے انقلابِ کربلا کے پرچم کو سر بلند کیا۔ آپ حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ایمان اور کفر اور عدل اور ظلم کے درمیان حدِ فاصل کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ زینب فقط ایک ماں، بہن یا بیٹی کے کردار کا نام نہیں بلکہ ایک ایسے کردار کا نام ہے جس نے لاتعداد کرداروں کو ایک سانچے میں ڈھالتے ہوئے دینِ حق کی سربلندی میں عورت کے عظیم کردار کی وضاحت کی ہے۔

آپ کی شان، فضائل و مناقب اور آپ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے دینِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بقاء و دوام کے لیے اپنے خون سے میدانِ کرب و

بلا میں جو داستاں رقم کی اسے تا قیامِ قیامت دوام و ہمیشگی بخشنے کا سہرا فاتح شام و کوفہ زینب بنتِ علی کے سر جاتا ہے۔ آج اسلام کی جو متاع جمہوری قدروں، آزادی اظہار، جاہ حشمت اور نفاذِ شریعت کی مسلسل جدوجہد کی صورت میں نظر آ رہی ہے یہ سب پسرِ علی امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور دخترِ علی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مرہونِ منت ہے۔

سلام ان پر جنہیں دائمی حیات ملی
سلام ان پہ، ہوئی موت جن سے شرمندہ
سلام خانہ زہرا سلام اللہ علیہا ترے چراغوں پر
بجھے ہیں شمعِ رسالت کی روشنی کے لیے

(نوٹ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندان کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب ''خاندان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'')

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ و آلہٖ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی

نام	:	حضرت حسن رضی اللہ عنہ
والد کا نام	:	حضرت علی المرتضیٰ
والدہ ماجدہ کا نام	:	حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
تاریخ پیدائش	:	رمضان ۳ ہجری
شہادت کی تاریخ	:	۲۸ صفر ۵۰ ہجری
لقب	:	مجتبیٰ، امام
کنیت	:	ابو محمد

حضرت امام حسن



امام حسن رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بڑے نواسے تھے۔

ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آ پہنچا ہے۔

خواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کروگی۔

مورخین کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کردیا اور دنیا کے سامنے سورۂ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کردی۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام نامی رکھنا

ولادت کے بعد اسم گرامی حمزہ تجویز ہو رہا تھا لیکن سرور کائنات نے بحکم خدا، موسیٰ کے وزیر ہارون کے فرزندوں کے شبر و شبیر نام پر آپ کا نام حسن اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسین رکھا۔

بحار الانوار میں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعد جبرئیل امین نے سرور کائنات کی خدمت میں ایک سفید ریشمی رومال پیش کیا جس پر حسن لکھا ہوا تھا۔

معجم کبیر طبرانی میں روایت ہے:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ تَعَالَی عَنْهُ الْبَقَرَةِ أَنَّهُ سَمَّی ابْنَهُ الأَكْبَرَ حَمْزَةَ، وَسَمَّی حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ، فَسَمَّاهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا.

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔ (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر: ۲۷۱۳)

حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نام

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور قبل اسلام عرب نے یہ دونوں نام نہ رکھے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقۃ ص: ۱۱۵، میں روایت درج کی ہے:

أخرج ابن سعد عن عمران بن سليمان قال الحسن والحسين اسمان من أسماء أهل الجنة، ما سمت العرب بهما في الجاهلية.

(الصواعق المحرقۃ، ص: ۱۱۵، تاریخ الخلفاء، ج: ۱، ص ۷۶)

ابن سعد نے عمران بن سلیمان کے حوالے سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے ہیں، زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ دونوں نام پوشیدہ تھے۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی جیسا کہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا ۔ (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر: ۲۵۱۵)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ، حدیث نمبر: ۲۸۴۳)

حسن و جمال

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی بھی شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ

صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ۔
(صحیح بخاری شریف، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر: ۳۷۵۲)

ماہر علم النسب علامہ ابوالحسین کا کہنا ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن وحسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا تھا۔

کتاب اعلام الوری کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ رسولِ اللہ ﷺ کے خاندان میں آپ کی پیدائش بہت بڑی خوشی تھی۔ جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے یکے بعد دیگرے دنیا سے جاتے رہے اور سوائے لڑکیوں کے آپ کی اولاد میں کوئی نہ رہا تو مشرکین طعنے دینے لگے اور آپ کو بڑا صدمہ پہنچا اور آپ کی تسلّی کے لیے قرآن مجید میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی جس میں آپ کو خوش خبری دی گئی ہے کہ خدا نے آپ کو کثرتِ اولاد عطا فرمائی ہے اور مقطوع النسل آپ نہیں بلکہ آپ کا دشمن ہوگا۔

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نبی کریم ﷺ کے مدینہ میں آنے کے تیسرے ہی سال پیدائش گویا سورۃ کوثر کی پہلی تفسیر تھی۔

دنیا جانتی ہے کہ انہی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے چھوٹے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے اولادِ رسول ﷺ کی وہ کثرت ہوئی کہ باوجود ان کوششوں کے جو دشمنوں کی طرف سے اس خاندان کے ختم کرنے کی ہمیشہ ہوتی رہیں۔

اس کے باوجود آج دُنیا آلِ رسول کی نسل سے چھلک رہی ہے۔ عالم کا کوئی گوشہ مشکل سے ایسا ہوگا جہاں اس خاندان کے افراد موجود نہ ہوں۔ جبکہ رسول کے دشمن جن کی اس وقت کثرت سے اولاد موجود تھی ایسے فنا ہوئے کہ نام ونشان بھی ان کا کہیں نظر نہیں اتا۔

یہ ہے قرآن کی سچائی اور رسول کی صداقت کا زندہ ثبوت جو دنیا کی انکھوں کے سامنے ہمیشہ کے لیے موجود ہے اور اس لیے امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی پیدائش سے نبی کریم ﷺ کو ویسی ہی خوشی نہیں ہوئی جیسی ایک نانا کو نواسے کی ولادت سے ہونا چاہیے۔ بلکہ آپ ﷺ کو خاص مسرت یہ ہوئی کہ آپ کی سچائی کی پہلی نشانی دنیا کے سامنے آئی۔

ساتویں دن عقیقہ کی رسم ادا ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے بحکم خدا اپنے اس فرزند کا نام حسن رکھا۔ یہ نام اسلام کے پہلے نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے اسی فرزند کا نام قرار پایا۔ حسین ان کے چھوٹے بھائی کا نام بھی بس انہی سے مخصوص تھا۔ ان کے پہلے کسی کا یہ نام نہ ہوا تھا۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے نانا محمد مصطفیٰ ﷺ نے آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان اپنے نواسے کے منہ میں دی جسے وہ چوسنے لگے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا۔

زبان رسالت دہن امام حسن رضی اللہ عنہ میں

علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور آپ سرور کائنات کی خدمت میں لائے گئے تو رسول کریم ﷺ بے انتہا خوش ہوئے اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دیدی بحارالانوار میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دعا کی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسن کو لعاب دہن رسول کم اور امام حسین کو زیادہ چوسنے کا موقع دستیاب ہوا تھا اسی لیے امامت نسل حسین میں مستقر ہو گئی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرکار کائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی۔ (اسدالغابۃ جلد ۳ ص ۱۳)

علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دنبہ ذبح کیا گیا تھا۔

(مطالب السؤل ص ۲۲۰)

کافی کلینی میں ہے کہ سرور کائنات نے عقیقہ کے وقت جو دعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی:

"اَللّٰھُمَّ عظمھا بعظمہ، لحمھا بلحمہ دمھا بدمہ وشعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا وقاء لمحمد والہ"

خدایا اس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض، اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض، اس

کا خون اس کے خون کے عوض، اس کا بال اس کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمد و آل محمد کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کر کے اس کے سنت ہونے کی دائمی بنیاد ڈال دی (مطالب السؤل ص ۲۲۰)۔

کنیت و القاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد تھی اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں: جن میں طیب، تقی، سبط اور سید زیادہ مشہور ہیں، محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کا "سید" لقب خود سرور کائنات کا عطا کردہ ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔

امام حسن رضی اللہ عنہ بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے لیکن قرآن نے انہیں فرزند رسول کا درجہ دیا ہے اور اپنے دامن میں جا بجا آپ کے تذکرہ کو جگہ دی ہے خود سرور کائنات نے بے شمار احادیث آپ کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں اور جو انہیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسن کو اور ایک کندھے پر امام حسین کو بٹھائے ہوئے لیے جا رہے ہیں اور باری باری دونوں کا منہ چومتے جاتے ہیں ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے کسی نے روکنا چاہا تو حضرت نے اشارہ سے منع کر دیا (اصابہ جلد ۲ ص ۱۲)۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسن کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا ہوں جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کر انہیں داڑھی سے کھیلتے دیکھا۔ (نور الابصار ص ۱۱۹)

ایک دن سرور کائنات امام حسن کو کاندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لیے جا رہے تھے ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدر اچھی ہے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۵ بحوالہ سنن ترمذی)

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر بٹھائے ہوئے فرمارہے تھے خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

حافظ ابونعیم ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جماعت پڑھارہے تھے کہ ناگاہ امام حسن رضی اللہ عنہ آ گئے اور وہ دوڑ کر پشت رسول پر سوار ہو گئے یہ دیکھ کر رسول کریم نے نہایت نرمی کے ساتھ سر اٹھایا، اختتام نماز پر آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا یہ میرا گل سید ہے"۔ "ابنی هذا سید" یہ میرا بیٹا سید ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عشاء پڑھانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ کی آغوش میں امام حسن رضی اللہ عنہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے، جب سجدہ میں گئے تو اتنا طول دیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے اختتام نماز پر آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ میرا فرزند میری پشت پر آ گیا تھا میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں، جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائے، اس لیے سجدہ کو طول دینا پڑا۔

حکیم ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آ گئے اور حسن کے پاؤں دامن عبا میں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انہیں آغوش میں اٹھالیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا۔

(مطالب السؤل ص ۲۲۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جنت کے سردار

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری مسلمات میں سے ہے علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورکائنات نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا خَیْرٌ مِّنْهُمَا"

امام حسن اور امام حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والد بزرگوار یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان دونوں سے بہتر ہیں۔

جناب حضرت حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیل نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن وحسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد علی ابن ابی

طالب ان سے بھی بہتر ہیں۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷)

اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندان سیادت کے باپ تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایمانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کر کے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی رو سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سرمو فرق نہ ہو گا اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے سفارش کی خواہش کی، آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۴ ماہ کی تھی لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرأت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبان تاریخ پر ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طلب سفارش پر آپ نے دوڑ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور ناک مروڑ کر کہا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو، تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کر امیر المومنین مسرور ہو گئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۶)

امام حسن رضی اللہ عنہ اور ترجمانی وحی

امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی من وعن اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو سنا دیا کرتے تھے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بنت رسول میرا جی چاہتا ہے کہ میں حسن کو وحی الٰہی کی ترجمانی کرتے ہوئے خود دیکھوں، اور سنوں، حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن کے پہنچنے کا وقت بتا دیا۔ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت حسن سے پہلے گھر میں تشریف لائے اور گھر کے ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ امام حسن حسب معمول تشریف لائے اور ماں کی آغوش میں بیٹھ کر وحی سنانا شروع کر دی لیکن تھوڑی دیر کے بعد عرض کی: "یَا اُمَّاهُ قَدْ تَتَجَلْجَلُ لِسَانِیْ وَ کَلُّ بَیَانِیْ لَعَلَّ سَیِّدِیْ یَرَانِیْ" مادر گرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اور بیان مقصد میں رکاوٹ ہو رہی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرے والد گرامی مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کر حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دوڑ کر امام حسن کو آغوش میں اٹھا لیا اور بوسہ دینے لگے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۱۹۳)

بچپن میں ہی لوح محفوظ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پیش نظر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں آئی ہوئی تھیں امام حسن اورامام حسین رضی اللہ عنہما اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اور کھیل ہی کھیل کے طور پر امام حسن نے ایک کھجور دہن اقدس میں رکھ لی، یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۶ ص ۵۲)

"امام حسن رضی اللہ عنہ پر اگرچہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کو الہام ہوتا ہے اور وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس پر علامہ ابن حجر عسقلانی کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے شیر خوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجور کے منہ میں رکھ لینے پر اعتراض فرمایا تھا "کخ کخ اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ" تھوکو تھو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت دودھ پیتے تھے آپ پر ابھی شرعی پابندی نہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کیوں اعتراض کیا اس کا جواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیا ہے کہ امام حسن اور دوسرے بچے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ اِنَّ الْحَسَنَ يُطَالِعُ لَوْحَ الْمَحْفُوْظِ امام حسن شیر خوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ (احقاق الحق ص ۱۲۷)

امام حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امام حسن رضی اللہ عنہ زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعث ونشور کو یاد کرکے رویا کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی مثل کانپنے لگتے تھے آپ کا معمول تھا کہ جب دروازہ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کرکے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے اے رحمن ورحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ (روضۃ الواعظین بحار الانوار)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا زہد

امام شافعی لکھتے ہیں:
امام حسن رضی اللہ عنہ نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم و پرہیزگار تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگا دست سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں دے دیں اور فرمایا کہ مزدور لا کر اسے اٹھوا لے جا اس کے بعد آپ نے مزدور کی مزدوری میں اپنا چغا بخش دیا۔ (مراۃ الجنان ص ۱۲۳)

ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کو خدا سے دعا کرتے دیکھا خدایا مجھ دس ہزار درہم عطا فرما آپ نے گھر پہنچ کر مطلوبہ رقم بھجوا دی (نور الابصار ص ۱۲۲)

آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو فاقہ کرتے ہیں لیکن سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے مانگنے والا ہوں اس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی رکھی ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دوں، تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کر دے۔ (نور الابصار ص ۱۲۳)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا توکل کے متعلق ارشاد

امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے ان کا کہنا درست ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضا و قدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا جسے خدا اس کے لیے پسند کرے۔ (مراۃ الجنان جلد ا ص ۱۲۵)

عہد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں امام حسن کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جمل، صفین، نہروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہر ایک لڑائی میں امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کارہائے نمایاں بھی کیے۔

سیر الصحابہ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ صفین کے سلسلہ میں جب امیر المومنین نے امام حسن اور عمار یاسر کو کوفہ روانہ فرمایا آپ نے جامع کوفہ میں اپنی تقریر کے تریاق سے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لیے جامع پر آمادہ کر دیا۔ اخبار الطوال کی روایت کی بنا پر نو ہزار چھ سو پچاس افراد کا لشکر تیار ہو گیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ جانے پر آمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انھیں سمجھا کر مدینہ روانہ کریں چنانچہ وہ اس سعی میں ممدوح کامیاب ہو گئے بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جنگ جمل و صفین میں علمدار لشکر تھے اور آپ نے معاہدہ تحکیم پر دستخط بھی فرمائے تھے اور جنگ جمل و صفین اور نہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔

فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور امام حسن کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸/ رمضان ۴۹ ہجری بوقت صبح عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو بوقت صبح شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفین و تدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱/ رمضان ۴۰ھ یوم جمعہ کا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر وغیرہ سے شہید ہو گا اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز، یمن اور بصرہ وغیرہ کے عمال کی طرف توجہ کی اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کی بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کر دیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر میری طرف آ جائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کر لیے گئے اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پر آشوب تھا حضرت

علی رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھے دنیا سے کوچ کر چکے تھے ان کی دفعۃ شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر دیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں چند لوگ کھلم کھلا برسرعناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے۔۔۔ جو حضرت کے لشکر میں اختلاف وتشتت و افتراق کا بیج بوتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے" میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض وعداوت نہیں ہے میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔"

لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا آپ رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں اسی دوران میں ہر دو لشکروں میں یہ بات پھیل گئی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھر نکلے امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہ کہنے لگا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ بھی اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح کافر ہو گئے ہیں بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلی تک گھسیٹ لیا، دوش مبارک پر سے ردا بھی اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے امام حسن کو معاویہ کے حوالے کر دینے کا پلان تیار کیا، آخر کار آپ ان کی بدبختیوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر، سعد یا سعید کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ایک خارجی نے جس کا نام بروایت الاخبار الطوال ص ۳۹۳ "جراح بن قیصہ" تھا آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا آپ نے مدائن میں مقیم رہ کر علاج کرایا اور اچھے ہو گئے۔

(تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱، تاریخ آئمہ ص ۳۳۳ فتح باری)۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور صلح

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اس لیے وہ ایسے رائط پر ہرگز صلح نہ کریں گے جس سے ان کی کمزوری اور لاچاری ظاہر ہوتی ہو۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہیں شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

• امام حسن رضی اللہ عنہ نے یقیناً اپنے ساتھیوں کے حالات کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ اسلام کی کمزوری کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے، اس گھرانے کو حکومت واقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انہیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الٰہی کا اجراء ہو، اب حضرت معاویہ نے جو آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پا سکتا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے، بعد کی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آ کہاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہو سکتی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کرلیا اور تقریر فرمائی۔

آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کر لیجیے، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کئے۔

(ترجمہ ابن خلدون)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا، اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کرنا مسطور ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

- بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچے گی۔

اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانۂ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ ومطالبہ نہ کیا جاوے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیون کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور انور نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخت سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خالی کردیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ کا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کو آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا ناگوار ہوا اور انہوں نے طرح طرح کی تعریضیں کیں اور اشاروں کنایوں میں آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے انھیں سمجھادیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ملک کے لیے تمہیں قتل کراؤں۔ اس کے بعد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے رحلت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس وجہ سے حضرت امام کو سخت تنگی درپیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی شکایت لکھیں، لکھنے کا ارادہ کیا، دوات منگائی مگر پھر کچھ سوچ کر توقف کیا۔ خواب میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند! کیا حال ہے؟ عرض کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے دوات منگائی تھی تاکہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجبور تھا کیا کرتا۔ فرمایا یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَکَ وَاقْطَعْ رِجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْاَحَدًا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

"یارب! عزوجل میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کر یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے اپنی امید نہ رکھوں۔ یارب! عزوجل جس سے میری قوت عاجز اور عمل قاصر ہو اور جہاں تک میری

رغبت اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو، جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو یقین سے یارب العالمین! عزوجل مجھ کو اس کے ساتھ مخصوص فرما۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکر بجالایا۔ پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حسن! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا حال ہے۔ میں نے خدا عزوجل کا شکر کر کے واقعہ عرض کیا، فرمایا: اے فرزند! جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق عزوجل سے لو لگائے اس کے کام یوں ہی بنتے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ابن سعد نے عمران ابن عبداللہ ابن طلحہ سے روایت کی کہ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں چشم کے درمیان: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت میں اس سے بہت خوشی ہوئی لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور بہت قریب زمانہ میں آپ کو زہر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفا)

زہر کے اثر سے اِسْہالِ کَبِدِی لاحق ہوا اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں خارج ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی۔ قریبِ وفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادر عزیز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر دریافت فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ تو فرمایا کہ تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک! حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ کا زہر سب سے زیادہ تیز ہے۔

(حلیۃ الاولیاء)

سبحان اللہ! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت اور منزلت کیسی بلند و بالا ہے کہ اپنے آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں، نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت و انصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحۂ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے۔ اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی

۱۱امام علیہم الرضوان

طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی تھی کہ آپ نے پانچویں ربیع الاول ۴۹ھ کو اس دار ناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء۔)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

شہادت کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر محترم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور سیمائے مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہیں۔ یہ دیکھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسکینِ خاطرِ مبارک کے لیے عرض کیا کہ اے برادرِ گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں، بے قراری کا کیا سبب ہے۔ مبارک ہو! آپ کو عنقریب حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہرا اور حضرت قاسم و طاہر اور حضرت حمزہ و جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے برادر عزیز! میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا تھا اور خلقِ الٰہی عزوجل میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی وایذارسانی کا بھی تذکرہ کیا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپکو غمگین کر رہی تھیں۔ اسکے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ طاہرہ میں دفن کی جگہ عنایت ہوجائے انہوں نے اسکو منظور فرمایا۔ میری وفات کے بعد انکی خدمت میں عرض کیا جائے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم مانع ہوگی، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار نہ کرنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب وصیت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی، آپ نے اس کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بڑی عزت و کرامت کے ساتھ منظور ہے، لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی ہتھیار بند ہوگئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلا کر واپس کیا اور یہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول بقیع شریف میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون جنت کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ (تاریخ الخلفاء)

مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

لیکن اس روایت کی کوئی سندِ صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سندِ صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔ یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی نا قابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو خاص کر جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے اس امامِ جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ نہیں ہے یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادرِ معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کیلئے معین کرنے والا کون ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو غیر کے ساتھ سازباز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو (۱۰۰) کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت ہے، یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں، کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہوجائے اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن عورتوں کو طلاق دیدیتے تھے۔ وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں شیدایانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء) ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض

صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمعِ فاسد سے امام جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

تاریخ کا سیاہ دن

۲۸ صفر المظفر ۵۰ ہجری تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب نواسہ رسول ﷺ خلیفۃ المسلمین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند نامور عالم اہلسنت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو شہادت رسولِ خدا ﷺ سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبران کے اوصاف، کمالات اور خوبیاں خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ میں جمع ہو گئی تھیں۔ مگر ایک کمال باقی رہ گیا تھا وہ تھا شہادت کا مرتبہ وہ حضور ﷺ کو خود حاصل نہیں ہوا تھا اس کا راز یہ تھا کہ اگر حضور ﷺ کسی جنگ میں شہید ہو جاتے تو اسلام کی شوکت متاثر ہوتی۔ حکمت الٰہی اور کارسازی نے یہ پسند فرمایا کہ شہادت کا کمال بھی حضور ﷺ کو مل جائے۔ کیونکہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا رسول کریم ﷺ کا بیٹا ہونا دلائل سے ثابت ہے اس لئے ان دونوں نواسوں کی شہادت رسول ﷺ کی شہادت ٹھہری۔

(سر الشہادتین)

امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں سورہ کوثر کی پہلی تفسیر بن کر صحن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں تشریف لائے۔

رسولِ خدا ﷺ کیلئے امام حسن رضی اللہ عنہ کی آمد بہت بڑی خوشی تھی کیونکہ جب مکہ مکرمہ میں رسول کریم ﷺ کے بیٹے یکے بعد دیگرے رحلت فرماتے رہے تو مشرکین طعنے دیتے اور آپ کو بڑا صدمہ پہنچتا۔ مشرکین کو جواب کے لیے قرآن مجید میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی جس میں آپ کو خوش خبری دی گئی ہے کہ ندا نے آپ کو کثرتِ اولاد عطا فرمائی ہے اور مقطوع النسل آپ ﷺ نہیں ہوں گے بلکہ آپ ﷺ کا دشمن ہوگا۔ دنیا میں ہر انسان کی نسل اس کے بیٹے سے ہے لیکن کائنات کی اشرف ترین ہستی سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسل کا ذریعہ ان کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر عورت کی اولاد کا نسب اس کے باپ کی طرف ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے میں ہی ان کا نسب والا اور میں ہی ان کا باپ ہوں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ [illegible] روایت ہے کہ [illegible]

منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب۔
اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نسب (اولاد فاطمہ) اور رشتہ کے۔ (مستدرک للحاکم، معجم کبیر للطبرانی، احمد بن حنبل فضائل الصحابہ)

نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کیلئے بھی رسول خدا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے فرزندان کے طور پر ساتھ لے کر گئے جس پر قرآن کی آیت گواہ ہے۔

بحارالانوار میں ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ سرور کائنات کی خدمت میں لائے گئے تو آنحضرت ﷺ نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن رضی اللہ عنہ اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دعا کی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا۔ ولادت کے ساتویں دن سرکار کائنات ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسد الغابۃ)۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ '' آپ نے اس بچہ کا کوئی نام بھی رکھا؟ '' امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ '' آپ ﷺ پر سبقت میں کیسے کر سکتا تھا۔ '' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا '' میں بھی خدا پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں '' چند ہی لمحوں کے بعد جبرائیل علیہ السلام پیغمبر ﷺ کی خدمت میں وحی لیکر آگئے اور کہا '' خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اس بچہ کا نام حسن رضی اللہ عنہ رکھئے۔ تاریخ خمیس میں یہ مسئلہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ماہرین علم الانساب بیان کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہ ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے چہرے سے سینے تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ سینے سے قدموں تک رسول ﷺ کی شبیہہ تھے۔

خدا کی وحی کے بغیر کوئی کام اور کلام نہ کرنے والے رسول خدا ﷺ کی نواسوں سے محبت اور اللہ کے نزدیک مقام کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نماز عشاء ادا کرنے کیلئے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ اس وقت حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت آگے بڑھے (نماز کی امامت فرمانے کیلئے) اور ان کو زمین پر بٹھلایا۔ پھر نماز کے واسطے تکبیر فرمائی۔ آپ ﷺ نے نماز کے درمیان ایک سجدہ میں تاخیر فرمائی تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ صاحب زادے (یعنی رسول کریم ﷺ کے نواسے) آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہیں

اور اس وقت آپ ﷺ حالت سجدہ میں ہیں۔ پھر میں سجدہ میں چلا گیا جس وقت آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے نماز کے دوران ایک سجدہ ادا فرمانے میں تاخیر کیوں فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی میرے نواسے مجھ پر سوار ہوئے تو مجھ کو (برا) محسوس ہوا کہ میں جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور اس کی مراد (کھیلنے کی خواہش) مکمل نہ ہو۔

(سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۱۴۲)

رسول اللہ ﷺ ایک دن محو خطبہ تھے کہ امام حسنین رضی اللہ عنہما آ گئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاؤں دامن عبا میں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انہیں آغوش میں اٹھا لیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا۔ (سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابوداؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے، ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما''۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دن کے ایک حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا، آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، کیا بچہ یہاں ہے؟ یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آ گئے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے''۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن وحسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (فضائل الصحابہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک آدمی نے کہا، اے لڑکے! کیا خوب سواری پر سوار ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت خوب ہے۔ (ترمذی) یہی حدیث حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

(مسند بزار، مجمع الزوائد)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں کسی کام سے میں نبی کریم ﷺ کی

بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آقا و مولیٰ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے چادر میں کوئی چیز لی ہوئی تھی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ چیز کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار ہوا، میرے آقا! آپ ﷺ نے کس چیز پر چادر لپیٹی ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ فرمایا، یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی اِن سے محبت رکھ اور اُن سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھیں۔ (سنن ترمذی، صحیح ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلے۔ راستے میں آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی تو آپ انکے پاس تشریف لے گئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ پانی کے لیے مشکیزے کی طرف بڑھے تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا مگر (گرمی کی وجہ سے زیادہ استعمال کے باعث) کسی کے پاس پانی موجود نہ تھا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ایک صاحبزادہ مجھے دیدو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے ایک شہزادہ دے دیا۔ آپ نے اسے سینے سے لگا لیا لیکن وہ سخت پیاس کی وجہ سے مسلسل رو رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے باری باری دونوں شہزادوں کے منہ میں اپنی مبارک زبان ڈال دی تو وہ سیراب ہو کر خاموش ہو گئے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد، خصائص کبریٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔ آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے، میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر آپ دونوں کو سونگھا کرتے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔ (سنن ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ (سنن ترمذی، مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (فضائل الصحابہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ان کے

بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے نانا نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماں باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔
(طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوصال کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرات اور سخاوت کا وارث ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے سات سال اور کچھ مہینے تک اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شہادت سے تین سے چھ مہینے پہلے ہوئی آپ اپنے والد ماجد کے زیر تربیت آ گئے تھے۔ فرزند رسول امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد امامت کے درجے پر فائز ہوئے اس کے ساتھ خلافت اسلامیہ پر بھی متمکن ہوئے اور تقریباً چھ ماہ تک آپ امور مملکت کا نظم ونسق سنبھالا۔ آپ کا عہد بھی خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام حسن رضی اللہ عنہ زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثر یاد خداوندی میں گریہ کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی مثل کانپنے لگتے تھے۔ (روضۃ الواعظین، بحارالانوار)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام حسن رضی اللہ عنہ نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم و پرہیز گار تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ نے ۲۱ رمضان کو شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکفین وتدفین کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تحریک سے قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ یوم جمعہ کا ہے (تفسیر ابن اثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ سب نے انتہائی خوشی اور رضامندی کے ساتھ بیعت کی آپ نے مستقبل کے حالات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اسی وقت لوگوں سے صاف صاف یہ شرط کر دی کہ "اگر میں صلح کروں تو تم کو صلح کرنا ہوگی اور اگر میں جنگ کروں تو تمہیں میرے ساتھ مل کر جنگ کرنا ہوگی" سب نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ آپ نے انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ انتشار کا شکار ہے اور تو آپ تختِ حکومت کو خیر باد کہہ دیا کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا واحد مقصد حکم خدا اور حکم رسول کی پابندی کا اجراء چاہئے تھا امام حسن رضی اللہ عنہ نے دین خدا کی سربلندی، فتنہ و فساد کا سر کچلنے، کتاب خدا اور سنت رسول پر عملدر آمد کو یقینی بنانے کیلئے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلح حدیبیہ کی بنیاد میں تختِ حکومت کو ٹھوکر مار کر جو تاریخی صلح کی وہ اسلام کی تاریخ کا ایسا ناقابل فراموش باب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

رسول کے پیارے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۲۸ صفر المظفر ۵۰ھ کو جام شہادت نوش کیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں، آپ کی اولاد میں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں، یہی تعداد ارشاد مفید ص ۲۰۸، نور الابصار ص ۱۱۲ طبع مصر میں ہے۔

علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسن کی نسل زید اور حسن مثنی سے چلی ہے۔ آپ کے تین فرزند، عبداللہ، قاسم، اور عمرو، کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ (نور الابصار ص ۱۱۲)

جناب زید رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر اور صدقات رسول کے متولی تھے انہوں نے ۱۲۰ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے۔

جناب حسن مثنی نہایت جلیل القدر فاضل متقی اور صدقات امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے متولی تھے آپ کی شادی امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتولوں میں دب گئے تھے، جب سر کاٹے جا رہے تھے تب ان کے ماموں ابو احسان نے آپ کو زندہ پا کر عمرو سعد سے لے لیا تھا آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۷ھ میں زہر دیدیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں۔ (ارشاد مفید ص ۲۱۱ و نور الابصار ص ۲۶۹)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء کے پہلے بیٹے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ آپ اسم گرامی حسن اور کنیت ابو محمد اور لقب تقی، زکی، سید، طیب، ولی، مجتبیٰ، شبیہ رسول ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی کے بعد امام ہوئے۔

آپ کا نسب یہ ہے۔

حسن بن فاطمۃ الزاہراء (زوجہ علی بن ابی طالب) بنت محمد رسول اللہ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب فہر (قریش) اور آپ کی والدہ ماجدہ فاطمۃ الزاہراء بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یعنی آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور بیٹے ہیں۔ بایں وجہ آپ کو سبط الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ آپ بارہ اماموں سے دوسرے امام ہیں۔ نیز خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ ہیں۔ آپ کی خلافت نص سے ثابت ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی اور اس کے بعد بادشاہت ہوگی اور تیس سال خلافت کی مدت امام حسن رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ خلافت سے مکمل ہوتی ہے۔ لہٰذا امام حسن کی خلافت منصوص ہوئی نیز امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع بھی ہے۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۳۴)

امام حسن خلفاء راشدین میں سے پانچویں خلیفہ ہیں تفصیل آگے رہی ہے۔

امام حسن مجتبیٰ کی اولاد

۱۔ حضرت زید	۲۔ حضرت حسن مثنیٰ
۳۔ حضرت حسین الاثرم	۴۔ حضرت طلحہ
۵۔ حضرت اسماعیل	۶۔ حضرت عبد اللہ
۷۔ حضرت حمزہ	۸۔ حضرت یعقوب
۹۔ حضرت عبد الرحمن	۱۰۔ حضرت ابوبکر
۱۱۔ حضرت قاسم	۱۲۔ حضرت عمر

اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

۱۔حضرت فاطمہ ۲۔حضرت ام سلمہ

۳۔حضرت ام الحسن ۴۔حضرت ام الحسین

اور بعض علماء نے چھ بیٹیاں ذکر کی ہیں۔(۶) حضرت رقیہ ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل پاک چار بیٹوں یعنی حضرت زید، حضرت حسن مثنیٰ، حضرت حسین الاثرم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے جاری ہوئی تھی مگر حسین الاثرم اور عمر کا سلسلہ اولاد جلدی ختم ہوگیا اور حضرت عبداللہ اور حضرت قاسم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کربلا میں شہید ہوگئے اور حضرت طلحہ، حضرت اسماعیل، حضرت حمزہ، حضرت یعقوب، حضرت عبدالرحمن کی آگے کوئی اولاد نہیں ہے۔اب دنیا صرف حضرت زید حسن مثنیٰ اور حضرت حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔

حضرت زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے آگے بیٹے حضرت ابومحمد حسن رضی اللہ عنہ تھے یہ سیاہ لباس پہنا کرتے تھے ان کی وفات ۱۶۱ھ ہے اور حضرت ابومحمد حسن آگے سات بیٹے تھے۔

(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت علی سدید (۳) حضرت زید

(۴) حضرت قاسم (۵) حضرت عبداللہ (۶) حضرت اسحاق

(۷) حضرت اسماعیل

ان ساتوں کی آگے اولاد ہے۔ان میں سے حضرت علی سدید کے متعدد بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام شجاع تھا جس کی اولاد میں سے مشہور ومعروف ولی کامل حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری المتوفی ۴۶۵ھ بھی ہیں۔ان کا نسب یہ ہے۔

علی بن عثمان بن علی بن عبدالرحمن بن شجاع بن ابوالحسن علی سدیدی بن ابومحمد الحسن بن زید بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب،جن کا مزار اقدس لاہور پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔

مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں میرا خیال ہے کہ حضرت امیر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم وصال سے قبل اس مقام ولایت کے ملجاء وماویٰ تھے اور جس کسی کو اس راستے سے فیض پہنچا ان کے وسیلہ سے ہی پہنچا تھا۔

حضرت امیر علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے انتقال کے بعد یہ بلند درجہ کا منصب حضرات

حسنین کریمین و دیگر بارہ اماموں سے جو تھے ان کو بالترتیب پہنچتا رہا اور اسی طرح بزرگوں (بارہ اماموں) کے وصال کے بعد جس کسی کو فیضان ملتا ہے ان ہی کے وسیلہ سے ملتا ہے اور بعد ازاں جتنے اقطاب اور نجباء وقت ہوئے ان کے ملجاء و ماویٰ وہی ہوئے ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ چھوٹی عمر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے اور بسا اوقات ان کی زبان کو چوستے تھے اور گلے لگا لیتے تھے اور بسا اوقات آپ آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سجدہ ریز ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر چڑھ جاتے اور آپ کو اسی حالت پر رکھتے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن کی وجہ سے سجدے کو طویل کر دیتے اور بسا اوقات آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منبر پر چڑھ جاتے۔

حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لڑکھڑاتے دیکھا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے پاس چلے گئے اور ان کو گود میں لے لیا اور اپنے ساتھ منبر پر لے آئے اور فرمایا تم اللہ کی رحمت ہو اور تمہاری تعظیم کی جاتی ہے اور تم سے محبت کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چند دنوں کے بعد نماز عصر پڑھائی پھر آپ اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ چلتے چلتے باہر نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھا لیا اور فرمانے لگے کہ مجھے قسم ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سن کر مسکرانے لگے۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس سے نچلے حصے میں آپ سے مشابہ تھے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھے پر تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

امام احمد نے اپنی مسند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں مدینہ منورہ

کے ایک بازار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ واپس ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کے صحن میں تشریف لائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلایا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیال کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو آپ کو والدہ نے روکا ہے کہ آپ ان کے گلے میں لونگوں کا ہار ڈال رہے تھے جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے گلے سے لگا دیا آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ ماجدہ (سیدۃ النساء فاطمۃ الزاہرء رضی اللہ عنہا) اور والد ماجد (حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم) پر چادر ڈالی اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے۔ اور حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔

عبد اللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اس میں طویل سجدہ کیا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس بارے میں آپ سے بات کی تو فرمایا میرے اس بیٹے حسن نے مجھے سواری بنا لیا اور میں نے اس سے سبقت کرنا پسند نہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی مرضی سے اترے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور فرمایا تم جس سے جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا

اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا اور مسعود بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فاطمه بضعة منى فمن اغضبها اغضبنى۔ کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۷۲)

اس سے ثابت ہوا سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی رضا میں رسول پاک ﷺ کی رضا ہے اور جس نے حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا اس نے رسول پاک ﷺ کو ناراض کیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث بالا مذکور سے ثابت ہوا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی ناراضگی میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں آپ سے زمین فدک اور خیبر سے حصے کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کر دیا۔ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا اس معاملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوگئیں۔ فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت۔ (خامس الخلفاء الراشدین، ص ۵۲، ۵۳)

پس ان سے بات چیت چھوڑ دی۔ یہاں تک کہ اپنی وفات تک ان سے بات نہ کی اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر پر بوجہ نہ دینے وراثت کے ناراض ہوگئیں اور یہ ناراضگی ہمیشہ رہی یہاں تک کہ آپ فوت ہوگئیں اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی ناراضگی حضور ﷺ کی ناراضگی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہی ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بوجہ نہ دینے وارثت کے ناراض ہوگئی تھیں۔ مگر دوسری روایت جو حافظ بیہقی سے مروی ہے اس میں ہے کہ بعد میں سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی ہوگئی تھیں۔ چنانچہ حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ محدث شعبی سے روایت کیا۔

انه قال لما مرضت فاطمه اتاها ابوبكر الصديق (رضى الله عنه) فاستاذن عليها فقال على يا فاطمة هذا ابوبكر الصديق يستاذن عليك فقالت اتحب ان آذن له قال نعم فاذنت له فدخل عليها يترضاها۔

شعبی نے کہا کہ جب فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق

آپ کے گھر آئے اور اجازت مانگی تو علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! یہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آنے کیلئے اجازت مانگ رہے ہیں پس حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں ان کا اجازت دے دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں سیدۃ النساء فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آئے اور انہیں راضی کرلیا۔

حافظ ابن کثیر نے کہا وہذا اسناد جید قوی کہ بیہقی کی روایت کی سند مضبوط اور قوی ہے اور حافظ بیہقی کی یہ روایت جو شعبی سے مروی ہے مثبت ہے کہ اس میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا بعد میں، حضرت ابوبکر صدیق پر راضی ہوگئی تھیں اور جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ نا کافی ہے کہ اس میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راضی نہ تھیں۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب مثبت اور منفی کا تعارض ہوجائے تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے اور مثبت روایت ہی قابل عمل ہوتی ہے۔

چنانچہ علماء اصول نے تصریح کی ہے۔

ومعلوم لدی العلماء ان قول المثبت مقدم علی النافی لان احتمال الثبوت حصل بغیرعلم النافی

علماء کے نزدیک ہے کہ مثبت قول منفی قول پر مقدم ہوگا کیونکہ ثبوت کا احتمال علم نافی کے بغیر حاصل ہوتا۔

جب مثبت قول مقدم اور راجح ہوا تو بیہقی کی مروی روایت کو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر ترجیح ہوگی اور بات ثابت ہوئی۔

انہا رضیت عن ابی بکر ذالك وماتت وھی راضیة عنه

حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کا جب وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی تھی۔

(خامس الخلفاء الراشدین، ص ۵۳ وسیرت سیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غرضیکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق پر

منفی روایت ہے اور بیہقی کی روایت کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راضی پر نہ تھیں۔ یہ
راضی ہو گئی تھیں۔ مثبت ہے جب مثبت اور منفی روایت کا تعارض ہو جائے تو ترجیح مثبت روایت کو ہوتی ہے
لہٰذا ترجیح بیہقی کی مروی روایت کو ہو گی کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی تھیں۔
حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بڑی شان ہے جس
پر سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا راضی ہیں اس پر اللہ اور اس کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ میں سلام کرنے کیلئے حاضر ہوں نیز مجھے خوشخبری دے۔

بان فاطمة سيدة النساء اهل الجنة وان الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة۔

کہ تحقیق فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور تحقیق حسن اور حسین کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ (مستدرک للحاکم، ج ۳،ص ۱۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین کریمین کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے تھے حضرت علی شیر خدا بھی امام حسن و امام حسین کا بہت اعزاز واحترام کرتے تھے۔

ایک روز حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا آپ تقریر نہیں کریں گے؟ کہ میں آپ کی تقریر سنوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ کو دیکھتے ہوئے تقریر کرنے سے شرم محسوس کرتا ہوں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے اور وہاں جا بیٹھے جہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ پھر جناب حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سن رہے تھے۔ پس آپ نے بلیغ و فصیح تقریر کی اور جب آپ واپس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بعض بعض کی اولاد ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما [illegible] تے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی رکاب پکڑ لیتے اور جب امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما طواف کرتے تو لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔ قدم رکھنے کی جگہ باقی نہ رہتی اور رروای نے بیان کیا ہے

کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما جب فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں پڑھتے اور آپ کے مصلی پر بیٹھ جاتے اور سورج بلند ہوتے تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے

شعبہ بن حجاج واسطی نے ابو اسحاق ہمدانی سے بحوالہ حارث اعور بیان کیا ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے جوانمردانہ صفات کے متعلق دریافت کیا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: اے میرے بیٹے! راستی کیا ہے۔؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:۔ اے میرے والد گرامی! بری نیت کو اچھی بات سے دور کر دینے کو راستی کہتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: شرف کیا ہے۔؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: خاندان سے نیکی کرنا اور کوئی جرم کرے تو اس کا بوجھ اٹھانا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: جوانمردی کیا ہے۔؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پاک دامن ہونا اور آدمی کا اپنی اصلاح کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: کمینگی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: معمولی بات پر سوچنا اور حقیر چیز کو روکے رکھنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ملامت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: انسان کا اپنے آپ سے بچنا اور اپنی دلہن (بیوی) کو قربان کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: سخاوت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: تنگی و آسائش میں خرچ کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: بخل کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اسے فضول سمجھنا اور جو خرچ کر چکا ہے اسے ضائع سمجھنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: اخوت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: سختی اور آسائش میں وفاداری کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: بزدلی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: دوست پر جرأت کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: غنیمت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: تقویٰ میں رغبت کرنا اور دنیا سے بے رغبتی کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: حلم کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: غصے کو پینا اور نفس پر قابو رکھنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: تونگری کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نفس کا اس چیز پر راضی ہونا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہو خواہ وہ تھوڑی ہو تونگری میں صرف دل کا غنی ہونا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: قوت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: سخت جنگ کرنا اور مضبوط ترین آدمی سے جنگ کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ذلت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: سچائی کے وقت گھبرا جانا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: جرأت کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہمسر لوگوں سے ملنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: تکلف کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: بے مقصد والی بات کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: مجد اور بزرگی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: تاوان ادا کرنا اور جرم کو معاف کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: عقل کیا ہے۔؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہر وہ چیز جس کی تجھ سے حفاظت مطلوب ہے اس سے دل کو محفوظ رکھنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: حماقت کیا ہے۔؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اپنے بادشاہ سے دشمنی کرنا اور اس سے بلند آواز سے بات کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ثناء کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اچھائی کرنا اور برائی کو چھوڑنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: دانائی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: طویل بردباری کرنا اور حکمرانوں کے ساتھ نرمی کرنا۔ لوگوں کی بدظنی سے بچنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: بے وقوفی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کمینوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کی مصاحبت کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: محرومی کیا ہے؟۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اپنے حصے کو چھوڑ دینا جبکہ اسے تجھ پر پیش کیا گیا ہو۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

ولا فقرا شد من الجھل ولا مال افضل من العقل ولا وحدۃ اوحش من العجب ولا مظاھرۃ اوثق من المشاورۃ۔۔۔ الخ

یعنی جہالت سے سخت تر فقر کوئی نہیں ہے اور عقل سے بہت کوئی مال نہیں ہے اور تکبر سے زیادہ وحشت ناک تنہائی کوئی نہیں ہے اور مشاورت سے بڑھ کر کوئی قابل مدد نہیں ہے۔ اور تدبر کی طرح کوئی عقل نہیں ہے۔ اور حسن اخلاق کا سا کوئی حسب نہیں ہے۔ اور رکنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں ہے۔ اور تفکر جیسی کوئی عبادت نہیں ہے۔ اور حیاء جیسا کوئی ایمان نہیں ہے۔ اور ایمان کی بلندی اور چوٹی صبر ہے۔ اور بات کی آفت جھوٹ ہے اور علم کی آفت نسیان ہے اور حلم کی آفت بداخلاقی ہے اور عبادت کی آفت سستی ہے۔ اور شرافت کی آفت فخر کرنا ہے اور شجاعت کی آفت نافرمانی ہے اور سخاوت کی آفت احسان جتانا ہے اور خوبصورتی کی آفت تکبر ہے اور محبت کی آفت فخر ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے رضی اللہ عنہ! جس شخص کو تو ہمیشہ دیکھتا ہے اس کو حقیر نہ سمجھ۔ اگر تجھ سے بڑا ہے تو اسے اپنے باپ کی طرح سمجھ، اگر وہ تیرے جیسا ہے تو وہ تیرا بھائی ہے۔ اگر وہ تجھ سے چھوٹا ہے تو اسے اپنا بیٹا خیال کر۔

قاضی ابوالفرج نے کہا ہے کہ اس خبر (حدیث) میں حکمت اور فائدہ ہے جس سے اس کا یاد کرنے والا اور اس کی رعایت کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس پر عمل کر کے اپنے نفس کو مہذب بنا سکتا ہے اور اس کے علم سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

اور جو کچھ امیر المومنین نے بیان کیا ہے اور اس سے بڑھ کر آپ نے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے اس سے کسی دانشمند عالم کو یاد کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اور خوش بخت ہے وہ شخص جو اس کے

سیکھنے سے ہدایت پائے اور اس پر عمل کرے اور اصمعی المدائنی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی باتیں دریافت کیں تو آپ نے انہیں اس قسم کا جواب دیا اور طبرانی نے بیان کیا کہ امام حسن کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔

تو جس قدر تقویٰ اختیار کر سکتا ہے اسے نفس کے لئے آگے بھیج۔ اے جوان موت بلاشک و ریب تیرے پاس آنے والی ہے کیا تو قبرستان اور بوسیدگی میں اپنے دلی احباب کو نہیں دیکھتا۔

امام احمد نے فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو بلایا اور فرمایا آج تم قوم کے چھوٹے بچے ہو اور کل تم بڑے ہو گے پس تم علم سیکھو۔

فمن لم یستطع منکم ان یرویه او یحفظه فلیکتبه ولیجعله فی بیته

جو تم میں سے اس کو روایت نہ کر سکے یا اس کو یاد نہ کر سکے چاہیے اس کو کہ وہ اس علم کو لکھ لے اور اس کو گھر میں محفوظ رکھے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۹۲ ۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا دونوں کے بے شمار فضائل و مناقب ذکر کئے ہیں اور امام حسن کو اپنی سیادت (سرداری) عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ سیدۃ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال میں حسن اور حسین دونوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں ان کو کسی چیز کا وارث بنا دیں

فقال امام الحسن هیبتی و سؤدی و امام حسین فله جرأتی وجودی

پس آپ نے فرمایا حسن (مجتبیٰ) کیلئے میری ہیبت (رعب) اور میری سرداری ہے اور حسین کیلئے میری جرأت (بہادری) اور میری سخاوت ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۹۹)

اس سے ثابت ہوا کہ امام حسن سید اور سردار تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سیادت یعنی سرداری امام حسن کو عطا فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ انه سید۔ بے شک حسن سید ہے۔

امام حسن اور امام حسین کی جنت میں سیادت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی

جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے متعدد مرتبہ سنا ہے کہ حسن اور حسین جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔

اس سیادت کے بارے میں درج ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور پاک ﷺ سے سنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ مسعود، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت اسامہ بن زید، حضرت قرۃ بن ایاس، حضرت مالک بن الحویرث، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوہریرہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) (خامس الخلفاء الرشدین، ص ۶۷)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی سیادت (سرداری) خبر متواتر سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا۔ وان ابنی ھذا سید۔ اور بے شک میرا بیٹا سید ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا کہ خبر متواتر صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے حسن بن علی کے بارے میں کہا بے شک میرا یہ بیٹا (حسن) سید ہے اور ابوبکرہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حسن آپ کے ایک پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور پاک ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی امام حسن کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس حدیث میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت ہے کہ حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ حسن سید (سردار) ہے اور تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ سید کا معنی سردار ہوتا ہے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ ہم سے باتیں کررہے تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کی گود میں تھے آپ ایک دفع حضرت حسن کی طرف متوجہ ہو کر انہیں بوسہ دیتے تھے اور ایک دفعہ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر ان سے باتیں کرتے تھے جب امام حسن کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے بلاشبہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اگر یہ زندہ رہا تو مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

شیخ ابوالحجاج مزی نے اپنی کتاب اطراف میں بیان کیا ہے کہ بعض نے اسے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ میرا بیٹا سید ہے اور اسی طرح عبدالرحمن بن معمر نے اسے بحوالہ اعمش روایت کیا ہے اور سعید بن ابی سعید المدنی نے روایت کی ہے کہ ہم ابوہریرہ کے ساتھ تھے کہ اچانک حضرت حسن بن علی نے آ کر ہمیں سلام کیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیچھے انہیں مل کر کہا اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو نیز کہا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کو بیان کرتے سنا ہے کہ بلاشبہ سردار ہے۔

حدیث جو پہلے گزر چکی ہے اس میں امام حسن کی سیادت اور رعب اور امام حسین کی سخاوت اور جرأت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی سیادت (سرداری) اور رعب حسن کو اپنی سخاوت اور جرأت حسین کو عطا فرمائی ہے۔ یہ سیادت اور رعب اور سخاوت و جرأت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات لازمہ ہیں ان کے علاوہ اور بے شمار صفات حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات لازمہ (غیرہ منفکہ) جتنے صفات اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں اسماء الہیہ کی بارگاہوں سے جب گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف ہو گئے جب الرحیم پر گزرے تو رحیم بن گئے اور الغفور پر گزرے تو غفور بن گئے اور کریم پر گزرے تو کریم بن گئے۔ اور حلیم پر گزرے تو حلیم بن گئے اور شکور پر گزرے تو شکور بن گئے اور جواد پر گزرے تو جواد بن گئے اور اسی طرح دیگر اسماء الہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے اور وہ اسماء جن صفات سے متعلق ہیں ان صفات الہیہ سے متصف ہوتے گئے جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائے کمال کے حال میں تھے اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء صفات ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صفات لازمہ میں سیادت، رعب، سخاوت، جرأت) اپنے نواسوں حسن اور حسین کو عطا فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت عطا فرمائی ہے جسے جو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔ (الیواقت والجواہر، ج ۲، ص ۳۶)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

وما اتاکم الرسول فخذوہ و مانھٰکم عنه فانتھوا (الحشر)

اور جو تمہیں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

آیت کریمہ میں کلمہ ''ما'' عموم کیلئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ چاہیں عطا فرما سکتے ہیں اور جو کچھ تم کو عطا فرمائیں وہ لے لو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز جو چاہیں جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرما دیں۔

اور قرآن پاک میں یہ بھی فرمایا۔

اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ (البقرۃ)

اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے فضل سے جس کو چاہے غنی مالدار کر دے۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اختیارات کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فضل سے جس کو چاہیں عطا فرما کر غنی فرما دیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں بیٹیوں امام حسن اور امام حسین کو سیدۃ فاطمۃ الزاہراء کے کئی پر سیادت، رعب، سخاوت جرأت بطور وراثت کمالات عطا فرمائے۔ ان کمالات وصفات لازمہ کے علاوہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی عطا سے مزید کمالات وفضائل سے نوازا جو ان کا ہی حصہ تھا۔

چونکہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے کمالات وفضائل میں انتہاء درجہ پر فائز تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے آپ سے علمی سوالات دریافت کرتے رہتے۔

پہلے البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے امام حسن سے انسان کے عمدہ صفات کے بارے میں پوچھا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے تمام کے تسلی بخش جواب دیے۔ اسی طرح دیگر مواقع پر بھی حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ امام حسن سے سوالات کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ حافظ ابن ... فی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ کے بارے میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو امام حسن نے فیصلہ دیا اس پر امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل فرمایا۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ یہ گرفتاری ایک ویران غیر آباد جگہ سے ہوئی گرفتاری کے وقت اس شخص کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی۔ یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے مولیٰ علی کے سامنے اقبال جرم کر لیا اور آپ نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اتنے میں ایک شخص دوڑا دوڑا آیا اور اس نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی اقبال جرم کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ملزم سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبالِ جرم کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہیں

ہوگا۔ امیر المومنین نے پوچھا، واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے قضائے حاجت ... میں جائے وقوع کے قریب قضائے حاجت سے فارغ ہوا تو میری نظر اس لاش پر پڑ گئی میں اسے دیکھنے کیلئے اس کے قریب پہنچا دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کرلیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص قاتل ہے۔ مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اس لئے میں نے اقرار کر لینا ہی بہتر سمجھا۔

اب دوسرے شخص سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ایک اعرابی ہوں مفلس ہوں مقتول کو میں نے طمع مال سے قتل کیا ہے اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آگئی۔ اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا اب جبکہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کرلوں۔

یہ تمام واقعہ سن کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ امام حسن نے کہا کہ امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو اس نے ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا

اور جس نے زندہ رکھا اک جان کو اس نے گویا زندہ رکھا تمام لوگوں کو

امیر المومنین علی شیر خدا نے مشورہ کو قبول کیا۔ دوسرے کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کیا۔

(الطریق الحکمیہ ص ۵۶)

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور تابعین رضی اللہ عنہم بھی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری المتوفی ۴۶۵ھ) لکھتے ہیں کہ جب قدریوں کا زور ہوا اور معتزلہ کی تعلیم جمہور میں عام ہوگئی تو حسن بصری نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم کو خط لکھا اور عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور نور چشم آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔

امابعد واضح ہو کہ آپ بنو ہاشم ہیں۔ آپ کی مثال بحر ذخار میں کشتیوں کی ہے اور ظلمتوں میں روشنی ہدایت کے نشانات کے آپ وہ پیشوا ہیں جو آپ کی پیروی کرے وہ نجات پائے جس طرح حضرت نوح

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان دار پیروگاروں نے ان کی طرف رجوع کیا اور کشتی کے ذریعہ نجات پائی۔
کیا فرماتے ہیں آپ تقدیر کے مشکل مسئلہ پر اور اس بحث پر کہ آدمی مجبور ہے یا اسے اپنے افعال پر اختیار ہے۔ آپ فرزند رسول اللہ ہیں اللہ نے آپ کو جو علم دیا ہے وہ آپ کا محافظ ہے اور آپ خلقت کے محافظ ہیں اور گواہ۔

والسلام

حسن بصری نے اس خط میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ہے کہ تقدیر کا مسئلہ جو نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے۔ اس بارے میں حضور کا کیا ارشاد ہے کیا بندہ اپنے افعال میں مختار محض ہے یا مجبور محض۔ جب حسن بصری کا یہ خط امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ کا خط مجھے پہنچا جو لوگ قدر خیر وشر من اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور جو اپنے گناہوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں فاجر ہیں۔ قدریہ جماعت کا مذہب انکار تقدیر ہے اور جبریہ جماعت گناہوں کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے۔ بندہ خدائے عزوجل کی جانب سے ملی ہوئی استطاعت تک اپنے افعال پر مختار ہے اور ہمارا مذہب قدر و جبر کے بین بین ہے۔

(کشف المحجوب، ص ۱۴۴)

غرضیکہ امام حسن مجتبیٰ کے کمالات وفضائل براہ راست نبوت و رسالت کا فیضان تھا۔ لہٰذا آپ کے کمالات وفضائل کی کوئی انتہا نہ تھی۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ

خلیفہ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا، یا نائب جو کسی کے پیچھے یا غیر موجودگی میں اس کا کام کرے۔

خلیفہ تین قسم پر ہے۔

(۱) پس پردہ نیابت کرنے والا اس میں جس کی نیابت ہوگی وہ مجوب ہوتا ہے جیسے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ مجوب ہے۔

(۲) سلطان کے پس پشت کام چلانے والا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں حضرت ہارون علیہ السلام

(۳) سلطان کی وفات کے بعد اس کا کام چلانے والا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں۔ غرضیکہ خلافت ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمان باہمی مشورہ کر کے قائم کریں اور خلیفہ وہ ہے جو سلطان کے بعد اس کے تمام امور سلطنت سرانجام دے۔

خلافت کا مفہوم

''خلافت وملوکیت'' میں مسئلہ خلافت کی بحث میں ہے کہ انسانی حکومت کی صحیح قرآن پاک کی رو سے صرف یہ ہے کہ ریاست میں خدا اور رسول ﷺ کی قانونی بالا دستی تسلیم کر کے اس کے حق میں حاکمیت سے دست بردار ہوجائے اور حاکم حقیقی کے تحت خلافت (نیابت) کی حیثیت کو قبول کرے اور یہ خلافت دراصل زمین میں انسان کو جو قدرتیں بھی حاصل ہیں خدا تعالیٰ کی عطا اور بخشش سے حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو اس حیثیت میں رکھا ہے کہ وہ اس کی بخشی ہوئی طاقتوں کو اس کے دیئے ہوئے اختیار سے اس کی زمین میں استعمال کرے اس لئے انسان یہاں خودمختار مالک نہیں ہے بلکہ اصل مالک کا خلیفہ ونائب ہے۔

خلافتِ راشدہ

رسول پاک ﷺ کی براہ راست تعلیم وتربیت اور عملی رہنمائی سے جو معاشرہ معرض وجود میں آیا تھا اس کا ہر فرد یہ جانتا تھا کہ اسلام کے احکام اور اس کی روح کے مطابق کس قسم کا نظام حکومت بننا چاہیے اگرچہ حضور پاک ﷺ نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن مسلمانوں نے خود جان لیا کہ

اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے نہ وہاں کسی خاندانی بادشاہی کی بنیاد ڈالی گئی اور نہ کوئی شخص
طاقت استعمال کر کے برسر اقتدار آیا نہ کسی نے خلافت حاصل کرنے کیلئے کوئی دوڑ دھوپ یا برائے نام بھی اس
کیلئے کوشش کہ بلکہ یکے بعد دیگرے چار اصحاب (بلکہ پانچ اصحاب) کو لوگ اپنی آزاد مرضی سے خلیفہ بناتے
رہے۔ اس خلافت کو امت نے خلافت راشدہ (راست رو خلافت) قرار دیا ہے۔ خلافت راشدہ نبوت کی مکمل
نیابت تھی۔ اس خلافت میں وہ تمام فرائض سرانجام دیے گئے جو نبی ﷺ اپنی حیات طیبہ میں دیا کرتے تھے
اور اس کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ دارالسلام میں دین حق کے پورے نظام کو اس کی اصل روح کے ساتھ چلائے
اور دنیا میں مسلمانوں کی پوری اجتماعی طاقت اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے پر لگا دے۔ (خلافت وملوکیت، ص ۳۲)

ملوکیت و بادشاہت

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال
ہوگی۔ پھر بادشاہی ہوگی اور یہ مدت ربیع الاول ۴۱ھ میں ختم ہوگئی۔ جبکہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے حق
خلافت سے دستبردار ہوئے۔ اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت یعنی خلافت راشدہ ختم ہوگئی اور بادشاہت
شروع ہوگئی۔

خلافت اور ملوکیت میں فرق

خلافت کے متعلق خلفاء راشدین اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کا متفق علیہ نظریہ تھا کہ یہ ایک انتخابی
منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے سے قائم ہونا چاہیے، خلافت کے بارے میں ابو موسیٰ اشعری
فرماتے ہیں۔ ان الامارۃ ما اؤتمر فیھا وان الملک ماغلب علیہ السیف۔

کہ امارت (خلافت) وہ ہے جسے قائم کرنے کیلئے مشورہ دیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار
کے زور سے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔ (طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۱۳)

اور خلافت راشدہ میں درج ذیل امور ہوتے ہیں۔

خلافت راشدہ میں یہ قاعدہ تھا کہ کوئی شخص خود خلافت حاصل کرنے کیلئے نہ اٹھے اور اپنی سعی وتدبیر
سے برسر اقتدار نہ آئے بلکہ لوگ جس کو امت کو سربراہی کیلئے موزوں سمجھیں اپنے مشورے سے اقتدار اس کے
سپرد کردیں۔ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک اسی قاعدہ کے مطابق برسر اقتدار آیا تھا۔

خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ اسلام

نے اسے مسلمانوں پر فرض قرار دیا کہ وہ صحیح اسلامی راستے پر چلیں اور یہ اس پر منحصر تھا کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں اور حق برملا کہہ سکیں۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔

خلافت راشدہ میں حکومت مسلمانوں کے باہمی مشورے سے چلائی جاتی تھی اور مشورہ ان لوگوں سے لیا جاتا تھا جن کے علم وتقویٰ، دیانت اور اصابت رائے پر امت کو اعتماد تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں قوم کے بہترین لوگ ان کے مشیر تھے جو دین کا علم رکھنے والے اور اپنے علم وضمیر کے مطابق پوری آزادی کے ساتھ بے لاگ رائے دینے والے ہوتے تھے۔ پوری قوم کو ان پر اعتماد تھا کہ وہ حکومت کو کبھی غلط راستے پر نہ جانے دیں گے۔ یہی لوگ امت کے اہل الحل والعقد تسلیم کئے جاتے تھے۔

خلافت راشدہ میں قاضیوں کا تقرر اگرچہ خلفاء ہی کرتے تھے مگر جب کوئی شخص قاضی مقرر ہوجاتا تو اس پر خدا کے خوف اور اس کے اپنے علم وضمیر کے سوا کسی کا دباؤ نہ ہوتا تھا۔ کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی عدالت کے کام بھی دخل دینے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ حتی کہ قاضی خود خلیفہ کے خلاف فیصلے دے سکتے تھے۔ اور دیتے تھے خلفاء راشدین کے زمانے میں قاضیوں کے عزل ونصب کا اختیار خلفاء کو ہی تھا۔ انتظامیہ کا عدلیہ میں کوئی دخل نہیں تھا۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین عوام کے درمیان رہتے جہاں ہر شخص ان سے آزادی کے ساتھ مل سکتا تھا وہ بازاروں میں چلتے پھیرتے تھے۔ ہر شخص ان کا دامن پکڑ سکتا تھا۔ وہ پانچوں وقت عوام کے ساتھ انہی کی صفوں میں نماز پڑھتے تھے اور جمعہ کے خطبوں میں ذکر اللہ اور تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی سے بھی عوام کو آگاہ کرتے تھے اور اپنی ذات اور اپنی حکومت کے خلاف عوام کے ہر اعتراض کی جواب دہی بھی کرتے تھے۔

خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم میں بیت المال (خزانہ) کا اسلامی تصور یہ تھا کہ وہ خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس خدا اور مخلوق کی امانت ہے جس میں کسی کو من مانے طریقے پر تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نہ اس کے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل کرسکتا ہے۔ نہ قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے وہ ایک ایک پائی کی آمد اور خرچ کیلئے جواب دہ ہے اور اپنی ذات کیلئے وہ صرف تنخواہ کا حق دار ہے۔ جتنی ایک اوسط درجے کی زندگی بسر کرنے کیلئے کافی ہو۔

خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم میں چونکہ خلیفہ برحق خلافت کے صحیح نظام کو چلا رہا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تابع ہوتا ہے۔ اس خلیفہ کے حکم سے جو روگردانی کرتا ہے اور خودمختار نظام حکومت چلاتا ہے۔ یہ شخص باغی ہے اور اس کا یہ فعل بغاوت ہے۔ کسی شخص یا کسی طبقہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خلیفہ راشدہ سے اختیارات خلافت سلب کر کے خود خلیفہ بنے۔

چنانچہ۔

ان الامارة اؤتمر فیها وان الملك ما غلب علیه بالسیف امارت

یعنی خلافت وہ ہے جسے قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار کے زور سے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔ (طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۱۳)

غرضیکہ خلافت راشدہ شوری حکومت ہوتی ہے یعنی مسلمانوں کے مشورے سے یہ حکومت قائم ہوتی ہے اور مسلمانوں کے اتفاق سے اس حکومت کے چلانے کیلئے خلیفہ مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے بعد مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پھر امام حسن مجتبیٰ ہوئے۔ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے پانچویں خلیفہ ہیں۔ آپ کی خلافت نص سے ثابت ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیثمی لکھتے ہیں۔ هو آخر الخلفاء الراشدین بنص جده۔ کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ تھے۔ آپ کی خلافت رسول اللہ ﷺ کی نص سے ثابت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کی خلافت کے بارے میں پہلے پیشینگوئی ان الفاظ الخلافة بعدی ثلاثون سنة کے ساتھ فرما دی تھی۔ آپ کی یہ چھ ماہ خلافت تیس سال کی مدت کو مکمل کرنے والی تھی۔ فکانت خلافته منصوصاً علیها۔ پس آپ کی خلافت پر نص وارد ہے۔ اور اس پر اجماع و اتفاق قائم ہوا جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

ان اهل السنة الجماعة یعتقدون ان خلافة الحسن بن علی کانت خلافة حقة وانها جزء مکمل لخلافة النبوة التی اخبر النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان مدتها ستکون ثلاثین سنة۔

حضور ﷺ نے فرمایا وابنی هذا سید اور میرا بیٹا یہ سید (سردار) ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ کہا یہ اس وقت ہوا جبکہ اپنے باپ علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے بعد ان کی بیعت کی گئی یہ امام حق ہوئے اور ان مدت خلافت چھ ماہ تھی جس کے ساتھ تیس سال کی مدت خلافت کی تکمیل

ہوئی اور تیس سال کے بعد بادشاہت ہوئی۔

شارح طحاویہ نے لکھا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے اور آپ کی مدت خلافت چھ ماہ تھی۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہادیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین سے تھے آپ کے خلفاء راشدین سے ہونے پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکا وانما کملت الثلاثون بخلافة الحسن بن علی کہ میرے بعد خلافت تیس سال کی تکمیل امام حسن کی خلافت کے ساتھ ہوتی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے۔ لم یکن فی ثلاثین سنة الا الخلفاء الراشدین الاربعه والاشھر التی بویع فیھا للحسین بن علی کہ تیس سال خلافت میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔

ابوبکر بن العربی نے احکام القرآن میں اس حدیث الخلافة فی امتی ثلاثون سنة کے تحت لکھا کہ یہ تیس سال خلافت کے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ و امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت شامل ہیں۔ (خامس الخلفاء الراشدین، ص ۱۸۲)

خلافت راشدہ جو منہاج نبوت کے طریقہ پر ہے اس کی انتہاء امام حسن بن علی بن ابی طالب پر ہوئی ہے جبکہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ خلافت نبوۃ تیس سال ہے۔ اس کے بعد بادشاہت ہے۔ وانما کملت الثلاثون بخلافة الحسن فانه نزل عن الخلافة لمعاویة۔ اور یہ تیس سال امام حسن بن علی کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوئے ہیں جبکہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت سے دستبردار ہوئے اور یہ دستبرداری 41ھ ربیع الاول میں ہوئی اور تیس سال کی کامل مدت رسول پاک ﷺ کی وفات پاک سے ہے کیونکہ آپ کی وفات ربیع الاول 11ھ ہے۔

(سیرت امیر المومنین خامس خلفاء الرشدااین، ص ۳۶۳)

اور ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے اس کی اصل حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت گی اور یہ تیس سال حضرت امام حسن کی خلافت کی مدت کے ساتھ پورے ہوئے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام حکومت بادشاہت سے ہیں

۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اول بادشاہ ہیں۔

اور علامہ دمیری المتوفی ۸۰۸ھ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی مدت خلافت ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ امام حسن کی مدت خلافت نے پورا کیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر ظلم وستم والی بادشاہت ہوگی۔ (صلح الحسن، ص ۷۰)

غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی تیس سال پورے اس وقت ہوتے ہیں جبکہ امام حسن مجتبیٰ کی خلافت کی مدت کو اس میں شامل کیا جائے جب تیس سال مکمل حضرت امام حسن کی مدت خلافت کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ تیس سال خلافت راشدہ کی مدت ہے تو ثابت ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ پانچویں خلیفہ راشد ہیں اور آپ خلفاء راشدین میں سے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ **واول الملوك معاوية** (رضی اللہ عنہا) کہ پہلے بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔ (صلح حسن، ص ۲۶۸)

شیخ کامل سلیمان لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام حدیث کے مطابق خلیفہ تھے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الخلافة بعدی ثلاثون سنة ومن بعدها يكون ملك ۔۔ الخ کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی اس کے بعد ظلم وستم والی بادشاہت ہوگی۔ وان معاوية (رضی اللہ عنہ) اول ملك اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پہلے ہوئے۔ (الحسن بن علی، ص ۱۰۳)

شیخ موسیٰ محمد علی لکھتے ہیں۔

الامام الحسن بن علی رضی الله عنه احد الخلفاء الراشدين بعد ابيه امير المومنين علی بن ابی طالب۔

کہ امام حسن بن علی اپنے والد ماجد امیر المومنین علی بن ابی طالب کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔

آپ کی خلافت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ارشاد فرمایا۔ الخلافة بعدی ثلاثون سنة میرے بعد خلافت تیس سال ہے۔ امام حسن کی خلافت کی مدت چھ ماہ تھی جس کے ساتھ تیس سال پورے ہوئے۔ (حلیم آل بیت، ص ۱۴۴)

نیز لکھتے ہیں کہ امام حسن خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ جو حضرت سفینہ سے مروی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر بادشاہت ہوگی اور یہ تیس سال امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ساتھ پورے ہوئے ہیں کیونکہ آپ خلافت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ربیع الاول ۴۱ھ میں دست بردار ہوئے تھے اور یہ تیس سال مکمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ (حلیم آل بیت، ص ۱۸۲)

علامہ نسابہ سید محمد بن حسین سمرقندی المدنی المتوفی ۹۹۶ھ لکھتے ہیں۔

مدة خلافته سنة اشهر و ثلاثة ایام (تحفۃ الطالب، ص ۲۰)

کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت (راشدہ) چھ ماہ اور تین دین تھی اس سے بھی ظاہر ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے

چنانچہ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ امام احمد نے حماد بن سلمہ، سعید اور سفینہ کی زبانی لکھا ہے ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تیس سال تک خلافت رہے گی اور اس کے بعد ملوکیت ہوگی، تمام اصحاب سنن نے یہ حدیث لکھی ہے۔ اور ابن حبان وغیرہ اس کو صحیح کہتے ہیں۔ جمہور علماء کا بیان ہے کہ چاروں خلفاء اور امام حسن کے زمانہ تک کی مدت یہی تیس سال ہیں۔ بزار نے محمد بن سکین، یحییٰ بن حسان، یحییٰ بن حمزہ مکحول، ثعلبہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکھا ہے کہ اسلام کا آغاز نبوت و رحمت سے ہوا پھر خلافت و رحمت ہوگی پھر ملوکیت و ستم رانی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۳۵)

نیز تاریخ الخلفاء میں ہے کہ امام حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور حدیث شریف کے موافق آخری خلیفہ ہوئے۔ علامہ ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نام جنتیوں کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کیونکہ وہ ان دونوں ناموں سے ناواقف تھے (تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۹)

اس سے ثابت ہوا کہ محدثین اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے تھے اور آپ کا آخری خلیفہ ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

مشکوۃ المصابیح کے حاشیہ میں بحوالہ لمعات مذکور ہے کہ مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک

۱۲امام علیہم الرضوان

۱۱امام علیہم الرضوان کے ساتھ تھی اور ایک جماعت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ وکان الحسن

جماعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ایک جماعت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ وکان الحسن احق بذالک وقد بقی ستة اشهر من ثلاثین سنة التی بهایتم ما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقوله الخلافة بعدی ثلاثون سنة۔ (حاشیہ نمبر ۲ بحوالہ المعات مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۹) اور امام حسن رضی اللہ عنہ اس خلافت کے زیادہ مستحق تھے اور تیس سال میں سے باقی چھ رہ گئے جو امام حسن کی خلافت کے ساتھ تیس سال مکمل ہوئے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی چونکہ تیس سال کی مدت خلافت راشدہ کی مدت تھی یہ مدت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔

خلافت وملوکیت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہی ہوگی اور یہ مدت ربیع الاول 41ھ میں ختم ہوگئی۔ جبکہ امام حسن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوئے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی المتوفی ۱۳۹۱ھ نے خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ میں لکھا ہے ارکان دولت کا انتخاب جیسے خلافت عثمانی ومرتضوی وخلافت امام حسن ہے۔ نیز لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہوئے تھے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۲ ص ۶۱۶)

اب اس عبارت سے ظاہر ہے جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے اسی طرح امام حسن بھی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے تھے اور بادشاہت کا آغاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۳۶۷ھ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں فتوحات عظیم ہوئے اور کسریٰ وغیرہ ملوک کے خزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن وتمکین اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔

ترمذی وابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دس سال چھ ماہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان،ص ۵۷۱)

مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''عقیدہ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کیلئے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم ہوئے۔ ان حضرات کو خلفاء راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیابت کو پورا حق ادا فرمایا۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ص ۷۲)

جب صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا علی اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہم اللہ علیہم نے بھی تصریح کردی ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور آپ کی خلافت، خلافت راشدہ تھی۔

شرح عقائد میں ہے والخلافة ثلاثون سنة ثم بعدها ملك وامارة اور خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت اور امارت ہوگی اور خلافت راشدہ علیٰ طریق منہاج نبوت ہے یعنی خلافت راشدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیابت کو کہتے ہیں ملوکیت اور بادشاہت اور امارت ہوگی اور خلافت راشدہ علیٰ طریق منہاج نبوت ہے یعنی خلافت راشدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیابت کو کہتے ہیں ملوکیت اور بادشاہت میں سچی نیابت نہیں ہوتی۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یصیر بعدها ملكاً عضوضاً

خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوگی

یعنی جس میں ظلم وتشدد ہوگا۔ اس حدیث کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا خلافت تیس سال ہوگی۔ اس کے بعد خلافت ختم ہو جائیگی اور بادشاہت شروع ہوگی۔ حضرت سفینہ نے خلافت کی مدت اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دو سال ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بارہ سال ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ چھ سال ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، ص ۴۶۳)

حضرت سفینہ نے مدت خلافت تیس سال کا جو حساب لگایا ہے وہ تخمینہ اور اندازہ لگایا ہے۔ حضرت سفینہ نے کسور یعنی مہینوں اور دنوں کا حساب نہیں لگایا بلکہ صرف سال ذکر کر کے حساب لگایا ورنہ دیگر صحیح

روایات اور معتبر تاریخوں میں تیس سال مدت خلافت اس طرح مذکور ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ ہے۔ حضرت عمر خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بارہ سال ایک ماہ کم ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ چار سال نو ماہ ہے۔ اس طرح چاروں خلفاء کی تمام مدت خلافت انتیس سال چھ ماہ بنتی ہے اور چھ ماہ باقی رہے وہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے امام حسن بھی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ، شرح عقائد نسفی اردو ترجمہ بحوالہ مظاہر حق)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق نے بیان کیا کہ میں اور قریش کا ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو آپ اٹھ کر اندر چلے گئے پھر باہر آئے اور فرمایا کہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا گر پڑا ہے اور میں نے اسے اس لکڑی کے ساتھ الٹ پلٹ کر دیکھا ہے مجھے کئی بار زہر پلایا گیا مجھے کسی دفعہ اس سے زیادہ سخت زہر نہیں پلایا گیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ آپ نے قریشی شخص کو فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھ سے نہ پوچھ سکو گے۔ اس نے کہا میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک طبیب نے جو آپ کے پاس آیا کرتا تھا کہا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنتوں کو زہر نے کاٹ دیا ہے اس وقت امام حسین علیہ السلام نے کہا اے ابو محمد (امام حسن) مجھے بتاؤ آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی کیوں، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں آپ کو دفن کرنے سے پہلے اسے قتل کردوں گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی دنیا دار فانی ہے۔ اس شخص کو چھوڑ دو یہاں تک کہ میں اور وہ اللہ کے ہاں ملاقات کریں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا نام لینے سے انکار کر دیا۔

شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں۔

وکان وفاۃ الحسن رضی اللہ عنہ مسموماً سمتہ زوجتہ جعدۃ باشارۃ یزید بن معاویۃ سنۃ تسع و اربعین او بعدھا

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات زہر خورانی کے ذریعہ سے ہوئی آپ کی بیوی جعدہ نے یزید کے کہنے پر آپ کو زہر دیا۔ یہ ۴۹ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید کے کہنے پر آپ کو زہر دیا۔ یہ ۴۹ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید نے جعدہ کو ایک لاکھ درہم دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوایا۔ یہ زہر خورانی کا واقعہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سر الشہادتین میں اسی طرح بیان کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۸۶)

علامہ ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ، حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ اور علامہ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام حسن نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھواللہ احد لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب گھروالوں کے سامنے ذکر کی تو سب خوش ہوئے۔ جب یہ خواب سعید بن المسیب کے سامنے ذکر کی گئی تو انہوں نے کہا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ چند روز زندہ رہے پھر آپ کی وفات ہوگئی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۴۳، صواعق محرقہ، ص ۱۳۹، تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۲)

امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیتیں

جب امام حسن علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے حاضرین خاموش ہو جاؤ اور سنو۔ جو میں تم کو کہتا ہوں ھذا الحسین اخی امام بعدی فلا امام غیرہ یہ حسین میرے بھائی میرے بعد امام ہیں ان کے سوا کوئی اور امام نہیں ہے۔ یہ بات حاضر غائب کو اور والد، اولاد کو اور غلام کو اور مرد عورت کو پہنچا دے اور یہ میرا بھائی تم پر میرا خلیفہ ہے تم میں سے کوئی ایک بھی ان کی مخالفت نہ کرے اور ہم رسول پاک ﷺ کے خوشبودار پھول ہیں اور نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

فلعن اللہ من یتقدما ویقدم علینا احدًا

اس پر اللہ کی لعنت ہو جو ہم سے مقدم یا کسی اور کو ہم پر مقدم کرے۔

پھر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور ان کو فرمایا کہ اے محمد بن علی! تم جان لو کہ میری امامت کے بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما امام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم مخلوقات میں سے بہترین ہو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نانا پاک کو تمام مخلوقات میں سے برگزیدہ کیا ہے اور حضور پاک ﷺ نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو مختار کیا ہے۔ آپ نے مجھے امامت کیلئے پسند کیا ہے اور میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کیا ہے۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے بھائی اب مجھے تیسری مرتبہ زہر پلایا گیا ہے اس کی طرح پہلے نہیں پلایا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ کس نے آپ کو زہر پلایا ہے۔ اس کی طرح پہلے نہیں پلایا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ کس نے آپ کو زہر پلایا ہے۔ مگر آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے وصیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ و نگہبان ہو اور فرمایا۔

علیکم السلام یا ملائکۃ ربی رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے ملائکہ میرے رب کی تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔

سفیان بن عینیہ سے مروی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کی دفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے

صحن میں لے چلوتا کہ میں آسمانوں کی بادشاہت میں غوروفکر کرسکوں۔ چنانچہ آپ کو صحن میں لایا گیا فرمایا مجھے باہر صحن میں لے چلوتا کہ میں آسمانوں کی بادشاہت میں غوروفکر کرسکوں۔ چنانچہ آپ کوصحن میں لایا گیا تو آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے اللہ میں اپنی ذات کے متعلق تجھ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔امام حسین علیہ السلام نے اس وقت امام حسن علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کچھ گھبراہٹ محسوس کررہے ہیں۔تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ گھبراہٹ کیوں محسوس کررہے ہیں۔حالانکہ آپ اپنے اہل اور قریبی رشتہ داروں کے پاس جارہے ہیں تو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ اے میرے بھائی میں ایک ایسے امر الٰہی میں داخل ہورہا ہوں جس امر میں کبھی داخل نہیں ہوا اور میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جس مخلوق کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

فبکیٰ الحسین

راوی نے کہا کہ سن کر امام حسین علیہ السلام رو پڑے۔(البدایہ والنہایہ)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام حسن علیہ السلام کی وفات زہر کی وجہ سے ہوئی ہے جو کہ یزید وغیرہ نے دلوایا چونکہ اس واقعہ میں متعدد افراد شریک کار تھے۔بایں وجہ امام حسین نے جب اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے زہر کس نے دلوایا ہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد افراد میں سے کسی کا نام لینا مناسب نہ سمجھا۔یہاں بعض لوگوں نے غلط فہمی میں مبتلا ہوکر کہا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر تو دیا گیا تھا لیکن کسی کا نام متعین کرنا کہ فلاں فلاں نے زہر دیا ہے یا دلوایا ہے۔یہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بتایا ہوا کہ مجھے کس نے زہر دلوایا اور کس نے دیا ہے۔جب انہوں نے حضرت حسین کو بھی دریافت کرنے پر نہیں بتایا تو بلا تحقیق یہ کہنا کہ فلاں نے زہر دیا فلاں نے زہر دلوایا سب باتیں بلا تحقیق یہ کہنا کہ فلاں نے زہر دیا فلاں نے زہر دلوایا سب باتیں بلا تحقیق اور غلط ہیں لہٰذا بغیر علم کسی کی طرف ایسی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔ان بعض لوگوں نے یزید اور اس کے حواریوں کی حمایت میں یہ بات کہی ہے تاکہ یزید وغیرہ کا تحفظ ہو سکے اور کہا جا سکے کہ اس واقعہ میں یزید وغیرہ شریک نہ تھے اور رہا یہ کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر بھی نہ بتایا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس واقعہ میں متعدد افراد شریک تھے۔امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے متعدد افراد میں سے کسی کا نام لینا مناسب نہ سمجھا اور صرف یہ فرمادیا کہ مجھے زہر دیا گیا ہے مگر محدثین ،مورخین اور ثقہ راویوں نے واقعہ اور حادثہ کے پیش نظر یہ ثابت کردیا کہ یزید اور اس کے حامیوں نے زہر دلوایا ہے اور فلاں فلاں نے دیا ہے۔ناموں کا بھی تعین وتقرر کردیا۔

مؤرخین اور راوی تمام حقائق کو قرائن اور شواہد کے ساتھ نفس الامر میں بطور واقعہ ثابت کرتے ہیں وہ بلاتحقیق ہرگز بات نہیں کرتے تمام روایات جو پہلے ذکر ہوئے ہیں ان سے ثابت ہوا کہ یزید وغیرہ نے ہی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو زہر دلوایا ہے جس سے آپ کی وفات ہوئی ہے۔ زہر والے واقعہ میں یزید وغیرہ کے ناموں کا تعین اور ثبوت اسی طرح ہی ہے جیسے کہ کربلا کے واقعہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مؤرخین اور راویوں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ میں یزید کا شریک ہونا اور آپ کے قتل کا حکم دینا اور اس پر راضی ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ محقق ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں اور یہ یزید وہ تھا جس نے ابن بنت رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا تھا جو ان دونوں بھائیوں میں سے ایک تھے جن کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

نیز محقق ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں کہ یزید شرابی تھا جو نشہ میں دھت رہتا تھا، ریشمی لباس پہنتا تھا۔ طنبورہ بجاتا تھا۔ (امام جعفر صادق، ص ۱۸۵)

اور شرح عقائد میں ہے۔

وبعضهم اطلق اللعن عليه لما انه كفر حين امر بقتل الحسين

(شرح عقائد نسفیہ بمعہ نبراس، ص ۵۵۳)

بعض علماء نے یزید پر مطلقاً لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس نے (امام) حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا ہے۔

مؤرخین اور راویوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں جن کا ذکر کیا ہے۔ وہ عقلاً نقلاً قاتلوں میں شمار ہیں۔ امام حسین کے قتل سے یہ یزید وغیرہ کبھی بھی بری ذمہ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مؤرخین اور ثقہ راویوں نے جن کا ذکر کیا ہے کہ وہ زہر دلوانے کے واقعہ میں شریک تھے۔ وہی متعین ہیں یہ بھی اس سے کبھی بری ذمہ نہیں سکتے۔ مؤرخین اور راویوں نے تحقیق کر کے ان کے ناموں کا تعین اور ذکر کیا ہے کہ انہوں نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو زہر دلوایا جس سے آپ کی وفات ہوئی ہے۔

اس واقعہ کے ثبوت کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ مجھے فلاں نے زہر دیا ہے اور راویوں نے جن ناموں کا تعین کیا ہے وہی متعین ہوں گے۔

امام حسن علیہ السلام کا جنت البقیع میں دفن کیا جانا

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو وصیتیں کی تھیں۔ ان میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے لی ہے کہ میری وفات کے بعد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی دفن کیا جائے۔ انہوں نے میرے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے لیکن پھر بھی بوقت دفن اجازت لے لینا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو گے تو بنو امیہ اس معاملہ میں تمہارے ساتھ منازعت اور جھگڑا کریں گے۔ اگر بنوامیہ نے جھگڑا کیا تو پھر میرا جنازہ میرے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے آگے لے جانا اور تھوڑی دیر میرا جنازہ وہاں رکھنا تاکہ میں نانا پاک سے تجدید عہد کراوں پھر مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔ امام حسن علیہ السلام کو امام حسین علیہ السلام اور حضرت ابوطالب کے بیٹوں نے غسل دیا اور امام حسین علیہ السلام کے حکم سے سعید بن عاص بن امیہ نے نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ وہ اس وقت مدینہ منورہ کا حاکم تھا اس کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی دفن ہونا مناسب ہے۔ جب یہ بات مروان بن حکم نے سنی تو وہ کہنے لگا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو کبھی دفن نہ ہونے دیں گے۔ یہاں لوگوں عثمان بن عفان کو دفن نہیں ہونے دیا تو ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ ہونے دیں گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ کو سخت افسوس ہوا۔ آپ چند مسلح ساتھیوں کے ساتھ مروان کے ہاں تشریف لے گئے۔ مروان بھی مسلح ہو گیا۔ اب ان دونوں فریقوں کے درمیان تنازع شروع ہونے کا خطرہ ہوا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو کہا کہ تم روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں سے فرمایا تھا یہ دونوں سیدا شباب اہل الجنۃ کو جنت میں جوانوں کے سردار ہوں گے۔ مروان نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی حدیثوں کو رہنے دیجئے ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو یہاں کبھی بھی دفن نہیں ہونے دیں گے۔

پھر سعد بن ابی وقاص، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عمر اور ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور آپ بنوامیہ سے جھگڑا نہ کریں۔ نیز امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے خود بھی فرمایا تھا کہ اس مسئلہ میں ان سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع میں جہاں آپ کی دادی صاحبہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر ہے دفن کر دیا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی سن وفات میں بعض نے کچھ اختلاف ذکر کیا ہے۔ لیکن صحیح قول

یہ ہے کہ آپ ۱۵ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور تیس سال اپنے والد گرامی کے ساتھ رہے اور ان کی شہادت کے بعد نو سال زندہ رہے اور ۴۹ھ میں انتقال فرمایا۔ اس حساب سے آپ کی عمر مبارک چھیالیس سال بنتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۴۴، تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۴، صواعق محرقہ، ص ۱۳۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی، ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ثعلبہ کہتے ہیں کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کیا جا رہا تھا۔ میں وہاں موجود تھا لوگوں کا اتنا اجتماع تھا اگر سوئی پھینکی جاتی تو آدمیوں کے سر پر گرتی زمین پر نہ گرتی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس فرزند پر مٹی ڈال رہے ہو میں نے ان کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو حسن کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے بھی دوست رکھتا ہے۔

امام حسن (مجتبٰی) رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے۔

وکان قد عهد الی اخیه ان یدفن مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم۔۔۔ الخ

اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے اگر انہیں اس بارے میں جھگڑے کا خطرہ ہو تو بقیع میں دفن کر دیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینے کیلئے آدمی بھیجا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی کہ امام حسن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو مروان اور بنو امیہ نے کہا کہ ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن نہیں ہونے دیں گے۔ مروان بن حکم ان دنوں معزول تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو راضی کرنا چاہتا تھا اس نے کہا ہم کبھی بھی امام حسن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن نہیں ہونے دیں گے۔ مروان نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بقیع میں دفن ہوں اور امام حسن رضی اللہ عنہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہوں یہ نہیں ہوگا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان سخت جھگڑا ہونے کا جب خطرہ ہوا تو سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ جھگڑا اور لڑائی غیر مناسب ہے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ جھگڑا اور لڑائی غیر مناسب ہے

تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی بات تسلیم کر لی اور اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کر دیا۔

اور محمد بن اسحق نے ذکر کیا ہے کہ جس دن امام حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب اور پیارا فوت ہو گیا۔ پس تم گریہ کرو آپ کے جنازے کے لئے لوگ جمع ہو گئے۔ حتیٰ کہ بقیع میں کسی آدمی کے سمانے کی کوئی گنجائش نہ رہی، مردوں اور عورتوں نے آپ پر گریہ کیا اور بنو ہاشم کی عورتوں نے بھی آپ پر گریہ کیا مشہور یہ ہے کہ آپ کی وفات ۴۹ ھ میں ہوئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ اگر آپ اجازت دیں تو امام حسن کو حجرہ کے اندر نانا (پاک) کے پہلو میں دفن کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا اور کہا کہ ایسا ہی ہو گا وہاں پر ایک قبر کی جگہ بھی خالی ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر بنو امیہ منع کریں تو ان سے جھگڑا نہ کرنا اور مجھ کو بقیع غرقد میں دفن کرنا۔ مروان بن حکم نے جب یہ بات سنی تو وہ لڑائی کیلئے تیار ہو گیا اور کہنے لگا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے اور حضرت عثمان دفن نہ ہو سکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے کہہ رہے تھے۔ واللہ یہ صراحتاً عظیم ظلم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کہ ان کے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے سے روکا جائے۔ اس کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ کے بھائی نے وصیت کی ہے کہ اگر لڑائی جھگڑے کی نوبت آئے تو مجھے مسلمانوں کے مقبرے میں دفن کرنا۔ آخر کار ان حضرات کے کہنے کے مطابق امام حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کر دیا۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بن امام حسین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں۔

(جذب القلوب، ص ۱۸۵)

علامہ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ امام حسن، زین العابدین، محمد باقر اور جعفر صادق سلام اللہ علیہم کی قبروں کے پاس 332ھ میں ایک پتھر ملا جس میں درج ذیل اسماء گرامی تھے۔

حضرت حسن بن علی، حضرت علی بن حسین، حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم

غرضیکہ امام حسن رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اور نواسے تھے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔ اگر جھگڑے کا خدشہ ہو تو پھر بقیع میں دفن کیا جائے اور حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور ہیں ہی دفن کیا جائے مگر مروان بن حکم جو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنو ہاشم کا دشمن تھا۔ اس کے کہا کہ میں امام حسن کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

بقیع میں سب سے پہلے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا ہے۔ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ان کو بقیع میں دفن کرو اس وقت بقیع میں کثرت سے غرقد نامی درخت تھے اس وجہ سے اس کو بقیع غرقد بھی کہتے ہیں آپ نے ان درختوں کو نکال زمین کو صاف کر کے عثمان بن مظعون کو دفن کیا جب قبر کھودی گئی قبر سے ایک پتھر نکلا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پتھر کو اٹھا کر قبر کے سرہانے نصب کیا۔

جب مروان بن حکم مدینہ منورہ کا حاکم مقرر ہوا تو یہ ایک دن عثمان بن مظعون کی قبر کے نزدیک سے گزرا تو اس نے حکم دیا کہ اس پتھر کو اٹھا کر پھینک دو میں نہیں چاہتا کہ عثمان بن مظعون کی قبر پر کوئی ایسی علامت رہے۔ جس کے ذریعے وہ ممتاز اور معین ہوں۔ بنو امیہ نے بھی مروان کو اس حرکت پر ملامت کی اور کہا کہ تو نے برا کیا۔ جس پتھر کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھا تھا تو نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا ہے۔ مروان نے کہا کہ جو میں نے حکم دے دیا ہے وہ اب تبدیل نہیں ہو سکتا اور ابوداؤد کی صحیح روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عثمان بن مظعون کو دفن کیا تو فرمایا ایک پتھر لاؤ وہاں ایک بہت بڑا بھاری پتھر تھا جس کا کوئی اٹھا نہ سکتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آستین چڑھا کر پتھر کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور یہ فرمایا کہ اس پتھر سے اپنے بھائی کی قبر کو نشان والا کرتا ہوں مگر مروان بن حکم خبیث نے اس پتھر کو اٹھوا کر پھینک دیا چونکہ مروان شیطان اور لعنتی تھا ہر کام شیطان والا کرتا تھا۔

حضرت عثمان بن مظعون کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے سیدنا ابراہیم کا انتقال ہوا تو ان کو عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ابراہیم کی قبر پر مٹی ڈالی اور پانی چھڑکا اور ان کی قبر پر سنگ ریزے بھی ڈالے جب دفن سے فارغ ہوئے فرمایا السلام علیکم! جب سیدنا ابراہیم کی قبر بقیع میں بن گئی تو ہر قبیلہ نے

بقیع کے ایک ایک حصہ میں اپنا مقبرہ تجویز کیا اور بقیع غرقد مسلمانوں کا قبرستان ہو گیا۔

(جذب القلوب، ص ۱۷۷)

عثمان بن مظعون اور سیدنا ابراہیم کی قبر کے نزدیک فاطمہ بنت اسد کی قبر ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اس نے کہا کہ عقیل، جعفر اور علی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اٹھو! اپنی ماں کی طرف چلیں جب آپ فاطمہ بنت اسد کے دروازہ پہنچے تو آپ نے اپنی قمیص مبارک اتاری اور فرمایا غسل کے بعد اس کو کفن کے نیچے پہنادو۔ جب ان کا جنازہ باہر آیا، جنازہ کا پایہ اپنے شانۂ مبارک پر رکھا اور راستہ میں کبھی جنازہ سے آگے اور کبھی پیچھے اور پھر باہر نکلے اور فرمایا کہ جنازہ اٹھاؤ۔ بسم اللہ وعلیٰ اسم رسول اللہ بعد دفن کے قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا امی اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء عطاء فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ سے فاطمہ بنت اسد کے متعلق دو خاص باتیں دیکھیں جو کبھی کسی اور کے متعلق نہیں دیکھی تھیں۔ ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص عطا فرمائی اور اس کو ان کا کفن بنایا۔ دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لحد میں اترے اور لیٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے انہیں اپنا پیراہن اس لئے پہنایا تا کہ ان کو حلہ ہائے بہشت ملے اور کی قبر میں میں اس واسطے لیٹا تا کہ قبر میں ان کو امن وسکون حاصل ہوا۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ آدمیوں کے سوا کسی کی قبر میں کبھی نہیں لیٹے۔ ان میں تین عورتیں تھیں اور دو مرد ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے اور چار دوسری جن کی قبریں مدینہ منورہ میں ہیں۔ اول خدیجہ کے صاحبزادے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گود میں پرورش کیا۔

دوسرے عبداللہ المزنی جن کو ذوالبجادین کہتے ہیں۔

تیسری ام رمان یہ حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ تھیں۔

چوتھی فاطمہ بنت اسد (حضرت علی شیر خدا کی والدہ)

اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ طیبہ، طاہرہ، سیدۃ النساء، فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک اسی جگہ پر ہے جس جگہ اور جس مکان میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ آپ کی وفات اور جنازہ کے بارے میں کسی کو مطلع نہیں کیا گیا۔ سیدۃ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ کسی کو آپ کی وفات اور دفن کے بارے نہ بتایا جائے۔ آپ کے جنازے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور چند اہل بیت تھے رات میں ہی آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر اسی مکان میں ہے جہاں آپ کی وفات ہوئی جو مسجد نبوی میں داخل ہے۔

بہر حال ایک قول کے مطابق سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زاہراء رضی اللہ عنہا کو ان کے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا تھا۔ جس کو عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد میں داخل کر دیا ہے۔ جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دفن کیا گیا اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو بھی آپ کے گھر میں دفن کیا گیا۔ (جذب القلوب، ص ۱۸۲)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم بقیع میں دفن ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بقیع کے فضائل میں متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ ان میں سے چند احادیث ہم بھی ذکر کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے جب اخیر رات ہوئی تو آپ بقیع کی جانب تشریف لے گئے اور وہاں جو دفن تھے ان کو سلام کیا نیز ان کے لئے دعا مغفرت فرمائی اور کہا:

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد۔

تم پر سلامتی ہے اے مومنین کے گھروں میں رہنے والو، تمہیں عطا کیا گیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! اہل بقیع غرق کی مغفرت فرما

دوسری روایت بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے میں بھی آپ کے پیچھے باہر آ گئی۔ میرا خیال یہ تھا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف نہ لے جاتے ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے اور دیر تک کھڑے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ میں نے جلدی کی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے گھر میں آ گئی اور چپ چاپ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ میں اضطراب کے نشانات مشاہدہ فرمائے تو فرمایا۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا حال ہے۔ اور کیا ہوا کہ تم مضطرب معلوم ہوتی ہو میں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سیاہی جو میں نے اپنے سامنے دیکھی تھی شاید تم

ہی تھیں۔ میں نے کہا بے شک یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنا دست شفقت میرے سینے پر مار کر فرمایا کیا تم نے گمان کیا تھا کہ خدا اور رسول (ﷺ) تم پر ظلم کریں گے میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ خدا سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ایسا ہی خیال تھا لیکن میں کیا کروں تقاضائے بشری نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور باہر سے آواز دی انہوں نے تم سے پوشیدہ رکھا میں نے بھی ظاہر نہ کیا۔ جبریل علیہ السلام کی عادت ہے کہ جب تم گھر والا لباس پہنتی ہو تو گھر کے اندر نہیں آتے اور میں نے گمان کیا کہ تم سو رہی ہو میں تم کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام وحی لائے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں آپ بقیع میں تشریف لے جائیں اور اہل بقیع کیلئے استغفار کریں۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ واقعہ نصف شعبان کی شب میں ہے اور یہ بھی آیا ہے

السلام علیکم اھل القبور ویغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر

اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخش دے تم ہمارے سلف ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ جس شخص کی موت مدینہ منورہ میں ہو اور اس کو بقیع میں دفن کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حاصل ہوگی اور وہ شفاعت سے ممتاز ہوگا۔ ایک اور حدیث پاک میں ہے۔

من مات باحد الحرمين بعث من الامنين يوم القيامة

جو شخص دونوں (حرم مکہ اور حرم مدینہ منورہ) میں سے کسی حرم میں فوت ہو جائے وہ قیامت کے دن امن والے گروہ میں اٹھایا جائیگا۔

بقیع کے مقام نہایت بابرکت اور فضیلت والا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس جگہ کو ہی مسلمانوں کیلئے قبرستان مقرر فرمایا اور حضور ﷺ خود بقیع غرقد میں تشریف لاتے اور اہل بقیع کی مغفرت کیلئے دعا فرماتے اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ قیامت والے دن بقیع میں سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

نیز امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق و دیگر اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افراد بقیع میں دفن ہونے کی وجہ سے بقیع کے مقبرہ کو وہ فضیلت اور برکت ہے جس کی دوسرے قبرستان کو نہیں ہے۔ اہل بقیع کی زیارت میں سنت یہ ہے کہ جب بقیع کے دروازے پر پہنچے تو

پڑھ کر یہ دعا کرے۔

السلام علیکم یا اھل القبور بقیع الغرقد اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا

اللھم اغفر لاھل القبور

بعدھم و اغفرلنا ولھم

اے اللہ، بقیع غرق کے قبر والوں کی مغفرت فرما، اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ فرما، اور ہمیں ان کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کرنا اور ہمارے لئے اور ان کے لئے مغفرت فرما۔

گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقبرہ کو ہدیہ کرے زیارت کی ابتداء امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ و دیگر آئمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ سے کرے اور سلام کی نیت اور مقصود یہ ہونا چاہیے کہ جمیع آل پاک واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مومنین رحمہ اللہ علیہم جو اس مقبرہ شریف میں آرام فرما ہیں انہیں ثواب پہنچے۔

غرضیکہ بقیع غرقد کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے امام حسن مجتبیٰ و دیگر ائمۃ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی وجہ سے بڑی عزت وعظمت عطا فرمائی ہے۔ اگرچہ مروان بن حکم نے اپنی ظاہر و باطنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن نہ ہونے دیا۔ چنانچہ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ امام حسن مجتبیٰ واہل بیت اور صاحب روایت صحابی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام لے کر تصریح کی ہے کہ آپ صحابی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ بعض نے شرط لگائی ہے کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے اور آپ پر ایمان لائے اور عمر میں بالغ ہو۔ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بالغ ہونے والی شرط غلط ہے۔ **لانہ یخرج** مثلا الحسن بن علی ونحوہ من احداث الصحابۃ (رضی اللہ عنہم) (فتح الباری، ج ۷، ص ۳)

کیونکہ یہ شرط حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما جیسے افراد کو جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کے وقت کم عمر تھے۔ صحابیت سے خارج کر دیتی ہے یعنی صحابی کی تعریف میں ایسی شرط جو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور چھوٹے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو صحابیت سے خارج کر دے لگانی غلط ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ یا ان جیسے کم عمر بھی صحابہ ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور صاحب روایت صحابی ہیں۔ ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

حفظ الحسن بن علی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث

...امام علیہم الرضوان

و رد اھا عنہ (الاستیعاب، ج ۱، ص ۱۴۶)

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد حدیثیں حفظ اور روایت کی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشی سبط رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ریحانته من الدنیا واحد سیدی شباب اهل الجنة و روی عن جده رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وابیه علی واخیه حسین وخاله هند بن ابی هاله۔ (تهذیب التهذیب، ج ۲، ص ۲۱۵)

حسن بن علی بن ابی طالب ہاشمی سبط (بیٹے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اور جنت کے دو سرداروں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے روایت کی ہے اپنے جد پاک (نانا پاک) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اپنے والد محترم حضرت مولیٰ کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے۔ اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

والمقصود ان الحسین عاصر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و صحبه الی ان توفی وهو عنه راض ولکنه کان صبیا (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۵۰)

اور مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حسین (شہید کربلا رضی اللہ عنہ) معاصر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی تا آنکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے راضی تشریف لے گئے لیکن (اس وقت) امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر چھوٹی تھی۔

اب ابن کثیر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو عمر کے اعتبار سے چھوٹا کہہ کر بھی ان کی معاصرت اور صحابیت کا اقرار کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جب امام حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں تو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ جو ان سے عمر میں بڑے ہیں وہ بھی صحابی ہی ہوئے۔

ابن کثیر ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غم کرنا چاہیے۔

فانه من سادات المسلمین وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله صلی الله علیه

وآلہ وسلم اللتی ھی افضل بناتہ وقد کان عابداً و شجاعاً و سخیًا۔ (البدایہ والنہایہ)

کیونکہ آپ مسلمانوں کے سادات سے ہیں اور علماء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔اور عابد، بہادر اور سخی تھے۔ابن کثیر نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو صغر سنی کے باوجود صحابی قرار دیا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔حافظ ذہبی التوفی 748ھ نے حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کو صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو صحابہ میں سے شمار کیا ہے۔

(التجرید فی اسماء الصحابہ،ص ۱۴۰)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ التوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم التوفی ۲۶۱ھ نے اپنی اپنی صحیح میں فضائل صحابہ رضی اللہ عنہ کا عنوان قائم کر کے مناقب امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما بیان کئے ہیں۔جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) صحابی ہیں۔

اور ابوداؤد التوفی ۲۷۵ھ نے اپنی سند کیساتھ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے (امام) حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا یہ میرا بیٹا سید (سردار) ہے۔عنقریب اس کو اولاد سے ایک مرد ہوگا جو تمہارے نبی رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(سنن ابوداؤد)

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ۔ (سنن ابوداؤد)

کہ مہدی میری اولاد سے اولاد فاطمہ رضی اللہ علیہم سے ہے۔

ابوداؤد کی اس روایت سے جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے ثابت ہوا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے جو کہ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے۔امام مہدی کے ظہور کے بارے میں ابوداؤد کے علاوہ دیگر محدثین نے حدیث مہدی کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ان کے اسماء گرامی بمعہ کتابوں کے درج ذیل مذکور ہیں۔

۱۔امام حاکم التوفی 405 (مستدرک) ۲۔امام عبد الرزاق التوفی 211ھ مصنف عبد الرزاق ۳۔محمد

بن یزید قزوینی ابن ماجہ التوفی 275ھ، سنن ابن ماجہ ۴۔امام احمد بن حنبل التوفی 241ھ، مسند احمد بن حنبل ۵۔ابوالقاسم طبرانی التوفی 360ھ، معجم طبرانی ۶۔محمد بن عیسیٰ ترمذی التوفی 297ھ، سنن ترمذی ۷۔ ابوسلیمان محمد بن محمد الخطابی التوفی 388ھ، معالم السنن ۸۔حسین بن مسعود فرابغوی التوفی 510ھ، مصابیح السنۃ ۹۔مجد الدین المبارک محمد بن عبدالکریم ابن اثیر جزری التوفی 606ھ جامع الاصول۔۱۰۔محمد بن علی بن محمد بن احمد محی الدین ابن عربی شیخ التوفی 638ھ فتوحات مکیہ ۱۱۔کمال الدین محمد بن طلحہ بن محمد بن الحسن القرشی التوفی 652ھ مطلب السؤل ۱۲۔سبط ابن جوزی التوفی 654ھ، تذکرہ الخواص ۱۳۔عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری التوفی 656ھ، مختصر سنن ابوداؤد ۱۴۔ محمد ابن احمد بن ابوبکر ابوعبداللہ قرطبی التوفی 671ھ، تذکرۃ القرطبی ۱۵۔شمس الدین خلکان التوفی 681ھ وفیات الاعیان ۱۶۔محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری التوفی 694ھ، ذخائر العقبیٰ ۱۷۔شیخ الاسلام ابراہیم بن سعد الدین الحموئی الخراسانی التوفی 732ھ فرائد السمطین ۱۸۔ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی التوفی 741ھ مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۔سراج الدین عمر بن مظفر الحسینی الشافعی ابن الوردی التوفی 749ھ خریدۃ العجائب ۲۰۔شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب ابن القیم الدمشقی جوزی التوفی 75ھ المنار المنیف ۲۱۔ابوالفداء اسماعیل بن کثیر التوفی 774ھ، کتاب النہایہ ۲۲۔سید علی بن شہاب محمد الحسینی نزیل ہند التوفی 872ھ مودۃ القربیٰ ۲۳۔مسعود بن عمر بن عبداللہ سعد الدین تفتازانی التوفی 793ھ شرح مقاصد ۲۴۔نورالدین علی ابن ابوبکر الہیمتی التوفی 807ھ مجمع الزوائد موارد الظمان ۲۵۔نورالدین علی بن محمد ابن احمد بن صباغ المالکی التوفی 855ھ، الفصول المہمہ ۲۶۔جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین ابوبکر مصری سیوطی التوفی 911ھ العرف الوردی ۲۷۔شمس الدین محمد بن علی بن محمد بن طولون دمشقی حنفی التوفی 953ھ ائمۃ اثناعشر ۲۸۔عبدالوہاب شعرانی التوفی 973ھ الیواقیت والجواہر ۲۹۔شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی التوفی 974ھ، صواعق محرقہ، الفتاویٰ الحدیثیہ ۳۰۔علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین الندی البرہان پوری التوفی 975ھ کنزل العمال ۳۱۔ابوالعباس احمد بن یوسف بن احمد دمشقی التوفی 1019ھ، اخبار الدول ۳۲۔علی بن سلطان محمد الہروی القاری الحنفی التوفی 1024ھ، مرقات شرح مشکوٰۃ ۳۳۔محمد بن عبدالرسول بن عبدالسید الحسنی البرزنجی الشافعی التوفی 1102ھ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ ۳۴۔احمد بن علی بن عمر بن صالح شہاب الدین ابوالنجاح الحنفی التوفی 1173ھ فتح المنان ۳۵۔شمس الدین محمد بن احمد سالم السفارینی النابلسی التوفی 1188ھ، لوائح الانوار الالہیہ ۳۶۔محمد علی الصبان المصری التوفی 1206ھ، اسعاف الراغبین ۳۷۔مؤمن الشبلنجی التوفی 1290ھ، نورالابصار ۳۸۔عبدالروف مناوی التوفی 1031ھ

فیض القدیر ۳۹۔حسن مصری مالکی المتوفی 1303ھ ،مشارق الانوار ۴۰۔محمد صدیق بن حسن بن علی قنوجی بخاری المتوفی 1307ھ ،الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدی الساعۃ ۴۱۔علامہ شہاب الدین احمد بن محمد اسماعیل الحلوانی الخلیجی الشافعی المتوفی 1308ھ اوصاف المہدی ۴۲۔محمد البلبیسی بن محمد بن احمد الحسینی المصری الشافعی المتوفی 1308ھ العطر الوردی ۴۳۔السید خیر الدین ،ابوالبرکات نعمان آفندی الحنفی المتوفی 1301ھ ،غایۃ المواعظ ۴۵۔شمس الحق عظیم آبادی ہندی المتوفی 1273ھ عون المعبود شرح ابوداؤد ۴۵۔ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن ادریس بن محمد کتانی الفاسی المالکی المتوفی 1345ھ نظم المتناثر ۴۶۔محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم زین الدین مبارکپوری المتوفی 1353 تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۴۷۔محمد الخضر الحسین المصری المتوفی 1377ھ ،نظرہ فی احادیث المہدی ۴۸۔الشیخ منصور علی المتوفی 1371ھ ،التاج جامع الاصول ۴۹۔احمد بن محمد الصدیق الحسنی الازہری ،الغربی المتوفی 1380ھ ،ابراز الوہم الکنون من کلام ابن خلدون ۵۰۔الشیخ ناصر الدین البانی حول المہدی ۵۱۔ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی 235ھ ،مصنف ابن ابی شیبہ ۵۲۔نعیم بن حماد المتوفی 229ھ ،کتاب الفتن ۵۳۔الشیخ الماوردی المتوفی 301ھ ،معرفۃ الصحابہ ۵۴۔امام دارقطنی المتوفی 385ھ افراد ۵۵۔ابن حبان المتوفی 354ھ صحیح ابن حبان ۵۶۔ابویعلیٰ موصلی المتوفی 307ھ ،مسند ابویعلیٰ ۵۷۔ابوبکر بزار المتوفی 292ھ ،مسند بزار ۵۸۔خطیب بغدادی المتوفی 462ھ المتفق والمفترق ۵۹۔علامہ ابن عساکر المتوفی 571ھ ،تاریخ ابن عساکر ۶۰۔علامہ ابن مندہ المتوفی 511ھ ،تاریخ اصبہان ۶۱۔علامہ ابوالحسن حربی المتوفی ---ھ حربیات ۶۲۔علامہ تمام رازی المتوفی 414ھ ،فوائد ۶۳۔ابن جریر المتوفی 310ھ ،تہذیب ۶۴۔ابوبکر بن المقری المتوفی 381ھ معجم مقری ۶۵۔ابوبکر دانی المتوفی ،سنن ۶۶۔ابوغنم الکونی المتوفی ،کتاب الفتن ۶۷۔علامہ ویلمی المتوفی 558ھ ،مسند فردوس ۶۸۔ابوبکر اسکاف المتوفی 273ھ فوائد الاخبار ۶۹۔ابوالحسین بن المناوی کتاب الملاحم ۷۰۔حافظ بیہقی المتوفی 555ھ ،دلائل النبوۃ ۷۱۔ابوعمرو المقری ۷۲۔ابن جوزی المتوفی 597ھ ،تاریخ ۷۳۔یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی المتوفی 228ھ ،مسند ۷۴۔علامہ الرویانی المتوفی 307ھ ،مسند ۷۵۔علامہ ابن سعد المتوفی 230ھ ،طبقات ابن سعد ۷۶۔ابوبکر بن خثیمہ زہیر بن حرب المتوفی 234ھ ۷۷۔ابن خذیمہ المتوفی 311ھ ۷۸۔حسن بن سفیان المتوفی 303ھ ۷۹۔محدث ابوعوامہ المتوفی 316ھ ۸۰۔عمر بن شعبہ المتوفی 262ھ

ان مذکورہ بالا محدثین کے علاوہ دیگر محدثین اور علماء کرام نے حدیث مہدی کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔تقریباً بارہ محدثین نے حدیث مہدی کو متواترات سے شمار کیا ہے۔

نیز حدیث مہدی کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔حضرت علی بن ابی طالب, ۲۔حضرت عثمان بن عفان, ۳۔طلحہ بن عبید اللہ, ۴۔عبد الرحمن بن عوف ۵۔امام حسین بن علی الشہید ۶۔ام سلمہ، ۷۔ام المومنین ام حبیبہ ۸۔عبد اللہ بن عباس ۹۔عبد اللہ بن عمر بن خطاب ۱۰۔عبد اللہ بن عمر و بن عاص، ۱۱۔ابوسعید خدری، ۱۲۔عبد اللہ بن مسعود، ۱۳۔جابر بن عبد اللہ ۱۴۔ابوہریرۃ، ۱۵۔انس بن مالک ۱۶۔عمار بن یاسر ۱۷۔عوف بن مالک، ۱۸۔ثوبان ۱۹۔قرہ بن ایاس ۲۰۔حذیفہ بن یمان ۲۱۔عبداللہ بن حارث بن حمزہ ۲۲۔عمران بن حصین ۲۳۔ابوالطفیل رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، محدثین اور علماء رحمہم اللہ علیہم کے اقوال سے ثابت ہوا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ قرب قیامت ظہور فرمائیں گے۔ امام مہدی حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ذریت امام حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہوں گے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد اور امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوں گے۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

ان ابنی هذا اسید کما سماه النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق

بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا ہے، عنقریب وہ اس شخص کی صلب سے نکلیں گے ان کا نام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوگا وہ خلق میں خلق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔

اب اس سے ثابت ہے کہ امام مہدی اور امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہوں گے۔ یہ روایات واحادیث صحیحہ اس پر واضح دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت اور آپکی عترت (اولاد) قیامت تک ہوگی۔ اس میں انقطاع نہیں ہوگا بلکہ اتصال ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا نسب متصل اور موصول ہے۔

چنانچہ امام حاکم المتوفی ۴۰۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وصھری غیرنسبی و سببی

وان الانساب تنقطع یوم القیامة غیرنسبی و سببی وصھری (مستدرک للحاکم)

کہ تمام نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے مگر میرا نسب اور تعلق اور دامادی کا رشتہ باقی رہے گا۔

امام طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

کل سبب و نسبب ینقطع یوم القیامة الا سببی ونسبی

(محبت آل بیت النبی، ص ۲۴)

اب اس سے ظاہر ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب قیامت کے دن بھی منقطع نہیں ہوگا۔ یہ صرف حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کی خصوصیت ہے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب دوسرے لوگوں کے نسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ممتاز وجدا ہے اور اس کے احکام بھی دوسرے لوگوں کے نسب سے جدا ہیں۔

چنانچہ علامہ یوسف نبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ویتفرع علیٰ ھذا انھم لایکافئھم احد من الناس وبه صرح غیرواحد من الائمة قال الجلال السیوطی فی الخصائص و من خصائصه صلی الله وآله و سلم ان آله لایکافئھم فی النکاح احد من الخلق۔۔۔۔الخ۔ (الشرف المؤبد، ص ۳۵۹)

اور اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ نکاح میں ان کا کوئی ہم کفو نہیں ہے۔ متعدد اماموں نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خصائص کبریٰ میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مخلوق سے نکاح میں آپ کے اہل بیت کا ہم کفو نہیں ہے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا نسب آپ کی بیٹی سیدۃ فاطمۃ الزاہراء سے چلا ہے اور حضرت فاطمۃ الزاہراء کی اولاد قیامت تک جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد ہے۔

چنانچہ رئیس الحنفیہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

ولم یکن للرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عقب الامن ابنته فاطمه رضی الله عنه عنها فانتشر نسله الشریف منها فقط من جھة السبطین اعنی الحسنین۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۹۰)

کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد صرف آپ کی بیٹی فاطمۃ الزاہراء سے ہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک صرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے ہی ہے۔ حسنین کریمین کا اور ان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونا بے شمار نصوص سے ثابت ہے۔

چنانچہ طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ المتوفی 23ھ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر عورت کی اولاد کا عصبہ ان کے باپ کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔

ماخلا ولد فاطمۃ فانی انا عصبتھم وانا ابوھم

سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا عصبہ اور باپ ہوں۔

اور طبرانی نے حضرت فاطمۃ الزاہراء المتوفاۃ 11ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ماں کی اولاد اپنے عصبوں کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ سوائے اولاد فاطمہ کے۔ فانا ولیھم وانا عصبتھم کہ میں ان کا ولی ہوں اور میں ان کا عصبہ ہوں اور حاکم المتوفی 405ھ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ المتوفی 78ھ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ماں کے بیٹوں کے لئے عصبہ ہوتے ہیں۔ الا ابنی فاطمۃ فانا ولیھما وعصبتھما مگر حضرت فاطمہ کے دو بیٹوں حسن اور حسین کا میں ولی اور عصبہ ہوں اس سے ثابت کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراء کے دو بیٹوں حسن اور حسین سے چلی ہے اور یہ حضور کے بیٹے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا باپ ہیں۔

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے کہ ہر جگہ مسلم دستور یہ ہے کہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے نہ کہ ماں کی طرف سے مثلاً اگر باپ گوندل ہو اور ماں راجپوت ہو تو اس کے بطن سے جو اولاد ہوگی وہ گوندل کہلائے گی نہ کہ راجپوت اس بین الاقوامی قاعدہ کے مطابق حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرزندان ارجمند حضرت ابوطالب کی اولاد اور نسل سے شمار ہونا چاہیے تھے۔ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور نسل سے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح دیگر بے شمار خصوصیات سے نوازا ہے یہ خصوصیات بھی بخشی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اولاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمار ہوئی نہ کہ ذریت ابوطالب۔ (تفسیر ضیاء القرآن پ ۲۲، سورۂ احزاب)

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہ سے چلی ہے اسی لئے ان کو ذریت رسول کہا جاتا ہے۔ ذریت ابوطالب نہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو خصائص ہیں وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں۔ خصوصیت اور خاصہ کا معنی ہی یہ ہے جس کا وہ خاصہ ہے اسی کے ساتھ مختص ہے۔

علامہ عبدالرحمن جامی المتوفی ۸۹۸ھ خاصہ کا معنی لکھتے ہیں۔

خاصتہ الشی مایختص بہٖ ولا یوجد فی غیرہ (شرح جامی، ص ۳۱)

چیز کا خاصہ وہ ہے جو اس کے ساتھ مختص ہو اور اس کے سوا غیر میں نہ پایا جائے۔

حضور پاک ﷺ کے جو خصائص ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ مختص ہیں۔ کسی دوسرے میں نہیں پائے جائیں گے اور نہ ہی ان میں لوگوں کے عرف اور اصطلاحات کا اعتبار ہوگا چونکہ حضور پاک ﷺ کا نسب حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراء سلام اللہ علیہا سے چلا ہے۔ اس لئے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور آگے ان کی اولاد حضور پاک ﷺ کے حقیقتاً بیٹے ہیں مجازاً نہیں اور بعض لوگ غلط فہمی کی بناء پر کہتے ہیں کہ حقیقت میں اہل بیت اور آل وہی لوگ تھے جو حضور پاک ﷺ کے سامنے موجود تھے اور ان کی اولاد اور اولاد در اولاد کو جو اہل بیت اور آل نبی ﷺ کہا جاتا ہے۔ جو مجازاً اور ادباً۔ ان بعض لوگوں سے غلطی کی وجہ سے یہ کہہ دیا ہے کہ جو حضور پاک کے سامنے موجود تھے یعنی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزاہراء صرف وہی اہل بیت رضی اللہ عنہم حقیقی ہیں باقی حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی اولاد یہ اہل بیت رضی اللہ عنہم مجازی طور پر ہیں ان کو اگر اہل بیت اور آل نبی کہا جاتا ہے۔ تو بطور ادب کے کہا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً یہ اہل بیت اور آل نبی نہیں ہیں۔ یہ ان لوگوں کی صریح غلطی ہے۔

کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی اولاد قیامت تک جو ہے وہ تمام اہل بیت اور آل نبی حقیقتاً ہیں مجازاً نہیں ہیں۔ کیونکہ اولاد ہونا حضور پاک ﷺ کے خصوصیات میں سے ہے اور حضور پاک ﷺ کے جتنے خصائص ہیں وہ تمام حقیقی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کا کوئی خاصہ بھی مجازی نہیں ہے۔

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کا حضور پاک ﷺ کا بیٹا ہونا اور ان کی اولاد در اولاد کا ذریت رسول ہونا یہ حضور پاک ﷺ کے خواص میں سے ہے اور حضور پاک ﷺ کے جتنے خواص ہیں وہ تمام حضور پاک ﷺ کے حقیقی خواص ہیں جب خواص کا حقیقی ہونا صرف ممکن ہی نہیں بلکہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے تو اب مجاز لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور اب یہ کہنا کہ حضور پاک ﷺ کی اہل بیت اور اولاد حقیقتاً صرف وہی ہیں جو حضور پاک ﷺ کے سامنے موجود تھے۔ آگے ان کی اولاد در اولاد بطور مجاز اور ادب کے ہے۔ یہ صریح غلط ہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے خواص میں سے ہے اور حضور پاک ﷺ کے تمام خواص حقیقی ہیں کوئی خاصہ بھی مجازی نہیں ہے۔ نیز رسول پاک ﷺ نے اپنے بیٹے ہونے اور اولاد و اہل بیت ہونے کی تصریح فرمائی ہے جو کہ واضح طور پر حقیقت پر دلالت ہے۔

چنانچہ ابوجعفر طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ، اپنی سند کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نزلت هذه الآية في بيتي انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا فقلت يا رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الست من اهل البيت فقال انت على خير انك من ازواج النبي (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفي البيت على وفاطمة والحسن والحسين (رضى الله عنهما)

کہ یہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی اور گھر میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔

فرمایا تم خیر اور بہتری پر ہو تم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہرات سے ہو نیز حضرت ام سلمہ سے زوایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کھانا لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

ائتني باولادي وابني وابن عمك

کہ تم میری اولاد اور بیٹوں اور (حضرت) علی کو بلاؤ۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بلایا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنی چادر مبارک ڈال کر فرمایا۔

هؤلا اهل بيتي وحامتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا۔

کہ یہ میرے اہل بیت اور میرے حمایتی ہیں۔ اے اللہ! ان سے ناپسندیدگی کو دور رکھ اور ان کو مکمل طور پر پاک فرما۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا نہیں بلکہ تم نبی کے ازواج میں سے ہو اور تم پر خیر ہو یا خیر کی طرف ہو اور عمر بن ابی سلمہ نے کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین اور فاطمہ کو بلایا اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور حضرت علی کو بلا کر اپنے پیچھے بٹھایا۔ پھر ان

تمام پر چادر ڈال کر فرمایا۔

اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپسندیدگی کو دور رکھ اور ان کو خوب پاک فرما۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

اللھم اجعلنی منھم

اے اللہ مجھے بھی ان میں شامل فرمایا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

انت مکانك و انت علی خیر

کہ تم اپنی جگہ پر رہو اور تم خیر پر ہو۔

(شرح مشکل الآثار ص 244)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ ائتنی بزوجك و ابنیك فجاءت بھم کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنے بیٹوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو بلاؤ۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بلایا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر چادر ڈالی اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا پھر فرمایا۔

اللھم ان ھولاء آل محمد فاجعل صلواتك و برکاتك علیٰ آل محمد انك حمید مجید۔

اے اللہ یہ آل محمد ہیں اپنی صلوات اور برکات آل محمد پر نازل فرما بے شک تو حمید اور مجید ہے۔

قالت ام سلمتہ فرفعت الکساء لادخل معھم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے چادر کو اٹھایا تاکہ میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک مجھ سے لی اور فرمایا۔ انك علیٰ خیر۔ کہ تم خیر پر ہو۔

(شرح مشکل الآثار، ص ۲۴۲)

اور ابوالحمراء سے روایت ہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نو ماہ رہا جب صبح کا وقت ہوتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزاہراء علیہا السلام کے مکان کے دروازے پر آتے تو فرماتے تھے۔

السلام علیکم اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیر

(شرح مشکل الآثار، ص ۲۴۸)

ان روایات و احادیث صحیحہ میں اہل بیت، آل محمد اور عترت کے صریح الفاظ ہیں جو کہ حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ نیز حضور پاک ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بار بار اپنا بیٹا فرمایا اور کبھی اپنی اولاد فرمایا۔ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزاہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہی میرے اہل بیت ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ مہدی قرب قیامت آئیں گے وہ میری اہل بیت اور عترت سے ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ ہم اہل بیت سے ہوں گے اور مجھ سے ہوں گے یہ اپنے معنی حقیقی کے ساتھ ہیں کیونکہ سیدۃ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا سے آپ کا نسب جاری ہونا اور سیدۃ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونا اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا آپ کی عترت سے ہونا اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا قیامت تک حضور پاک ﷺ کا اولاد ہونا حضور پاک ﷺ کے خصائص میں سے ہے جو کہ اپنے معنی حقیقی کے ساتھ ہے۔ معنی مجازی ہرگز نہیں ہے۔ معنی مجازی تب لیا جاتا ہے۔ جب معنی حقیقی نہ بن سکتا ہو یہاں تو بوجہ خصائص کے معنی حقیقی ہے۔ لہٰذا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور آگے ان کی اولاد قیامت تک حضور پاک ﷺ کی اولاد حقیقتاً ہے یہاں نہ مجاز کا کوئی شائبہ ہے اور نہ ہی مجاز کی کوئی قسم ہے بنو فاطمہ حضور پاک ﷺ کی حقیقتاً اولاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی اولاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی اولاد (سادات کرام) میں حضور پاک ﷺ کا گوشت اور خون سرایت کئے ہوئے ہے۔

فھو بضعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وللبعض فی الاجلال والتعظیم والتوقیر ماللکل

کہ رسول پاک ﷺ کی اولاد رسول پاک ﷺ کے جسم کا ٹکڑا اور حصہ ہیں جب حضور پاک ﷺ کے حصہ اور جزو ہوئے تو عزت و تعظیم میں جو حکم کل کا ہے وہی جزو کا ہے۔

لہٰذا جو حضور پاک ﷺ کی اولاد کا حکم عزت و توقیر میں وہی ہے۔ جو رسول پاک ﷺ کا ہے اگرچہ نسب میں وہ بعید اور دور ہوں۔

حضرت شیخ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی سید اور آل رسول آتا وہ اس کے سامنے نہایت انکساری اور عاجزی سے بیٹھتے اور فرماتے۔

انہ بضعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ یہ اولاد رسول حضور پاک ﷺ کے جسم کا ٹکڑا اور حصہ ہیں لہٰذا اس کی عزت حضور پاک ﷺ کی عزت ہے اور اس کو اذیت و تکلیف دینا حضور پاک ﷺ

کو تکلیف دینا ہے۔ (نور الابصار، ص ۲۰۳)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کا حصہ ہونا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا اپنی اولاد میں سرایت کئے ہونا یہ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد قیامت تک حقیقۃً اولاد ہے مجازی اولاد نہیں ہے۔

علامہ محمد صبان المتوفی ۱۲۰۶ھ اسعاف الراغبین میں لکھتے ہیں۔

ومنها ان اولاد فاطمه و ذريتهم يسمون ابناء ه صلى الله عليه وآله وسلم وينسبون اليه نسبه صحيحة اخرج الطبرانى مرفوعا ان الله عزوجل جعل ذرية كل نبى فى صلبه وان الله تعالى جعل ذريتى فى صلب على بن ابى طالب قال كل بنى ام ينتمون الى عصبة الاولد فاطمة فانا وليهم وانا عصبتهم و فى رواية صحيحة كل بنى انثى عصبتهم لا بيهم ماخلا ولد فاطمة فانى انا ابوهم وعصبتهم وهذه الخصوصية لاولاد فاطمة فقط دون اولاد بقية بناته فلا يطلق عليه صلى الله عليه وآله وسلم انه اب لهم وانهم بنوه كما يطلق ذالك فى اولاد فاطمة۔ (اسعاف الراغبین، ص ۵۰)

اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اولاد فاطمہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت صحیحہ (حقیقیہ) کے ساتھ منسوب ہیں۔ طبرانی نے مرفوع روایت بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السلام کی اولاد اس کی صلب (پشت) میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری اولاد علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی صلب میں رکھی ہے۔

اور طبرانی وغیرہ نے روایت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ماں کے بیٹے اپنے عصبہ کی طرف نسبت ہوتے ہیں مگر اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ میں ان کا عصبہ اور ولی ہوں۔

اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ ہر عورت کا بیٹا اس کے باپ کے عصبہ کی طرف منسوب ہے سوائے اولاد فاطمہ کے میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔ یہ خصوصیت صرف اولاد فاطمہ کیلئے ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیٹیوں کی اولاد کیلئے نہ نہیں کہا جائیگا وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باپ ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدۃ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب حقیقتاً ہیں مجازاً منسوب نہیں ہیں کیونکہ نسبت صحیحہ نسبت حقیقیہ ہی ہوتی ہے۔ امام مہدی جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ہیں اور قرب قیامت تشریف لائیں گے ان کے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ المهدى من

ولدی اور ایک روایت میں ہے المهدی وفا اور ایک ایک روایت میں ہے کہ مہدی میری عترت میری اہل بیت ہوں گے۔ اور سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ مہدی حسن کی اولاد سے ہیں (رضی اللہ عنہما)(اسعاف الراغبین، ص۵۱)

امام مہدی حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بارے میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہوں گے۔ اب حضور پاک ﷺ نے امام مہدی کو جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے ان کو اپنی اولاد فرمایا تو اب امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت صحیحہ کے ساتھ منسوب ہے۔ اور حقیقتاً اولاد ہے مجازاً نہیں ہے۔

علامہ محمد صبان لکھتے ہیں کہ۔

ذکروا من خصائصه صلی اللہ علیه وآله وسلم انه ینسب الیه اولاد بنت فاطمة ولم یذکروا مثل ذالك فی اولاد بنات بنته فجری الامر فیهم علی قاعدة الشرع فی ان الولد یتبع اباه فی النسب لا امه ولهذا جری السلف والخلف علی ان ابن الشریفة لایکون شریفا اذا لم یکن ابوه شریفا اولاد فاطمة ینسبوان الیه (صلی اللہ علیه وآله وسلم) واولاد الحسن والحسین ینسبون الیهما (ای الحسن والحسین) والیه (صلی اللہ علیه وآله وسلم)

فقہاء نے حضور پاک ﷺ کے خصائص میں سے ذکر کیا ہے کہ آپ کی صاحبزادی محترمہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد آپ ﷺ کی طرف منسوب ہے اور یہ آپ ﷺ کی بیٹی کی بیٹوں کے اولاد کے بارے میں ذکر نہیں کی بلکہ بیٹی کے بیٹوں کے بارے میں قاعدہ شرعیہ کے مطابق ہی فرمایا کہ نسب میں بیٹا باپ کے تابع ہوتا ہے۔ ماں کے نہیں اسی لئے سلف اور خلف اسی پر اتفاق رکھتے ہیں کہ سیدزادی کا بیٹا سید تب ہوگا جبکہ اس کا باپ بھی سید ہو اور اولاد فاطمہ حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ اولاد حسن اور حسین اور حضرت حسن اور حسین کی طرف اور رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب ہیں اور حسن اور حسین کی بہنوں کی اولاد اپنے باپوں کی طرف منسوب ہے۔

چنانچہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد عبداللہ بن جعفر کی طرف منسوب ہے۔ رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب نہیں ہے۔ یہ حضور پاک ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد رسول پاک ﷺ کی اولاد ہے۔ اس پر دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اولاد

فاطمہ کا میں ولی اور عصبہ ہوں یہ تخصیص حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اولاد فاطمہ کیلئے فرمائی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹیوں کی اولاد کیلئے نہیں فرمائی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیٹیوں سے افضل ہیں بلکہ عورتوں سے افضل ہیں۔

چنانچہ علامہ یوسف نبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں: حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا دنیا کی تمام عورتوں بلکہ تمام ازواج مطہرات سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ بضعة منی کہ فاطمہ میرے جسم کا حصہ اور جزو ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے حصہ اور جزو کے برابر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے برابر کوئی عورت نہیں ہے۔

امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں۔

لاافضل علیٰ بضعة من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احدًا

یعنی سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور آپ کے جسم مبارک کا جزو اور حصہ ہیں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے حصہ اور جزو کے برابر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے برابر کوئی عورت نہیں ہے۔ آپ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمودات

- سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور سب سے بڑھ کر نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے بہت متقی اور پرہیز گار صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، مسلمانوں کی آپسی اختلاف و انتشار اور جھگڑوں سے آپ بہت آزردہ رہتے اور ان چیزوں سے آپ نفرت کرتے تھے، اور برملا اس کا اظہار بھی کرتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ خلافت کے امور بھی سنبھالے، مگر جلد ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے متوقع خانہ جنگی کو ٹال دیا۔

- تاریخ اسلام میں یہ کارنامہ سنہری حروف سے لکھا جاتا ہے، ورنہ اس سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دو جنگوں میں کثیر تعداد میں مسلمان شہید ہو چکے تھے، یہ صرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کا کارنامہ تھا کہ مزید خونریزی کے خطرات کو ختم کر دیا۔

آپ کے مختصر ارشادات درج کئے جاتے ہیں:

- اعلیٰ درجہ کی دانائی صرف تقویٰ ہے۔
- کم عقل اور انسانی کمزوری بد اخلاقی اور بد اعمالی ہے۔
- کفار کو آخرت کے لئے فکر نہیں ہوتی بلکہ اس کو تو دنیاوی عیش و آرام ہی سے فرصت نہیں ملتی۔
- مصائب میں صبر و تحمل ہی اصل بہادری ہے۔
- پڑوسی کی ضروریات کا خیال رکھنا عین ثواب ہے۔
- اپنے تمام امور اللہ پر چھوڑ دو، کیونکہ اللہ بہترین بدلے دینے والا ہے۔
- اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی پر تکیہ نہ کر کے ہی تم اچھی زندگی گذار سکتے ہیں۔
- حاجت مند کی جائز ضرورت کو پورا کرنا ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔

◆ جولوگ تمہارے دوست بننا چاہیں ان سے مساویانہ دوستی کرو۔

◆ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، جس قدر ہو دوسروں کے کام آؤ۔ (اقوال کا خزانہ)

◆ جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگئی تو وہ سخت نقصان میں ہے۔ (کنز العمال: ۸ / ۲۲۲)

◆ یہ جان لو کہ حلم اور بردباری زینت ہے اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔

(کنز العمال: ۸ / ۲۳۷)

◆ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا؛ لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں، دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں؛ لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں، تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کوئی حصہ ہے، یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے، چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔
(کنز العمال: ۳ / ۲۳۷)

◆ احسن السوال نصف العلم "اچھا سوال آدھا علم ہے" (الحسن والحسین: ۵۰)

◆ ایک مرتبہ آپ سے خاموشی کی حقیقت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:
ھو ستر العی، وزین العرض، وفاعلہ فی راحة، وجلیسہ فی امن۔
(خاموشی جہالت کو چھپانے کا آلہ ہے، عزت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، خاموش رہنے والا راحت و اطمینان میں رہتا ہے) (الحسن والحسین: ۵۰)

◆ جو شخص اللہ تعالی کی طرف سے طے کردہ حالت پر راضی ہو جائے گا وہ اس کے علاوہ کسی اور حالت کا متمنی نہ ہوگا، جو اللہ تعالی نے اس کے لئے پسند کی ہے۔

(سیر أعلام النبلاء: ۳ / ۲۶۲)

اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کر تو عبادت گزار بن جائے گا، اللہ تعالیٰ کی تقسیم سے راضی رہ تو مالدار بن جائے گا، جو تیرے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو بھی اس کے ساتھ بھلائی کر تو سچا مسلمان بن جائے گا، لوگوں سے ویسا معاملہ کر جیسا تو اپنے لئے پسند کرتا ہے عادل بن جائے گا۔
(الحسن والحسین:۵۰)

جس میں عقل نہیں اسے ادب حاصل نہیں ہوسکتا، جس میں ہمت وکوشش کا جذبہ نہیں وہ محبت حاصل نہیں کرسکتا، جس میں دین نہیں اس میں حیاء باقی نہیں رہ سکتی۔

(الحسن والحسین:۵۱)

عقل کی بنیاد لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے اور عقل کے ذریعے دونوں جہان میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (الحسن والحسین:۵۱)

لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے:
(۱) تکبر (۲) حرص (۳) حسد
تکبر میں دین کی ہلاکت ہے اور اسی نے ابلیس کو ملعون بنایا
حرص ولالچ نفس کی دشمن ہے انہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا
حسد برائی کی بنیاد ہے اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کا قتل کیا۔ (الحسن والحسین:۵۱)
۱۱۔علم حاصل کرو! اگر اسے یاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو لکھ لو اور اپنے گھر میں رکھ لو۔
(الحسن والحسین:۵۱)

رزق ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرو؛ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رزق دینے کی طاقت نہیں رکھتا، جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ اسے روزی دے سکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں کیا اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنی محنت سے اپنی روزی کماتا ہے تو یہ شخص بہت جلد پستیوں میں گر جائے گا۔ (الحسن والحسین:۵۱)

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ شاندار جبہ زیب تن فرما کر انتہائی وجیہانہ شان کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ کی ظاہری حالت بہت خوبصورت معلوم ہورہی تھی، اتنے میں ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جس کی شکستہ حالی اس کے لباس اور بدن سے عیاں ہورہی تھی، سخت تپتی دھوپ میں جان گداز محنت نے اس

کو بے حال کر رکھا تھا اور اس نے پانی کا گھڑا گردن پر اٹھایا ہوا تھا، اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے کہا" مجھے ایک سوال پوچھنا ہے" حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے سوال پوچھنے کی اجازت دی تو اس نے کہا "تمہارے نانا کا فرمان ہے دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے، تم مؤمن ہو اور میں کافر ہوں، میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ دنیا تمہارے لئے جنت ہے کہ تم اس میں عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہو اور میرے لئے قید خانہ ہے کہ فقر نے مجھے خستہ حال کر چھوڑا ہے" اس کی یہ بات سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> "اگر تو آخرت میں میرے لئے تیار کردہ نعمتوں کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرنی ہیں تو ان نعمتوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو یہی کہے گا کہ میں قید خانہ میں ہوں اور اگر تو اس عذاب کو دیکھ لے جو اللہ تعالی نے آخرت میں تیرے لئے تیار کر رکھا ہے تو اس عذاب کو دیکھ کر تو یقین کرلے گا کہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو جنت میں ہے"

(الحسن والحسین:۲۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

- "مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو جسمانی غذا کے متعلق تو غور وفکر کرتا ہے لیکن روحانی غذا کے لئے نہیں۔ نقصان دہ غذاؤں کو اپنے شکم سے دور رکھتا ہے لیکن ہلاک کرنے والے مطالب کو اپنے قلب میں جگہ دیتا ہے۔
- "رشتہ داروں میں قریب ترین افراد وہ ہیں جن کے اندر محبت زیادہ ہے اگر چہ نسب کے لحاظ سے دور ہوں۔ اور رشتہ داروں میں دور ترین افراد وہ ہیں جن کے اندر محبت کم ہے اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے قریب ہوں"۔
- "کوئی بھی گروہ اپنے امور میں ایک دوسرے سے مشورہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اس میں انکے لئے خیر وصلاح ہو"۔
- "انسان کی پستی وذلت یہ ہے کہ نعمت کا شکر ادا نہ کرے"۔
- "ذلت دوزخ کی آگ سے بہتر ہے"۔

◆ ''ایک خیر ایسا ہے جس میں کسی طرح کا کوئی شر نہ رہے: وہ یہ ہے کہ نعمت ملنے پر شکر، اور مصیبت کے وقت صبر کیا جائے''۔

◆ ''جب تم میں سے کوئی اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اسکی نورانی پیشانی کا بوسہ لے''

◆ معبود جو چیزیں اپنے وجود میں تیری محتاج ہیں ان سے تیرے لئے کیونکر استدلال کیا جا سکتا ہے؟ کیا کسی کے لئے اتنا ظہور ہے جو تیرے لئے ہے؟ تا کہ وہ تیرے اظہار کا ذریعہ بن سکے، (بھلا) تو غائب ہی کب تھا کہ تیرے لئے کسی ایسی دلیل کی ضرورت پڑے جو تیرے اوپر دلالت کرے؟ اور تو کب دور تھا تا کہ آثار کے ذریعہ تجھ تک پہنچا جا سکے؟ اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جو تجھے نہ دیکھ سکیں حالانکہ تو ہمیشہ ان کا ہم نشین تھا۔ (دعائے عرفہ)۔

◆ جس نے تجھ کو کھو دیا اس کو کیا ملا؟ اور جس نے تجھ کو پا لیا کون سی چیز ہے جس کو اس نے نہیں حاصل کیا؟ جو بھی تیرے بدلے میں جس پر بھی راضی ہوا، وہ تمام چیزوں سے محروم ہو گیا۔ (بحار: ج۹۸ ص۲۲۸)

◆ اس قوم کو کبھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی جس نے خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی مرضی خرید لی۔

◆ قیامت کے دن اسی کو امن و امان حاصل ہو گا جو دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا ہو۔ (بحار)

◆ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنے ایک واجب کی حیثیت سے پہلے ذکر کیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ دونوں فریضے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) ادا کئے گئے تو سارے فرائض خواہ سخت ہوں یا نرم، قائم ہو جائیں گے کیونکہ یہ دونوں انسانوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور صاحبان حقوق کے حقوق ان کی طرف پلٹانے والے ہیں اور ظالموں کو مخالفت پر آمادہ کرنے والے ہیں۔
(تحفۃ العقول)۔

◆ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو دیکھے کسی ظالم بادشاہ کو کہ اس نے حرامِ خدا کو حلال کر دیا ہے، پیمان الٰہی کو توڑ دیا ہے سنت رسول کی مخالفت کرتا ہے، بندگان خدا کے درمیان ظلم و گناہ کرتا ہے اور پھر بھی نہ عمل سے اور نہ قول سے اس کی مخالفت کرتا ہے تو خدا پر واجب ہے کہ اس ظالم بادشاہ کے عذاب کی جگہ اس کو ڈال دے۔

(مقتل خوارزمی، ج1 ص234)۔

- لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین ان کی زبانوں کے لئے چٹنی ہے، جب تک (دین کے نام پر) معاش کا دارومدار ہے دین کا نام لیتے ہیں لیکن جب مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو دینداروں کی تعداد بہت کم ہوجاتی ہے۔(تحف العقول،ص ۲۴۵)

- جوشخص خدا کی نافرمانی کرکے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے حصول مقصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور بہت جلد خطرات میں گھر سکتا ہے۔

(تحف العقول،ص ۲۴۸)

- کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہورہا ہے، اور باطل سے دوری نہیں اختیار کی جارہی ہے، ایسی صورت میں مومن کا حق ہے کہ لقائے الٰہی کی رغبت کرے۔

(تحف العقول،ص ۲۴۵)

- میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو اذیت سمجھتا ہوں۔

(تحفۃ العقول،ص ۲۴۵)

- وہ چیز جو خود اپنے وجود کے لئے تیری محتاج ہے، تیرے وجود کے لئے کس طرح دلیل ہوسکتی ہے؟ کیا تیری ذات سے بڑھ کر بھی کوئی آشکار چیز ہوسکتی ہے کہ جو تجھے آشکار کرے؟ تو کب پوشیدہ ہے کہ مجھے ڈھونڈھنے کے لئے اس دلیل کی ضرورت پڑے جو مجھ پر دلالت کرے؟ اور اب تو کب دور ہے کہ تیرے آثار کے ذریعے مجھ تک پہنچائے؟ نابینا ہوجائے وہ آنکھ جو تجھے اپنی طرف ناظر نہ سمجھے۔

- جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا، اور جس نے تجھے کھودیا اس نے کیا پایا؟ جو انسان تیرے علاوہ کسی اور چیز کو دوست رکھتا ہو اور اسی پر راضی و خوشنود ہو، وہ یقینا گھاٹے میں ہے۔

- جو لوگ خدا کی خوشنودی کو بندوں کی رضایت کے بدلے خریدتے ہیں، وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

- روز قیامت کسی بھی شخص کے لئے امان نہیں ہے مگر وہ شخص کہ جو باتقویٰ ہو۔

- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مومن مرد و عورت ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔"

- لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین کو اپنی زندگی کے وسائل فراہم کرنے کے لئے ایک لعاب کے طور پر

استعمال کرتے ہیں، جو ان کی زبانوں سے چمٹا ہوا ہے۔ لیکن جب آزمائش وامتحان کا وقت آجاتا ہے تو دیندار لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں۔

- جو شخص گناہوں کے ذریعہ اپنے مقصد تک پہنچنا چاہتا ہے، اس کی آرزوئیں بہت دیر سے پوری ہوتی ہیں، اور جس چیز سے ڈرتا ہے سب سے پہلے اسی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

- کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ لوگوں کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے، اور کوئی باطل کا مقابلہ کرنے والا نہیں؟ لہٰذا ایسے میں مومن اگر حق پر ہے تو اس کو چاہئے کہ خدا سے ملاقات کی تمنا کرے۔

- موت سے بڑھ کر میرے لئے کوئی سعادت نہیں ہے، ستمگروں اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے بڑھ کر میرے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔

- تمہاری مصیبتیں و پریشانیاں تمام لوگوں سے زیادہ اس لئے ہیں کہ دانشمندوں کا عہدہ (اگر تم سمجھتے ہو یا بالفرض اگر تمہارے اندر اس کی لیاقت ہے تو) تمہارے ہاتھوں سے لے لیا گیا ہے۔

یہ مصیبتیں و پریشانیاں اس وجہ سے ہیں چونکہ حل وعقد امور اور نفاذ احکام الٰہی ان خداشناس دانشمندوں کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جو حلال وحرام الٰہی کے امین ہیں۔

لیکن یہ مقام ومنزلت تم سے اس لئے لے لیا گیا ہے کہ تم نے حق سے کنارہ کشی اختیار کی، واضح اور آشکار دلیلوں کے باوجود تم نے سنت رسول ﷺ میں اختلاف پیدا کر دیا۔ اگر تم ان آزار واذیت کے مقابلہ میں صبر سے کام لیتے اور ان مصیبتوں اور سختیوں کو خدا کی راہ میں قبول کر لیتے تو تمام امور الٰہی کی باگ دوڑ تمہارے ہاتھوں میں تھما دی جاتی اور اس کا مرجع و مآخذ تم ہی قرار پاتے۔ لیکن تم نے ظالموں اور ستمگروں کو اپنے اوپر مسلط کرلیا اور تمام امور الٰہی کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں تھما دی جب کہ وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور شہوت وہوس رانی کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں، تمہارا موت سے فرار اور اس ناپائدار زندگی پر راضی ہونا، ہی ستمگاروں کی قدرت طلبی کا باعث بنا ہے۔

- اے الٰہ العالمین! تو گواہ رہنا کہ ہم نے جو کچھ انجام دیا ہے نہ مقام ومنزلت حاصل کرنے کے لئے انجام دیا ہے اور نہ ہی دنیا کی پست اور بیکار چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے۔ ہم نے جو کچھ انجام دیا صرف اس لئے تاکہ لوگ تیرے دین کی نشانیوں کو سمجھیں، اور تیرے شہروں میں بسنے والے بندوں کو مفاسد سے روکیں، تاکہ تیرے مظلوم بندے امن وامان میں رہیں اور تیرے احکام کی پابندی کرسکیں۔

◆ حق یہ ہے کہ میں بے مقصد ایک باغی، ظالم اور ستمگر کی حیثیت سے قیام نہیں کر رہا ہوں، بلکہ میں نے اپنے جد امجد محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت کی اصلاح کے لئے قیام کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دوں، اور اپنے جد امجد محمد مصطفےٰ ﷺ اور اپنے بابا علی المرتضیٰ ؓ کی روش پر گامزن رہوں۔

◆ اگر دنیا کو باارزش سمجھ لیا جائے تو جان لو کہ منزل آخرت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والا ثواب اس سے کہیں زیادہ ارزشمند اور بہتر ہے۔

◆ انسان اگر مرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے تو خدا کی قسم شہادت سے بڑھ کر کوئی اور موت بہتر نہیں ہو سکتی۔

◆ جب انسان کا رزق معین ہو چکا ہے تو انسان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ رزق و روزی کی طلب میں حرص سے کام نہ لے۔

◆ اگر مال کو جمع کرنے کا مقصد اس کو ترک کرنا ہی ہے تو پھر کیوں ایک آزاد انسان ان چیزوں کے سلسلہ میں بخل سے کام لیتا ہے کہ جو باقی رہنے نہیں والی ہیں۔

◆ کچھ لوگ حرص و لالچ کی بنا پر خدا کی عبادت کرتے ہیں، یہ سوداگروں کی عبادت ہے۔

◆ کچھ لوگ ڈر اور خوف کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت ہے۔

◆ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں، یہ عبادت سب سے بہترین اور آزاد مردوں کی عبادت ہے۔

◆ آگاہ ہو جاؤ! لوگوں کا تمہارے پاس اپنی حاجتوں کا لے کر آنا، یہ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ لہٰذا اس نعمت سے غافل نہ رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نعمت تمہارے پاس سے پلٹ کر کسی اور کے پاس چلی جائے۔

◆ اے لوگو! ان ملامت و سرزنش سے عبرت حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے علماء یہود کو پند و نصیحت کے طور پر کی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "علمائے یہود نے اہل یہود کو گناہ آلود باتوں سے کیوں نہیں روکا؟" اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "گروہ بنی اسرائیل سے وہ لوگ جو کافر ہو گئے، (جناب داؤد اور جناب عیسیٰ کی زبان

۱۱امام علیہم الرضوان

یہاں تک کہ ارشاد ہوتا ہے: "وہ کتنے ناپسندیدہ کاموں کو انجام دیتے تھے۔" یہی وجہ تھی

پر) ملعون قرار پائے۔" بات ناگوار گذری کہ وہ ستمگروں اور ظالموں کے ناروا افعال کو دیکھتے تھے اور اس سے منع

کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات ناگوار گذری کہ وہ ستمگروں کی طرف سے ملنے والے مال پر حریص ہو جاتے، اور اعتراض کی صورت میں وہ

نہ کرتے تھے، کیونکہ وہ ستمگروں کی طرف سے ملنے والے مال پر حریص ہو جاتے، اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "مجھ سے ڈرو لوگوں سے نہ ڈرو۔" اور یہ بھی

اس کے انجام سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "مجھ سے ڈرو لوگوں سے نہ ڈرو۔" اور یہ بھی

فرماتا ہے: "مومن مرد و عورت ایک دوسرے کے بھائی ہیں، جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے

ہیں۔"

- اگر کوئی شخص لوگوں کی رضایت وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا باعث

بنے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

- اس شخص پر ظلم وستم کرنے سے ڈرو جس کا خدا کے علاوہ کوئی اور مددگار نہ ہو۔

- جو تم پر زیادہ تنقید کرتا ہے وہ تمہارا واقعی اور حقیقی دوست ہے، اور جو تمہاری تعریفیں کرتا ہے وہ گویا

تمہارا دشمن ہے۔

- حق کی پیروی سے ہی عقل کامل ہوتی ہے۔

- فاسقوں کی صحبت اختیار کرنا، انسان کو معرض اتہام میں کھڑا کر دیتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے گریہ کرنا، آتش جہنم سے نجات کا باعث ہوتا ہے۔

- ایک شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "میں ایک گناہگار انسان ہوں اور خدا کی معصیت سے پرہیز نہیں کرتا، مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔" امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پانچ کام بجا لاؤ اس کے بعد جو چاہے کرو۔ پہلے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق استعمال نہ کرو اور جو تمہارا دل چاہے گناہ کرو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت سے خارج ہو جاؤ اس کے بعد جو تمہارا دل چاہے کرو۔ تیسرے یہ کہ کسی ایسی جگہ چلے جاؤ کہ خدا تمہیں نہ دیکھ سکے اور جو تمہارا دل چاہے گناہ کرو۔ چوتھے یہ کہ جب عزرائیل تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آئیں تو انہیں اپنے پاس سے بھگا دو پھر جو تمہارا دل چاہے گناہ انجام دو۔ پانچویں یہ کہ جس وقت جہنم کا مالک وحاکم تمھیں آگ میں ڈالے، تم آگ میں نہ کودو اس کے بعد جو تمہارا دل چاہے گناہ کرو۔

- جس کام کے سلسلہ میں تمہیں عذر خواہی کرنا پڑے اس کام سے پرہیز کرو، مومن نہ بدی کرتا ہے اور

نہ عذرخواہی کرتا ہے۔ اور منافق ہر روز بدی کرتا ہے اور ہر روز عذرخواہی کرتا ہے۔

- جلدی کرنا کم عقلی کی علامت ہے۔

- کسی بھی شخص کو اس وقت تک بات کرنے کی اجازت نہ دو جب تک کہ وہ سلام نہ کرلے۔

- فکر نہ کرنے والے افراد کے ساتھ بحث وتکرار کرنا، جہل ونادانی کی ایک علامت ہے۔

- تنقید، فکر اور مختلف نظریات کے سلسلہ میں جاننا، عالم کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

- امام حسین علیہ السلام سے پوچھا گیا: یاابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ آپ روز وشب کیسے گزارتے ہیں؟؟ آپ نے فرمایا: اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال پر ناظر ہوتا ہے اور ہم آتش جہنم کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، موت ہمارا پیچھا کررہی ہے، اپنے اعمال کے سلسلہ میں حساب وکتاب سے کوئی چھٹکارا نظر نہیں آتا، اپنی دلخواہ چیزوں پر دسترس نہیں رکھتا، اپنے اندر اپنے اردگرد کی تکالیف کو دور کرنے کی قدرت نہیں پاتا، تمام امور کسی اور کے ہاتھ میں ہیں، اگر وہ چاہے تو مجھ پر عذاب نازل کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو مجھے معاف کرسکتا ہے، اس بنا پر ایسا کون مسکین ہے جو مجھ سے بھی زیادہ ناتواں اور عاجز ہو۔

- جو بخش دے وہ بزرگ سمجھا جاتا ہے اور جو شخص بخل سے کام لیتا ہے وہ ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔

- لوگوں میں سب سے زیادہ مہربان شخص وہ ہے جو ایسے شخص کو معاف کردے جو اس سے اس بات کی امید نہ رکھتا ہو۔

- جو شخص ایک برادر مومن کی مشکل کو حل کرے اور اسے اضطراب سے نجات دلائے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کے اضطراب وپریشانیوں کو اس سے دور کردیتا ہے۔

- جب کسی شخص کو دیکھو کہ لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ کررہا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تمہیں نہ پہچانے۔

- اپنی حاجتوں کو متدین، جواں مرد اور نجیب وشریف انسان سے بیان کرو۔

- اس شخص کی طرح عمل کرو جو گناہوں پر عذاب اور نیکی پر اجروثواب کا عقیدہ رکھتا ہو۔

- سلام کرنے کا اجروثواب ستر نیکیوں کے برابر ہے، جس میں سے ۶۹ (انہتر) اس شخص کے لئے ہیں جو سلام کرتا ہے اور ایک نیکی سلام کا جواب دینے والے کے لئے ہوتی ہے۔

- اگر یہ تین چیزیں، فقر، مرض اور موت نہ ہوتی تو بنی آدم کسی کے سامنے سر نہ جھکاتا۔
- تمہاری قیمت بہشت کے سوا اور کچھ نہیں ہے، پھر کیوں اپنے آپ کو اس کے غیر سے بیچتے ہو۔ اس لئے کہ جو شخص دنیا پر راضی ہو جائے (گویا اس کا مقصد صرف اور صرف دنیا ہے) وہ ایک پست چیز پر راضی ہوا ہے۔
- گذشتہ نعمتوں پر شکر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی اور تازہ نعمتوں کے عطیہ کا سبب ہوتا ہے۔
- جو شخص خوف خدا رکھتا ہو وہی امین ہو سکتا ہے۔
- آنحضرت سے پوچھا گیا فضیلت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "زبان کو قابو میں رکھنا اور نیکی کرنا۔"
- اے لوگو! نیک اور اچھی صفات میں ایک دوسرے کے رقیب ہو جاؤ، اچھے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، وہ عمل خیر جس کی انجام دہی میں تم نے سستی سے کام لیا، اسے اچھا نہ گردانو۔ کامیابی اور کامرانی حاصل کر کے دوسروں کا شکریہ اور ستائش حاصل کرو۔ نیک کاموں میں سستی اور کاہلی کی وجہ سے اپنے آپ کو مورد ملامت قرار نہ دو۔
- وہ تمام بڑی نعمتیں جو خدا نے تمہیں عطا کی ہیں جان لو کہ یہ ان ضروریات میں سے ہیں جس کی لوگ تم سے توقع رکھتے ہیں۔ بچو! کہیں ایسا نہ ہو کہ ضرورتمندوں کی طرف سے بے توجہی تم سے یہ نعمتیں واپس لے لے اور یہ بلا اور مصیبت کی صورت اختیار نہ کر لیں۔ جان لو کہ نیک کام کی انجام دہی کے بعد لوگوں کے لئے حمد و ستائش کا سبب بننے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کے اجر و ثواب کے حقدار ہو۔ اگر کسی نیک کام کو انسانی شکل میں مشاہدہ کرتے تو اس کو بہت ہی نیک اور بہت ہی خوبصورت شکل میں دیکھتے اس طرح سے کہ ہر دیکھنے والا اس کو دیکھتا ہی رہ جائے۔ اور اگر تم کسی برے کام کو کسی انسانی شکل میں دیکھتے تو تمہاری نظر میں اس کا تصور ایک بدصورت اور بھدی شکل والے انسان کا ہوتا اس طرح سے کہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اس نحس شکل کو دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیتے۔
- لوگوں میں قدرتمند ترین شخص وہ ہے جو اپنے دشمن پر غلبہ پانے کے باوجود اسے معاف کر دے۔
- صلہ رحمی میں وہ شخص سب سے اچھا ہے جو ان رشتہ داروں کی بہ نسبت دلجوئی اور صلح رحمی کرے جنہوں نے اس سے قطع رحم کیا ہے۔

- جان لو کہ جو شخص برادر مومن کے غم کو ہلکا کرے تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کے غموں کو اس سے دور کر دے گا۔ اور جو شخص دوسروں کے ساتھ نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ نیکی کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نیک افراد کو دوست رکھتا ہے۔

- بردباری انسان کی زینت ہے، اور وعدہ کو وفا کرنا جوان مردی کی علامت ہے۔

- تکبر، ایک طرح کی خود پسندی اور بے جا خود ستائی ہے۔ کاموں میں جلدی کرنا، کم عقلی کی علامت ہے۔ کم عقلی روح کی کمزوری کی علامت ہے۔ ہر چیز میں زیادہ روی سے کام لینا ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

- آگاہ ہو جاؤ، جنگ ایک ایسا فتنہ ہے جس کی سختیاں انسان کو خوف میں مبتلا کر دیتی ہیں جس کا مزہ حد سے زیادہ تلخ اور کڑوا ہوتا ہے کہ جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جاتا ہے۔ مرد میدان اور جنگ کا فاتح وہی ہوتا ہے جو ہر وقت جنگ کے لئے آمادہ ہو، لشکر کی کثرت، جنگ کے سازوسامان اور جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی دشمن سے خوف زدہ نہ ہو جائے، اور جنگ میں جو بھی شخص وقت کے آنے سے پہلے، کام میں دقت نظری اور سازوسامان پر نظر رکھنے سے پہلے میدان میں آ جائے اس نے اپنی قوم وقبیلہ کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا ہو چاہے خواہ وہ اپنی جان جوکھوں میں ہی کیوں نہ ڈال دے۔

- میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دن (روز قیامت) سے ڈراتے ہوئے تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی وصیت کرتا ہوں، اس وقت کا تصور کرو کہ جب موت ایک وحشتناک شکل وصورت میں آئے گی، اس کا آنا اچانک اور ناگوار انداز میں ہوگا، تمہاری روح کو اپنے پنجوں میں جکڑ لے گا اس وقت تمہارے اور عمل کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جائے گا، لیکن پھر بھی تم طول عمر اور اپنے تن کی فکر میں ہو۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اچانک موت نے تمہارا گریبان پکڑ لیا ہے اور تمہیں زمین سے اپنے اندر کھینچ رہی ہے، تمہیں زمین کی بلندی سے پستی پر لا پٹخا ہے، دنیا کی الفت ومحبت سے تمہیں قبر کی تاریکی میں دھکیل دیا ہے، دنیا کی خوبصورتی اور چکا چوندی سے قبر کی ظلمت وتاریکی کی طرف لے جا رہی ہے، کشادگی سے قبر کی تنگی کی طرف کھینچ رہی ہے، ایک ایسے زندان میں جہاں کسی نزدیک ترین عزیز سے بھی ملاقات ناممکن ہے، اس جگہ جہاں بیمار کی عیادت بھی نہیں کی جاسکتی، جہاں کسی کی نالہ وفریاد نہیں سنی جاتی۔

ان مشکل ایام میں پروردگار ہمیں اور تمہیں کامیابی عطا فرمائے۔ ہمیں اور تمہیں اس دن کے عذاب سے نجات عطا فرمائے، اور ہم سب کو ایک عظیم انعام سے نوازے۔

◆ میں وصیت کرتا ہوں تقویٰ الٰہی اختیار کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ وہ افراد جو با تقویٰ ہیں انہیں ناپسندیدہ چیزوں سے نیک اور اچھی چیزوں کی طرف رہنمائی کرے۔ "اور وہ اس طرح سے تمہیں روزی عطا کرتا ہے کہ جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

◆ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم گناہگار لوگوں سے پرہیز کرو اور خود اس کام کے انجام سے غافل رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بہشت دے کر کے دھوکہ نہیں کھائے گا، اس نے جن انعامات کا وعدہ کیا ہے سوائے اس کے فرمانبرداروں کے کوئی اور اس کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ ◆ اے بنی آدم! تھوڑا سا سوچو، غور کرو اور یہ بتاؤ کہ دنیا پر حکومت کرنے والے بادشاہ وحکمراں کہاں ہیں؟ جنہوں نے دنیا کی سونی جگہوں کو آباد کیا ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چند واقعات

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہمیں محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔(الطبرانی فی المعجم الأوسط، الہیثمی فی مجمع الزوائد)

امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ

یہ بات مسلم حقیقت ہے کہ شہزادگان جنت کو علم لدنی ہوا کرتا تھا وہ دنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیا کے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمر تک بے بہرہ رہتے تھے امام حسن جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور اس سلسلہ کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات و واقعات اس بات پر شاہد عادل ہیں۔

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے چند انڈے بھون کر کھا لیے ہیں بتائیے کہ مجھ پر کفارہ واجب الادا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے عبدالرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ، جب ان سے سوال دھرایا تو وہ بھی خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیر المومنین کر سکتے ہیں۔

سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے سائل سے فرمایا کہ میرے دو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آرہے ہیں ان سے دریافت کر لے سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا امام حسن نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹیاں لے کر انہیں حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں انہیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے۔ امیر المومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مر جاتے ہیں عرض کی بابا جان بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب اور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ

ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داوَد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

۲۔ ایک روز امیر المومنین مقام رحبہ میں تشریف فرماتے تھے اور حسنین بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد (شہری) ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے بلکہ تو بادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیج دیا ہے اس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل درست ہے مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے مگر آپ بہ فراست مومن سمجھ گئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوا چاہتا تھا کہ سوال کرے۔

امام حسن نے فرمایا: اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے

۱۔حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے۔

۲۔زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے

۳۔مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے۔

۴۔ قوس قزح کیا چیز ہے۔

۵۔ مخنث کسے کہتے ہیں۔

۶۔وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے۔

جوابات:

(۱) سن، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے اکثر و بیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سنا باطل ہے۔(آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی۔کان سے سنا ہوا محتاج تحقیق)۔

(۲) زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔

(۳) مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

(۴) اور قوس و قزح اصل میں قوس خدا ہے اس لئے کہ قزح شیطان کا نام ہے۔ یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے حالات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامت میں سے شمار کی جاتی ہے۔

(۵) مخنث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء

ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ تا حد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہوتو مرد اور حائض ہو اور پستان ابھرائیں تو عورت۔

اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہوتو دیکھنا چاہئے کہ اس کے پیشاب کی دھاریں سیدھی جاتی ہیں یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہیں تو مرد، ورنہ عورت۔

(۶) اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب وقوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت قوی پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد وقوی ہوا ہے جو ابر کو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت وقوی فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد (ہوا) کی بھی روح قبض کرلیں گے اور موت سے زائد سخت وقوی حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سن کر سائل پھڑک اٹھا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اور اسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے، تو اس نے کہا ہاں، لوگ اسے جسد مقتول سمیت جناب امیر المومنین کی خدمت میں لے چلے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے سارا قصہ بیان کیا آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا، اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، اس طرح خون آلود چھری میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آ گئے اور مجھے پکڑ لیا میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا میں نے اقرار کرلیا۔

پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا جی ہاں، میں ہی اسے قتل کر کے چلا گیا تھا جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا، فرمایا دونوں کو چھوڑ دو یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اسکی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ "من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا" یعنی جس نے ایک نفس کی

جان بچائی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی لہذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔
علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں آئی یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں یزید نے کہا میں ان سے ایک کو بھی نہیں پہنچانتا اور نہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں امام حسن نے حضرت آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اور شعیب ویحیٰ کی تصویریں دیکھ کر پہچان لیں اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے فرمایا میرے جد نامدار کی،
اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے
آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جاندار ہیں:
۱۔آدم ۲۔حوا ۳۔دنبہ ابراہیم ۴ ناقہ صالح ۵۔ابلیس ۶۔ موسوی اژدھا ۷۔ وہ کوا جس نے قابیل کی دفن ہابیل کی طرف رہبری کی۔
بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور تفسیر قرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفسیر وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اور ابن عمر سے ایک آیت سے متعلق "شاہد ومشہود" کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ بتایا اور ابن عمر نے یوم جمعہ اور یوم النحر کہا اس کے بعد وہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدا اور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اور دلیل میں آیت پڑھی:

یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیرا۔

اے نبی! ہم نے تم کو شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ذالک یوم مجموع لہ الناس و ذالک یوم مشھود۔
قیامت کا وہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوں کر دیے جائیں کے، اور یہی یوم مشہود ہے۔
سائل نے سب کا جواب سننے کے بعد کہا "فکان قول الحسن احسن" امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں

بہتر ہے(مطالب السؤل ص ۲۲۵)۔

امام حسن رضی اللہ عنہ حلم اور اخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہر آشوب تحریر کرتے ہیں: ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جارہے تھے راستہ میں ایک شامی سامنے آپڑا اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کردیں آپ نے اس کا مطلقاً کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کر چکا تو آپ اس کے قریب گئے اور اس کو سلام کر کے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، سن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہو تو میں تجھے سوری دیدوں، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلادوں، اگر تجھے کپڑے درکار ہوں تو کپڑے دیدوں، اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہیے تو مکان کا انتظام کردوں، اگر دولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دیدوں کہ تو خوش حال ہو جائے یہ سن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا کے خلیفہ ہیں میں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گردیدہ بنادیا اب میں آپ کے قدموں سے دور نہ جاؤں گا اور تاحیات آپ کی خدمت میں رہوں گا (کامل مبروج)

جنتی نام

''عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں جو کہ دورِ جاہلیت میں پہلے کبھی نہیں رکھے گئے تھے۔'' (فیض القدیر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں۔'' (صفوۃ الصفوۃ)

کریم نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواسوں کے لیے فکرمند

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: علی رضی اللہ عنہ ان کو ساتھ لے گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تلاش میں متوجہ ہوئے تو انہیں پانی پینے کی جگہ پر کھیلتے ہوئے پایا اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! خیال رکھنا میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔''

(حاکم مستدرک)

پنجتن پاک

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس فرمان ''اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے'' کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ آیت مبارکہ ان پانچ ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی: حضور نبی اکرم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم'' (طبرانی، ابن حبان، تاریخ بغداد)

مذکورہ بالا روایت ''پنج تن پاک'' پر دلالت کرتی ہے، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ دیگر اصحاب رسول کی عظمت کا انکار کیا جائے کیونکہ خلفائے ثلاثہ سمیت دیگر اصحاب کی عظمت، فضائل اور مناقب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثیر فرامین کتب احادیث میں موجود ہیں۔

سب سے بہتر نسب والے شہزادے

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) نانا نانی کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے نہ بتاؤں جو (اپنے) چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسین ہیں، ان کے نانا اللہ کے رسول، ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد، ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، ان کے والد علی بن ابی طالب، ان کے چچا جعفر بن ابی طالب، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (سب) جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں (حسنین کریمین) بھی جنت میں ہوں گے۔'' (طبرانی، تاریخ دمشق)

نانا کی نواسوں سے محبت

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو (دیکھا کہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر کھیل رہے تھے، تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے محبت

کیوں نہ کروں حالانکہ وہ دونوں میرے پھول ہیں۔'' (مسند بزار، مجمع الزوائد)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہما کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو منع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' (المعجم الکبیر، ابن حبان)

حسنین کریمین قیامت میں اپنے نانا کے ساتھ

''حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے حسن یا حسین رضی اللہ عنہما (میں سے کسی ایک) نے پانی مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری بکری کے پاس آئے جو بہت کم دودھ والی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ نکالا تو اس نے بہت زیادہ دودھ دیا، پس حسن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگتا ہے یہ آپ کو ان دونوں میں زیادہ پیارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس نے پہلے پانی مانگا تھا پھر فرمایا: میں، آپ، یہ دونوں اور یہ سونے والا (حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکہ وہ ابھی سو کر اٹھے ہی تھے) قیامت کے دن ایک ہی جگہ پر ہوں گے۔'' (مسند احمد بن حنبل، تاریخ دمشق الکبیر، مسند بزار)

نانا کا نواسوں کو دم کرنا

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے (خصوصی طور پر) کلمات تعوذ کے ساتھ دم فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ تمہارے جد امجد (ابراہیم علیہ السلام بھی) اپنے دونوں صاحبزادوں اسماعیل واسحاق (علیہما السلام) کے لئے ان کلمات کے ساتھ تعوذ کرتے تھے ''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر (وسوسہ اندازی کرنے والے) شیطان اور بلا سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (بخاری، ابن ماجہ)

نانا کی نواسوں سے محبت کا انداز

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تھے ایک (شہزادہ) ایک کندھے پر سوار تھا اور دوسرا دوسرے کندھے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو باری باری چوم رہے تھے۔''

(مسند احمد بن حنبل، فضائل صحابہ، حاکم مستدرک)

۱۱امام علیہم الرضوان

وجود مسعود حقانیت کی دلیل

حضرات حسنین کریمین رشد وہدایت کے علمبردار ہیں ،ان کا وجود باجود حقانیت کی واضح دلیل ہے۔نجران کے عیسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے ان کا عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسی علیہ السلام خدا اور خدا کے بیٹے ہیں ،انہوں نے بطور دلیل یہ بات پیش کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:حضرت عیسی کا بغیر والد کے پیدا ہونا یہ قدرت الٰہی کی دلیل ہے،اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے۔جس طرح آپ کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا قدرت الٰہی کی دلیل ہے اسی طرح حضرت عیسی کا بغیر والد کے پیدا ہونا بھی قدرت الٰہی کی دلیل ہے۔آپ کے سمجھانے کے باوجود وہ بحث کرنے لگے تو آپ نے انہیں بحکم خدا مباہلہ کی دعوت دی،ارشاد الٰہی ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔(آل عمران:۶۱)

اے حبیب ﷺ! صحیح علم آنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق) آپ سے بحث کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو،ہم اپنی خواتین کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو،اور ہم خود بھی آتے ہیں اور تم خود بھی آؤ،پھر ہم سب گڑگڑا کر دعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

مباہلہ کے لئے حضور اکرم ﷺ میدان میں اس شان سے تشریف لائے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں ہیں اور امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ آپ کی انگشت مبارک تھامے ہوئے ہیں ،سیدۂ کائنات آپ کے پیچھے اور حضرت مولائے کائنات ان کے پیچھے ہیں ،جب عیسائیوں کے پادری نے ان برگزیدہ حضرات کے چہروں کی نورانیت کو دیکھا تو پکار اٹھا:اے لوگو!میں ایسے نورانی چہروں کو دیکھ رہا ہوں ،اگر یہ اللہ کے دربار میں معروضہ کریں کہ پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹا دے تو اللہ تعالی ان کی دعا کے سبب ضرور پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹا دے گا،ان سے مباہلہ نہ کرو!ورنہ تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے،اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہیگا،چنانچہ وہ مصالحت کر کے واپس ہو گئے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اہل نجران پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا، اگر وہ مقابلہ کرتے تو ان کے چہروں کو مسخ کر دیا جاتا، وہ بندر اور بدنما جانور بنادیئے جاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی سراپا معجزہ ہے، اسلام کی حقانیت کو پیش کرنے کے لئے صرف آپ کی ذات گرامی ہی کافی تھی لیکن آپ نے حضرات حسنین کریمین کو بحکم خدا اپنے ساتھ میدان میں اس لئے لایا تا کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ یہ حق وصداقت کے پیکر ہیں اور ان کا وجود باجود حقانیت اسلام کی واضح دلیل ہے۔

مقام غور ہے کہ بچپن میں شہزادوں کا میدان میں تشریف لانا حق وصداقت کی دلیل ہے تو جب وہ داعئ حق اور مصلح امت کی حیثیت سے تحفظ اسلام اور پاسدار شریعت کی خاطر میدان میں آئیں تو ان کے اقدام کو کس طرح دنیوی اقدام کہا جا سکتا ہے؟

خصوصی سرفرازی

معجم کبیر طبرانی، جامع الاحادیث اور کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بنتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُودُدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي.

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر: ۱۴۴۷۶، جامع الاحادیث للسیوطی، مسانید النساء، مسند فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث نمبر: ۴۳۳۹۳، کنز العمال، باب فضل الحسنین رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر: ۳۷۷۱۲)

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن میری ہیبت وسرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت وسخاوت کا۔

صحیح بخاری شریف اور جامع ترمذی شریف وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر رونق افروز ہوئے دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور کبھی آپ کی طرف متوجہ ہوتے ، آپ نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے، یقینا اللہ تعالی اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

(صحیح بخاری شریف ،کتاب الصلح ، حدیث نمبر: ۲۷۰۴،جامع ترمذی شریف ،کتاب المناقب ، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالی عنہما ، حدیث نمبر: ۴۱۴۲، سنن ابوداود، کتاب السنۃ ، باب ما یدل علی ترک الکلام فی الفتنۃ .حدیث نمبر: ۴۶۶۴، سنن نسائی، کتاب الجمعۃ ، باب مخاطبۃ ال إمام رعیۃ وہو علی المنبر .حدیث نمبر:۱۴۲۱)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت

امام طبرانی کی معجم اوسط اور کنز العمال میں روایت ہے:

لما استقر أهل الجنة قالت الجنة يا رب أليس وعدتني أن تزينني بركنين من أركانك ؟ قال ألم أزينك بالحسن والحسين ؟ فماست الجنة ميسا كما يميس العروس ۔

جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہونگے تو جنت معروضہ کریگی پروردگار! ازراہ کرم کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو، دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا ؟ تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر وناز کرنے لگے گی۔

(معجم اوسط طبرانی، حدیث نمبر: ۳۴۳، جامع الاحادیث للسیوطی، حدیث نمبر: ۱۳۳۱، الجامع الکبیر للسیوطی، حدیث نمبر: ۱۳۴۲، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث نمبر: ۱۵۰۹۶، کنز العمال، حدیث نمبر: ۳۴۲۹۰)

اہل بیت کرام سے محبت کا نتیجہ

مستدرک علی الصحیحین میں حدیث مبارک ہے:

عن علی رضی الله عنه قال أخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أول من يدخل الجنة أنا وفاطمة والحسن والحسين۔ قلت يا رسول الله، فمحبونا؟ قال من ورائكم۔ صحيح الإسناد، ولم يخرجاه۔

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے بتایا کہ (آپ کے ساتھ) سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں، میں، فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہم ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیچھے ہوں گے۔

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر:۴۷۰۶)

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(سنن ابن ماجہ شریف، باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہم۔ حدیث نمبر:۱۴۸)

جود وسخاوت

ایک دفعہ حضرت امام حسن، امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم مدینہ شریف سے حج کے لئے مکہ شریف جارہے تھے اور راستہ میں ایک بڑھیا کا گھر تھا، یہ حضرات اس کے گھر گئے اور اُس سے فرمائے کہ کچھ پلاؤ، پھر وہ بڑھیا اُن سب حضرات کو بکری کا دودھ پلائی، اُن حضرات نے فرمایا، کیا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ اُس بڑھیا نے عرض کیا: میرے پاس اس بکری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اس کو ذبح کیجئے اور تناول

فرمائے' چنانچہ اس بکری کو ذبح کر کے پکایا گیا اور سبھوں نے کھایا' اس کے بعد اُن حضرات نے اس بڑھیا سے فرمایا: ہم قریش سے ہیں' تم مدینہ منورہ آنا ہم کچھ دیں گے۔ یہ حضرات تو چلے گئے' اس بڑھیا کا خاوند آیا اور کہا کہ تونے بکری ایسے اجنبیوں کو دے دی' نہیں معلوم وہ کون تھے؟

ایک زمانہ کے بعد وہ بڑھیا اور اُس کا خاوند محتاج ہو کر مدینہ منورہ آئے اور محنت و مزدوری سے گزر کرنے لگے' اتفاقاً اس بڑھیا کا گزر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گھر پر سے ہوا' اس بڑھیا نے نہیں پہچانا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اُس کو پہچان کر فرمایا: اے بڑھیا! کیا تو مجھے جانتی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تیرا فلاں مہمان ہوں کہ جس کو تو نے دودھ اور بکری کے گوشت سے ضیافت کی تھی' پھر آپ نے اُس کو ایک ہزار بکری اور ایک ہزار اشرفی دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار اشرفی دے کر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، انہوں نے بھی دو ہزار اشرفیاں اور دو ہزار بکریاں اُس بڑھیا کو دئے' بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار اشرفیاں لے کر دولت مند ہو کر خاوند کے پاس آئی۔ (شہادت نامہ، حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، ص۱۹)

خوف وخشیت

ایک بچہ کو دیکھا گیا کہ وہ مکہ معظمہ کے حرم میں ریت پر سر ملتے اور روتے جاتے تھے' شوقِ الٰہی میں بے سُدھ تھے' نزدیک آکر جب لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا: تمہارے نانا شافع محشر' تمہارے والد عالی مقام' تمہاری ماں فاطمہ' تم کو کیا ڈر ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ دربار ماں باپ کی بزرگی پر ناز کرنے کی جگہ نہیں ہے' یہاں تو فضل کا امیدوار رہنا چاہئے۔ (شہادت نامہ، حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، ص۹۱)

کرامات امام حسن رضی اللہ عنہ

بے ادبی کی سزا

چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدث امام ابوالقاسم علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۷۱ھ) نے جلیل القدر تابعی حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی:

عن الاعمش قال خری رجل علی قبر الحسن فجن فجعل ینبح کما تنبح الکلاب

قال فمات فسمع من قبرہ یعوی ویصیح۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ ایک بدبخت شخص نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر بدبختی سے بول و براز کیا تو وہ اسی وقت پاگل اور مجنون ہوگیا اور مرتے دم تک کتوں کی طرح بھونکتا رہا، پھر مرنے کے بعد اس کی قبر سے بھیانک آواز سے کتا بھونکنے کی آواز سنائی دیتی۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱۳، ص ۳۰۵، الحسن بن علی، جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۱)

اس کرامت کو حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۰ھ) جو ملک شام کے بلند پایہ عالم گزرے ہیں، نے اپنی کتاب ''جامع کرامات الاولیاء'' میں کتاب طبقات مناوی اور ابونعیم سے نقل فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے محبوب و مقرب بندوں کی بے ادبی کی جائے تو ایسی سزا دی جاتی ہے جس کو اہل زمانہ، زمانۂ دراز تک یاد رکھتے ہیں، جب اس بدبخت شخص نے مزارِ مبارک کی بے حرمتی کی تو اللہ تعالی نے اُس کی عقل سلب کردی اور جنون کی بیماری میں مبتلا کردیا' اس لئے کہ اس نے اپنی عقل کو استعمال کرنے کے بجائے بدبختی کا مظاہرہ کیا اور مزارِ اقدس کی بے حرمتی کی، اس شخص کا جنون عام مجنونوں جیسا نہیں تھا، اللہ تعالی کو یہ منظور تھا کہ اس کی خوب ذلت و رسوائی ہو، اس لئے عام پاگلوں کے برخلاف وہ کتوں کی طرح بھونکنے لگا، جب تک دنیا میں زندہ رہا اسی فضیحت و ذلت کی زندگی بسر کرتا رہا اور جب مرگیا تو اس کی قبر سے کتے کے بھونکنے کی آواز آیا کرتی تھی۔

یہ واقعہ امت مسلمہ کے لئے بڑی عبرت کا باعث اور نصیحت کا ذریعہ ہے، اللہ تعالی سب کو ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

دعاء کی برکت سے حبشی کو لڑکا پیدا ہوا

نویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت نور الدین عبدالرحمن بن احمد جامی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۹۸ھ) نے اپنی کتاب ''شواھد النبوۃ'' میں لکھا ہے:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر مکہ معظمہ پیدل تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے قدم مبارک میں ورم آ گیا، آپ کے غلام نے عرض کیا کہ آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تا کہ قدموں کی سوجن کم ہو، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے غلام کی درخواست قبول نہ فرمائی اور فرمایا: جب اپنی منزل پر پہنچو تو تمہیں ایک حبشی ملے گا، اس سے تیل خرید لو! آپ کے غلام نے کہا: ہم نے کسی بھی جگہ کوئی دوا نہ پائی اور جب اپنی منزل پر پہنچے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہی غلام ہے جس کے بارے میں تم سے کہا گیا، جاؤ! اس سے تیل خریدو اور قیمت ادا کر دو! غلام جب تیل خریدنے کے لئے حبشی کے پاس گیا اور تیل پوچھا تو حبشی نے کہا: کس کیلئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے، تو حبشی نے کہا: مجھے آپ کے پاس لے چلو! میں آپ کا غلام ہوں، جب حبشی حضرت کے پاس آیا تو عرض کیا: میں آپ کا غلام ہوں، آپ سے تیل کی قیمت نہیں لوں گا؟ بس میری بیوی کیلئے دعا فرمایئے! وہ درد زِہ میں مبتلا ہے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ صحیح الاعضاء بچہ عطا فرمائے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گھر جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا ہی بچہ عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو اور وہ ہمارا پیروکار رہے گا، حبشی گھر پہنچا تو گھر کی حالت ویسی ہی پائی جیسی اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے سنی تھی۔ (شواھد النبوۃ مترجم، ص ۳۰۲)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اس واقعہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دو کرامات مذکور ہیں:

پہلی کرامت: آپ نے پہلے ہی بتایا کہ پیروں کا ورم کم ہونے کی دوا کہاں اور کس کے پاس ملے گی۔

دوسری کرامت: آپ نے یہ بیان فرمایا کہ حبشی کو خواہش کے مطابق صحیح وسالم لڑکا ہوگا اور وہ لڑکا اہل بیت کرام کا تابعدار و فرمانبردار ہوگا۔

لمحہ بھر میں کھجور کا پھلدار درخت پیدا ہوا

حضرت نور الدین عبدالرحمن بن احمد جامی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۹۸ھ) نے ''شواہد النبوۃ'' میں لکھا ہے: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی صاحبزادہ کے ساتھ سفر میں تھے، ایک خشک باغ میں کچھ دیر کیلئے قیام فرما ہوئے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش اس باغ میں کچھ تروتازہ کھجور ہوتے تو ہم کھاتے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تازہ کھجور کھانا چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر نے کہا: ہاں! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دعاء کیلئے ہاتھ اٹھا کر کچھ تلاوت فرمائے، اچانک کھجور کا ایک درخت ظاہر ہوا اور اس کو تازہ کھجور لگ گئے، حضرت ابن زبیر کے ایک ساتھی نے کہا: یہ تو جادو ہے، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جادو نہیں بلکہ اس دعا کا اثر ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے نے کی تھی، پھر لوگوں نے اس درخت پر چڑھ کر تازہ کھجور توڑے جن سے تمام لوگ شکم سیر ہوئے۔ (شواھد النبوۃ مترجم، ص ۳۰۲، شہادت نامہ، مؤلفہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ، ص، ۹۳)

زہر کا اثر نہ ہوا

پانچویں صدی ہجری کے مشہور مالکی فقیہ حضرت ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں روایت بیان کی ہے:

عن عمير بن إسحاق قال كنا عند الحسن بن على فدخل المخرج ثم خرج فقال لقد سقيت السم مرارا وما سقيته مثل هذه المرة لقد لفظت طائفة من كبدى فرأيتنى أقلبها بعود معى فقال له الحسين يا أخى من سقاك قال وما تريد إليه أتريد أن تقتله قال نعم قال لئن كان الذى أظن فالله أشد نقمة ولئن كان غيره ما أحب أن تقتل بى بريئا.

حضرت عمیر بن اسحق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے، آپ حمام میں گئے پھر تشریف لاکر فرمایا: مجھے کئی بار دھوکہ سے زہر پلایا گیا مگر اس بار کی طرح شدید نہیں، اسکا اثر ہے کہ میں نے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا تھوکا ہے، حیرت میں لکڑی سے اسکو الٹاتا، پلٹتا رہا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا؟ امام حسن رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا اُسے قتل کر دو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: میں جس کو مجرم سمجھتا ہوں اگر وہی ہے تو اللہ تعالی بہت سخت سزا دینے والا ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے بے گناہ کو سزا دی جائے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب الافراد فی الحاء، الحسن بن علی)

مذکورہ واقعہ اسی کتاب میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ائمہ دین کے پاس یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ تعالی نے کرامات اولیاء کو حضور اکرم ﷺ کے معجزات کا مظہر بنایا ہے، ہر ایک ولی کی کرامت فیضان نبوت کا اثر ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو متعدد بار زہر دیا گیا مگر اس کا اثر ظاہر نہ ہوا، آپ کی یہ کرامت اس معجزہ کے فیضان سے ہے کہ حضور پاک ﷺ کو یہودی عورت نے گوشت میں زہر کھلایا تھا مگر سرکار دوعالم ﷺ پر اس کا اثر نہ ہوا۔

امام حسن کیلئے راستہ روشن ہوگیا

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں لکھا ہے:

عن ابی هريرة قال كان الحسن عند النبی صلی الله عليه وسلم فی ليلة ظلماء وكان يحبه حبا شديدا فقال اذهب إلى أمی فقلت أذهب يا رسول الله ﷺ قال فجاءت برقة من السماء فمشى فی ضوئها حتى بلغ إلى أمه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: ایک وقت اندھیری رات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھے، حضور اکرم ﷺ آپ سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے، امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اپنی والدۂ محترمہ کے پاس جانا چاہتا ہوں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: میں ان کے ساتھ جاؤں یا رسول اللہ ﷺ؟ اتنے میں آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں چلتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ والدۂ محترمہ کے پاس پہنچ گئے۔

(دلائل النبوۃ للاصفہانی، باب ذکر اضاءۃ العصا، حدیث نمبر: ۴۸۷)

تاریک رات میں آسمان سے روشنی کا ظاہر ہونا اور اس روشنی میں چلنا حضور اکرم ﷺ کے فیضان سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔

نماز اشراق کی دو رکعت

عَنْ حَسْنِ بْنِ عَلِیٍّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِی مَجْلِسِہٖ یَذْکُرُ اللہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ حَرَّمَہُ اللہُ عَلَی النَّارِ أَنْ تَلْفَحَہُ أَوْ تَطْعَمَہُ (شعب الایمان، ج ۴، ص ۳۸۴)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز ادا کی پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا حتی کہ سورج طلوع ہوگیا پھر کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز ادا کی اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کردی کہ وہ اسے جھلس دے یا کھائے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے

آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب تھے اور بات میں بات ایجاد کرنے کی قدرت رکھتے تھے ہم ذیل میں ان کے بعض خطبے نقل کررہے ہیں:

امام امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی ہی شان وشوکت کے ساتھ منبر کے پاس کھڑے ہوکر یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

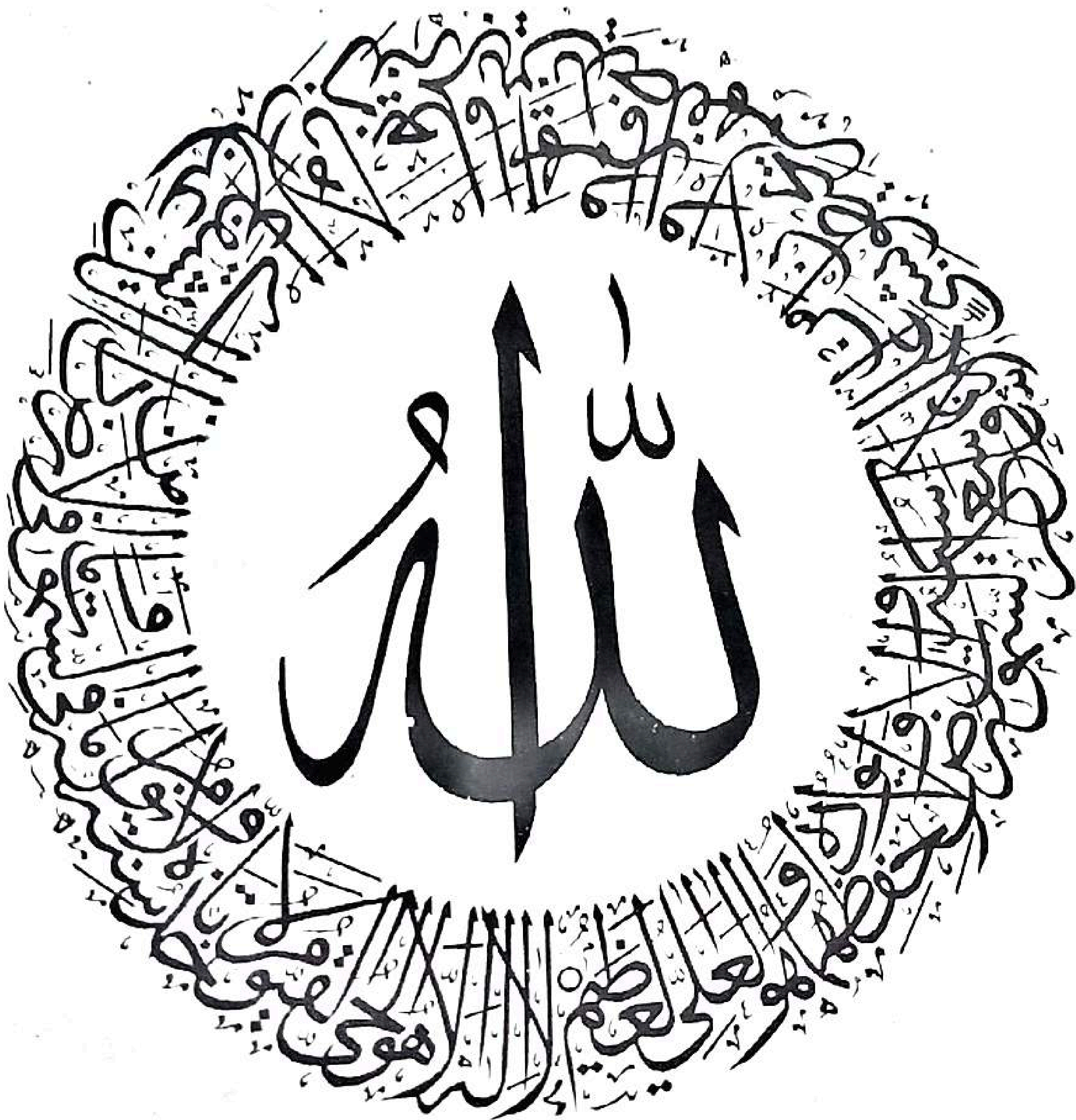
''اے لوگو! اپنے پروردگار کے پیغام کو سمجھو، بیشک پروردگار عالم نے عالمین کیلئے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے، ہم آدم کی برگزیدہ اولاد ہیں، نوح کے خاندان ہیں، آل ابراہیم کے منتخب کردہ ہیں، حضرت اسماعیل اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل ہیں، ہم تمہارے درمیان بلند آسمان، بچھی ہوئی زمین اور چمکتے سورج کے مانند ہیں ہم ہی نے اپنے نور سے دنیا کو روشن کیا ہے اور ہم ہی شجرِ زیتونہ ہیں جس کو پروردگار عالم نے مبارک قرار دیا ہے اور اس کی قرآن کریم میں مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''لا شرقیۃ ولا غربیۃ'' نہ مشرق ہے اور نہ مغرب ہے، نبی اکرم اس درخت کی اصل ہیں اور علی اس کی شاخ ہیں، خدا کی قسم ہم اس کے ثمر ہیں، جس نے اس کی شاخوں سے تعلق رکھا وہ نجات پاگیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ گمراہ ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔'' (جلاء العیون، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸)

آپ کا ایک بہت ہی عمدہ خطبہ یہ ہے جس میں آپ نے مکارم اخلاق کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی:

''جان لو! عقل حرز (محافظ) ہے، حلم زینت ہے، وفاداری مروت ہے، جلد بازی بیوقوفی ہے، بیوقوفی کمزوری ہے، اہل دنیا کے ساتھ مجالست بری ہے، اہل فسق و فجور سے ملنا جلنا دھوکہ ہے، جس نے اپنے برادران کو ہلکا سمجھا اس نے ان کی محبت سے ہاتھ دھولیا، شک و شبہ کرنے والے کے علاوہ اور کوئی ہلاک نہیں ہوگا، وہ ہدایت یافتہ افراد ہی نجات پائیں گے جو اپنی موت اور اپنے رزق کے بارے میں ایک لحہ کے لئے بھی خدا پر کسی طرح کا الزام نہیں لگاتے، وہ صاحب مروّت افراد ہوتے ہیں اُن کی حیا کامل ہوتی ہے، وہ صبر کئے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُن کو اُن کا رزق مل جاتا ہے، وہ دنیا کے عوض دین اور جوانمردی کا سودا نہیں کرتے اور نہ رضایت الٰہی کے بدلہ دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، انسان کی جوانمردی اور عقل مندی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی حاجت برآری میں جلدی کرے چاہے وہ حاجت برآری کا تقاضا بھی نہ کریں، عقل خدا کی عطا کی ہوئی چیزوں میں سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ اسی کے ذریعہ سے دنیا اور اس کی آفتوں سے نجات پائی جاسکتی ہے اور آخرت میں اس کے عذاب سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

آپ سے کہا گیا: لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی عبادت کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: تم اس کی عقل کو دیکھو کیونکہ قیامت کے دن جزا انسان کی عقل کے حساب سے دی جائیگی اور بہترین ادب عقل کی صحت کی دلیل ہے۔

(رشاد القلوب، صفحہ ۲۳۹ ۔امالی صدوق، صفحہ ۱۰۸)


الله

امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات

نام	:	حسین رضی اللہ عنہ
والد کا نام	:	علی رضی اللہ عنہ
کنیت	:	ابوعبداللہ
لقب	:	سیدالشہداء
والدہ کا نام	:	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
تاریخ پیدائش	:	۴ ہجری
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
مقامِ شہادت	:	کربلا
تاریخ شہادت	:	۱۰ محرم ۶۱ ہجری
مدفن	:	مقامِ کربلا

حضرت امام حسین



مختصر تعارف:

حسین بن علی، رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأَسْبَاطِ

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ حسین میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔

(سنن ترمذی، حدیث ۳۷۷۵ وابن ماجہ، حدیث ۱۴۴ ومسند أحمد، حدیث ۱۷۱۱۱)

جب ۶۸۰ . میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو یزید نے بیعت کا مطالبہ کیا، امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا، یعنی انہوں نے خود کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا۔ نتیجتاً انہوں نے ۶۰ ھ میں مدینہ چھوڑ دیا اور مکہ آ گئے۔

یہاں اہل کوفہ نے انہیں خطوط بھیجے اور ان سے مدد مانگی اور حسین کی بیعت کرنے کا کہا۔ سو وہ کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔

کربلا کے نزدیک ان کے کارواں پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔ کربلا کی جنگ میں انہیں اور ان کی آل کو ۱۰ محرم ۶۱ ھ (۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) کو شہید کر کے، آپ رضی اللہ عنہ سر قلم کر دیا گیا۔

شہدا میں ان کے چھ ماہ کے بیٹے، علی اصغر بھی شامل تھے، اس کے علاوہ اہل بیت کی خواتین اور بچوں کو قیدی بنا دیا گیا۔

بعد ازاں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ پر غم اتنا بڑھ گیا کہ لوگ دولت امویہ کے شدید مخالف ہو گئے اور عباسیوں نے امویوں کو عبرت ناک شکست دے کر ان لوگوں کے دل ٹھنڈے کیے۔

ولادت باسعادت

ہجرت کے چوتھے سال تیسری شعبان پنجشنبہ کے دن آپ کی ولادت ہوئی۔ اس خوشخبری کو سن کر جناب رسالت ماب ﷺ تشریف لائے، بیٹے کو گود میں لیا، داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اپنی زبان منہ میں دے دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس لعاب دہن امام حسین رضی اللہ عنہ کی غذا بنا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا گیا۔ آپ کی پیدائش سے تمام خاندان میں خوشی اور مسرت محسوس کی جاتی تھی، مگر آنے والے حالات کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو برس پڑا۔ اور اسی وقت سے حسین کے مصائب کا چرچا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانوں پر آنے لگا۔ (ولادت باسعادت)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جو اسلام کی تربیت کا گہوارہ تھی اب دن بھر دو بچوں کی پرورش میں مصروف ہوئی ایک حسن رضی اللہ عنہ دوسرے حسین رضی اللہ عنہ اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا ایک ہی گہوارہ تھا جس میں دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی کے خریدار بن چکے تھے تیسری طرف فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو خواتین کے طبقہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں اس نورانی ماحول میں حسین کی پرورش ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

جیسا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان ہو چکا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ انتہائی محبت فرماتے تھے۔ سینہ پر بٹھاتے تھے۔ کاندھوں پر چڑھاتے تھے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ ان سے محبت رکھو۔ مگر چھوٹے نواسے کے ساتھ آپ کی محبت کے انداز کچھ امتیاز خاص رکھتے تھے۔

ایسا ہوا ہے کہ نماز میں سجدہ کی حالت میں امام حسین رضی اللہ عنہ پشت مبارک پر آ گئے تو سجدہ میں طول دیا۔ یہاں تک کہ بچہ خود سے بخوشی پشت پر سے علیحدہ ہو گیا۔

اس وقت سر سجدے سے اٹھایا اور کبھی خطبہ پڑھتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے سے داخل ہونے لگے اور زمین پر گر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خطبہ قطع کر دیا منبر سے اتر کر بچے کو زمین سے اٹھایا اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ ''دیکھو یہ حسین ہے اسے خوب پہچان لو اور اس کی فضیلت کو یاد رکھو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ الفاظ بھی خاص طور سے فرمائے تھے کہ ''حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں''، مستقبل نے بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ میرا نام اور کام دنیا میں

۱۲ امام علیہم الرضوان

حسین کی بدولت قائم رہے گا۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے عرض کی: '' أی اهل بیتك أحب الیك؟ فقال الحسن والحسین '' کہ آپ کی اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین۔

آپ ﷺ عائشہ صدیقہ سے کہا کرتے تھے میرے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ اور آپ ﷺ حسنین کریمین کو سونگھتے اور اُن کو سینے سے لگا لیتے۔

(سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی، ج٦ ص ١٢٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حسین منی وأنا من حسین، أحب الله من أحب حسینا، حسین سبط من الأسباط''

(سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی، ج٦ ص ١٢٢)

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو شخص حسین سے محبت کرے اللہ تعالی اس کے ساتھ محبت فرمائے، حسین میری اولاد میں سے میرے ایک بیٹے ہیں۔

- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور فرمایا:

''اللّٰھم انی احبھما فأحبھما''

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

(سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن حی، ج٦ ص ١٢٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حسن بن علی کو کندھے پر اُٹھایا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا:

''نعم المرکب رکبت یاغلام فقال النبی ﷺ نعم الراکب''

کیا ہی اچھی سواری ہے جس پر اے لڑکے تو سوار ہے پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سوار کتنا اچھا ہے۔

(سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی، ج٦ ص ١٢٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من أحبهما فقد أحبني و من أبغضهما فقد أبغضني الحسن و الحسين''

جس نے ان دونوں سے محبت کی پس تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا اور وہ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) ہیں۔(سنن النسائی، کتاب الفضائل، مناقب الحسن والحسین، ج ۷، ص ۳۱۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے کندھے پر چڑھ جاتے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارادہ کہ ان کو منع کریں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ ان دونوں کو چھوڑ دو پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو گود میں اُٹھالیا اور فرمایا:

''من أحبني فليحب هذين''

جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔
(وسنن النسائی، کتاب الفضائل، مناقب الحسن والحسین، ج ۷، ص ۳۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال

امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی چھ سال کی تھی جب انتہائی محبت کرنے والے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

اب پچیس برس تک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خانہ نشینی کا دور ہے۔ اس زمانہ کے طرح طرح کے ناگوار حالات امام حسین رضی اللہ عنہ دیکھتے رہے اور اپنے والد بزرگوار کی سیرت کا بھی مطالعہ فرماتے رہے۔ یہ وہی دور تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے جوانی کے حدود میں قدم رکھا اور بھرپور شباب کی منزلوں کو طے کیا۔

۳۵ ہجری میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۱ برس کی تھی عام مسلمانوں نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ اسلام تسلیم کیا۔

یہ امیر المومنین کی زندگی کے آخری پانچ سال تھے جن میں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے معرکے ہوئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ ان میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی نصرت اور حمایت میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر بھی دکھلائے۔

۴۰ ہجری میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ میں شہید ہوئے اور اب اہلِ بیت اطہار کی امامت وامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی ذمہ داریاں امام حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے

بڑے بھائی تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک باوفا اور اطاعت شعار بھائی کی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی شرائط کے ماتحت جن سے اسلامی مفاد محفوظ رہ سکے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی تھی تو امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس مصلحت پر راضی ہو گئے اور خاموشی اور گوشہ نشینی کے ساتھ عبادت اور شریعت کی تعلیم واشاعت میں مصروف رہے۔

محمد ابن جریر طبری، ابن خلدون، ابن کثیر الغرض بہت سے مفسرین اور مورخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے خاندان رسالت کو کربلا میں قتل کیا اور قیدیوں کو اونٹوں پر شہیدوں کے سروں کے ساتھ دمشق بھیج دیا۔

دمشق میں بھی ان کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ ہوا۔ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنے سامنے طشت پر رکھ کر ان کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتے ہوئے اپنے کچھ اشعار پڑھے جن سے اس کا نقطۂ نظر معلوم ہوتا ہے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔ (دمع السجوم، ص ۲۵۲)

''کاش آج اس مجلس میں بدر میں مرنے والے میرے بزرگ اور قبیلہ خزرج کی مصیبتوں کے شاہد ہوتے تو خوشی سے اچھل پڑتے اور کہتے: شاباش اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو، تم نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا اور بدر کا انتقام لے لیا، بنی ہاشم سلطنت سے کھیل رہے تھے اور نہ آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی نہ کوئی فرشتہ آیا ہے۔''

(دمع السجوم، ص ۲۵۲)

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا مدفن

امام حسین رضی اللہ عنہ عراق میں کربلا کے مقام پر مدفون ہیں۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اخلاق واوصاف

امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی امامت میں سلسلہ امامت کے تیسرے فرد تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ پاکدامنی، عمدہ کردار، اعلیٰ اخلاق کا مجسمہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد، سخاوت اور آپ رضی اللہ عنہ کے کمالِ اخلاق کے دوست ودشمن سب ہی قائل تھے۔

پچیس حج آپ رضی اللہ عنہ نے پاپیادہ کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ میں سخاوت اور شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا: ''حسین میں میری سخاوت اور میری جراَت ہے''۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور کوئی سائل

محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔

اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ابوالمساکین ہو گیا تھا۔ راتوں کو روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غریب محتاج بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے جن کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

''جب کسی صاحبِ ضرورت نے تمہارے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلا دیا تو گویا اس نے اپنی عزت تمہارے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسے خالی ہاتھ واپس نہ کرو، کم سے کم اپنی ہی عزتِ نفس کا خیال کرو''۔

غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ آپ عزیزوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپ انہیں آزاد کر دیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات کے سامنے دنیا کا سر جھکا ہوا تھا۔ مذہبی مسائل اور اہم مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا ایک مجموعہ صحیفہ حسینیہ کے نام سے اس وقت بھی موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ رحمدل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی وقت آنے پر رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔

ان تمام بلند صفات کے ساتھ متواضع اور منکسر ایسے تھے کہ راستے میں چند مساکین بیٹھے ہوئے اپنے بھیک کے ٹکڑے کھا رہے تھے اور آپ کو پکار کر کھانے میں شرکت کی دعوت دی تو فوراً زمین پر بیٹھ گئے۔

اگرچہ کھانے میں شرکت نہیں فرمائی، اس بنا پر کہ صدقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر حرام ہے، مگر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی عذر نہیں ہوا، انکسار کے باوجود آپ کی بلندی مرتبہ کا یہ اثر تھا جس مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے لوگ نگاہ اٹھا کر بات نہیں کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے خاندان کے مخالف تھے وہ بھی آپ کی بلندی مرتبہ کے قائل تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حاکم شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک سخت خط لکھا جس میں اس کے اعمال و افعال اور سیاسی حرکات پر نکتہ چینی کی تھی اس خط کو پڑھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے۔ پاس بیٹھنے والے خوشامدیوں نے کہا کہ آپ بھی اتنا ہی سخت خط لکھیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں جو کچھ لکھوں گا وہ اگر غلط ہو تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں اور اگر صحیح لکھنا چاہوں تو بخدا حسین رضی اللہ عنہ میں مجھے ڈھونڈنے سے کوئی عیب نہیں ملتا''۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی جرأت، راست بازی اور راست کرداری، قوتِ اقدام، جوشِ عمل اور ثبات و استقلال، صبر و برداشت کی تصویریں کربلا کے مرقع میں محفوظ ہیں۔

ان سب کے ساتھ آپ کی امن پسندی یہ تھی کہ آخر وقت تک دشمن سے صلح کرنے کی کوشش جاری رکھی مگر عزم وہ تھا کہ جان دے دی جو صحیح راستہ پہلے دن اختیار کر لیا تھا اس سے ایک انچ نہ ہٹے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بحیثیت ایک سردار کے کربلا میں ایک پوری جماعت کی قیادت کی، اس طرح کہ اپنے وقت میں وہ اطاعت بھی بے مثل اور دوسرے وقت میں یہ قیادت بھی لاجواب تھی۔

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان میں امام عالی مقام کا مقام و مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دولت ایمان و نعمت اسلام سے مالا مال و سرفراز فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں اسلام کے احکام بتلائے قرآنی آیات سنائیں دین کی تمام تر تفصیلات بتلا دیں لیکن آپ نے احکام کی تبلیغ پر کوئی بدلہ وعوض نہ چاہا البتہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ: ۲۳)

''اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے! میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا ہوں بجز قرابت داروں کی محبت کے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ''قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى'' قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا: جب یہ آیت کریمہ ''قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى'' نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ قرابت دار کون ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی فاطمہ اور ان

کے دونوں شہزادے (رضی اللہ تعالی عنہم)۔(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۵۷۵)

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت کرنے کا مطالبہ بظاہر تبلیغ اسلام کا بدلہ معلوم ہوتا ہے لیکن بات ایسی نہیں ہے بلکہ ایمان کے حصول کے بعد اس کی حفاظت کا انتظام انتہائی ضروری ہوتا ہے شیطان ہر دم ایمان کو تاراج کرنے کے مواقع ڈھونڈتا ہے حفاظت ایمان کی خاطر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت ومودت کا حکم دیا گیا، ان پاکباز ہستیوں سے تعلق ووابستگی باعث نجات اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

فضائل سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ

امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات متعدد احادیث شریفہ سے ظاہر ہیں، آپ حضور اکرم سید الانبیاء سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ ولخت جگر اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی، سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے پارۂ دل ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دائمی نسبت اور کمال قربت کو ظاہر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَامِنْ حُسَيْنٍ۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۴۱۴۴)

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

ولادت باسعادت کی بشارت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی جان نے ایک فکر انگیز خواب دیکھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی فرحت آفریں تعبیر بیان فرمائی اور امام عالی مقام کی ولادت کی بشارت دی جیسا کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّيْ رَأَيْتُ حُلُمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ إِنَّهُ شَدِيْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ، قَالَتْ رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتِ خَيْرًا ، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا فَيَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ حِجْرِهِ ، ثُمَّ حَانَتْ مِنِّيْ اِلْتِفَاتَةٌ ، فَإِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ ، بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ ، مَا لَكَ ، قَالَ أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا ، فَقُلْتُ هَذَا ؟ قَالَ نَعَمْ ، وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ ۔ رواه البيهقي في دلائل النبوة ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ، حدیث نمبر ۲۸۰۵ ، مشکوۃ المصابیح ، ج ا ، ص ۵۷۲ ، زجاجۃ المصابیح ، ج ۵ ، ص ۲۲۷ / ۲۲۸)

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے، سرکار نے ارشاد فرمایا آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے، آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا گویا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاحبزادے تولد ہونگے اور وہ آپکی گود میں آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور وہ میری گود میں آئے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی، پھر ایک روز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا پھر اسکے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان اقدس اشکبار ہیں، یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان! اشکباری کا سبب کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس بیٹے کو شہید کرینگے۔ میں نے عرض کیا سرکار کیا وہ اس شہزادے کو شہید کرینگے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک کی بھی بشارت ہے اس کے ساتھ ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غیب دانی کی شان بھی آشکار ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے جانتے ہیں، سورۂ لقمان کی اخیر آیت ''وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ'' (لقمان: ۳۴) میں جو ذکر ہے اس سے مراد ذاتی علم ہے وہ صرف اللہ علیم وخبیر کی صفت ہے

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطائے خداوندی سے نہ صرف ولادت مبارک کی بشارت دی بلکہ جنس کا تعین بھی فرمادیا ارشاد فرمایا غلام لڑکا تولد ہوگا، نیز یہ بھی فرمادیا کہ وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئینگے۔

ولادت مبارک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ ۵ شعبان المعظم ۴ ہجری مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ بقول بعض ۵ شعبان المعظم آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ولد لخمس لیال خلون من شعبان سنۃ اربع من الھجرۃ۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی، باب الحاء من اسمہ حسن)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان ۴ ہجری، بمطابق ۸ جنوری ۶۲۶ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ (۱۰ محرم، ۶۱ ہجری بمطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کربلا، عراق میں شہید ہوئے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔ پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا۔

حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ولقب ''سبط رسول'' و ''ریحانۃ الرسول'' ہے۔

حدیث شریف میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہی کے نام پر حسن اور حسین رکھا (صواعق محرقہ)۔

ایک حدیث میں ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

''حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔''

عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے (صواعق محرقہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ساتویں دن کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے القاب

امام عالی مقام سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور القاب مبارکہ، ریحانۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سید شباب اہل الجنۃ، الرشید، الطیب، الزکی، السید، المبارک، ہیں۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی جیسا کہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا ۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۵۱۵)

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی جب ولادت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان کہی۔

معجم کبیر طبرانی میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمَّى ابْنَهُ الْأَكْبَرَ حَمْزَةَ ، وَسَمَّى حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ ، فَسَمَّاهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا''

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۷۱۳)

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

جنتی شہزادے

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور قبل اسلام عرب نے یہ دونوں نام نہ رکھے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقۃ۔ ص ۱۱۵، میں روایت درج کی ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اِسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ

الْجَنَّةِ، مَا سَمَّتِ الْعَرَبُ بِهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۹)

حضرت سعد نقل کرتے ہیں: حضرت عمران بن سلیمان سے روایت ہے، فرمایا: حسن اور حسین دونوں اہل جنت کے نام ہیں، زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ نام نہیں سنے گئے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا.

(سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۴۳، سنن نسائی، حدیث نمبر ۴۲۳۰، سنن بیہقی، حدیث نمبر ۱۹۰۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت

امام طبرانی کی معجم اوسط اور کنز العمال میں روایت ہے:

لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ يَا رَبِّ أَلَيْسَ وَعَدْتَنِي أَنْ تُزَيِّنَنِي بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ أَلَمْ أُزَيِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ؟ فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا يَمِيسُ الْعَرُوسُ۔

(معجم اوسط طبرانی، حدیث ۳۴۳، جامع الاحادیث للسیوطی، حدیث نمبر ۱۳۳۱، الجامع الکبیر للسیوطی، حدیث نمبر ۱۳۴۲، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث نمبر ۱۵۰۹۶، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۲۹۰)

جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہونگے تو جنت معروضہ کریگی پروردگار! ازراہ کرم کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو، دوارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر وناز کرنے لگے گی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت، محبوبیت خداوندی کی ضمانت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے متعلق ارشاد فرمایا:

هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

(جامع ترمذی، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر ۳۷۶۹)

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! تو ان دونوں سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اسکو اپنا محبوب بنا لے۔

محبوبِ الٰہی بننے کا نسخہ کیمیا

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا امام عالی مقام کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا-

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما۔ حدیث نمبر ۳۷۷۵)

اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امام حسین کے لبوں کا بوسہ لینا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور آپ کے لبوں کو بوسہ دے کر دعاء فرمائی:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا-

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ح ۳۷۶۹)

ترجمہ: الٰہی میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے محبت پر سرفرازی

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي.

(سنن ابن ماجہ شریف، باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہم، حدیث نمبر ۱۴۸)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت

کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

امام حسین کی خاطر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کو دراز فرمادیا

سنن نسائی، مسند امام أحمد، مصنف ابن أبي شيبة، مستدرک علی الصحیحین، معجم کبیر طبرانی، مجمع الزوائد، سنن الکبری للبیہقی، سنن کبری للنسائی، المطالب العالیۃ، مسند أبي یعلی اور کنز العمال وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلَّى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ أَبِي فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلَى سُجُودِي فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْكَ قَالَ كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلَكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ۔

(سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۱۲۹، مسند امام أحمد، حدیث نمبر ۱۵۴۵۶، مصنف ابن أبي شيبة، مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر ۴۷۵۹/۶۷۰۷، معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۶۹۶۳، مجمع الزوائد، سنن الکبری للبیہقی، حدیث نمبر ۳۵۵۸، سنن کبری للنسائی، حدیث نمبر ۷۲۷، مسند أبي یعلی، حدیث نمبر ۳۳۳۴، کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۴۸۰، ۳۷۷۰۵، ۳۷۷۰۶)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور انہیں بٹھادیا، پھر آپ نے نماز کیلئے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے، اثناء نماز آپ نے طویل سجدہ فرمایا، میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں اور شہزادے رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں، تو میں پھر سجدہ میں چلا گیا، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی واقعہ پیش تو نہیں آیا، یا آپ پر وحی الہی کا نزول ہورہا ہے

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی سوائے یہ کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا، اور جب تک وہ اپنی خواہش سے نہ اترتے مجھے عجلت کرنا ناپسند ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا خطبہ موقوف کر دینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کو موقوف فرما دیا: جیسا کہ جامع ترمذی شریف سنن ابوداؤد شریف، سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللهُ (إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا.

(سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۷۰۷، سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث نمبر ۹۳۵، سنن نسائی کتاب الجمعۃ حدیث نمبر ۱۳۹۶)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھا لیا پھر (منبر مقدس پر رونق افروز ہو کر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آ رہے تھے لڑکھڑا رہے تھے مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کر کے انہیں اٹھا لیا ہے۔

سراپا دین وشریعت

اس حدیث مبارک سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں کی قدر ومنزلت اور ان سے اپنے کامل قلبی تعلق کو واشگاف کر دیا کہ بچپن میں شہزادوں کے زمین پر گر جانے کا محض احتمال بھی حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ناگوار خاطر مبارک ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کرم نوازی کی انتہا فرمادی کہ شہزادوں کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمادیا منبر شریف سے نیچے تشریف لاکرانہیں اٹھالیا، اپنے اس عمل مبارک کے ذریعہ روز روشن کی طرح آشکار کردیا کہ انکا وجود باجود سراسر دین وشریعت ہے، کیونکہ دنیوی امر کیلئے خطبہ موقوف نہیں کیا جاسکتا، پھر منبر شریف پر قیام فرماہوکران کے چلنے کی حسین اداؤں کا ذکر مبارک کرتے ہوئے یہ امر بھی واضح فرمادیا کہ ان کی ہر ہر اداء دین وشریعت ہے۔

امام عالی مقام کی حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قربت کی یہ شان کہ گہوارہ میں آپ کے رونے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ زِیَادَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِ عَائِشَۃَ فَمَرَّ عَلٰی بَیْتِ فَاطِمَۃَ فَسَمِعَ حُسَیْنًا یَبْکِیْ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ اَنَّ بُکَائَہٗ یُؤْذِیْنِیْ.

(نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۱۳۹)

سیدنا زید بن ابی زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

بچپن میں امام حسین رضی للہ عنہ کا رونا حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے تو غور کرنا چاہئیے کہ جن ظالموں نے معرکۂ کربلا میں امام عالی مقام پر مظالم کی انتہا کردی، آپ کے حلقوم مقدس کو پیاسا ذبح کیا، آپ کے تن نازنین پر گھوڑے دوڑائے، دیگر اہل بیت کرام وجانثاران امام کو بے پناہ تکالیف پہونچا کر انہیں شہید کیا، چھ ماہ کے شیرخوار علی اصغر رضی اللہ عنہ کو بجائے پانی پیش کرنے کے تیر چلا کر بے دردی سے شہید کرڈالا ان بدبختوں کے ظالمانہ وبہیمانہ حرکات اور اندوہناک واقعات سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خاطر عاطر کو کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی، کیا یہ ایذاء رسانی خالی جائیگی؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

(الاحزاب: ۵۷)

بیشک جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیاو

آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اوران کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقانیت وصداقت

کچھ لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا تشریف لے جانا اور آپ کی شہادت عظمی نعوذ باللہ سیاسی اور حصول اقتدار کیلئے لڑی جانے والی جنگ ہے! جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تاجدار احمد مختار حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افراد کو معرکہ کربلا کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تائید ونصرت کرنے کے لئے حکم فرمایا، کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہنے کی جرات کرسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے حب منصب اور دنیا طلبی میں کسی کی مدد کرنے کے لئے فرمایا ہو؟ العیاذ باللہ!

جیسا کہ کنز العمال شریف میں حدیث پاک ہے:

إِنَّ إِبْنِيْ هٰذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِأَرْضٍ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاء ۔ فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَلْيَنْصُرْهُ۔ (البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن أنس بن الحارث بن منبه) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۳۱۴)

یقینا میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا، تو افراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہیئے کہ ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہو جائے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کس طرح دنیا کے ناپائدار اقتدار کی طلب ہوسکتی ہے، جبکہ آپ ہی کے گھرانہ سے ساری خلقت کو زہد وورع، تقوی و پرہیزگاری اور قناعت کی دولت ملی ہے۔ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو اس دنیائے فانی کی کس طرح حرص وطمع ہوسکتی ہے جبکہ آپ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ۔
(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۲۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک کوڑا برابر جنت کی جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

جس جنت میں ایک چابک برابر جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے، آپ تو اسی جنت میں رہنے والے

جوانوں کے سردار ہیں جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما۔ حدیث نمبر ۴۱۳۶)

حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

خصوصی سرفرازی

معجم کبیر طبرانی، جامع الاحادیث اور کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بنتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ! هَذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُودُدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي.

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۱۸۴۷۴، جامع الاحادیث للسیوطی، مسانید النساء، مسند فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث نمبر: ۴۳۴۹۳، کنز العمال، باب فضل الحسنین رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر ۳۷۷۱۲)

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ میرے جاہ وجلال اور سرداری کا وارث ہے اور حسین رضی اللہ عنہ میری جرات وسخاوت کا۔

شہادت عظمی

آپ کی شہادت عظمی، روز عاشورہ، دس (۱۰) محرم الحرام سنہ اکسٹھ (۶۱) ہجری میں ہوئی، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ میں نقل فرمایا ہے:

قال الزبیر بن بکار قتل الحسین یوم عاشوراء سنة إحدى وستين وكذا قال الجمهور۔

حضرت زبیر بن بکار نے کہا: امام حسین رضی اللہ عنہ کو عاشورا کے دن ۶۱ ہجری کو شہید کیا گیا ہے اور اسی طرح جمہور کا کہنا ہے۔

اولاد امجاد

آپ کو جملہ نو اولاد امجاد ہوئیں چھ شہزادے اور تین شہزادیاں

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے

(۱) حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ۔(۲) حضرت علی اوسط (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) (۳) حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ(۴) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ(۵) حضرت محمد رضی اللہ عنہ(۶) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں

(۱) حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا(۲) حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا(۳) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔(نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار،ص:۵۲)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی پر بنی روایات ملتی ہیں،جن میں سے چند ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''بارش کے فرشتے نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شرف باریابی کا موقع دیا اور ساتھ ہی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دروازے کی طرف دھیان رکھنا تاکہ کوئی اندر نہ آنے پائے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کودتے پھاندتے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک پر کودنے لگے۔

فرشتے نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔فرشتے نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اسے قتل کردے گی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو وہ مٹی لاکر آپ کو دکھلا دوں،جہاں اسے قتل کیا جائے گا،پھر فرشتے نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور لال رنگ کی ایک مٹھی مٹی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دی۔''(مسند احمد)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں:

''ٹھیک دوپہر کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور چہرہ مبارک غبار آلود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شیشی ہے،جس میں

خون ہے۔ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔'' (مسند احمد)۔

اسی معنیٰ میں ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنن الترمذی میں بھی موجود ہے،جس میں یہ اضافہ بھی ہے:

''حدیث کے راوی حضرت عمار بیان فرماتے ہیں:

''جب حساب لگایا گیا تو خواب دیکھنے کا دن وہی تھا،جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔''

جس طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی ذخیرۂ احادیث میں ملتی ہے،اسی طرح ان کی ولادت سے پہلے بھی بشارتیں ملتی رہیں،جیسا کہ مستدرک کی روایت ہے:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ابھی شکمِ مادر ہی میں تھے،کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا،کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا۔انہوں نے آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے،جو ناقابلِ بیان ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بیان کرو،آخر کیا خواب ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا۔خواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ تو نہایت مبارک خواب ہے،فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے گود میں لوگی۔''

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کی شکل میں ملی۔حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے نہ صرف دایہ کے فرائض انجام دیئے،بلکہ اپنے بیٹے قثم بن عباس کے ساتھ ساتھ حضرت حسینؓ کو بھی دودھ پلایا (مستدرک حاکم،مشکوٰۃ)۔

حضرت سیدنا حسین بروز ہفتہ ۴ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ولادت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے: بچے کو دِکھاؤ،کیا نام رکھا؟ نو مولود بچے کو منگا کر آپ ﷺ نے اس کے کانوں میں اذان دی،پھر حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو عقیقہ

کرنے اور بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات نے کا حکم دیا۔ ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ والدین نے ''حرب'' نام رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نام پسند نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر ''حسین'' رکھا (اُسد الغابہ)۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شکل وصورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے والد بزرگ وار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجھہ کے مشابہ تھے۔ سیدنا حسبن رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی۔

ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں (حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرتے ہیں ان کو بھی اپنا محبوب بنالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، جو حسین سے محبت رکھے، اللہ اس سے محبت رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات اچھی لگے، کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ (حضرت) حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان دونوں (حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا (یہ احادیث بخاری مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، کنز العمال میں موجود ہیں)۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیار ومحبت کے واقعات ملتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ دونوں نواسوں کو دیکھنے کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے، ان سے پیار کرتے، انھیں کاندھے پر اٹھاتے، جھولا جھلاتے، گود میں اٹھا کر باہر تشریف لاتے تھے۔

خلفائے راشدہ کی امام عالی مقام سے محبت وشفقت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ابھی صرف ۷ برس تھی کہ نانا کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کم عمر تھے۔

ان حضرات کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ویسی ہی محبت وشفقت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا جاتا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں دونوں صاحب زادگان جوان ہو چکے تھے اور امور مملکت کی انجام دہی میں بھی والد گرامی کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں اگرچہ اپنے والد کی طرف سے شریک ہوئے، تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان، جو متحارب فریق تھے، کے ساتھ بھی ادب واحترام کا تعلق برقرار رکھا، یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل سے لوٹنے لگیں، تو حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما ان کو الوداع کہنے والوں میں سب سے آگے تھے۔ جنگ جمل کے بعد خوارج کے ساتھ تمام صحابہ، جن میں دونوں فریق شامل تھے، نے مل کر جو جنگ نہروان لڑی، اس میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیش پیش رہے۔ جب ۶ ماہ خلافت کرنے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، تو حضرت حسین ؓ نے بھی ان کے ساتھ ہی امیر المؤمنین کی بیعت کی۔ (تاریخ ابن عساکر، فتح الباری شرح بخاری، مصنف ابن ابی شیبہ)۔

اس کا ثبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والے جنگی معرکوں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرکت سے بھی ملتا ہے (البدایہ والنہایہ)۔

خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہر سال وفد کی صورت میں اپنی اولاد اور اہل خانہ کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جاتے، قیام کرتے تھے (تاریخ ابن عساکر)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جن کبار صحابہ علیہم الرضوان سے نرمی برتنے کا بطور خاص حکم دیا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان میں سرفہرست تھے (البدایہ والنہایہ، سیر اعلام النبلاء)

لیکن بدقسمتی سے اس وصیت پر یزید نے عمل نہیں کیا، جس کی وجہ سے کربلا کا اتنا بڑا خوں چکاں سانحہ پیش آیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

> ''واقعہ کربلا دغابازی، بے وفائی اور غداری کی عبرت انگیز داستان بھی ہے۔ اہل کوفہ نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو خطوط لکھ لکھ کر کوفہ بلایا تھا، پھر مصیبت میں آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے ۲ صاحبزادوں کے خون سے اپنا ناپاک ہاتھ رنگنا غداری و بے وفائی کی بہت ہی المناک اور گھناؤنی تاریخ ہے، جس کے حرف

حرف سے مکروفریب کی بد بو پھیلتی ہے۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دل دوز واقعہ بروز جمعہ، ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو پیش آیا۔ س وقت آپ کی عمر ۵۸ سال کے قریب تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیساتھ ۷۲ آدمی شہید ہوئے۔ ان میں سے ۲۰ خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ اہل بیت نبوی میں زین العابدین، حسن بن حسین، عمرو بن حسن رضی اللہ عنہم اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے اور بچے شیر خواری کی وجہ سے بچ گئے۔ حضرت سیدنا حسین نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت علی اکبر، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے۔ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ باقی تھے۔ انہی سے نسل چلی۔ صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے شہادت تک

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے لیکر شہادت عظمیٰ تک آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ پھر جو دونوں شہزادوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں موجود ہیں وہ الگ ہیں۔ جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لیکر آج کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں، لیکن جس طرح کربلا کی سرزمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے جانثاروں کے ساتھ ہوئی اس طرح کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی ولادت سے لیکر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن کے واقعات بھی بہت ہی پیارے ہیں جن کو احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

اولاد علی رضی اللہ عنہ اولاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حدیث پاک میں ہے:

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ۔ (صواعق محرقہ، خطبات کربلا)

''بیشک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد اُن کی پشت سے پیدا کی اور بیشک اللہ تبارک و

تعالیٰ نے میری اولاد حضرت علی ابن طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔''

''سفاف الراغبین فی سیرۃ المصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' میں ہے،

''سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و فرزند کہلاتے ہیں۔ ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ (فرزند نرینہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔''

ایک حدیث میں ہے:

''ہر ماں کی اولاد اپنے اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔''

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی پرورش

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش ہوئی۔ ظاہری بات ہے، وہ ہستی جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو راہ راست پر لانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت میں جو بچہ پلے گا بڑھے گا اُس کی تربیت کے کیا کہنے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم، امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خود تربیت فرمائی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بچوں کی پرورش میں لگے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے گہوارہ میں آپ دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک طرف نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاقِ انسانی کی تکمیل تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق کے مالک تھے (صحیح مسلم)۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حکم (خُذِ الْعَفْوَ) کو اختیار کرو کی تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے بد اخلاقی میں عفو کو اختیار کریں (مسلم، باب عفو درگزر انتقام نہ لینے کا بیان)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے سایہ میں اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ جو اپنے عمل سے اللہ کی مرضی پر جانثار تھے، تیسری طرف فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو خواتین کے طبقہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی دعوت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں، اس پاک اور نورانی ماحول میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسوں سے محبت

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے۔ سینہ مبارک پر بٹھاتے، کاندھوں پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ ان سے محبت رکھو، لیکن چھوٹے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا کچھ خاص امتیاز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ پشت (پیٹھ) مبارک پر آ گئے یہاں تک کہ (بچہ) امام حسین رضی اللہ عنہ خود سے بخوشی پشت پر سے اتر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر سجدے سے اٹھایا۔

نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں:

اَحَبَّ اللہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا

''جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔'' (مشکوٰۃ)۔

اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔

حضرت امام حسین سے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی بہت سی مثالیں ہیں اور حدیثیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ حضور نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔ ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔'' (نور الابصار، خطبات محرم)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ انتہاہی عابد و زاہد اور بہت فضیلت کے مالک تھے۔ کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امورِ خیر ادا فرماتے تھے۔ آپ نے پیدل چل کر ۲۵ حج ادا کرئے۔

فضائل امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما

(احادیث کی روشنی میں)

''ایک بار حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شانہ مبارک پر سوار ہو گئے، ایک صاحب نے عرض کیا: صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور سوار کیسا اچھا سوار ہے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن ...الخ، الحدیث ۳۸۰۹، ج۵،ص۴۳۲)

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے کہ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت مبارک سے لپٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کو طول دیا کہ سر اٹھانے سے کہیں گر نہ جائیں۔''

(مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث ۳۴۱۵، ج ۳،ص۲۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامِ حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: ''ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن ...الخ، الحدیث ۳۷۹۳، ج۵،ص۴۲۶)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا دوست ہمارا دوست، ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل الحسن والحسین، الحدیث ۱۴۳، ج۱،ص۹۶)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں۔''

ایک حدیث پاک میں ہے:

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں، اللہ عزوجل دوست رکھے اسے جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط ہے اسباط سے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن ...الخ، الحدیث ۳۸۰۰، ج۵،ص۴۲۹)

''ایک روز حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہنے زانو پر امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر

عرض کی کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ رکھے گا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک کو اختیار فرما لیجئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی گوارا نہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد جب حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بوسے لیتے اور فرماتے:

''مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِيْ''۔

ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۰۰، بلفظ فدیت من)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی! عزوجل میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن... الخ، الحدیث ۳۷۹۴، ج ۵، ص ۴۲۷)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو سونگھتے اور سینہ انور سے لگا لیتے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن... الخ، الحدیث ۳۷۹۷، ج ۵، ص ۴۲۸)

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔''

(معجم کبیر، حدیث، ۶۴۱۶، معجم اوسط، ح ۵۷۹۰، شعب الایمان للبیہقی، حدیث ۱۵۰۵، مسند الفردوس، حدیث نمبر ۷۷۹۵)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرے اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔'' سنن

ترمذی، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بنفسِ نفیس) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔'' (معجم اوسط، حدیث ۵۵۱۴، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۹)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہ ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہ ہیں۔'' (سنن ترمذی، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور کہا: اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ کے سوا کسی شخص کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب تر نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے مجھے بھی آپ کے والد محترم کے بعد کوئی آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔''
(مستدرک للحاکم ج ۳، ص ۱۶۸)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔'' (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۴۷۷۰، مسند ابو یعلیٰ، حدیث نمبر ۶۷۴۱، معجم کبیر، حدیث نمبر ۲۶۳۱، ۲۶۳۲)

''حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب میرے اہل بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں؟ اللہ رب العزت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک

ان (یعنی میرے اہلِ بیت) سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۴۰، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۶۹۶۰)

''حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہوگی۔''

(سنن دار قطنی، حدیث نمبر ۶، ۷، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۳۹۶۹)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کے لئے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے خُم کہتے ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تو بس ایک آدمی ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ (کی تعلیمات پر عمل کرنے کی) ترغیب دی اور اس کی طرف راغب کیا پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہلِ بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔''

(صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۲۴۰۸، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۹۲۶۵)

امام بخاری نے عقبہ ابن حارث سے نقل کیا ہے:

عقبہ بن حارث لکھتے ہیں: ایک روز میں نے دیکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاندھے پر بٹھائے ہوئے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں:

''میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے (اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ شبیہ رسول ہیں نہ کہ شبیہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس (بات) کو سن کر مسکرا رہے تھے۔''

(صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الزکاۃ، باب "مایذکر فی الصدقہ للنبی" حدیث ۱۴۲۰)

امام بخاری نے ابن ابو نعیم سے نقل کیا ہے:

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس میں تھا کہ کسی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا عراق کا رہنے والا ہوں، اس وقت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: اے لوگو! اس شخص کو ذرا دیکھو، مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے حالانکہ یہ لوگ فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خون ناحق بہا چکے ہیں؟! اس کے بعد عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا میرے یہ دونوں بیٹے "حسن وحسین ریحانتای من الدنیا" اس دنیا میں میرے پھول ہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب "مناقب الامام الحسن والحسین" حدیث ۳۵۴۰، ۳۵۴۲)

واقعہ کربلا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دور خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت پوری سلطنت میں انتشار تھا۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا؟ ہر شہر میں گڑ بڑ تھی، کون سنبھالے گا؟ اس وقت پھر سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے ہاتھ جوڑے۔انہوں نے کہا میں کیا کروں؟ ماحول خراب ہو چکا ہے، لوگ بری چیزوں کے عادی ہو گئے ہیں، رشوت کھانے کے عادی ہو گئے ہیں، وظیفے لینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جسے بنانا ہے بنالو، جس طرح پہلے وقت گزرا ہے، آگے بھی گزار لوں گا۔ سب نے اصرار کیا کہ آپ کے سوا اب کوئی نہیں ہے۔

امام ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنھایہ میں فرماتے ہیں کہ امت کے اس فرد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی جس سے افضل روئے زمین پر کوئی نہ تھا۔

انہوں نے کہا کہ گھر پر بیعت نہیں ہوگی، مسجد میں سب مہاجرین و انصار کو اکٹھا کرو، وہاں سب اپنی مرضی اور آزادی سے بیعت کریں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سب سے اعلیٰ طریقے سے منعقد ہوئی آپ نے پہلے پہل انصار کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خاتمے کا انتظام کیا۔ اس سے پہلے صرف مہاجرین یا قریش کو گورنر بنایا گیا تھا، آپ نے مدینے کے جلیل القدر انصار کو بھی گورنر بنایا۔

یزید کا ذاتی کردار

یزید کا ذاتی کردار ان تمام اوصاف سے عاری تھا جو امیر یا خلیفہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے مقرر کیے ہیں۔ سیر وشکار اور شراب وکباب اس کے پسندیدہ مشاغل تھے لہذا ذاتی حیثیت سے بھی کسی فاسق وفاجر کو بطور حکمران تسلیم کرنا امام حسین رضی اللہ عنہ عالی مقام کے لیے کس طرح ممکن ہوسکتا تھا۔ بندروں سے کھیلنا اسکا پسندیدہ شغل تھا۔

بیعت پر اصرار

یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کی وساطت سے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی ولید نے سختی سے کام نہ لیا لیکن مروان بن الحکم بزور بیعت لینے کے لیے مجبور کر رہا تھا۔ ان حالات

میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفرِ مکہ اختیار کیا اور وہاں سے اہل کوفہ کی دعوت پر کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔

اہل کوفہ کی دعوت

جب امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو اہل کوفہ نے انھیں سینکڑوں خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی تاکہ وہ خلافت اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر سکیں لیکن غدار اہل کوفہ نے ان سے غداری کی اور اپنے وعدوں سے پھر کر امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا۔ یزید کی بھیجی ہوئی افواج نے کربلا میں نواسہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے اہل خانہ اور اصحاب کو شہید کر دیا۔

سانحہ کربلا کے واقعات

مکہ روانگی

ولید بن عتبہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قاصد کے ذریعہ بلایا۔ ابھی تک معاویہ کی وفات کی خبر مدینہ میں عام نہ ہوئی تھی۔ تاہم بلاوے کا مقصد دونوں حضرات نے سمجھ لیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سے جب بیعت کے لیے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ جب بیعت عام ہوگی اس وقت آ جاؤں گا۔

ولید راضی ہو گیا اور انھیں واپس لوٹنے کی اجازت دے دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک دن کی مہلت لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ بعد میں ان کا تعاقب کیا گیا مگر اس اثناء میں وہ کہیں دور جا چکے تھے۔ جب مروان کو اس صورت حال کا علم ہوا تو ولید سے بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے بیعت کا وقت کھو دیا۔ اب قیامت تک ان سے بیعت نہ لے سکو گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ عجیب الجھن سے دو چار تھے اگر وہ مدینہ میں مقیم رہتے تو بیعت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لہٰذا وہ ۲۷ رجب ۶۰ ہجری میں مع اہل و عیال مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں قیام کیا۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

امام حسین علیہ السلام نے کوفیوں کے خطوط آنے کے بعد مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تا کہ وہ اصل صورت حال معلوم کریں۔ مسلم کے کوفہ پہنچنے کے پہلے ہی دن بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کوفہ کے اموی حاکم بشیر نے ان کے ساتھ نرمی سے کام لیا۔ کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کا خط لکھا۔

ابن زیاد کوفہ میں

ان حالات کی بنا پر یزید نے فوراً نعمان کو معزول کر دیا اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

کوفہ پہنچ کر اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ مسلم بن عقیل سے اپنی وفاداریاں توڑ لیں گے انہیں امان دی جائے گی۔ اس کے بعد ہر محلہ کے رئیس کو بلایا اور اسے اپنے اپنے علاقہ کے امن وامان کا ذمہ دار قرار دے کر مسلم بن عقیل کی جائے پناہ کی تلاش شروع کر دی۔

اس وقت مسلم بن عقیل ایک محب اہل بیت ہانی بن عروہ کے ہاں چلے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے ہانی کو بلا کر مسلم کو پیش کرنے کا حکم دیا اور ہانی نے انکار کر دیا جس پر انہیں قید میں ڈال کر مار پیٹ کی گئی۔

مسلم کی گرفتاری اور شہادت

شہر میں افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ یہ خبر سنتے ہی مسلم نے اٹھارہ ہزار ہمنواؤں کے ساتھ ابن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت صرف پچاس آدمی موجود تھے۔ چنانچہ اس نے حکمت سے کام لیا اور ان رؤساء کوفہ کی ترغیب سے لوگوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخر کار مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مجبوراً مسلم بن عقیل نے ایک بڑھیا کے گھر پناہ لی لیکن اس بڑھیا کے بیٹے نے انعام کے لالچ میں آ کر خود جا کر ابن زیاد کو اطلاع کر دی۔

ابن زیاد نے یہ اطلاع پا کر مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل تن تنہا لڑنے پر مجبور ہوئے جب زخموں سے چور ہو گئے تو محمد بن اشعث نے امان دے کر گرفتار کر لیا۔ لیکن آپ کو جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے امان کے وعدہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔

مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میرے قتل کی اطلاع امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دینا اور انھیں میرا یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ ''اہل کوفہ پر ہرگز بھروسہ نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس چلے جائیں''۔ ابن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ایک قاصد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

مسلم ابن عقیل (شہادت: ۹ ذوالحجہ ۶۰ ہجری) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل ابن ابوطالب کے بیٹے تھے یعنی حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے چچا زاد بھائی تھے۔

ان کا لقب سفیر حسین رضی اللہ عنہ اور غریب کوفہ (کوفہ کے مسافر) تھا۔ واقعۂ کربلا سے کچھ عرصہ پہلے جب کوفہ کے لوگوں نے امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو خطوط بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی تو انہوں نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کیا۔ وہاں پہنچ کر انہیں صورت حال مناسب لگی اور

انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط بھیج دیا کہ کوفہ آنے میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر بعد میں یزید بن معاویہ نے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا حکمران بنا کر بھیجا جس نے مسلم بن عقیل اور ان کے دو کم سن فرزندوں کو شہید کروا دیا۔

ابتدائی واقعات

جب امام حسین نے مسلم بن عقیل کو کوفہ جانے کا حکم دیا تو اس وقت وہ مکہ میں تھے۔ وہاں سے وہ مدینہ گئے جہاں انہوں نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی پھر اپنے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم جن کی عمریں سات اور آٹھ سال کی تھیں، کو لے کر کوفہ چلے گئے۔ کوفہ میں انہوں نے جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر قیام کیا۔ کوفہ والوں نے ان کی بیعت شروع کی جن کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔

انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ کوفہ آنے کے لیے حالات سازگار ہیں۔ اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔ جب یہ خبر یزید تک پہنچی تو اس نے بصرہ کے عبید اللہ ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ وہ جلد کوفہ پہنچ کر نعمان بن بشیر کی جگہ حکمران مقرر ہوں اور مسلم بن عقیل کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجیں۔

ابن زیاد نے کوفہ پہنچ کر گورنری سنبھالی تو مسلم بن عقیل امیر مختار کے گھر سے صحابیِ رسول درود ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ ابن زیاد نے فوج کو انہیں پکڑنے کے لیے بھیجا تو ہانی بن عروہ جن کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی، نے اپنے مہمان کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ہانی بن عروہ کو قید کر لیا گیا۔ اس پر بھی انہوں نے انکار کیا تو انہیں باندھ کر پانچ سو کوڑوں کی سزا دی گئی جس کے دوران میں جب وہ بے ہوش ہو گئے تو ان کا سر تن سے کاٹ کر لٹکا دیا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے جنگ

ہانی بن عروہ کی گرفتاری کے بعد مسلم بن عقیل باہر آ گئے اور جنگ شروع کی مگر آہستہ آہستہ سب کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا حتیٰ کہ صرف تیس افراد ان کے ساتھ رہ گئے۔ مغرب کی نماز تک وہ بھی باقی نہ رہے۔ انہیں محمد ابن کثیر نے اپنے گھر میں پناہ دی۔ محمد ابن کثیر کے حمایتیوں کے ساتھ ابن زیاد کی فوج نے جنگ کی اور انہیں بھی شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلم بن عقیل کوفہ سے باہر جانے کی کوشش کرنے لگے مگر شہر کے سب دروازے بند تھے۔ آپ نے ایک بوڑھی عورت سے پانی مانگا۔ جب انہوں نے بتایا کہ ان کا تعلق خاندانِ رسالت سے ہے تو اس عورت نے انہیں اپنے گھر میں پناہ دی۔ مگر اس عورت کے بیٹے طوعہ نے انعام کے لالچ میں مخبری کر دی۔

ابن زیاد نے تین ہزار فوج بھیجی تو مسلم بن عقیل گھر سے باہر آ کر لڑنے لگے اور بنو ہاشم کی تلوار بازی کے جوہر دکھائے۔ جب سینکڑوں لوگ ہلاک ہو گئے تو ابن زیاد کے سالار ابن اشعث نے اور فوج کا پیغام بھیجا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ کیا ایک شخص کے لیے تین ہزار کی فوج بھی ناکافی ہے؟ تو ابن اشعث نے جواب بھجوایا کہ یہ کوئی بقال یا جولاہا نہیں بنو ہاشم کا چشم و چراغ ہے۔ بعد میں ایک گڑھے میں مسلم بن عقیل کو دھوکے سے گرا کر گرفتار کر لیا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

جب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے انہیں سزا دی کہ کوفہ کے دارالامارۃ کی چھت سے گرا دیا جائے۔ مسلم بن عقیل نے شہادت سے پہلے چند وصیتیں کیں جس کے بعد ان کو چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔

یہ واقعہ ۹ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کا ہے۔ شہید ہونے کے بعد ان کا سر کاٹ دیا گیا اور اسے یزید کو دمشق بھجوا دیا گیا اور جسم کو کوفہ کے قصابوں کے بازار میں دار پر لٹکا دیا گیا تا کہ کوفہ کے لوگ اب بنو ہاشم کی حمایت نہ کریں۔

بچوں کی شہادت

ان کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کے دونوں کم سن بچوں کو جو قاضی شریح کے گھر میں چھپے ہوئے تھے، شہید کر دیا گیا۔ قاضی شریح نے کوشش کی کہ بچوں کو خفیہ طور پر مدینہ پہنچا دیا جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ شہر کے تمام دروازے بند کر کے راستوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ ان بچوں کے بھی سر کاٹ لیے گئے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا ابراہیم تھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سفر کوفہ

اہل مکہ اور مدینہ نے آپ کو کوفہ جانے سے باز رکھنے کے لیے پوری کوششیں کیں کیونکہ کوفیوں کا سابقہ غدارانہ طرز عمل ان کے سامنے تھا۔ عمرو بن عبدالرحمن، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن زبیر سب نے مشورہ دیا کہ "چونکہ کوفہ یزید کی حکومت کے تحت ہے وہاں ان کی افواج اور سامان سب کچھ موجود ہے اور کوئی قابل اعتماد نہیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ آپ مکہ ہی میں رہیں۔"

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے تجویز کیا کہ آپ مکہ میں رہ کر اپنی خلافت کی جدوجہد کریں ہم

آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب امام حسین رضامند نہ ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو کوفہ کی بجائے یمن جانے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ ''اگر کوفہ کا سفر آپ کے نزدیک ضروری ہے تو پہلے کوفیوں کو لکھیے کہ وہ یزید کے حاکموں کو وہاں سے نکالیں پھر آپ وہاں کا قصد کریں۔''

لیکن امام حسین نے کہا کہ ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں عزم کر چکا ہوں۔''

اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ ''اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیے مجھے ڈر ہے کہ عثمان کی طرح آپ بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کیے جائیں گے۔'' لیکن ان تمام ترغیبات کے باوجود امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور بالآخر ۳ ذوالحج ۶۰ ہجری کو مکہ معظمہ سے کوفہ کے لیے چل پڑے۔ آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر نے ایک عریضہ اپنے لڑکوں عون اور محمد کے ہاتھ روانہ کیا:

"میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جونہی میرا خط آپ کو ملے لوٹ آیئے کیونکہ جس جگہ آپ جا رہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہاں آپ کی جان کو خطرہ ہے اور آپ کے اہل بیت کی بربادی ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت آپ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا علم اور مومنوں کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ سفر میں جلدی کیجیے۔ میں بھی جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں"

حضرت عبداللہ بن جعفر، عمر بن سعد حاکم مکہ کا سفارشی خط لے کر امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں بتایا کہ کوفہ کے لوگوں پر اعتماد مناسب نہیں عمرو بن سعد اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ آپ مکہ لوٹ آئیں تو میں یزید کے ساتھ آپ کے معاملات طے کرا دوں گا اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق سفر کوفہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ مجبور ہو کر عبداللہ بن جعفر واپس ہو گئے مگر عون اور محمد کو ساتھ رہنے دیا۔ راستہ میں مشہور شاعر فرزدق آپ سے ملا اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی:

"لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضاء الٰہی آسمان سے اتری ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے"

لیکن آپ نے اس کے باوجود سفر کو بدستور جاری رکھا۔

ابن زیاد کی تیاریاں

ابن زیاد کے حکم سے پولیس کے افسر حصین بن نمیر نے قادسیہ سے جبل لعل تک سواروں کو مقرر کر دیا اور تمام اہم راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ امام حسین کے قاصد قیس کو ابن زیاد کے آدمیوں نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ جب آپ بطن رملہ سے آگے بڑھے تو انھیں عبداللہ ابن مطیع ملے۔ انہوں نے آپ کو آگے جانے سے روکا محمد بن اشعث کے بھیجے ہوئے قاصد نے آپ کو مقام ثعلبیہ پر مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر دی۔

اب آپ سفر کوفہ کے بارے میں متردد ہوئے۔ ساتھیوں نے واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کی خاطر سفر جاری رکھنے کے لیے زور دیا۔ جس کے بعد پوزیشن واضح ہوگئی۔ آپ کے ساتھ دوران سفر بہت سے بدوی شامل ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا جو لوگ واپس جانا چاہیں انہیں اجازت ہے۔ چنانچہ سوائے ان جان نثاروں کے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے سب ساتھ چھوڑ گئے۔

حر بن یزید تمیمی کی آمد

ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے حر بن یزید تمیمی کو روانہ کیا۔ ذی حشم کے مقام پر آپ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کوفیوں کے خطوط کے دو تھیلے منگوا کر دکھائے اور کہا کہ ''اب آپ لوگوں کی رائے بدل گئی ہے۔ تو میں واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔''

لیکن حر نے کہا کہ ہمیں تو آپ کو گرفتار کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سفر کوفہ جاری رکھا۔ آپ نے مقام بیضہ پر خطبہ دیا۔ جس میں اپنے مقاصد کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا:

> "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، محرمات الٰہی کے حلال کرنے والے، خدا کا عہد توڑنے والے، خدا اور رسول کی مخالفت اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قول وفعل کے ذریعہ سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو خدا کا حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کر دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی حرام کر دیا ہے۔ اس لیے مجھ کو غیرت میں آنے کا زیادہ حق

کچھ دور جا کر طرماح بن عدی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو یمن چلنے کی دعوت دی لیکن آپ نے یہ پیش کش شکریہ کے ساتھ ٹال دی۔

میدانِ کربلا میں آمد

امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ اور حر بن یزید کا لشکر ساتھ ساتھ آگے کی طرف چلتے رہے، جہاں کہیں آپ کے قافلہ کا رخ صحرائے عرب کی طرف ہو جاتا حر آپ کو روک دیتا اور رخ پھیر کر کوفہ کی طرف کر دیتا۔ چلتے چلتے آپ نینوا پہنچے۔ وہاں ابن زیاد کے ایک قاصد نے حر کو ایک خط پہنچایا جس میں حکم تھا:

"جونہی میرا یہ خط اور میرا قاصد تم تک پہنچیں حسین اور ان کے ساتھیوں کو جہاں وہ ہیں وہیں روک لو اور انھیں ایسی جگہ اترنے پر مجبور کرو جو بالکل چٹیل میدان ہو اور جہاں کوئی سبزہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو میرا یہ قاصد اس وقت تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے گا۔ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے تم نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی"

حر نے تمام صورتِ حال سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا اور کہا کہ "اب میں آپ کو اس جگہ نہ رہنے دوں گا۔" بالآخر یہ مختصر سا قافلہ ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری بمطابق ۱۲ اکتوبر ۶۸۰ء کو کربلا کے میدان میں اترا۔

دوسرے ہی روز عمرو بن سعد ۶ ہزار سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ عمرو بن سعد چونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا خواہش مند نہ تھا، اس لیے قرہ بن سفیان کو آپ کے پاس بھیجا۔ قرہ بن سفیان سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں مکہ واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔" لیکن ابن زیاد نے اس تجویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور عمرو بن سعد کو حکم دیا کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کر دیا:

امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں جب کہ وہ قابو میں آچکے تھے گرفتار کرنا زیادہ مناسب اور ضروری قرار دیا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اپنی رائے تبدیل کر دی۔ اور عمرو بن سعد کو اس کی اس بات پر سرزنش کرتے ہوئے حکم دیا کہ "اگر امام حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو بہتر ہے ورنہ جنگ کی راہ لو۔" شمر یہ خط لے کر عمرو بن سعد کے پاس پہنچا۔ عمرو بن سعد اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی خاطر امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ ۹ محرم الحرام کا دن تھا۔

المیہ کربلا اور شہادتِ عظمیٰ

صلح کی آخری گفتگو ناکام ہونے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو جانا چاہتے ہیں انہیں میری طرف سے اجازت ہے۔ اس پر کچھ جان نثار اور اعزا باقی رہ گئے، جنہوں نے آخری وقت تک ساتھ دینے کا عہد کیا۔ ان جاں نثاروں کی تعداد صرف ۷۲ تھی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس مختصر ترین فوج کو منظم کیا۔ میمنہ پر زبیر بن قیس کو اور میسرہ پر حبیب بن مظہر کو متعین کر کے علم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔

جنگ کے آغاز سے پیشتر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور ان سے تائید اور نصرت چاہی۔ اس کے بعد اتمام حجت کے لیے دشمنوں کی صفوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اے لوگو! جلدی نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔ مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو۔ اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش بخت انسان ہو گے لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی۔ تم اور تمہارے شریک مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ میرا کارساز ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔"

جونہی آپ تقریر کے اس حصے پر پہنچے تو خیموں سے اہل بیت کی مستورات کی شدت رنج سے چیخیں نکل گئیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو انہیں چپ کرانے کے لیے بھیجا۔ جب خاموشی طاری ہوئی تو آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! تم میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ تم خیال کرو کیا تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہ تھے؟ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ قول یاد نہیں جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے؟ اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے۔ ہے۔ تو بتاؤ کہ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا ہے؟ اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو آج بھی تم میں سے وہ لوگ موجود

ہیں جنہوں نے میرے متعلق رسول اللہ کی حدیث سنی ہے۔ تم ان سے دریافت کر سکتے ہو۔ تم مجھے بتاؤ کہ کیا آپ کی اس حدیث کی موجودگی میں بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے"

لیکن کوفیوں اور ان کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ صرف حر بن یزید تمیمی پر آپ کی اس تقریر کا اثر ہوا اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ

"یہ جنت یا دوزخ کے انتخاب کا موقع ہے۔ میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ شامل ہوا۔ اس کے بعد شخصی مبازرت کے طریقے سے جنگ کا آغاز ہوا جس میں اہل بیت اطہر کا پلہ بھاری رہا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے عام حملہ کا حکم دیا۔ فدایان وارا کین اہل بیت نے دشمنوں کی یلغاروں کا پوری قوت ایمانی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فدائی ایک ایک کر کے کٹ مرے لیکن میدان جنگ سے منہ نہ پھیرا۔ دو پہر تک امام حسین کے بیشتر آدمی کام آ چکے تھے۔ چنانچہ اب باری باری حضرت علی اکبر، عبداللہ بن مسلمہ، جعفر طیار کے پوتے عدی، عقیل کے فرزند عبد الرحمن، حضرت حسن کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکر وغیرہ میدان میں اترے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد امام حسین آئے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے آپ پر یورش کی۔ یہ دیکھ کر آپ کے بھائی عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان آپ کی حفاظت کے لیے ڈٹ گئے مگر چاروں نے شہادت پائی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ تنہا میدا میں جمے ہوئے تھے۔ عراقیوں نے آپ کو ہر طرف سے نرغہ میں لے لیا مگر شہید کرنے کی کسی کو بھی جرات نہ ہو رہی تھی کیونکہ کوئی نہ چاہتا تھا کہ یہ گناہ اس کے سر ہو۔ بالآخر شمر کے اکسانے پر زرعہ بن شریک تمیمی نے یہ بدبختی مول لی اور ہاتھ اور گردن پر تلوار کے وار کیے۔

سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ گر گئے۔ ان کے گرنے پر شمر ذی الجوشن آپ کی طرف بڑھا تو اس کی برص زدہ شکل دیکھتے ہی امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نانا رسول خدا نے سچ فرمایا تھا کہ میں ایک دھبے دار کتے کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگتا ہے (ابن عساکر)

اے بدبخت شمر بلاشبہ تو وہی کتا ہے جس کی نسبت میرے نانا نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد شمر نے ان کا سر پیچھے کی طرف سے (پس گردن سے) کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔ روایات کے مطابق اللہ کے نبی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا سر بھی اسی طرح پس گردن سے کاٹ کر جدا کیا گیا تھا۔ (ابن عساکر)

ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کا سر بریدہ جسم گھوڑوں کے ٹاپوں سے روندوا دیا گیا۔ بعد میں تمام

شہدائے اہلِ بیت کے سرنیزوں کی نوک پر رکھ کر پہلے ابنِ زیاد کے دربار میں لے جائے گئے اور بعد میں دمشق میں یزید کے دربار میں لے جائے گئے۔ یزید نے امام حسین کے سر کو اپنے سامنے طشت پر رکھ کر ان کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتے ہوئے اپنے کچھ اشعار پڑھے جن سے اس کا نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔ (دمع السجوم ص ۲۵۲)

"کاش آج اس مجلس میں بدر میں مرنے والے میرے بزرگ (جو کفار کی طرف سے تھے) اور قبیلہ خزرج کی مصیبتوں کے شاہد، موجود ہوتے تو خوشی سے اچھل پڑتے اور کہتے: شاباش اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو، تم نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا اور بدر کا انتقام لے لیا، بنی ہاشم سلطنت سے کھیل رہے تھے اور نہ آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی نہ کوئی فرشتہ آیا ہے"

اس شعر کو سن کر اور یزید کا فخریہ انداز دیکھ کر دربار میں موجود ایک یہودی سفیر نے کہا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان میں ستر پشتیں گزر چکی ہیں مگر اس کے باوجود یہودی میری بے حد عزت و تکریم کرتے ہیں اور ایک تم ہو کہ تم نے اپنے نبی کے نواسے کو شہید کر دیا ہے اور اب اس پر فخر بھی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ (خصائص الکبریٰ، الصواعق المحرقہ)

گبن نے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

''اس طرح زمانے کے پارساترین انسانوں میں سے ایک کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کے خاندان کے تمام مرد بھی ختم ہو گئے سوائے امام زین العابدین علی بن حسین (جو بیماری کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے) اور امام محمد باقر بن علی کے جو اس وقت بچے تھے۔''

غدار کوفیوں کا شرمناک کردار

اس دلخراش سانحہ سے قبل بھی کوفیوں کا کردار نہایت ہی شرمناک رہا تھا۔ حضرت علی کے دارالخلافہ مدینہ سے کوفہ لے جانے سے ان سازشیوں کو کھل کر کھلنے کا موقع ملا۔ بظاہر یہ سازشی حب علی کا لبادہ اوڑھے رہا کرتے تھے لیکن آپ کی ذات اطہر سے بھی الٹے سیدھے سوالات کرنا ان کا وتیرہ تھا۔ ایک موقع پر ان لوگوں نے حضرت علی سے سوال کیا۔ ''مولا آپ سے پہلے کے خلفاء کے دور میں امن وامان تھا مگر آپ کے دور میں یہ کیوں عنقا ہے'' اس گستاخانہ سوال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان منافقوں کو منہ توڑ جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس بے امنی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سابقہ خلفاء کے مشیر میرے جیسے لوگ تھے اور میرے مشیر ہیں آپ جیسے لوگ''۔

ان لوگوں کی ان ہی حرکتوں کے باعث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالآخر اس طبقے سے بیزار رہنے لگے تھے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے دور میں ان منافقوں کا بغور مشاہدہ کر چکے تھے۔ اسے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو زیادہ اہمیت نہ دی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

اس صلح سے خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس صلح سے ان منافقوں کی سازشوں پر پانی پھر رہا تھا اس لیے اس صلح پر بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر اعتراض کرنے لگے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر خلافت میرا حق تھا تو یہ میں نے ان (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو بخش دیا اور اگر یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حق تھا تو یہ ان تک پہنچ گیا''۔

جن کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت تھی ان کی تعداد ایک روایت کے مطابق ۱۲۰۰۰ اور دوسری روایت کے مطابق ۱۸۰۰۰ تھی لیکن جب جنگ کی نوبت آ گئی تو ان بے وفا اور دغا باز لوگوں میں سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا اور کھڑے تماشا دیکھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ جام شہادت نوش فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ اے ام سلمٰی رضی اللہ عنہا! جب یہ مٹی سرخ ہو جائے یعنی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔

ایک دن ان کی بیٹی ان سے ملنے گئیں تو آپ زار و قطار رو رہی تھیں۔ پوچھا گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کے سرِ انور اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ گرد کیسی تو فرمایا: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! ابھی اپنے حسین کے قتل کا منظر دیکھ کر میدانِ کربلا سے آ رہا ہوں۔ جاگنے کے بعد میں نے وہ مٹی دیکھی جو انہوں نے مجھے دی تھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ، مستدرک الحاکم، خصائص الکبریٰ)

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما ۷ شعبان ۴۷ ہجری کو پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کربلا میں شہادت پائی۔ یہ قول ہند و پاک میں مشہور ہے۔

شہزادہ حضرت قاسم کی ولادت کے بارے میں دقیق دن معلوم نہیں البتہ بعض نے ۵ ماہ رمضان المبارک کو ذکر کیا ہے۔

نام اور نسب

قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی القرشی

آپ کا مکمل نسب اس طرح ہے:

قاسم بن حسن بن علی بن أبی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم (ہاشم) بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن قریش بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن إلیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان.

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا بچپن

آپ امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت سے ۳ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کے بیٹوں حضرت عون بن عبد اللہ بن جعفر اور حضرت محمد بن عبد اللہ بن جعفر کی طرح جنگی تربیت اپنے چچا عباس بن علی رضی اللہ عنہما اور اپنے چچازاد بھائی علی اکبر سے لی۔

کربلا کا سفر

جب امام حسین رضی اللہ عنہ (٦٠ ہجری) میں مدینہ چھوڑنے کی تیاری کی، حضرت قاسم کی والدہ ام فروہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ، انہیں اور قاسم کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

میدان کربلا میں عاشورہ کی رات

حضرت قاسم نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا میں بھی شہیدوں میں سے ہوں گا؟ امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم موت کو کیسے دیکھتے ہو؟ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: چچا جان، موت میرے لیے شہد سے میٹھی ہے۔

میدان جنگ میں

عربوں کی جنگ میں رجز پڑھنے کی رسم کے مطابق آپ نے یہ رجز پڑھا:

إن تُنکِرونی فَأنَا فَرعُ الحَسَن سِبطُ النَّبِیِّ المُصطَفٰی وَالمُؤتَمَن

هذا حُسَینٌ کَالأَسیرِ المُرتَهَن بَینَ أُناسٍ لا سُقوا صَوبَ المُزَن

کناسیدم اگر شاخ درخت حسن ام ہا پور پیغمبر بگزیدہ زنہار بدارا

این حسین است گروگان اسیری است میان مردمانی کہ ز باران نوشاند خدایا

آپ رضی اللہ عنہ کے چھوٹے سے بدن پر ۳۵ وار لگے۔

امام قاسم رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں

آپ رضی اللہ عنہ نہایت جری تھے۔ واقعہ کربلا میں ارزق شامی جیسے نامی گرامی پہلوان کو میدان کربلا میں قتل کیا۔ اور جب دشمنوں سے زیر نہ ہوئے تو سب نے اچانک چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کیا اور عمیر بن نفیل ازدی کے وار سے گھائل ہوئے۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد زندہ ہی پامال سُم اسپاں ہو گئے اور شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۱۴ سال تھی۔ (خاک کربلا اور امام عالی مقام)

شہزادۂ امام عالی مقام حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۳۳ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ۶۱ ہجری کو دس محرم الحرام میدان کربلا میں شہادت پائی۔۔

آپ رضی اللہ عنہ علی اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اور واقعہ عاشورا کے بنی ہاشم کے شہداء میں سے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ ظاہری شکل و شمائل اور باطنی سیرت کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے اسی لئے آپ کو شبیہ رسول بھی کہا جاتا تھا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے مشتاق ہوتے تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف نظر کرتے تھے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ روز عاشورا شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے یزیدی لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ تاریخی روایات کے مطابق آپ بنی ہاشم کے پہلے شہید ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

طبری نے اپنی تاریخ کی کتاب میں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا تعارف اس طرح سے ذکر کیا ہے:

أول قتيل من بنى أبى طالب يومئذ على الأكبر بن الحسين بن على وأمه ليلى ابنة أبى مرة بن عروة بن مسعود الثقفى وذلك أنه أخذ يشد على الناس وهو يقول

أنا علی بن حسین بن علی
نحن ورب البیت أولی بالنبی
تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

جناب ابو طالب کی نسل سے کربلا میں پہلے شہید حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ تھے، کہ جن کے والد امام حسین ابن علی اور والدہ حضرت لیلی بنت ابی مرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں۔

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں جا رہے تھے، اس طرح سے رجز پڑھ رہے تھے:

''میں علی، حسین ابن علی کا بیٹا ہوں، کعبہ کے خدا کی قسم! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیکی ہیں، خدا کی قسم ایک زنا کرنے والی عورت کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکتا۔'' (تاریخ الطبری، ج ۳،ص ۳۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہونا

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے سب سے زیادہ فضیلت یہ ہے کہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا اس طرح تعارف بیان کیا ہے کہ: علی اکبر، اس کائنات کے پہلے شخص ہیں جو سید الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ یہ فضیلت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے بلند مقام و منزلت کو سب کے لیے واضح کرتی ہے۔

امام اہل سنت ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین نے اس روایت کو اس طرح سے نقل کیا ہے:

عن سعید بن ثابت، قال لما برز علی بن الحسین إلیهم، أرخی الحسین - صلوات الله علیه و سلامه - عینیه فبکی، ثم قال اللهم کن أنت الشهید علیهم، فبرز إلیهم غلام أشبه الخلق برسول الله، فجعل یشد علیهم ثم یرجع إلی أبیه فیقول یا أباه، العطش، فیقول له الحسین اصبر حبیبی فإنك لا تمسی حتی یسقیك رسول الله بکأسه، وجعل یکر کرة بعد کرة، حتی رمی بسهم فوقع فی حلقه فخرقه، وأقبل ینقلب فی دمه، ثم نادی یا أبتاه علیك السلام، هذا جدی رسول الله یقرئك السلام، ویقول عجل القدوم إلینا، وشهق شهقة فارق الدنیا.

حضرت سعید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: جب حضرت علی ابن الحسین دشمن سے جنگ کرنے کے لیے میدان کی طرف گئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس حالت میں فرمایا: خداوندا آپ ان لوگوں پر گواہ رہنا کہ ابھی جو جوان ان

سے جنگ کرنے کے لیے گیا ہے، وہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ان لوگوں پر حملہ کرتے کرتے اور پھر اپنے والد بزرگوار کی طرف واپس پلٹتے اور فرماتے تھے کہ اے بابا جان العطش! یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیٹے سے فرمایا: اے میرے عزیز تھوڑا صبر کرو، تم اس دنیا میں تھوڑی دیر کے مہمان ہو اور بہت جلد تم اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے جام کوثر سے سیراب ہو گے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ دشمنوں پر لگاتار حملے کر رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آپکے گلے پر اور اس نے گلے کو پھاڑ کر رکھ دیا۔ جب وہ زخموں کے خون میں لت پت تھے تو اپنے بابا کو آواز دی: بابا جان، آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ یہ میرے پاس ابھی میرے جد رسول خدا ہیں کہ جو آپکو سلام دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ: آپ بھی جلدی سے ہمارے پاس آجائیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ اتنی بات کر کے شہید ہو گئے۔
(مقاتل الطالبیین، ج ۱ ص ۳۳)

ابومخنف نے اس بارے میں اس طرح سے نقل کیا ہے کہ:

وكان من اصبح الناس وجها واحسنهم خلقا فارخى عينيه بالدموع واطرق ثم قال اللهم اشهد انه قد برز اليهم غلام اشبه الناس خلقا وخلقا ومنطقا برسولك، وكنا اذا اشتقنا إلى نبيك نظرنا اليه، (مقتل الحسین، ص ۱۶۴)

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوبصورت ترین، اور انکی سیرت بہترین تھی، انکے میدان جنگ جاتے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکوں سے بھر گئیں اور اسی غم کی حالت میں فرمایا: پرودگارا آپ گواہ رہنا کہ آج ایسا جوان میدان جنگ کی طرف جا رہا ہے کہ جو ظاہری شکل وصورت میں اور کردار و گفتار میں رسول خدا سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ ہم جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی زیارت کرنا چاہتے تھے تو ہم علی اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے تھے۔

ابن اعثم نے بھی لکھا ہے:

فتقدم نحو القوم ورفع الحسين شيبته نحو السماء وقال اللهم اشهد على هؤلاء القوم! فقد برز إليهم غلام أشبه القوم خلقا وخلقا ومنطقا برسولك محمد صلى الله عليه

و آلہ، (الفتوح، ج۵، ص ۱۱۴)

شیعہ کتب میں بھی اس طرح سے نقل ہوا ہے کہ:

و کان من أصبح الناس وجها و أحسنهم خلقا فاستأذن أباه فی القتال فأذن له ثم نظر إليه نظر آيس منه و أرخی ع عينه و بکی ثم قال اللهم اشهد فقد برز إليهم غلام أشبه الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولك ص و کنا إذا اشتقنا إلى نبيك نظرنا إليه

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوبصورت ترین اور انکی سیرت بہترین تھی، انھوں نے میدان جنگ میں جانے کے لیے اپنے والد سے اجازت مانگی تو امام نے انکو اجازت دے دی، پھر امام نے ایک حسرت بھری نگاہوں سے انکی طرف دیکھا اور سر کو نیچے کر کے رونا شروع کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ: پرودگارا آپ گواہ رہنا کہ آج ایسا جوان میدان جنگ کی طرف جا رہا ہے کہ جو ظاہری شکل و صورت میں اور کردار و گفتار میں رسول خدا سے بہت زیادہ مشابہے ہے۔ ہم جب بھی رسول خدا کے چہرے کی زیارت کرنا چاہتے تھے تو ہم علی اکبر کے چہرے کی زیارت کیا کرتے تھے۔

(اللہوف علی قتلی الطفوف، ص ۱۱۳، بحار الانوار)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر لحاظ سے شباہت رکھنے کا کیا معنی و مفہوم ہے؟

ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوبصورت و نورانی چہرے کے بارے روایات ذکر ہوئی ہیں۔

اس بارے میں ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری میں لکھا ہے کہ:

عن أبی هريرة ما رأيت شيئا أحسن من رسول الله كأن الشمس تجری فی جبهته،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا، انکا چہرہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح تھا۔

عن أبی إسحاق السبيعی عن امرأة من همدان قالت حججت مع رسول الله فقلت لها شبهيه قالت كالقمر ليلة البدر لم أر قبله ولا بعده مثله وفی حديث الربيع بنت مسعوذ لو رأيته لرأيت الشمس طالعة أخرجه الطبرانی والدارمی

ابو اسحاق نے کہا ہے کہ: ایک عورت کہ جس نے حج کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا، میں نے اس عورت سے کہا کہ میرے لیے رسول خدا کے چہرے کی حالت کو بیان کرو، اس عورت

نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چودہویں کے چاند کی روشن تھا اور میں اس سے پہلے اور اسکے بعد کبھی بھی اس جیسا چہرہ نہیں دیکھا۔

اور ربیع بنت مسعود کی روایت میں آیا ہے کہ: جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو دیکھے تو گویا اس نے چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ٦ ص ۵٧٣)

اور ابن کثیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وذکر فی مقابلة حسن یوسف علیه السلام ما ذکر من جمال رسول الله ومهابته وحلاوته شکلا ونفعا وهدیا ودلا ویمنا کما تقدم فی شمائله من الأحادیث الدالة علی ذلك کما قالت الربیع بنت مسعود لو رأیته لرأیت الشمس طالعة

یہ باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبصورتی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کو موازنہ کرنے کے بارے میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال وخوبصورتی کے بارے میں اور ان کے وجود کی برکت وہدایت کے بارے میں روایات ذکر ہوئی ہیں، جس طرح کہ انکے ظاہری چہرے کے بارے میں روایات دلالت کرتی ہیں، یہ بھی بیان ہوا کہ جیسے ربیع بنت مسعود کی روایت میں آیا ہے کہ: جو بھی رسول خدا کے چہرے کو دیکھے تو گویا اس نے چمکتے ہوئے روشن سورج کو دیکھا ہے۔ (البدایة والنهایة، ج ٦ ص ٢٧٣)

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ وشان اتنی بلند تھی کہ حتی اہل بیت کے دشمن بھی اس بات کا اعتراف کیا کرتے تھے۔

حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ کے فرزند اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے آپ کی والدہ زینب بنت علی اور نانی فاطمہ زہرا تھیں۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے علالت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو حسین ابن علی کی خدمت میں دے دیا تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر جانثاری کی ہدایت کر کے چلے گئے تھے۔ حضرت عون کے رجز کے اشعار نے دشمنوں کے دل دہلا دیے تھے۔ آپ نے ۳۰ سوار اور ١٨ پیادے قتل کیے اور عبدا بن قطنہ نبہانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت عون ومحمد رضی اللہ عنہما کی شہادت

طبری اور ابن اثیر لکھتے ہیں:۔

جب امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے تو عبداللہ ابن جعفر نے عون ومحمد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کیا اور نصیحت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کسی صورت میں مت چھوڑنا چاہے جان قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

تاریخ میں ہے کہ ایک دن امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں واپس آئے اور اپنی بہن بی بی زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا:۔'' بہن اٹھو۔۔!! اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی کمان ، نانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار ، بابا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار دو اور جی بھر کر مجھے دیکھ لو۔ یہ سن کے بی بی زینب رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا:۔'' میرے پیارے بھائی حسین رضی اللہ عنہ۔۔!! اس وقت ہماری بے بسی اور شدید امتحان میں آسمان والے بھی ہم پہ گریہ کررہے ہیں۔ یہ بہن اپنے بھائی کے سامنے ایک درخواست کرتی ہے امید کرتی ہوں کہ آپ قبول کریں گے۔''
نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ کہیں کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟؟

جناب زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔ نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ مصیبت کے وقت صدقہ دیا جائے تو اللہ مصیبت ٹال دیتا ہے۔ یہ سن کے امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے اور فرمایا:۔'' میری بہن۔۔!! اس بے سروسامانی کی حالت میں تو میرے پاس کچھ نہیں یہاں تک کے ہم پہ پانی بھی بند ہے پھر صدقہ کس چیز کا دوں؟؟''

جناب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔ بھائی۔۔!! آج صدقہ دینے کے لیے پانی کے مشکیزوں کی ضرورت نہیں اس صدقے کے لیے میرے دونوں بچے عون ومحمد رضی اللہ عنہما حاضر ہیں یہ دونوں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ قربان ہونے کے لیے تیار ہیں بس اب بھائی آپ کی اجازت درکار ہے۔''
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔ بہن۔!! کس منہ سے آپ کے بچوں کو اجازت دوں۔ میں اپنی خاطر آپ کو بے اولاد نہیں کرسکتا۔

جناب زینب رضی اللہ عنہا نے پھر دامن پھیلاتے ہوئے فرمایا:۔ آقا۔۔!! مجھے
افسوس ہے کے میرے دو بچے ہیں۔ اگر میرے ہزار بچے بھی ہوتے تب بھی میں انھیں نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی لاج رکھنے کی خاطر قربان کر کے فخر محسوس کرتی۔ ماں کی چادر کا صدقہ میرے بچوں کو میدان میں جانے کی اجازت دے دیجیے۔

یہ سن کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: بہن..!! میری طرف سے اجازت ہے جائیں اور بچوں کو تیار کریں۔ یہ سن کر جناب زینب رضی اللہ عنہا بچوں کو خیمے میں لے آئیں اور اپنے ہاتھوں سے ان کے کپڑے بدلے اور ان کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ اس کے بعد ان کو میدان کی طرف روانہ کیا۔

ادھر عمرو بن سعد لعین نے ان دونوں کو میدان کی طرف آتے دیکھ کر بولا: ۔ مجھے معلوم ہے تم دونوں زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہو اور حسین رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہو مجھے تمہاری بھولی صورت دیکھ کر رحم آ گیا۔

یہ سن کر جناب عون و محمد رضی اللہ عنہما کو تڑپ اٹھے اور فرمایا: ۔ اے لعین۔ ۔!! تجھے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ رحم نہیں آیا ہم پر کہاں سے آئے گا، ہم تیرے مشکیزوں کے محتاج نہیں ہم حوض کوثر کے مالک ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں قربان ہونے آئے ہیں۔ یہ دیکھ ہمارے سروں پہ کفن ہیں ہمیں دنیاوی نعمتوں کا لالچ دے کر باطل کی طرف بلانے والے..!! تو یزید لعین کی غیر اسلامی حکومت کو چھوڑ کر ہماری طرف آ جا.... ہم تجھے جنت دیں گے، تیری شفاعت کریں گے اور حوض کوثر پلائیں گے۔

جناب عون و محمد رضی اللہ عنہما کے نعروں سے زمین ہل گئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے شیر خدا کے یہ نواسے لشکر یزید لعین پر قہر بن کر ٹوٹے اور کچھ ہی دیر میں کئی دشمنان اہل بیت کو جہنم واصل کر دیا۔ یہاں جب عمرو بن سعد نے حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہما کے انداز جنگ کو دیکھا تو چلا اٹھا اور کہنے لگا: ۔ ساتھیو..!! اگر تم ان دونوں کو اس طرح قتل نہیں کر سکتے تو مل کر ان پر حملہ کرو یہ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ دونوں اطراف سے نیزوں اور تلواروں کی بارش شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دو ننھے سپاہی جام شہادت نوش کر گئے اور دونوں جہانوں میں ہمیشہ کے لیے سرخرو ہو گئے۔

شہادت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت اللہ کی نعمتوں میں سے ایک گراں بہا نعمت ہے۔ جن خوش نصیب حضرات کو یہ نعمت میسر آتی ہے ان انعام یافتہ بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۶۹)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی

انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

مذکورہ آیہ کریمہ میں شہداء کو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل کیا گیا ہے اور شہداء کو صالحین پر فضیلت دی گئی ہے۔ شہادت بھی ایک کمال اور اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے بلکہ یہ تو ایسی نعمت ہے کہ اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شدید آرزو تھی۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دل میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل جاؤں اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں کہ سب کو ساتھ لے جاؤں تو میں ہر اس گروہ کے ساتھ نکلتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جاتا ہے۔"

مگر وعدہ الٰہی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے سے مانع تھا جبکہ یہ بھی ضروری تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا قبول ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ شہادت کی خواہش پوری نہ ہوتی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خواہش کو یوں پورا فرمایا کہ آپ ﷺ کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ جنہیں آپ ﷺ اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوہر شہادت کے ظہور تام کے لئے منتخب فرمایا چنانچہ شہادت حسین سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب بھی بن گئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض شہادت ہی نہیں تھی بلکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک باب تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس شہادت کو اتنا چرچا اور شہرت ملے کہ اس کے مقابلے میں کسی اور شہادت کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا ہو۔ یہی وجہ یہ کہ دوسروں کی شہادت کی شہرت اور چرچا ان کے شہید ہونے کے بعد ہوتا ہے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا ان کے شہید ہونے سے پہلے ہو چکا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس جگہ کی مٹی عطا فرمائی جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پانا تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سب ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں ان کو مٹی عطا نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی اور زوجہ مطہرہ کے سپرد فرمائی بلکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائی اور فرمایا کہ اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ میرے بیٹے کی شہادت کے

وقت ازواج مطہرات میں سے صرف ام سلمہ ہی زندہ ہوں گی چنانچہ جب واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا اس وقت صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ تھیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی تمام ازواج مطہرات وفات پا چکی تھیں۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اس جگہ کی نشاندہی فرمائی تھی جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت فرمانا تھی بلکہ اس سن کی طرف اشارہ بھی فرما دیا تھا جس سن و سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہونے والی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت (حکومت) سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساٹھ ہجری کے سال سے پناہ مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں میرے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے اور انہیں بڑی بے دردی سے شہید کر دیا جائے گا۔

یہ صرف چند افراد کی ہلاکت نہیں ہوگی بلکہ اس سے پوری امت مسلمہ اس طرح ہلاکت کا شکار ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے اس کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ امت کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے رہیں گے۔ مذکورہ حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ دین میں کمزور لوگوں کی حکومت وامارت ساٹھ ہجری سے شروع ہوگی اور یزید ساٹھ ہجری میں ہی تخت نشین ہوا تھا بلکہ یزید کے بارے میں تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ یہ پہلا شخص ہوگا جو عدل وانصاف کے نظام کو تباہ کرے گا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔''

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے نہ صرف یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، جائے شہادت اور سن شہادت کو پہلے سے بتلا دیا گیا تھا بلکہ اس بات کی بھی پہلے سے نشاندہی کی جا چکی تھی کہ میدان کربلا میں اہل بیت کرام کے خیمے کس کس جگہ نصب ہوں گے اور کس کس جگہ پر ان کا خون بہے گا۔ الغرض شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اتنی صریح شہادتیں اور واضح دلائل موجود ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی ہر خاص وعام میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا ہو چکا تھا۔

چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا میں پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو بارہا کہا کہ شہادت میرا مقدر ہو چکی ہے مجھ کو تو شہید ہونا ہے لیکن میں تم پر شہادت ٹھونسنا نہیں چاہتا۔ تم میں سے جس کی

نے جانا ہے رات کے اندھیرے میں چلا جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا چونکہ آپ کو معلوم تھا کہ میری شہادت جوہرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہورِ تام کے لئے مقدر کر دی گئی ہے۔

اس لئے آپ نے جان دینے سے خود کو بچانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ کسی بھی لمحہ زندگی میں بارگاہ خداوندی میں اس انجام سے بچنے کی دعا کرتے نظر نہیں آتے۔

اگر آپ دعا کرتے تو ممکن تھا کہ کربلا میں پانسا پلٹ جاتا اور اہل بیت کے ایک ایک فرد کے شہید ہونے کی بجائے یزیدی لشکر تہس نہس ہو جاتا۔

دعا سے حالات تو بدل جاتے لیکن اس طرح جوہر شہادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ممکن نہ ہوتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دس محرم الحرام کو بڑی شہرت، چرچے اور تحمل کے ساتھ رونما ہوئی۔ تمام قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمانے کی جو جو صورتیں بیان کی ہیں مثلاً وطن سے نکال دیا جانا، پریشانیوں میں مبتلا کیا جانا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا قربان کرنا وغیرہ وہ سارے کے سارے طریقے اور سب کی سب آزمائشیں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور معرکہ کربلا میں مجتمع نظر آتی ہیں۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری شہادتوں سے اس اعتبار سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ دوسری شہادتیں مشہود بالملائکہ ہوتی ہیں جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت مشہود بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

دوسری شہادتوں میں صرف فرشتے حاضر ہوتے ہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت شہید ہیں کہ ملائکہ تو ملائکہ خود تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کی شہادت کے وقت موجود تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک سے روح کو قبض کیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر کا نیزے پر چڑھ کر بول پڑنا شہداء کے زندہ ہونے کی واضح اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا، میں نے بچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے

بزبان فصیح کہا: اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دوسری شہادتوں سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ دوسری شہادتیں تو وقوع پذیر ہونے کے بعد لکھی اور درج یا بیان کی جاتیں ہیں۔

مگر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ ایسی شہادت ہے کہ جس کا ذکر شہادت سے پچاس برس پہلے ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دیا تھا پھر یہ کہ دوسری شہادتوں کے راوی عام لوگ ہوتے ہیں مگر اس شہادت کے راوی خود آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اوروں کی شہادتیں عظیم سہی مگر ان کی شہادتوں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں فرق یہ ہے کہ دوسرے جب میدان شہادت کی طرف جاتے ہیں تو اگرچہ ان کا شہید ہونے کا عزم اور ارادہ ہوتا ہے مگر کسی کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ واقعی اس کو شہادت نصیب ہوگی یا وہ غازی بن کر لوٹے گا جبکہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے روکنے کے باوجود کشاں کشاں میدان کربلا کی طرف بڑھ رہے تھے تو یقینا آپ اپنی شہادت کے انجام سے باخبر تھے۔

آپ جانتے تھے کہ کربلا کے ریگزاروں میں شہادت میرا انتظار کر رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے ہر ہر منزل پر رک رک کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں کسی اقتدار کے حصول کے لئے نہیں جا رہا۔ اس سفر کا انجام دردناک ہوسکتا ہے۔

اس لئے میں تمہیں کھلے دل سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے چلا جائے۔ میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ ناراض نہیں ہوں گا۔

اگر کسی کو دن کے اجالے میں چھوڑ کر جانے میں جھجک ہے تو رات کے اندھیرے میں چلا جائے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ہر ایک نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آج اس عالم غربت و سفر میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تو کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے۔''

تاریخ اسلام میں اور بھی بہت سی شہادتیں ہوئی ہیں اور ہر شہادت کی اہمیت اور افادیت مسلّم ہے مگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری شہادتوں کے مقابلے میں اہمیت اور اطراف و اکناف عالم میں اس کی شہرت دوسری سب شہادتوں سے بڑھ کر اس لئے بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والوں کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص نسبتیں ہیں پھر یہ کہ یہ داستان شہادت گلشن نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی ایک پھول پر مشتمل نہیں بلکہ یہ سارے کے سارے گلشن کی قربانی ہے۔

باقی واقعات شہادت ایک، دو، تین یا چار نفوس کی شہادت پر مشتمل ہیں مگر واقعہ کربلا گلشن نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیسیوں پھولوں کے مسلے جانے کی داستان ہے۔

لہٰذا تاریخ کے کسی بھی دور میں امت مسلمہ واقعہ کربلا، اس کی تفصیلات اور اس کی اہمیت کو فراموش نہیں کرسکتی مگر اس کے باوجود بعض لوگ نادانی کے باعث یا اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی محبت سے محرومی اور اپنی بدبختی کے باعث جو کہ بغض اہل بیت کی شکل میں ان کے اندر جاگزیں ہے، واقعہ کربلا کی اہمیت کم کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور وہ معاذ اللہ اس واقعہ کو دو شہزادوں کے اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں، واقعہ کربلا کو اقتدار کی جنگ قرار دینا بہت بڑا ظلم اور، منافقت کی براہ راست حمایت ہے، حق سے عمداً اعراض اور اسلام کی تاریخ مسخ کردینے کے مترادف ہے کیوں کہ:

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

فلسفہ شہادت اور امام حسین رضی اللہ عنہ

تاریخِ انسانی کی دو قربانیاں پوری تاریخ میں منفرد مقام اور نہایت عظمت و اہمیت کی حامل ہیں، ایک امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِّ اعلیٰ، حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی اور دوسری نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشۂ علی رضی اللہ عنہ و بتول رضی اللہ عنہا شہیدِ کربلا حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی قربانی۔ دونوں قربانیوں کا پس منظر غیبی اشارہ اور ایک خواب تھا، دونوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور یوں خواب کی تعبیر میں ایک عظیم قربانی وجود میں آئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کی تعبیر دس ذی الحجہ کو پوری ہوئی اور سیّدنا حُسین رضی اللہ عنہ کا خواب دس محرم ۶۱ ہجری کو تعبیر آشنا ہوا، دونوں خوابوں کی تعبیر قربانی تھی۔

دس ذی الحجہ کو منیٰ میں یہ خواب اپنے ظاہر میں رُونما ہوا اور دس محرم کو سرزمینِ کربلا پر اپنی باطنی حقیقت کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ یوں باپ نے جس طرزِ قربانی کا آغاز کیا تھا، تسلیم و رضا اور صبر و وفا کے پیکر، فرزند نے پوری تابانیوں کے ساتھ اس عظیم سنّت کو مکمل کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جس سنّت کی ابتدا ہوئی تھی، سیّدنا حُسین رضی اللہ عنہ پر اس کی انتہا ہوئی۔

سیّدنا ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام اور حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کی قربانیوں میں یہی جذبۂ عشق و محبت کارفرما تھا۔

اسی لیے یہ قربانیاں آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گی۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشۂ

علی رضی اللہ عنہ و بتول رضی اللہ عنہا' سیّد شباب اہل الجنۃ' ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' شہیدِ کربلا' سیّدنا حُسین ابنِ علی رضی اللہ عنہ، ہاشمی و مطلبی کی ذاتِ گرامی اسلامی تاریخ میں حق و صداقت' جرأت و شجاعت' عزم و استقلال' ایمان و عمل' ایثار و قربانی' تسلیم و رضا' اطاعتِ ربّانی' عشق و وفا اور صبر و رضا کی وہ بے مثال داستان ہے، جو ایک منفرد مقام اور تاریخ ساز اہمیت کی حامل ہے۔

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ حق اور باطل' اسلام اور کُفر کی معرکہ آرائی روزِ اوّل سے جاری ہے اور روزِ آخر تک جاری رہے گی۔ حق کی بقا' اسلام کی سربلندی اور دین کی بالادستی، قدرت کا اٹل اور ابدی فیصلہ ہے، جب کہ طاغوتی اور ابلیسی قوّتوں کی سرکوبی اور ان کا زوال آئینِ فطرت ہے۔

حق کی سربلندی اور دین کی عظمت و بقا کے لیے جدّ و جہد اور جہاد اُسوۂ پیمبری اور انسانی ضمیر کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ سرکارِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''سلطانِ جائر (ظالم و جابر بادشاہ اور ان اوصاف کے حامل حاکمِ وقت) کے خلاف کلمۂ حق بلند کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔''

مستند تاریخی روایات کے مطابق رجب ۶۰ ہجری/ ۶۸۰ء میں یزید نے اسلامی اقدار اور دین کی روح کے منافی ظلم و جبر اور استبداد پر مبنی اپنی حکومت کا اعلان کیا۔

بالجبر عام مسلمانوں کو بیعت اور اطاعت پر مجبور کیا گیا۔ مدینۂ منوّرہ میں ایک مختصر حکم نامہ ارسال کیا گیا، جس میں تحریر تھا: ''امام حُسین' حضرت عبداللہ بن عُمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بیعت اور اطاعت پر مجبور کیا جائے' اس معاملے میں پوری سختی سے کام لیا جائے، یہاں تک کہ یہ لوگ بیعت کرلیں۔'' (ابنِ اثیر/ الکامل، ج ۳،ص ۲۶۳)

بعد ازاں، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ نظر، سیّدنا حُسین ابنِ علی رضی اللہ عنہما اپنے جدّ اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور اپنے نانا سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں سلطانِ جائر' یزید کے خلاف جرأتِ اظہار اور علمِ جہاد بلند کرتے ہوئے اُسوۂ پیمبری پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ امتِ مسلمہ کو حق و صداقت اور دین پر مر مٹنے کا درس دیتے ہیں۔

خلقِ خدا کو اپنے ظالمانہ قوانین کا نشانہ بنانے والی اور محرماتِ الٰہی کو توڑنے والی حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے بہانگِ دُہل فرماتے ہیں: ''لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم' محرماتِ الٰہی کو حلال کرنے والے' خدا کے عہد کو توڑنے والے' خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً و عملاً اسے بدلنے کی کوشش نہ کی، تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس

ظالم بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کردے' آگاہ ہوجاؤ! ان لوگوں نے شیطان کی حکومت قبول کرلی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے' مُلک میں فساد پھیلایا ہے' حدود اللہ کو معطّل کردیا ہے، یہ مالِ غنیمت سے اپنا حصّہ زیادہ لیتے ہیں' انہوں نے خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کردیا ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کردیا ہے۔ اس لیے مجھے اس کے بدلنے کا حق ہے''۔ (ابنِ اثیر/ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۴۰)

چناں چہ یہی وہ سب سے بڑا جہاد اور دینی فریضہ تھا، جس کی ادائیگی کے لیے نواسۂ رسول' سیّدنا حُسین ابن علی رضی اللہ عنہما، اُسوۂ پیمبری کی پیروی میں وقت کے سلطانِ جائر' یزید کے خلاف ریگ زارِ کرب و بلا میں ۷۲ نفوسِ قدسیہ کے ہمراہ وارد ہوئے اور حق وصداقت اور جرأت وشجاعت کی وہ بے مثال تاریخ رقم کی' جس پر انسانیت ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

حق کے متوالے اور باطل اور ظالم و جابر قوتوں کے خلاف صف آرا مردانِ حق اس راستے پر ہمیشہ چلتے رہیں گے۔ شہدائے کربلا نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جرأتِ اظہار اور باطل کے خلاف احتجاج اور جہاد کا سلیقہ اور ولولہ عطا کیا۔

سیّدنا حُسین ابنِ علی رضی اللہ عنہما کی صدائے حق نے مظلوم انسانیت کو ظالمانہ نظام کے خاتمے اور ظلم و جبر کے خلاف ڈٹ جانے کا حوصلہ اور حق نوائی کا درس دیا۔

حق کی آواز کو بلند کرنا' انسانی اقدار کا تحفّظ اور دین کی سربلندی، اُسوۂ پیمبری اور شیوۂ شبّیری ہے۔ شہدائے کربلا کا فلسفہ اور پیغام یہی ہے کہ حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔

شہیدِ کربلا' نواسۂ رسول' حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی یہی وہ عظیم قربانی اور کعبۃ اللہ کی عظمت وحُرمت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردینے کا عظیم جذبہ اور داستانِ حرم ہے' جس کے متعلق شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا:

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حُسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیل

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی شام کو روانگی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل بیت اطہار کے بقیہ افراد پر مشتمل قافلہ ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا۔ یہ سیاہ بخت انسان اس خستہ حالت میں بھی افراد اہل بیت سے انتہائی بدتمیزی سے پیش آیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر ابن زیاد کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ ہر خاص و عام کو محل میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ ابن زیاد سر مبارک کو دیکھ کر آپ کے لبوں پر بار بار چھڑی مارتا اور مسکراتا۔ صحابی رسول زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں ایک کونے میں موجود تھے ان سے رہا نہ گیا تو فرمایا:

"ان لبوں سے چھڑی ہٹالو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتے تھے"

یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ یہ سن کر ابن زیاد کے غضب کی کوئی حد نہ رہی بولا۔ ''اللہ تعالیٰ دونوں آنکھیں رلائے۔ واللہ! اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا اور تیری عقل ماری نہ گئی ہوتی تو میں تیری گردان اڑا دیتا۔'' یہ دیکھ کر زید بن ارقم مجلس سے اٹھتے ہوئے کہہ گئے:

"اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے کیونکہ تم نے فاطمہ کے لخت جگر کو قتل اور ابن زیاد کو اپنا حاکم بنایا جو تمہارے نیک لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو نوازتا ہے"

کوفہ سے ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور قافلہ اہل بیت کو دمشق بھجوا دیا۔ وہاں یزید نے امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو چھڑی سے چھیڑا اور فخر کا اظہار کیا۔

سانحہ کربلا کے نتائج

واقعہ حرہ

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر جب سرزمین حجاز میں پہنچی تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس سانحہ پر اشکبار نہ ہو۔لہٰذا حجاز میں فوری طور پر انقلاب برپا ہوگیا۔

اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی۔

یزید نے ولید بن عقبہ کی ماتحتی میں شامیوں کی فوج روانہ کی۔ اس فوج میں مسیحی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ جب اہل مدینہ نے اطاعت قبول نہ کی تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اہل مدینہ نے اگرچہ بڑی بے جگری سے لڑے لیکن شامی افواج کے سامنے ان کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے اکابر مدینہ شہید ہوئے جن میں فضل بن عباس اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما قابل ذکر ہیں۔

شہر پر قبضہ کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین دن تک شامی فوجیوں کے ہاتھوں لٹتا رہا۔ مسلمانوں کی عزت و آبرو برباد ہوئی اور تین روز تک مسلسل قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بہت اہم ہے اور سانحہ کربلا کے بعد یزید کا دوسرا بڑا سیاہ کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت

اہل مدینہ نے یزید کی بجائے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ چن لیا۔

شہادت امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اندر سوئے ہوئے جذبات کو ازسرنو بیدار کر دیا اور سرزمین حجاز میں ناراضی کی ہمہ گیر لہر اموی اقتدار کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔

اہل حجاز کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما جیسی موثر شخصیت بطور رہنما میسر آئی۔

چنانچہ اہل مدینہ نے بھی جلد آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور آپ کی بیعت کر لی۔ اس انقلاب نے اموی اقتدار کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا کر دیں۔

حجاز کی سرزمین سے مخالفت کے یہ ابلتے ہوئے جذبات درحقیقت تمام عالم اسلامی میں پیدا شدہ ہمہ گیر اضطراب کے ترجمان تھے۔

اموی خلافت کا زوال

واقعہ کربلا اموی خلافت کے زوال کا اہم سبب قرار دیا جاتا ہے۔ اموی حکومت اور اس کے عمال پہلے ہی عوام الناس میں مقبول نہ تھے۔ کیونکہ مسلمان جب ان کی حکومت کا موازنہ خلافت راشدہ سے کرتے تھے انہیں سخت مایوسی ہوتی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ملت اسلامیہ کو بہت متاثر کیا۔ خود یزید کا بیٹا معاویہ دل برداشتہ ہو کر خلافت سے ہی دست بردار ہو گیا۔ اگرچہ امویوں نے اپنی قوت اور استقلال کی بدولت حکومت کو وقتی طور پر اپنے خاندن میں محفوظ کر لیا لیکن خلیفہ مروان ثانی کے زمانہ تک کھلم کھلا اور زیر زمین کئی تحریکیں مسلسل اس بات کے لیے کوشاں رہیں کہ وہ امویوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔

عباسی تحریک

عباسیوں نے امویوں کے خلاف اس ردعمل سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان کے داعی ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اموی مظالم کی داستان اس قدر پرزور اور پرتاثیر انداز میں پیش کی کہ عوام کے جذبات بھڑک اٹھے۔ چنانچہ عباسیوں نے بھی حسین کے انتقام کو اپنے مقاصد کے لیے نہایت کامیابی سے استعمال کیا۔

حق پرستوں کے لیے مثال

اس واقعہ کا سب سے بڑا اہم نتیجہ یہ تھا کہ امام حسین کا کردار عین حق کے لیے ہمیشہ کے لیے روشنی کا ایک مینار بن گیا۔ حریت، آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جب بھی مسلمانوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی کو مشعل راہ پایا۔ آپ ہی سے مسلمانوں نے سیکھا کہ جبر و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہونا عین رضائے الٰہی ہے۔

سانحہ کربلا کی اہمیت

کربلا کا یہ واقعہ تاریخ اسلام کا بڑا افسوسناک حادثہ تھا۔ اس واقعہ کی خبر اللہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کر دی تھی۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایک شیشی میں کچھ مٹی دے کر فرمایا تھا کہ یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں میرے نواسے کو شہید کیا جائے گا۔ جب وہ شہید ہوگا تو یہ مٹی خون کی طرح سرخ ہو جائے گی۔ کربلا کے واقعے کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اور جس وقت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے یہ مٹی خون کی طرح سرخ اور مائع ہو

گئی تھی۔ (صحیح البخاری، ترمذی شریف)

اسلامی تاریخ کو کسی اور واقعہ نے اس قدر اور اس طرح متاثر نہیں کیا جیسے سانحہ کربلا نے کیا۔ آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے جو اسلامی حکومت قائم کی اس کی بنیاد انسانی حاکمیت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اصول پر رکھی گئی۔ اس نظام کی روح شورائیت میں پنہاں تھی۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد ہی نوع انسان کو شخصی غلامی سے نکال کر خدا پرستی، حریت فکر، انسان دوستی، مساوات اور اخوت و محبت کا درس دینا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور تک اسلامی حکومت کی یہ حیثیت برقرار رہی۔

یزید کی حکومت چونکہ ان اصولوں سے ہٹ کر شخصی بادشاہت کے تصور پر قائم کی گئی تھی۔ لہٰذا جمہور مسلمان اس تبدیلی کو اسلامی نظام شریعت پر ایک کاری ضرب سمجھتے تھے اس لیے امام حسین رضی اللہ عنہ محض ان اسلامی اصولوں اور قدروں کی بقا و بحالی کے لیے میدانِ عمل میں اترے، راہ حق پر چلنے والوں پر جو کچھ میدان کربلا میں گزری وہ جور جفا، بے رحمی اور استبداد کی بدترین مثال ہے۔

یہ تصور ہی کہ اسلام کے نام لیواؤں پر یہ ظلم یا تعدی خود ان لوگوں نے کی جو خود کو مسلمان کہتے تھے بڑا روح فرسا ہے۔ مزید براں، امام حسین کا جو تعلق آنحضور ﷺ سے تھا اسے بھی ظالموں نے نگاہ میں نہ رکھا۔

نواسۂ رسول ﷺ کو میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا رکھ کر جس بے دردی سے قتل کر کے ان کے جسم اور سر کی بے حرمتی کی گئی۔

یہ اخلاقی لحاظ سے بھی تاریخ اسلام میں اولین اور بدترین مثال ہے۔ اس جرم کی سنگینی میں مزید اضافہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے آخری لمحات میں جو انتہائی معقول تجاویز پیش کیں انہیں سرے سے درخورِ اعتنا ہی نہ سمجھا گیا۔

اس سے یزید کے اعمال کی آمرانہ ذہنیت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ یہاں یہ نقطہ قابل غور ہے کہ جب شخصی اور ذاتی مصالح، ملی، اخلاقی اور مذہبی مصلحتوں پر حاوی ہو جاتے ہیں تو انسان درندگی کی بدترین مثالیں بھی پیش کرنے پر قادر ہے اور ایسی مثالوں سے تو یورپ کی ساری تاریخ بھری پڑی ہے۔

لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں سانحہ کربلا کا جائزہ لیا جائے تو یہ واقعہ اسلام کے نام پر سیاہ دھبہ ہے کیونکہ اس سے اسلامی نظام حکومت میں ایسی خرابی کا آغاز ہوا جس کے اثرات آج تک محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس سانحہ کو اسلام کے نام پر ایک سیاہ دھبہ بھی قرار دیں تو یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہوگا۔ کیونکہ

جہاں تک حق و انصاف، حریت و آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جدوجہد کا تعلق ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ سانحہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک شاندار اور زریں باب بھی ہے جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے اس میں شخصی حکومتوں یا بادشاہت کا کوئی تصور موجود نہیں۔

یزید کی نامزدگی اسلام کے نظام شورائیت کی نفی تھی۔لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس پامردی اور صبر سے کربلا کے میدان میں مصائب ومشکلات کو برداشت کیا وہ حریت، جرات اور صبر واستقلال کی لازوال داستان ہے۔باطل کی قوتوں کے سامنے سرنگوں نہ ہوکر آپ نے حق و انصاف کے اصولوں کی بالادستی، حریت فکر اور خدا کی حاکمیت کا پرچم بلند کر کے اسلامی روایات کی لاج رکھ لی۔اور انھیں ریگزار عجم میں دفن ہونے سے بچا لیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار اور قربانی تاریخ اسلام کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جو رہروان منزل شوق و محبت اور حریت پسندوں کے لیے ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

سانحہ کربلا آزادی کی اس جدوجہد کا نقطہ آغاز ہے جو اسلامی اصولوں کی بقا اور احیاء کے لیے تاریخ اسلام میں پہلی بار شروع کی گئی۔

ابن عساکر نے سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کأنی أنظر إلی کلب أبقع یدغ فی دماء أھل بیتی''

(کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۳۲۲)

''گویا کہ میں ایک سفید داغوں والے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے۔''

محمد بن عمرو بن حسین بیان کرتے ہیں:

''کنا مع الحسین بنھر کربلا فنظر إلی شمر ذی الجوشن فقال صدق اللہ و رسولہ! فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کأنی أنظر إلی کلب أبقع یدغ فی دماء أھل بیتی و کان شمر أبرصھم''۔(کنز العمال فضائل اہل بیت، قتل حسین)

''امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کے دریا پر موجود تھے تو آپ نے شمر کے سینے کی طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ گویا میں اس سفید داغوں والے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل

بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے اور شمر برص کے داغوں والا تھا۔''

چنانچہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے نشانی دیکھ کر فرمایا ہاں یہ بدبختی تیرا ہی مقدر ہے، وہ بدبخت آگے بڑھا اور سر کو تن سے جدا کر دیا۔

سلیمان ابن احمد ابن الطبرانی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لما قتل الحسین بن علی لم یرفع حجر بیت المقدس الا وجد تحته دم عبیط'' (معجم الکبیر، حدیث: ۲۸۳۴)

یعنی جب حسین بن علی کو شہید کر دیا گیا تو بیت المقدس کا جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

امام طبرانی نے امام زہری سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا!

''حسین ابن علی کی شہادت کے دن شام کو جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تو وہ خون آلود ہوتا''

(معجم الکبیر، حدیث: ۲۸۳۵، مجمع الزوائد، ج۹ ص ۱۹۴)

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے علمبردار حضرت عباس رضی اللہ عنہ

سیدنا عباس بن علی، رضی اللہ عنہما سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ گرامی کا نام فاطمہ ام البنین تھا جن کا تعلق عرب کے ایک مشہور و معروف اور بہادر قبیلے بنی کلاب سے تھا۔

وہ اللہ تعالیٰ کی ولیہ تھیں، انہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل تھا اور وہ محدثہ، فقہیہ، معرفت اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم اور علوم ظاہری و باطنی کی حامل تھیں۔

حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما اپنی بہادری اور شیر دلی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ اپنے بھائی امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کی وفاداری واقعہ کربلا کے بعد ایک ضرب المثل بن گئی۔

اسی لیے وہ شہنشاہِ وفا کے طور پر مشہور ہیں۔ اُن کو افضل الشہدا، باب الحوائج، قمر بنی ہاشم، علمدار کربلا، غازی، سقائے سکینہ رضی اللہ عنہا بھی کہا جاتا ہے

ولادت باسعادت

سیدنا عباس بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت چار شعبان المعظم ۲۶ ھ کو ہوئی۔ انھوں نے اس وقت تک آنکھ نہیں کھولی جب تک ان کے بھائی سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا۔ بچپن ہی

سے انھیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت مودت محبت اور عقیدت تھی۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس عظیم الشان بچے کا نام عباس رکھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تاریخ تولد کے سلسلے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن معروف یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت جمعہ کے دن چار شعبان سال ۲۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

ابتدائی زندگی

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی تربیت و پرورش کی تھی۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فن سپہ گری، جنگی علوم، معنوی کمالات، مروجہ اسلامی علوم و معارف خصوصاً علم فقہ حاصل کیے۔

۱۴ سال کی معمولی عمر تک وہ ثانی حیدر رضی اللہ عنہ کہلانے لگے۔ اسی بنا پر اُنہیں ثانی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما بچوں کی سرپرستی، کمزوروں اور لاچاروں کی خبر گیری، تلوار بازی اور مناجات وعبادت سے خاص شغف رکھتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ گویا ان کی تعلیم و تربیت خصوصاً کربلا کے لیے ہوئی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کی خبر گیری اور فلاح و بہبود کے لیے خاص طور پر مشہور تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کا لقب حاصل ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نمایاں ترین خصوصیت "ایثار و وفاداری" ہے جو ان کے روحانی کمال کی بہترین دلیل ہے۔ وہ اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے عاشق و گرویدہ تھے اور سخت ترین حالات میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

لفظ ''وفا'' ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہے اور اسی لیے ان کا ایک لقب شہنشاہِ وفا ہے۔ آپ عرب اور بنو ہاشم کے خوبصورت ترین ہستیوں میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کو قمر بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حسب ونسب

کسی شخص کی شخصیت اس کے حسب ونسب سے بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔ خاندانی اصالت شخصیتوں کی پرورش میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے، تبھی تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک اشتر کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وتوخ منهم اهل التجربة و الحياء من اهل البيوتات الصالحة والقدم فى الاسلام المتقدمة فانهم اكرم اخلاقا و اصح اعراضا و اقل فى المطامع اشرافا و ابلغ فى عواقب الامور نظرا"

"اپنے عمال میں سے ایسے افراد کا انتخاب کرو جو تجربہ کار و غیرت مند ہوں اور ان کا تعلق صالح خاندانوں سے ہو اور وہ اسلام میں اپنی خدمات کی بنا پر پیشی رکھتے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق، بے داغ اور عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔"

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ حسب ونسب پاک ہی گوہر وصدف پاک کو پروان چڑھایا کرتا ہے۔ نسب پاک ہر کسی کے نصیب میں نہیں آتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان خوش قسمت افراد میں سے ایک ہیں جن کو عالم انساب میں وہ برتری حاصل ہے جو کم کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ باپ کی جانب سے علوی و ہاشمی ہیں جو شرف اور کرامت میں بے نظیر ہے جن کا نظیر روی زمین میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔ یوں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہ فقط قمر بنی ہاشم ہیں بلکہ قمر بشریت اور جہان ہستی کا چمکتا ہوا مہتاب ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کی عظمت کے سامنے دوست و دشمن سب سر تسلیم خم کے نظر آتے ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت حزام بن خالد جو ام البنین سے ملقب اور اسی نام سے معروف ہوئیں۔ آپ کی شخصیت عالم اسلام میں بے نظیر مانی جاتی ہے آپ ہی کے چار فرزند کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرما کر تا ابد زندہ وجاوید ہو گئے۔

حضرت ام البنین کا خاندان شرافت و پاکی، سخاوت و شجاعت اور مہمان نوازی میں عرب کے قبائل کے درمیان زبان زد عام و خاص تھا۔ ان کے والدین، دادا، پردادا۔۔۔ بھی انسانی کمالات کے شہرہ آفاق ستارے تھے۔ حضرت ابوالفضل عباس رضی اللہ عنہ نے فضائل وکمالات کو ان دو خاندانوں سے ورثے میں پایا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے القاب

ارباب تاریخ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کئی القاب بیان کیے ہیں، ہم ان میں سے کچھ کا بیان اختصار کے ساتھ ایسے ہے۔

۱۔ ابوالفضل:

ابوالفضل یعنی فضیلتوں کا مالک (باپ)، حضرت عباس علیہ السلام کو شاید ان کی اَن گنت فضائل کی وجہ سے اس لقب سے موسوم کیا گیا ہو یا فضل ان کے کسی بیٹے کا نام تھا جس کی وجہ سے آپ ابوالفضل کہلائے۔

۲۔ ابوالقربہ:

کچھ علما اور مورخین نے آپ کو ابوقربہ (صاحب مشکیزہ) سے ملقب کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عباس نے روز عاشورا چند مرتبہ پانی کا مشکیزہ خیمہ گاہ حسین علیہ السلام تک پہنچایا تھا۔

۳۔ ابوالقاسم:

حضرت عباس علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام قاسم تھا۔ بعض مورخین کے مطابق قاسم نے اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اس بیٹے سے نسبت کی وجہ سے آپ ابوالقاسم کہلائے۔

۴۔ قمر بنی ہاشم:

حضرت عباس علیہ السلام بہت ہی حسین، اور پرکشش چہرے کے مالک تھے۔ حضرت عباس علیہ السلام بہت خوبصورت اور حسین تھے جب وہ ایک درشت ہیکل گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے پاوں زمین سے لگ جاتے تھے۔ انہیں قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ حضرت عباس علیہ السلام بلند قامت جسیم اور خوبصورت جوان تھے، امام حسین علیہ السلام آپ کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

۵۔ سقا:

حضرت عباس علیہ السلام کے محبوب ترین القاب میں سے ایک لقب سقا ہے۔ جب پسر مرجانہ نے خاندان رسالت پر پانی کی بندش کی تو حضرت عباس علیہ السلام نے اپنی بہادری اور دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے کئی بار پانی خیموں تک پہنچایا اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کو سیراب فرمایا۔ اس وظیفے کی انجام دہی میں ہی جام شہادت نوش فرما کر رہتی دنیا تک تاریخ کے اوراق میں سرخ رو ہوئے۔

۶۔ علمدار:

حضرت عباس علیہ السلام کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے لشکر امام حسین علیہ السلام کی سالاری کا منصب آپ ہی کے نصیب میں آیا۔

۷۔عبد الصالح:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت عباس علمبر دار رضی اللہ عنہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''السلام علیک ایها العبد الصالح''

میرا سلام ہو تجھ پر اے بندہ شایستہ۔

۸۔المواسی:

آپ رضی اللہ عنہ کے اثیار اور قربانی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو المواسی کا لقب دیا گیا۔آپ نے دشمن کو بھگا کر پانی تک رسائی حاصل کی لیکن اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی پیاس کو یاد کر کے خود پانی نہیں پیا۔

۹۔باب الحوائج:

یہ لقب ایسا دلنشین ہے کہ آج بھی اہل بیت علیہم الرضوان سے محبت رکھنے والے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اسی لقب سے جانتے اور یاد کرتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات کو پورا کیا کرتے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو باب الحوائج کا نام دیا گیا۔

۱۰۔شہید:

آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہادت

۱۰ محرم کو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کو پیاسے بچوں خصوصاً اپنی چار سالہ بیٹی حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے لیے پانی لانے کا حکم دیا مگر ان کو صرف نیزہ اور علم ساتھ رکھنے کا حکم دیا۔اس کوشش میں انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ کٹوا دیے اور شہادت پائی۔اس دوران میں ان کو پانی پینے کا بھی موقع ملا مگر تین دن کے بھوکے پیاسے شیر نے گوارا نہیں کیا کہ وہ تو پانی پی لیں اور خاندانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاسا رہے۔شہادت کے بعد جیسے باقی شہداء کے ساتھ سلوک ہوا ویسے ہی عباس بن علی کے ساتھ ہوا۔ان کا سر کاٹ کر نیزہ پر لگایا گیا اور جسم مبارک کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔(الکافی ج۱ ص ۲۲)

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار عراق کے شہر کربلا میں ہے جہاں پہلے ان کا جسم دفن کیا گیا اور بعد میں شام سے واپس لا کر ان کا سرانور دفنایا گیا۔

شہدائے کربلا

شہدائے کربلا وہ مظلوم افراد ہیں جو غیر منصفانہ جنگ میں مار دیے گئے ۔جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ وقت کے حاکم کو درست تسلیم نہیں کرتے تھے۔

شہدائے بنی ہاشم

شہدائے کربلا میں بنی ہاشم کے سب شہداء حضرت ابوطالب کے ہی پوتے اور پڑپوتے تھے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے

حسین بن علی (ذبح عظیم) سالار لشکر

عباس بن علی (غازی عباس علمدار)

حضرت جعفر بن علی

حضرت عبداللہ بن علی

حضرت عثمان بن علی

حضرت عمر بن علی

حضرت ابوبکر بن علی

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی کے بیٹے

حضرت ابوبکر بن حسن

حضرت بشر بن حسن

حضرت عبداللہ بن حسن

حضرت قاسم بن حسن

حضرت عمر بن حسن

(حسن مثنیٰ کربلا میں شدید زخمی ہوئے تھے مگر شہید نہیں ہوئے۔)

امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی کے بیٹے

سیدنا علی اکبر بن حسین

سیدنا علی اصغر بن حسین

حضرت عبداللہ بن جعفر و زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے

حضرت عون بن عبداللہ

حضرت محمد بن عبداللہ

عقیل ابن ابی طالب کی اولاد (بیٹے اور پوتے)

حضرت مسلم بن عقیل (جائے شہادت کوفہ)

حضرت عبدالرحمان بن عقیل
حضرت عبداللہ اکبر بن عقیل
حضرت جعفر بن عقیل
حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل
حضرت عون بن مسلم بن عقیل
حضرت محمد بن مسلم بن عقیل
حضرت جعفر بن محمد بن عقیل
حضرت احمد بن محمد بن عقیل
حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل
حضرت حسین بن علی کے اصحاب

دیگر شہدا کرام

ابراہیم بن حضین اسدی
ابوحتوف بن حارث انصاری
ابو عامر نہشلی
اسلم ترکی مولی و (خادم امام حسین)
ادہم بن امیہ عبدی
امیہ سعد طائی
انس بن حارث کاہلی
انیس بن معقل اصبحی
بریر بن خضیر ہمدانی
بشر بن عبداللہ حضرمی
بکر بن حی تیمی
جابر بن حجاج تیمی
جبلہ ابن علی الشیبانی
جنادہ بن حارث ہمدانی
جنادہ بن کعب انصاری
جندب بن حجیر خولانی
جون بن حوی مولی
جوین بن مالک تیمی
حارث بن امرؤالقیس کندی
حارث بن نبہان
حباب بن حارث
حباب بن عامر شعبی
حبشی بن قیس نہمی
حبیب بن مظاہر (یا ابن مظہر)
حجاج بن بدر سعدی
حجاج بن مسروق جعفی
حر بن یزید ریاحی دشمنوں کے لشکر سے آئے
حلاس بن عمر وراسبی
حنظلہ بن اسعد الشبامی

حنظلہ بن عمرو شیبانی | رافع مولی مسلم بن کثیر ازدی
زاہر بن عمرو کندی | زہیر بن بشر خثعمی
زہیر بن سلیم ازدی | زہیر بن قین بجلی
زیاد بن عریب صادی | سالم (غلام بنی مدینہ کلبی)
سالم غلام عامر بن مسلم عبدی | سعد بن حارث انصاری
سعد (غلام سیدنا علی المرتضیٰ) | سعد غلام عمرو بن خالد صیداوی
سعید بن عبداللہ حنفی | سلمان بن مظارب بجلی
سلیمان (غلام امام حسین رضی اللہ عنہ)

سوار بن منعم نہی یا سوار بن حمیر جابری کربلا میں زخمی ہونے کے بعد گرفتار ہوئے، بعد میں شہید ہو گئے۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع | سیف بن حارث جابری
شوذب مولی عابس ابن شبیب الشاکری | ضرغامہ ابن مالک التغلبی
عائذ بن مجمع عائذی | عابس بن ابی شبیب شاکری
عابر بن حساس بن شریح | عامر بن مسلم عبدی
عباد بن مہاجر جہنی

عبدالاعلی بن یزید کلبی (واقعہ کربلا سے پہلے اعانت مسلم کے جرم میں کوفہ میں شہید کیے گئے)

عبدالرحمن ارجبی بعض جگہ آپ کا نام (عبدالرحمن ارجبی) لکھا ہے

عبدالرحمان بن عبدرب انصاری | عبدالرحمن بن عروہ غفاری
عبدالرحمن بن مسعود تیمی | عبداللہ بن ابی بکر
عبداللہ بن بشر خثعمی | عبداللہ بن عروہ غفاری

عبداللہ بن عمیر بن حباب کلبی کئی دوسرے نام جیسے: (وہب بن حباب کلبی)

عبداللہ بن یزید کلبی | عبیداللہ بن یزید کلبی
عقبہ بن صلت جہنی

عمارہ بن صلخب ازدی (واقعہ کربلا سے پہلے اعانت مسلم کے جرم میں کوفہ میں شہید کیے گئے)

عمران بن کعب بن حارثہ اشجعی | عمار بن حسان طائی

عمار بن سلامہ دالانی

عمرو بن خالد عبداللہ جندعی کربلا میں زخمی ہوئے بعد میں شہید ہو گئے

عمرو بن خالد ازدی	عمرو بن خالد صیداوی
عمرو بن قرظہ انصاری	عمرو بن مطاع جعفی
عمرو بن جنادہ انصاری	عمرو بن ضبیعہ ضعبی
عمرو بن کعب، ابوثمامہ صائدی	قارب مولی حسین بن علی
قاسط بن زہیر تغلبی	قاسم بن حبیب ازدی
کردوس بن زہیر التغلبی	کنانہ بن عتیق تغلبی
مالک بن دودان	مالک بن عبداللہ بن سریع جابری
مجمع جہنی	مجمع بن عبداللہ عائذی
محمد بن بشیر حضرمی	مسعود بن حجاج تیمی
مسلم بن عوسجہ اسدی	مسلم بن کثیر ازدی

مقسط بن زہیر تغلبی (یا مقسط بن عبداللہ بن زہیر)

منجح مولی حسین بن علی

موقع بن ثمامہ اسدی کربلا میں زخمی ہوئے بعد میں شہید ہو گئے۔

نافع بن ہلال جملی	نصر
نعمان بن عمرو راسبی	نعیم بن عجلان انصاری
واضح رومی مولی حارث سلمانی	ہفہاف بن مہند راسبی
یزید بن ثبیط عبقی	یزید بن زیاد بن مہاصر کندی
یزید بن مغفل جعفی	

اگر بنی ہاشم کے شہدا کو ملا کر شمار کیا جائے تو شہدائے کربلا کی تعداد ۱۳۶ ہو جائے گی۔ اور اگر قیس بن مسہر صیداوی، عبداللہ بن یقطر اور ہانی بن عروہ جو واقعہ کربلا سے پہلے کوفہ میں شہید کیے گئے تھے کو بھی اس واقعہ سے مربوط کر کے شمار کیا جائے تو کل تعداد ۱۳۹ ہو گی۔

نوٹ: یہ ۱۴۰ ناموں کی فہرست ہے بعض کتب ۱۰۸ نام اور بعض میں کم یا زیادہ نام ملتے ہیں۔ اس

فہرست میں بنی ہاشم (کے ۲۵ سے زیادہ شہداء) اور غلاموں (۳۰ کے قریب) نیز دیگران (جیسے یوم عاشورہ سے پہلے کے شہداء وغیرہ یا دشمنوں کے لشکر سے آنے والے شہداء ۱۰ کے قریب) کو شمار نہ کیا جائے تو مشہور تعداد ۷۲ کے قریب ہی بنتی ہے۔

شرکائے کربلا رضی اللہ عنہم کا مختصر تعارف

یوں تو تمام شرکائے کربلا قابل صد تحسین ہیں، مگر ان میں جنہوں نے امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جامِ شہادت نوش کر کے ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے ہیں ان کا مقام ومرتبہ یقیناً بہت بلند و بالا ہے، کیونکہ وہ عزم واستقامت کے کوہِ غیر متزلزل بن کر ایفائے عہد کو نبھاتے رہے اور جام شہادت نوش کیا۔ ان تمام کے اسمائے گرامی جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں کر دیا گیا ہے۔ ان اسمائے گرامی سے ایک بات جو بالکل عیاں ہے وہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت خصوصًا خلفائے راشدین سے محبت ڈھکی چھپی نہیں رہتی، آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے اسمائے گرامی خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی پر ہیں جو یقیناً اہلِ بیت اطہار کی خلفائے راشدین سے واضح محبت کی بین دلیل ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لازوال محبت بھی عیاں اور واضح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام نامی پر رکھے۔ بڑے، منجھلے اور چھوٹے تینوں بیٹوں کا نام علی رکھا۔ پھر پہچان کے لئے علی اکبر، علی اوسط (امام زین العابدین) اور علی اصغر کہا جانے لگا۔ کتاب کی طوالت کے خوف سے ذیل میں صرف چند شہدائے کربلا کا مختصر تعارف ذکر کیا جائے گا۔

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام بنین کے بیٹے تھے. وہ واقعہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ساتھی کی حیثیت سے موجود تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انکا نام اپنے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رکھا تھا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان سے بہت محبت تھی. بالآخر وہ کربلا میں ہانی ابن ثبیث کے ہاتھوں اپنے بھائی حضرت عباس، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ۲۱ سال کی عمر میں شہید ہوئے.

حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما

آپ رضی اللہ عنہ علمبرارِ کربلا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ اُم البنین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔

واقعہ کربلا میں ہانی بن ثبیث حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، سیدنا امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو القاسم ہے جبکہ بقول ابن خداع نسابہ مصری آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ (المجدی ص ۷، الشجرہ المبارکہ ص ۲۰۳، عمدہ الطالب ص ۳۶۲)

آپ رضی اللہ عنہ صاحب کلام، صاحب فصاحت، بلاغت، سخاوت اور پاکدامن تھے۔ بعض مورخین نے آپ کا نام عمرو الاطرف بن علی بھی بتایا ہے۔

(عمرو الاطرف بن علی، لمؤلفہ الاستاذ عبداللہ بن علی الرستم الاحسائی ص ۴۰)

ولادت

آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت کے بارے میں یقینی معلومات میسر نہیں، مورخین کے مطابق آپ کی ولادت خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

نسب

عمر بن علی بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

والدین

آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت صہبا بن ربیعہ تغلبیہ کے فرزند تھے جو جنگ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ جبکہ بعض کے نزدیک معرکہ عین التمر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ جنہیں بعد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے عقد میں لے لیا۔

(الطبقات الکبری، ج ۳،ص ۱۱۴، تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ا،جمہرۃ العرب، ج ا،ص ۳۱)

برادران وخواہران

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بی بی صہبا بن ربیعہ تغلبیہ سے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ایک عمر اور دوسری رقیہ کبری۔رقیہ کا عقد بعد میں حضرت مسلم بن عقیل سے ہوا۔(سیرت امیر المومنین امام علی، جلد اول،ص ۱۸۱)

(حسن بن علی۔حسین بن علی۔محمد بن حنفیہ۔عباس بن علی۔محمد الاصغر بن علی۔عثمان بن علی۔ابو بکر بن علی۔ زینب بنت علی۔ام کلثوم بنت علی۔رملہ بنت علی۔جمانہ بنت علی ودیگر)

اولاد

بقول الشیخ ابوالحسن عمری آپ کے تین فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

(۱)محمد بن عمر (۲) علی بن عمر (۳) ابوابراہیم اسماعیل بن عمر (۴) ام موسیٰ بنت علی (۵) ام یونس بنت علی (۶) ام حبیب۔

ام یونس اور ام موسیٰ ان دونوں کی والدہ حضرت اسماء بنت عقیل بن ابی طالب تھیں اور ام حبیب کی والدہ ام عبداللہ بنت عقیل بن ابی طالب تھیں۔(مدرک الطالب، ج ۲،ص ۱۸۱)

اخلاق واوصاف

آپ فصیح اور بلیغ زبان کے مالک تھے اور اہل سخاوت اور پاکدامن تھے۔کہتے ہیں: ایک دن آپ قحط سالی کے دور میں قبیلہ بنی عدی کے پاس سے گزر رہے تھے اس قبیلہ کے بزرگ آپ کے پاس آئے اور آپ سے گفتگو کی۔اسی ہنگام ایک مناسب لباس پہنے ہوئے ایک شخص سامنے سے گزرا۔آپ نے پوچھا یہ مرد کون ہے؟ کہا: سالم بن رقیہ ہے اور بنی ہاشم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں رکھتا۔آپ نے اسے بلایا اور اس سے اس کے بھائی سلیمان بن رقیہ کے بارے میں پوچھا۔اس کے بعد آپ کے اچھے اخلاق اور واضح استدلالات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کا بنی ہاشم کی نسبت عقیدہ متغیر ہوگیا۔آپ نے وہاں سے رخصتی کے وقت اپنا تمام زادسفر اس قبیلہ والوں کے درمیان تقسیم کردیا اور ان کے جانے کے چوبیس گھنٹے بعد اس سرزمین پر باران رحمت نازل ہوئی۔اہل قبیلہ نے ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور کہا: اس آدمی کا آنا اور جانا سب سے زیادہ مبارک رہا ہے۔آپ جب تک زندہ رہے سالم کو اپنے ہدایا تقدیم کرتے رہے آپ کے دنیا سے جانے کے بعد

سالم نے آپ کی شان میں قصیدہ پڑھا جس کا مضمون یہ ہے: ''خدا کا سلام اس قبر پر جو اولاد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں سے ہے جو بعد نبی بہترین جانشین تھے۔ آپ سب سے زیادہ سخی اور عالم ہیں آپ کا ہمارے قبیلہ میں آنا اور واپس جانا دونوں مبارک تھا۔''

تنازع صدقات

آپ رضی اللہ عنہ اول تھے جنہوں نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی پھر بعد میں حجاج بن یوسف کی بیعت کی۔ بقول جمال الدین ابن عنبہ کے حجاج بن یوسف چاہتا تھا کے عمر الاطرف بن امیر المومنین کو حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی ولی صدقات امیر المومنین میں شریک قرار دے مگر حسن مثنیٰ جو ولی صدقات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب تھے نے قبول نہ کیا۔ جبکہ شیخ مفید کے بقول آپ کا امام زین العابدین کے ساتھ صدقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بارے نزاع رہا۔ بعض نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کو تقیہ قرار دیا ہے۔

(الارشاد، ج ۲، ص ۱۴۹، شرح الاخبار، ج ۳، ص ۱۸۴ تا ۱۹۱)

نسل

آپ کی نسل بقول ابن عنبہ آپ کے فرزند ''محمد'' سے جاری ہے جس کی آگے ۸ اولادیں ہوئیں جن میں سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ آپ کی اولاد کثرت سے بعد میں سندھ، ہند، خراسان، عراق، شام، یمن، ایران، ملتان میں پھیل گئی جن میں سے علما، محدثین، زاہد، ادیب پیدا ہوئے۔

ہندستان اور پاکستان میں آپ کی اولاد ''علوی'' کے عنوان سے پہچانی چھاتی ہے۔ گو اس خطہ میں محمد بن حنفیہ اور عباس بن علی کی اولادیں بھی اسی عنوان سے موجود ہیں جن کے بیچ شجرہ کو لے کر تنازع موجود ہے۔ (مدرک الطالب، ج ۲، ص ۱۸۲)

وفات

آپ کی وفات اور شہادت کے حوالے سے دو قول ملتے ہیں۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ کربلا میں شریک تھے اور اپنے بھائی امام حسین بن علی کے ساتھ شہید ہوئے۔ جبکہ بعض نے نقل کیا ہے کہ آپ ۷۵ یا ۷۷ سال کی عمر میں ینبع، مدینہ کے مقام پر وفات پا گئے۔ (الاخبار الطوال، ص ۳۰۷)

کتاب ناسخ التواریخ کے مؤلف کہتے ہیں کہ امیر المومنین امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ۱۸ فرزند

تھے جن میں سے دو کے نام عمر تھے۔ ایک عمر الاکبر (جو عمر الاطرف کے نام سے مشہور ہیں) اور دوسرے عمر الاصغر۔

عمر الاصغر کی والدہ ام حبیب تھیں جبکہ عمر الاکبر کی والدہ صہبا تغلبیہ تھیں۔ صاحب کتاب ناسخ کے مطابق کربلا میں شہید ہونے والے عمر دراصل ''عمر الاصغر'' تھے۔

کتاب ''نفس المهموم'' نے مشہور مورخین کے ینبع کی جانب قول کو ترجیح دی ہے۔ بعض دوسری روایتوں کے مطابق آپ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مسکن نامی جگہ قتل ہوئے جہاں ۷۲ ہجری قمری میں بنی امیہ کے حاکم عبدالملک بن مروان اور مصعب بن زبیر کے بیچ جنگ ہوئی اور وہ بھی اس میں قتل ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ، لابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۰)

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کی عمر ۲۳ برس تھی اور واقعہ کربلا میں خولی کے تیر سے گھائل ہو کر زخمی ہوئے اور قبیلہ ابان بن وارم کے ایک شخص کی تلوار سے شہید ہوئے۔

شہادت

آپ رضی اللہ عنہ کربلا میں امام عالی مقام کے ہمراہ فوج یزید کے مقابل بہادری سے لڑے اور خولی بن یزید الاصبحی کے ایک تیر سے زخمی ہوئے اور قبیلہ ابان بن حازم کے اک شخص نے۔ آپ کو شہید کر دیا،۔ آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے لڑ رہے تھے:

(بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۷)

إنی أنا عثمان ذو المفاخر　　شیخی علی ذو الفعال الظاهر
وابن عم للنبی الطاهر　　أخی حسین خیرة الأخایر
وسید الکبار والأصاغر　　بعد الرسول والوصی الناصر

میں عثمان صاحب مفاخر ہوں میرے بزرگوار علی المرتضیٰ صاحب فعال وظاہر ہیں اور نبی اکرم جو طاہر ہیں کے چچا زاد ہیں اور میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ جو تمام بہترین سے بہترین بڑوں اور چھوٹوں کے سردار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد۔

نوٹ: یہاں نسبی سرداری مراد ہیں ورنہ امت کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما

ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما کا نام کربلا کے شہیدوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام لیلی بنت مسعود بن خالد تمیمی ہے۔ بعض منابع میں روز عاشورا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آپ کو پہلا شہید شمار کیا گیا ہے۔

تعارف

بعض نے آپ کا نام ''عبداللہ'' بتاہا ہے۔

(ابن اعثم، الفتوح، ج ۵، ص ۱۱۲، المجدی، ص ۱۱۵)

اور بعض نے ''عبیداللہ'' لکھا ہے۔ (وسیلہ الدارین، ص ۲۵۵)

جبکہ بعض ''محمد اصغر'' کہتے ہیں۔

(التنبیہ والاشراف، ص ۲۷۵؛ الارشاد، ج ۱، ص ۲۵۴)

قول مشہور کی بنا پر آپ کی والدہ کا نام لیلی بنت مسعود نہشلی ہے۔

(الطبقات الکبری، ج ۳، ص ۱۴، المعارف، ص ۲۱۰،)

اور ایک قول کی بنا پر فاطمہ بنت حزام کلبی ام البنین بھی مذکور ہوا ہے۔

(الامامہ والسیاسہ، ج ۲ ص ۶)

شہادت

بعض تاریخ کتب نے انہیں کربلا کے شہیدوں میں سے شمار کیا ہے۔

(تاریخ خلیفہ، ص ۱۴۵، المنتظم، ج ۵، ص ۶۹، الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۲، لباب الانساب، ج ۱، ص ۳۹۹)

جبکہ طبری، ابو الفرج اصفہانی، ابن شہر آشوب ان کی کربلا میں شہادت کے متعلق مشکوک ہیں۔ (تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۴)

شیخ مفید نے ان کا نام کربلا کے شہیدوں میں ذکر کیا ہے لیکن ابوبکر کو محمد اصغر کی کنیت کہا ہے۔ (الارشاد، ج ۱، ص ۳۵۵)

بعض نے انہیں حضرت علی کی اولاد میں سے پہلا شہید کہا ہے جو اجازت لینے کے بعد میدان جہاد کی طرف روانہ ہوئے۔(ابن اعثم الفتوح، ج۵،ص ۱۱۲)

امام باقر علیہ السلام کی روایت کے مطابق ہمدان قبیلے کے شخص نے انہیں شہید کیا ہے۔

(مقاتل الطالبین،ص۸۶،لباب الانساب، ج۱،ص۳۹۹)

ایک اور نقل کے مطابق زجر بن قیس غنوی ان کا قاتل ہے۔

(الارشاد، ج۱،ص۳۵۵،،ابن اعثم ،الفتوح، ج۵،ص ۱۱۲)

جبکہ بعض نے کہا ہے کہ ان کی نعش پانی کے ایک نالے میں پائی گئی اور ان کا قاتل نامعلوم شخص ہے۔(قاتل الطالبین،ص۸۶)۔

بعض نے ان کا مدفن ''گنج شہدا'' کہا ہے۔(لباب الانساب، ج۱،ص۳۹۹)

تاریخی مستندات میں ان کی اولاد مذکور نہیں ہے۔

(لطبقات الکبری، ج ۳،ص ۱۴)،تاریخ یعقوبی، ج ۳،ص ۲۱۳)

حضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہما

حضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہ ،حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے تھے،حضرت حسن رضی اللہ عنہ ،حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوتے تھے۔۶۱ ہجری میں اپنے چچا۔ امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ میدان کربلا میں موجود تھے،کربلا میں عبداللہ بن عقبہ غنوی کے تیر سے شہید ہوئے ،ابوبکر کی شہادت قاسم بن حسن کے بعد ہوئی تھی۔

نسب

ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن لوی بن غالب، غالب بن فہر بن مالک بن قریش بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔۔(قاموس الرجال ،محمد تقی التستری۔)

آپ رضی اللہ عنہ کے والد حسن ابن علی ہیں اور حسن بن علی کی زوجہ ام ولد ہیں

(طبری ،تاریخ، ج۵،ص ۴۶۸،مقاتل الطالبین ،ص ۹۲)

یا رملہ(قاتل الطالبیین ،ص ۹۲ ،ابصار العین ،ص ۲۷)آپ کی والدہ ہیں۔

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما آپ کے بھائی ہیں جو کربلا میں آپ سے پہلے شہید ہوئے تھے۔

حضرت بشر بن حسن رضی اللہ عنہما

بشر بن حسن رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوتے اور امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو عاشورا کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ کی فوج کے شہدا میں شمار کیا جاتا ہے لیکن کوئی بھی دستاویز ان کی دشمن کی فوج کے ہاتھوں شہادت بارے نہیں بتاتی۔

پہلی بار انہیں ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا کی فہرست میں درج کیا ہے۔امام حسن کے ۲۰ بیٹوں میں سے ۷ نے کربلا کی جنگ میں حصہ لیا جن میں بشر بھی ہیں۔

تمام بھائی جنگ میں شہید ہوئے۔ بشر کی شہادت بارے ابن شہر آشوب لکھتا ہے: ''یہ بتایا جاتا ہے کہ بشر بھی شہید ہوئے۔''

بشر بن حسن کے بھائیوں میں جو کربلا میں موجود تھے: حضرت عمرو بن حسن (جو بچے تھے اور کربلا میں شہید ہوئے) حضرت حسن بن حسن (جو حسن مثنیٰ کے نام سے مشہور ہیں)، قاسم بن حسن (جو کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے)، عبداللہ بن حسن، عبداللہ اصغر۔

حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن الحسن بن علی بن أبی طالب (توفی فی 61ھ/ 680ء) فرزند امام الحسن بن علی تھے اور معرکۂ کربلا میں امام حسین کے ہمراہ شریک ہوئے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حسن ابن علی اور بنت شکیل بن عبداللہ بجلی کے فرزند تھے۔آپ کے نانا صحابی رسول تھے۔ واقعہ کربلا میں سن بلوغت تک نہ پہنچے تھے مگر بے مثال شجاعت کے مالک تھے۔ 14 دشمنوں کو قتل کر کے ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب

عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام ولد تھیں۔

میدان کربلا میں

بحر بن کعب نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس کم سن شہسوار کو شہید کیا، کہا جاتا ہے حرملہ نے تلوار کے وار

۱۱امام علیہم الرضوان کے فرزند حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قطع کیے "وھو فی حجر عمه الحسین" (آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسین
۱۱ سال کے
رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے) وقت شہادت آپ کی عمر صرف ۱۱ سال تھی۔
آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے:(

إن تنکرونی فأنا ابن حیدرة
ضرغام آجام ولیث قسورة
علی الأعادی مثل ریح صرصرة

(شرح الاخبار ج ۳، ص ۱۸۰)

حضرت عمر بن حسن رضی اللہ عنہما

حضرت عُمر بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں کہ جو کربلا میں موجود تھے اور واقعہ کربلا کے بعد اسیر ہوئے۔

ام ونسب

بعض نے ان کا نام عُمر ولکھا ہے۔ (ابن حبان، الثقات، ج ۲، ص ۳۱۱)
بعض انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا سمجھتے ہیں۔

(ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۲۵۹)

لیکن مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے ہیں اور ان کی ماں ام ولد تھیں۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۸)

میدانِ کربلا میں

بعض مورخین کے نزدیک وہ کم سنی میں ہی کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

(متقل الحسین، ج ۲، ص ۴۸)

لیکن بعض ان کی شہادت کو تردید کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

(ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۲۵۹)

اکثر مؤرخین ان کی کربلا میں اسیری کے قائل ہیں جیسا کہ مقاتل الطالبیین میں آیا ہے: امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل بیت اسیر ہوئے اس میں عمر، زید اور حسن بن علی کے فرزند حسن بھی شامل تھے۔

(مقاتل الطالبیین، ص ۱۱۹)

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

حسن مثنیٰ یا الحسن المثنی بن حسن بن علی بن ابی طالب الھاشمی القرشی (پیدائش: ۱۹ مئی ۶۵۰، وفات ۱۶ مارچ ۷۱۶ء) امام حسن بن علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔

سید حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سلسلہ قادریہ کے بانی شیخ عبد القادر جیلانی کے آباء اجداد میں سے ہیں۔

ان کی ولادت ۱۲ رمضان ۲۹ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اپنے والد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔

۱۷ رجب ۹۷ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی انکی قبر جنت البقیع میں ہے۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ ۵۷)

سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبد اللہ بن حسین رضی اللہ عنہ (پیدائش: ۱۱۴ اپریل ۶۸۰ء شہادت ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) جو عام طور پر علی اصغر کے نام سے جانے جاتے ہیں، امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ وہ واقعہ کربلا میں شہید ہونے والوں میں سے ایک تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو علی اصغر، طفل صغیر، شیر خوار، شش ماہہ، باب الحوائج، طفل رضیع کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔

دس رجب المرجب حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت ہے۔

حضرت عبد اللہ رضیع یا علی اصغر سید الشہداء حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کے فرزند کا نام ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا امراء القیس کی دختر تھیں۔ آپ ساٹھ ہجری قمری کو اس دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کربلا کے ایک درخشاں چہرے، مظلومیت کی سب سے مظلوم سند اور شہادت کا معتبر ترین زاویہ ہیں۔ تاریخ نے آپ سے زیادہ مظلوم شہادت کسی کی بھی نہیں دیکھی۔

آپ کو عاشور کے دن آپ کے والد گرامی کی آغوش میں حرملہ نے اس وقت تیر مارا جب وہ اپنی تشنگی بجھانے کے لیے پانی کا تقاضا کر رہے تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد اطہر کو خیمہ گاہ کے نزدیک قبر کھود کر سپرد خاک کر دیا۔

(مقاتل الطالبیین، ص۱۱۹)

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

حسن مثنیٰ یا الحسن المثنی بن حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی القرشی (پیدائش: ۱۹ مئی ۶۵۰ء، وفات ۱۶ مارچ ۷۱۶ء) امام حسن بن علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔

سید حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سلسلہ قادریہ کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے آباء اجداد میں سے ہیں۔

ان کی ولادت ۱۲ رمضان ۲۹ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اپنے والد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔

۱۷ رجب ۹۷ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی انکی قبر جنت البقیع میں ہے۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ ۵۷)

سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ (پیدائش: ۱۴ اپریل ۶۸۰ء شہادت ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) جو عام طور پر علی اصغر کے نام سے جانے جاتے ہیں، امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ وہ واقعہ کربلا میں شہید ہونے والوں میں سے ایک تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو علی اصغر، طفل صغیر، شیر خوار، شش ماہہ، باب الحوائج، طفل رضیع کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔

دس رجب المرجب حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت ہے۔

حضرت عبداللہ رضیع یا علی اصغر سید الشہداء حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کے فرزند کا نام ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا امراءالقیس کی دختر تھیں۔ آپ ساٹھ ہجری قمری کو اس دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کربلا کے ایک درخشاں چہرے، مظلومیت کی سب سے مظلوم سند اور شہادت کا معتبر ترین زاویہ ہیں۔ تاریخ نے آپ سے زیادہ مظلوم شہادت کسی کی بھی نہیں دیکھی۔

آپ کو عاشور کے دن آپ کے والد گرامی کی آغوش میں حرملہ نے اس وقت تیر مارا جب وہ اپنی تشنگی بجھانے کے لیے پانی کا تقاضا کر رہے تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد اطہر کو خیمہ گاہ کے نزدیک قبر کھود کر سپرد خاک کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات

ولادتِ باکرامت:

راکبِ دوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، جگر گوشہ مرتضیٰ ، دلبندِ فاطمہ ، سلطانِ کربلا ، سید الشھداء ، امام عالی مقام ، امام عرش مقام ، امام ہمام ، امام تشنہ کام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سراپا کرامت تھے حتی کہ آپ کی ولادت باسعادت بھی باکرامت ہے۔ حضرت سیدی عارف باللہ نورُ الدّین جامی قدس سرہ السامی ''شواہد النبوۃ'' میں فرماتے ہیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت چار شعبان المعظم ۴ھ کو مدینۃ المنورۃ زادھا اللہ شرفاً وتعظیما میں منگل کے دن ہوئی۔

منقول ہے کہ امامِ پاک رضی اللہ عنہ کی مدت حمل چھ ماہ ہے۔ حضرت سیدنا یحیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا بچہ زندہ نہ رہا جس کی مدت حمل چھ ماہ ہوئی ہو۔ (شواہد النبوۃ، ۲۲۸، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

مرحبا سرورِ عالم کے پسر آئے ہیں
سیدہ فاطمہ کے لختِ جگر آئے ہیں
واہ قسمت کہ چراغِ حرمین آئے ہیں
اے مسلمانو! مبارک کہ حسین آئے ہیں

رُخسار سے انوار کا اظہار

حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی مزید فرماتے ہیں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی مبارک پیشانی اور دونوں مقدس رخسار سے انوار نکلتے اور قرب وجوار ضیابار (یعنی روشن) ہو جاتے۔ (ایضاص ۲۲۸)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کنویں کا پانی اُبل پڑا!

حضرتِ سیدنا امامِ عالی مقام امام حُسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ (زادھما اللہ شرفا

و تعظیما) کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت سیدنا ابنِ مُطیع علیہ رحمۃ اللہ البدیع سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے عرض کی میرے کنویں میں پانی بہت ہی کم ہے، برائے کرم! دُعائے بَرَکت سے نواز دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کنویں کا پانی طلب فرمایا۔ جب پانی کا ڈول حاضر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منہ لگا کر اُس میں سے پانی نوش کیا اور کُلّی کی۔ پھر ڈول کو واپس کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۱۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلبیت (رضی اللہ عنہم)
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

گھوڑے نے بدلگام کو آگ میں ڈال دیا

امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ ہُمام، امامِ تِشنہ کام، حضرتِ سیدُنا امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یومِ عاشُورا یعنی بروز جُمُعَۃُ المبارک ۱۰ مُحَرَّمُ الحرام ۶۱ھ کو یزیدیوں پر اتمامِ حُجّت کرنے کیلئے جس وَقت میدانِ کربلا میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے مظلوم قافلے کے خیموں کی حفاظت کے لئے خندق میں روشن کردہ آگ کی طرف دیکھ کر ایک بدزبان یزیدی (مالک بن عُروہ) اس طرح بکواس کرنے لگا، ''اے حسین! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی!''

حضرت سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کَذَبتَ یا عَدُوَّ اللہ یعنی اے دشمنِ خدا! تو جھوٹا ہے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ معاذ اللہ عزوجل میں دوزخ میں جاؤں گا!'' امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قافلے کے ایک جاں نثار جوان حضرت سیدنا مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اُس منہ پھٹ بدلگام کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ ہماری طرف سے حملے کا آغاز نہیں ہونا چاہئے۔ پھر امام تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے دستِ دُعا بلند کر کے عرض کی: اے ربِ قہار! عزوجل اس نابکار کو عذابِ نار سے قبل بھی اس دنیائے ناپائیدار میں آگ کے عَذاب میں مبتلا فرما۔'' فوراً دعا مستجاب (قبول) ہوئی اور اُس کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے ایک سوراخ پر پڑا جس سے گھوڑے کو جھٹکا لگا اور بے ادب و گستاخ یزیدی گھوڑے سے گرا، اُس کا پاؤں رَکاب میں اُلجھا، گھوڑا اُسے گھسیٹتا ہوا دوڑا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ اور بدنصیب آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سجدہ شکر ادا کیا، حمد الٰہی بجالائے اور عرض کی: یا اللہ عزوجل تیرا شکر ہے کہ تُو نے آلِ رسول کے گستاخ کو سزا دی۔'' (سوانح کربلا ص ۸۸)

اہلبیت پاک سے بے باکیاں گستاخیاں

لعنۃ اللہ علیکم اے دشمنانِ اہل بیت

سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا

گستاخ و بدلگام یزیدی کا ہاتھوں ہاتھ بھیانک انجام دیکھ کر بھی بجائے عبرت حاصل کرنے کے اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتے ہوئے ایک بے باک یزیدی نے بکا: آپ کو اللہ کے رسول ﷺ سے کیا نسبت؟ یہ سن کر قلبِ امام کو سخت ایذا پہنچی اور تڑپ کر دُعاء مانگی: "اے ربِ جبار عزوجل اس بدگفتار کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔

دعا کا اثر ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوا اُس بکواسی کو ایک دم قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی فوراً گھوڑے سے اُتر کو ایک طرف کو بھاگا اور برہنہ ہو کر بیٹھا، ناگاہ ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا، نہایت ہی ذلت کے ساتھ اپنے لشکریوں کے سامنے اس بدزبان کی جان نکلی۔ مگر ان سنگ دلوں اور بے شرموں کو عبرت نہ ہوئی اس واقعہ کو بھی ان لوگوں نے اتفاقی امر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ (سوانح کربلا ص ۸۹)

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے

زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

گستاخِ حُسین پیاسا مرا

یزیدی فوج کا ایک سخت دل مُزنی شخص امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر یوں بکنے لگا: ''دیکھو تو سہی دریائے فُرات کیسا موجیں مار رہا ہے، خدا کی قسم تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم یوں ہی پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔''

امامِ تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رب الانام عزوجل میں عرض کی، اللھم امتہ عطشانا۔ یعنی یا اللہ عزوجل اِس کو پیاسا مار۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعا مانگتے ہی اس بے حیا مزنی کا گھوڑا بدک کر دوڑا مزنی پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگا، پیاس کا غلبہ ہوا اس شدت کی پیاس لگی کہ العطش! العطش! یعنی ہائے پیاس ہائے پیاس! پکارتا تھا مگر جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ

اسی شدت پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (سوانح کربلا ص ۹۰)

ہاں مجھ کو رکھو یاد میں حیدر کا پسر ہوں
اور باغِ نبوت کے شجر کا میں ثمر ہوں
میں دیدۂ ہمت کے لئے نورِ نظر ہوں
پیاسا ہوں مگر ساقیٔ کوثر کا پسر ہوں

معلوم ہوا کہ خداوندِ غفور عزوجل کو امامِ پاک رضی اللہ عنہ کی بے ادبی قطعاً نامنظور ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا بدگو دونوں جہاں میں مردود و مطرود ہے۔

گستاخانِ حُسین کو دنیا میں بھی دردناک سزاؤں کا سامنا ہوا اور اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے۔

صدرُ الافاضل حضرت علامہ مولٰینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی بعض گستاخانِ حسین کے ہاتھوں ہاتھ ہونے والے عبرت ناک بدانجام کے واقعات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: فرزندِ رسول کو یہ بات بھی دکھادینی تھی کہ اس کی مقبولیتِ بارگاہِ حق عزوجل پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوصِ کثیرہ واحادیث شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمامِ حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے۔

اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اُس نے اِنھیں اندھا بنا دیا۔ (سوانحِ کربلا)

نور کا ستون اور سفید پرندے

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے سرِ منور سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔ اہلِ بیت علیہم الرضوان کے قافلے کے بقیہ افراد ۱۱ محرم الحرام کو کوفہ پہنچے جب کہ شہدائے کربلا علیہم الرضوان کے مبارک سر اُن سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور رُسوائے زمانہ یزیدی بدبخت خولی بن یزید کے پاس تھا یہ مردود رات کے وقت کوفہ پہنچا۔ قصرِ امارت (یعنی گورنر ہاؤس) کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

یہ سرِ انور کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ ظالم نے سرِ انور کو بے ادبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر اُلٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی نوار کے پاس جا کر کہا میں تمہارے لئے زمانے بھر کی دولت لایا

۱۱امام علیہ الرضوان

ہوں وہ دیکھ حسین بن علی کا سر تیرے گھر پڑا ہے۔ وہ بگڑ کر بولی: تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سیم و زر لائیں اور تو فرزند رسول کا مبارک سر لایا ہے۔

خدا کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔ نوار یہ کہ کر اپنے بچھونے سے اُٹھی اور جدھر سر انور تشریف فرما تھا اُدھر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کا بیان ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا۔ اور سفید پرندے اس کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سرِ انور کو ابنِ زیاد بدنہاد کے پاس لے گیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۴۳۴)

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبّت کی

خولی بن یزید کا دردناک انجام

دنیا کی محبت اور مال و زر کی ہوس انسان کو اندھا اور انجام سے بے خبر کر دیتی ہے بد بخت خولی بن یزید نے دنیا ہی کی محبت کی وجہ سے مظلوم کربلا کا سرِ انور تن سے جدا کیا تھا۔ مگر چند ہی برس کے بعد اس دنیا ہی میں اس کا ایسا خوفناک انجام ہوا کہ کلیجہ کانپ جاتا ہے۔

چنانچہ چند ہی برس کے بعد مختار ثقفی نے قاتلینِ امامِ حسین کے خلاف جو انتقامی کاروائی کی اس ضمن میں صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: مختار نے ایک حکم دیا کہ کربلا میں جو شخص لشکرِ یزید کے سپہ سالار عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔

یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا۔

لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ رُوسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سُولی چڑھایا، آخر آگ میں جھونک دیا۔

اس طرح لشکر ابنِ سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ (سوانحِ کربلا ص ۱۲۲)

اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلبیت   دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی

کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے گھوڑے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردودو! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اِک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیمؔ انہوں نے ابھی سزا دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دن سزا ملی

نیزہ پرسرِ اقدس کی تلاوت

حضرتِ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب یزیدیوں نے حضرت امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کو نیزے پر چڑھا کر کُوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اُس وقت میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا۔ جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر پاک نے (پارہ ۱۵ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۹) تلاوت فرمائی:

''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا'' (الکہف ۹)
کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (شواہد النبوۃ)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سر مبارک کو نیزہ سے اُتار کر ابن زیادِ بدنہاد کے محل میں داخل کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبانِ اقدس پر پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۲ کی تلاوت جاری تھی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (ابراھیم ۴۲)
اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

(روضۃ الشہدا مترجم ج ۲ ص ۳۸۵)

عبادت ہو تو ایسی ہو تلاوت ہو تو ایسی ہو
سرِ شبیر تو نیزے پہ بھی قرآں سناتا ہے۔

منہال بن عمرو کہتے ہیں: واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اُس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ الکہف

پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر ۱۵ پر پہنچا:

اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَباً ۹ (پ ۱۵ الکھف ۹)

پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اُس وقت اللہ تعالیٰ نے قوتِ گویائی بخشی تو سرِ انور نے بزبانِ فصیح فرمایا:

عجبٌ من اصحابِ الکھفِ قتلی و حملی

اصحابِ کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(شرح الصدور ص ۲۱۲)

سرِ شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند

اور اونچی کی خدا نے عز و شانِ اہلبیت رضی اللہ عنہم

صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولٰینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اپنی کتاب سوانح کربلا میں یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: درحقیقت بات یہی ہے کہ کیونکہ اصحابِ کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا جان ﷺ کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بیوفائی سے پانی تک بند کر دیا! آل و اصحاب علیہم الرضوان کو حضرتِ امامِ پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا۔

پھر خود حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اہلبیت کرام علیہم الرضوان کو اسیر بنایا، سرِ مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اصحابِ کہف سالہا سال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضرور عجیب ہے مگر سرِ انور کا تنِ مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔ (سوانحِ کربلا ص ۱۱۸)

اللہ آپ کو خوش رکھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نوک نیزہ سے قران پاک کی تلاوت کر کے شاید یزیدیوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہوگی کہ تم ہمارا سر ہمارے بدن سے جدا تو کر سکتے ہو پر قران سے جو ہمارا رشتہ ہے وہ جدا نہیں کر سکتے اور قران کے اصل وارث ہم ہی ہیں دوسری وجہ جو علماء ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ (ص) کی نواسیاں بے پردہ تھیں تو لوگوں کی توجہ ان پر سے ہٹانے کیلئے آپ کے کٹے ہوئے سر نے تلاوت شروع کر دی جس سے لوگ آپ کے سر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

خون سے لکھا ہوا شعر

یزید پلید کے ناپاک لشکری شہدائے کربلا علیہم الرضوان کے پاکیزہ سروں کو لے کر جا رہے تھے دریں

اثنا ایک منزل پر ٹھہرے۔ حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں، وہ نبیذ یعنی کھجور کا شیرہ پینے لگے۔ ایک اور روایت میں ہے، وھم یشربون الخمر یعنی وہ شراب پینے لگے۔ اتنے میں ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا

اترجوا امۃ قتلت حسینا

شفاعۃ جدہ یوم الحساب

(یعنی کیا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روز قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟)

بعض روایات میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا۔ (الصواعق المحرقہ ۱۹۴)

سرِ انور کی کرامت سے راہب کا قبول اسلام

ایک راہب نصرانی نے دَیر (یعنی گرجا گھر) سے سرِ انور دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا: ''تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔''

ان لالچیوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سرِ مبارک دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا، راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا گھر، اس کا مال ومتاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہلِ بیت کی خدمت میں گزار دی۔ (الصواعق المحرقہ ۱۹۹)

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دُکانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکرِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لئے تھے اُن کو تقسیم کرنے کیلئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور اُن کے ایک طرف پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم کی آیت (نمبر ۴۲)

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ

(اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے)
اور دوسری طرف پارہ۱۹ سورۃ الشعراء کی آیت (نمبر ۲۲۷) تحریر تھی:
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ
اوراب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

(لصواعق المحرقہ ص۱۹۹)

تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں
تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
رُسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردودو! تم کو ذِلتِ ہر دو سَرا ملی

یہ قدرت کی طرف سے ایک درسِ عبرت تھا کہ بدبختو! تم نے اِس فانی دنیا کی خاطر دین سے مُنہ موڑا اوراٰلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑا۔ یادرکھو! دین سے تم نے سخت لاپرواہی برتی اور جس فانی و بے وفا دنیا کے حصول کے لئے ایسا کیا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم خَسِرَ الدُّنیا وَ الاٰخرۃ (یعنی دنیا میں بھی نقصان اور آخرت میں بھی نقصان) کا مصداق ہو گئے۔

دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی عملاً دین کے مقابلے میں اس فانی دنیا کو ترجیح دی تو اس بے وفا دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور جنہوں نے اس فانی دنیا کو لات ماردی اور قران وسنت کے احکامات پر مضبوطی سے قائم رہے اور دین وایمان سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کیا۔

سر کٹنے، کنبہ مرے سب کچھ لٹے

دامنِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہاتھ سے چھٹے تو دنیا ہاتھ باندھ کر ان کے پیچھے پیچھے ہوگئی اور وہ دارَین میں سرخرو ہوئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ کہ اِس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اِس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا

سرِ انور کہاں مدفون ہوا؟

امامِ عالی مقام حضرتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کے مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی اور حضرتِ سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیرانِ کربلا اور سرِ انور کو مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما روانہ کردیا اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما میں سرِ انور کو تجہیز وتکفین کے بعد جنت البقیع شریف میں حضرتِ سیدتنا فاطمہ زہرا یا حضرتِ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیرانِ کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آکر سرِ انور کو جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔

بعض کا کہنا ہے، یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کو شہروں میں پھراؤ۔ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے اُن سے لے کر دفن کر دیا۔

جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزّیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سرِ انور لینے کی اجازت حاصل کی اور مع فوج وخُدام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جمادی الآخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وقت بھی سرِ انور کا خون تازہ تھا اور اس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ پھر اس نے سبز حریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنوسی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مُشک وعنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور اردگرد رکھوا کر اس پر مشہدِ حسینی بنوایا چنانچہ قریب خان خلیلی کے مشہدِ حسینی مشہور ہے۔ (شام کربلا ص ۲۴۶)

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت رضی اللہ عنہم

تُربتِ سرِ انور کی زیارت

حضرتِ سیدنا شیخ عبدُ الفتّاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نور العین" میں نقل فرماتے ہیں: شیخ الاسلام شمس الدین لقانی قدس سرہ الربانی جو کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے ہمیشہ مشہد مبارک میں سرِ انور کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے کہ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اسی مقام پر ہے۔

حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مشہدِ حسینی کی زیارت کی مگر مجھے ہر بار شبہ رہا تھا کہ سرِ مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ کو نیند آ گئی، میں نے خواب میں دیکھا

کہ ایک شخص بہ صورتِ نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور حضور پُرنور، شافع یوم النشور ﷺ کے حجرۂ مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، "یارسول اللہ! ﷺ احمد بن حلبی اور عبدالوہاب نے آپ کے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللھم تقبل منھما و اغفر لھما

اے اللہ ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور دونوں کو بخش دے۔

حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرتِ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور یہیں تشریف فرما ہے پھر میں نے مرنے تک سرِ مکرّم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (شامِ کربلا ص ۲۴۷)

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت علیہم السلام

سرِ انور سے سلام کا جواب

حضرتِ سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تماری رحمۃ اللہ علیہ سرِ انور کی زیارت کے لئے جب مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوتے تو عرض کرتے: السلام علیکم یا ابنَ رسول اللہ اور فوراً جواب سنتے: وعلیک السلام یا ابا الحسن۔ ایک دن سلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔

عرض کی، یا سیدی! کل جواب سے مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا: اے ابوالحسن! کل اس وقت میں اپنے نانا جان، رحمتِ عالمیان ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

(شامِ کربلا ص ۲۴۷)

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

حضرت سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں اہلِ کشف صوفیا اس کے قائل ہیں کہ حضرتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اسی مقام پر ہے۔ شیخ کریم الدین خلوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اس مقام کی زیارت کی ہے۔ (ایضاً ص ۲۴۸)

اِسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں نگاہیں ہیں
اِسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

سرِ انور کی عجیب برکت

منقول ہے، مصر کے سلطان ملک ناصر کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس محل میں خزانہ کہاں دفن ہے مگر بتاتا نہیں۔ سلطان نے اُگلوانے کیلئے اس کی تعذیب کی یعنی اذیت دینے کا حکم دیا۔ متولیِ تعذیب نے اس کو پکڑا اور اس کے سر پر خنافس (گبریلے) لگائے اور اس پر قرمز (یعنی ایک قسم کے کیڑے) ڈال کر کپڑا باندھ دیا۔ یہ وہ خوفناک اذیت وعقوبت ہے کہ اس کو ایک منٹ بھی انسان برداشت نہیں کرسکتا اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے اور وہ فوراً راز اُگل دیتا ہے۔ اگر نہ بتائے تو کچھ ہی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مرجاتا ہے۔ یہ سزا اُس شخص کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خنافس مرجاتے تھے۔ لوگوں نے اِس کا سبب پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ جب حضرتِ امام عالی مقام سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یہاں مصر میں تشریف لایا تھا الحمدللہ میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اُٹھایا تھا یہ اُسی کی برکت اور کرامت ہے۔ (شامِ کربلا ص ۲۴۸)

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گُلستانِ اہلبیت رضی اللہ عنہم

سرِ مبارک کی چمک

ایک رِوایت یہ بھی ہے کہ سرِ انور یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا۔ جب بنواُمیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کا دورِ حکومت (۹۶ تا ۹۹ ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے سرِ انور کی زیارت کی سعادت حاصل کی اس وقت سرِ انور کی مبارک ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کروادیا۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۲۶ دارالفکر بیروت)

ایک روایت یہ ہے، ایک وہ ہے، ایک سے منقول ہے، دوسرے مجہول ہے، تیسرے کا کہنا کچھ اور ہے، چوتھا کچھ اور کہتا ہے، ساٹھ ستر ہزار لوگوں نے سن سنا کر لکھ دی۔ سوانح کربلا، شام کربلا اور نہ جانے کتنی ہی کتب۔ اور ہم ساری کی ساری نقل کرتے جارہے ہیں۔ خود کو بھی یہ نہیں معلوم کہ کس کی بات سچی ہے، اور کس کو مانیں۔ ایک یہ بھی ہے ایک یہ بھی، اب چاہو اس پر یقین کرو چاہو دوسری پر کرو.........کوئی حال

نہیں۔

تین کرامات ظاہر ہوئیں۔

ایک کو گھوڑے نے آگ میں گرا دیا۔

دوسرے کو بچھو نے ڈس لیا

تیسرے کو پانی نہ ملا۔

اس پر بھی اتنے بڑے لشکر یزید (جیسا کہ بتایا جاتا ہے) میں سے کوئی ایسا نہیں نکلا جو ان نشانیوں سے سیکھتا اور حق کی طرف آتا۔ واقعی بہت ہی سیاہ بخت اور مردہ دل تھے وہ ہزاروں یزیدی، چلو یہ ہوا لیکن پھر سرنیزے پر لے کر چلے، عام لوگ اپنے گھروں سے نکلے، دیکھا، جگہ جگہ پھرایا گیا، دیکھنے والوں نے دیکھا اور سننے والوں نے سنا کہ سرمبارک تلاوت کر رہا ہے، جنبش ہو رہی ہے لب حسین کی، خوشبو آ رہی ہے، خود پھرانے والوں نے اور یزید کے ملازموں نے جو یہ سب کر رہے تھے وہ بھی یہ سب دیکھ رہے ہوں گے مگر پھر بھی وہ حق کی طرف نہیں لوٹے، ایسی بدبختی طاری تھی ان پر، کوئی تو ہوتا، جو سر پھرانے کے دوران یہ سب کرامات دیکھ کر یزید کے لشکر اور یزید کے خلاف میدان میں اتر جاتا۔ اتنا کچا ایمان تھا ان کا کہ جان کی پرواتھی، مصلحت کے تحت نواسہ رسول کے سر کو نیزے پر دیکھتے رہے لیکن کچھ نہ کر سکے۔

رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز

حضرتِ علامہ ابنِ حَجر ہَیتمی مَکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی رِوایت فرماتے ہیں:

سُلیمان بن عبدُ الملک جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے دیکھا کہ شہنشاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ مُلاطَفت (یعنی لُطف وکرم) فرمارہے ہیں۔

صبح انہوں نے حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی، اُنہوں نے فرمایا: شاید تُو نے آلِ رسول کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے۔ عرض کی، جی ہاں! میں نے حضرتِ سیدنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک سر کو خزانۂ یزید میں پایا تو اُس کو پانچ کپڑوں کا کفن دے کر اپنے رُفقا کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر اس کو دفن کیا ہے حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا یہی عمل رِضائے محبوبِ ربِ لم یَزَل عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبب ہوا ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۹)

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں

ہے بلند اقبال تیرا دُودمانِ اہلبیت علیہم الرضوان

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقوال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان اجود الناس من اعطی من لا یرجوہ"

"سب سے بڑا سخی وہ انسان ہے جو کسی ایسے کو عطا کرے جس سے کسی قسم کی توقع نہ ہو"

"ان اعفی الناس من عفا عن قدرۃ"

"سب سے بڑا عفو کرنے والا انسان وہ ہے جو قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دے"۔

"ان اوصل الناس من وصل من قطعہ"

"سب سے زیادہ صلح رحم کرنے والا انسان وہ ہے جو قطع رحم کرنے والوں سے تعلقات قائم کرے"۔

"من نفس کربۃ مومن فرج اللہ عنہ کرب الدنیا و الاخرۃ"

"جو کسی مومن کے کرب و غم کو دور کرے، خدا اسکے دنیا و آخرت کے غم و اندوہ کو دور کرے گا"۔

"موت فی عز خیر من حیات فی ذل"

"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کہیں بہتر ہے"۔

"ان حوائج الناس الیکم من نعم اللہ علیکم فلا تملوا النعم فتحور نقما"

"خدا کی نعمتوں میں سے ایک، لوگوں کو تمہارے پاس حاجت کے لئے آنا ہے پس اس نعمت پر حزن و ملال محسوس نہ کرو ورنہ یہ نعمت نقمت میں تبدیل ہو جائیگی"۔

"ایھا الناس من جاد ساد، و من بخل رذل"

"لوگو! جود و سخاوت کرنے والا سردار قرار پاتا ہے، اور بخل کرنے والا ذلیل و رسوا ہوتا ہے"۔

"ان المومن لا یسئی و لا یعتذر و المنافق کل یوم یسئی و یعتذر"

"مومن نہ برائی کرتا ہے نہ ہی عذر پیش کرتا ہے جب کہ منافق ہر روز برائی کرتا ہے اور ہر روز عذر خواہی کرتا ہے"۔

"من احبک نھاک و من ابغضک اغراک"

"دوست وہ ہے جو تمہیں برائی سے بچائے دشمن وہ ہے جو تمہیں برائیوں کی ترغیب دلائے"۔

"انی لا اری الموت الا سعادہ ولا الحیاۃ مع الظالمیں الابرما"

"میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو لائق ملامت سمجھتا ہوں"

وہ چیز جو خود اپنے وجود کے لئے تیری محتاج ہے، تیرے وجود کے لئے کس طرح دلیل ہوسکتی ہے؟

کیا تیری ذات سے بڑھ کر بھی کوئی آشکار چیز ہوسکتی ہے کہ جو تجھے آشکار کرے؟ تو کب پوشیدہ ہے کہ مجھے ڈھونڈھنے کے لئے اس دلیل کی ضرورت پڑے جو مجھ پر دلالت کرے؟ اور اب تو کب دور ھے کہ تیرے آثار کے ذریعے مجھ تک پہنچائے؟ نابینا ہو جائے وہ آنکھ جو تجھے اپنی طرف ناظر نہ سمجھے۔

جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا، اور جس نے تجھے کھودیا اس نے کیا پایا؟ جو انسان تیرے علاوہ کسی اور چیز کو دوست رکھتا ہو اور اسی پر راضی و خوشنود ہو، وہ یقینا گھاٹے میں ہے۔

جو لوگ خدا کی خوشنودی کو بندوں کی رضایت کے بدلے خریدتے ہیں، وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

روز قیامت کسی بھی شخص کے لئے امان نہیں ہے مگر وہ شخص کہ جو باتقویٰ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مومن مرد و عورت ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔"

خلاقِ عالم نے سب سے پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایک فریضے کے طور پر بیان کیا ہے، اس لئے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ اگر یہ فرائض انجام پا جائیں تو دوسرے تمام وظائف بھی خواہ وہ سخت ہوں یا آسان، انجام پا ہی جائیں گے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کی تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جو مظلوموں کو، ظالموں کے مقابلہ میں اپنا حق لینے کے لئے اکساتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جو شخص ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ جو حرام خدا کو حلال کررہا ہے، خلاق عالم کے حکم کی خلاف ورزی کررہا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے قوانین کی مخالفت کررہا ہے، بندگان کے درمیان ظلم و ستم، معصیت و نافرمانی اور دشمنی کا بازار گرم کئے ہوئے ہے، اور وہ شخص اپنے فعل و عمل کے ذریعہ اس کی مخالفت نہ کرے، تو خلاق عالم پر لازم ہے کہ اس شخص کا

ٹھکانہ بھی اسی ظالم کے ساتھ قرار دے۔

لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین کو اپنی زندگی کے وسائل فراہم کرنے کے لئے ایک لعاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جو ان کی زبانوں سے چمٹا ہوا ہے۔ لیکن جب آزمائش و امتحان کا وقت آجاتا ہے تو دیندار لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں۔

جو شخص گناہوں کے ذریعہ اپنے مقصد تک پہنچنا چاہتا ہے، اس کی آرزوئیں بہت دیر سے پوری ہوتی ہیں، اور جس چیز سے ڈرتا ہے سب سے پہلے اسی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ لوگوں کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے، اور کوئی باطل کا مقابلہ کرنے والا نہیں؟ لہٰذا ایسے میں مومن اگر حق پر ہے تو اس کو چاہئے کہ خدا سے ملاقات کی تمنا کرے۔

موت سے بڑھ کر میرے لئے کوئی سعادت نہیں ہے، ستمگروں اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے بڑھ کر میرے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔

"یا اعرابی نحن قوم لا نعطی المعروف الا علی قدر المعرفۃ"

"اے اعرابی! ہم اہل بیت بخشش نہیں کرتے مگر لوگوں کی معرفت کے مطابق"۔

(لمعات الحسین)

امام عالی مقام، امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چند پہلو

ولادت کے بعد شہادت کی خبر:

حضرت اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ میں نے بچے کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا آپ نے بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ایسے عالم میں جب آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیے ہوئے تھے گریہ بھی فرما رہے تھے۔

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے گریے کا کیا سبب ہے؟

آپ نے فرمایا اس بچے کے لئے گریہ کر رہا ہوں۔

میں نے کہا یہ بچہ تو ابھی پیدا ہوا ہے پس گریہ کیسا؟

آپ نے فرمایا: ہاں اسماء ایک سرکش گروہ اس کو قتل کرے گا خدا نہیں میری شفاعت سے محروم کرے، اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ بات فاطمہ سے مت بتانا ابھی اس کے بچے کی ولادت ہوئی ہے۔

ایک دن ام الفضل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے گذشتہ شب بڑا برا خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے بدن مبارک کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر میرے دامن میں گر گیا ہے، آپ نے فرمایا خیر ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بچہ ہوگا جس کی پرورش آپ کریں گی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور بچے کو آپ کی گود میں دیدیا جب دوبارہ میں آپ کی طرف متوجہ ہوئی تو دیکھتی ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ کس وجہ سے گریہ فرما رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی جبرائیل آئے تھے اور مجھے بتایا ہے کہ میری امت اس بچے کو قتل کردے گی۔

صفین جاتے ہوئے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا گزر کربلا سے ہوا آپ وہاں کچھ دیر کے لئے رکے اور اس قدر گریہ کیا کہ زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی، آپ نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا آپ گریہ فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں گریہ فرمارہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے کربلا نامی زمین پر مارا جائے گا اور جبرئیل مجھے سنگھانے کے لیے کربلا کی ایک مٹھی خاک لیکر آئے تھے جسے دیکھ کر میں گریے پر ضبط نہ کر سکا۔

اس کے بعد امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہیں ان کا پڑاؤ ہوگا یہاں ان کا خون بہایا جائے گا اور اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے بعض لوگ اس صحرا میں قتل کیے جائیں گے جن کے حال پر زمین وآسماں گریہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شباہت:

متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ شباہت رکھتے تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا ذکر امام حسین رضی اللہ عنہ کی صورت وسیرت کے سلسلے میں متعدد مرتبہ کیا ہے خاص طور سے آپ کی قامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی اور جو بھی آپ کو دیکھتا اسے رسول خدا یاد آجاتے۔

عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس خواب کی تعبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کی کہ آیا یہ خواب صحیح ہے یا نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کیا تمہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا خیال نہیں آیا؟ میں نے کہا خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم اٹھانے کا انداز اسی طرح تھا جس طرح حسین قدم اٹھاتے ہیں۔

اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ پایا ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس تھا امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو ایک طشت میں دربار میں لایا گیا ابن زیاد نے چھڑی سے آپ کی ناک اور صورت کی طرف

اشارہ کیا اور کہا میں نے اس سے اچھا چہرہ نہیں دیکھا ہے میں نے کہا اے ابن زیاد کیا تو نہیں جانتا کہ امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ شباہت رکھتے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سے رسول خدا رضی اللہ عنہ کی محبت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض اصحاب کے ساتھ کسی کے گھر دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے راستے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کھیل میں مشغول تھے رسول اللہ آگے بڑھے اور حسین کو گود میں لینا چاہا لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ نہیں آرہے تھے رسول اللہ بھی ہنستے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے یہاں تک کہ آپ کو آغوش میں لے لیا اس کے بعد گردن پر ایک ہاتھ اور ٹھوڑی کے نیچے ایک ہاتھ رکھ کر آپ کے لبوں پر بوسہ دیا اس کے بعد فرمایا "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں خدا اسے دوست رکھتا ہے جو حسین کو دوست رکھتا ہے۔

زید بن حارثہ نقل کرتے ہیں کہ میں کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچنا چاہتا تھا رات میں بیت الشرف گیا اور دق الباب کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھولا میں نے دیکھا آپ کی عبا میں کچھ ہے آپ باہر تشریف لائے میں نے اپنے کام کے بجائے یہ پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی عبا میں کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عبا ہٹائی اور حسن وحسین کو جو آپ کی گود میں تھے مجھے دکھایا اور فرمایا یہ میرے بچے اور میری بیٹی کے بچے ہیں اس وقت آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا خدایا تو جانتا ہے میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوست رکھ۔

حضرت سلمان فارسی نے سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بارے میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''من احبهما احببته و من احببته احبه الله و من احبه الله ادخله جنات النعيم و من ابغضهما او بغى عليهما ابغضته و من ابغضته ابغضه الله و من ابغضه الله ادخله نار جهنم وله عذاب مقيم''

جو میرے بیٹوں حسن وحسین سے محبت کرے گا میں اسے دوست رکھوں گا اور میں جسے دوست رکھوں خدا اسے دوست رکھے گا اور خدا جسے دوست رکھے اسے نعمتوں سے سرشار بہشت میں داخل کرے گا لیکن جو ان دونوں سے دشمنی رکھے گا اور ان پر ستم کرے گا میں اس سے دشمنی کرونگا اور جس

کا میں دشمن ہوں خدا اس کا دشمن ہے اور جس کا خدا دشمن ہے خدا اسے جہنم میں ڈال دے گا اور اس کے لیے ہمیشہ کے لیے عذاب ہے۔

اہل بیت اور امام حسین علیہم الرضوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو رشتہ داری کی بنا پر محض ایک جذباتی لگاؤ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اہل سنت کی کتب میں منقول روایات کے مضامین پر توجہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ جنہیں اسلامی معاشرہ کے مستقبل کا علم تھا اس طرح حق و باطل میں امتیاز کرنا چاہتے تھے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ان احادیث سے راہ حق کے پیروؤں کو مستقبل میں اہل بیت علیہم الرضوان کے خلاف ہونے والی عداوتوں اور دشمنیوں سے آگاہ کر دیا تھا ان روایات کے علاوہ دیگر روایات میں رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت سے جنگ کو اپنے خلاف جنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔

اہل سنت کے ممتاز علماء نے زید بن ارقم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور دیگر افراد سے نقل کیا ہے کہ وصال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم الرضوان سے فرمایا:

انی حارب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم

میں اس کے خلاف جنگ کرونگا جو تمہارے خلاف جنگ کرے گا اور اس سے دوستی کرونگا جو تم سے دوستی کرے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے "یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور جو چیزیں مجھ پر حرام ہیں حسین پر بھی حرام ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے برادر بزرگوار امام حسن رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت زبان زد خاص و عام ہے جو روایات پیش کی گئی ہیں ان کے علاوہ ایسی بہت سی حکایات ہیں جن سے حسنین رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ نماز باجماعت کے موقع پر بچپن میں کبھی کبھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے جد بزرگوار کے پاس آتے تھے اور جب آپ سجدہ میں جاتے تھے تو آپ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے بعض اصحاب بچوں کو رسول اللہ کی پیٹھ پر سے ہٹانے کی کوشش کرتے تھے لیکن آپ اشارے سے منع فرماتے اور خود

بڑے پیار سے دونوں کے ہاتھ تھام کر انہیں نیچے لاتے اور اپنے زانوؤں پر بٹھا لیتے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے معمول کے برخلاف سجدہ کو طول دیا نماز تمام ہونے کے بعد نمازیوں نے آپ سے سوال کیا کہ آج آپ نے سجدہ کو خاصہ طول دیا کیا آپ پر وحی نازل ہوئی تھی اور کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایسی بات نہیں ہے میرا بیٹا حسین میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا میں نے سجدہ کو طول دیا تا کہ وہ خود اتر آئے اور میں نے خود اسے کندھے پر سے اتارنا نہیں چاہا۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے شانوں پر حسن و حسین بیٹھے ہوئے ہیں میں نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کتنی اچھی سواری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کتنے اچھے سوار ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سے جبرئیل علیہ السلام کی محبت:

روایات میں آیا ہے کہ ایک دن امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ امام حسن رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی فرما رہے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا بابا آپ حسن رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں جبکہ وہ بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبرئیل بھی یہ کھیل دیکھ رہے ہیں اور حسین کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں اور میں حسن کا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا گریہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سے گزر رہے تھے آپ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنائی دی آپ نے فرمایا بیٹی حسین کو چپ کراؤ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس بچہ کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سب سے بہتر:

حضرت حذیفہ یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے عالم میں مسجد میں داخل ہوئے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے شانے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیروں کو اپنے سینے پر دبا رہے تھے، آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں آپ لوگ کس مسئلے کے بارے میں اختلاف کا شکار ہیں (آپ کی مراد آپ کے بعد بہترین افراد سے تھی) یہ حسین ابن علی ہیں جن کی دادی بہترین دادی ہیں ان کے جد محمد رسول اللہ سید المرسلین ﷺ ہیں۔ ان کی نانی خدیجۃ

بنت خویلد وہ پہلی خاتون ہیں جو خدااوراس کے رسول پر ایمان لائی تھیں، یہ حسین ابن علی ہیں جن کے والدین بہترین والدین ہیں ان کے والدعلی ابن ابیطالب ہیں جو رسول خدا کے بھائی وزیراور چچازاد بھائی ہیں اور وہ پہلے شخص ہیں جو خدااوراس کے رسول پر ایمان لائے تھے، اوران کی والدہ فاطمہ بنت محمد سیدۃ النساء العالمین ہیں۔ یہ حسین ابن علی ہیں جن کے چچا اور پھوپھی بہترین چچا اور پھوپھی ہیں ان کے چچا جعفر ابن ابیطالب ہیں جنہیں خدا نے دو پر عطا کیے ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں پرواز کر کے جا سکتے ہیں۔ ان کی پھوپھی ام ھانی بنت ابی طالب ہیں۔ یہ حسین ابن علی ہیں جن کے ماموں اور خالہ بہترین ماموں اور خالہ ہیں۔ ان کے ماموں قاسم ابن رسول اللہ ہیں اور خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ نے حسین کو اپنے شانے سے نیچے اتارا اور فرمایا اے لوگو یہ حسین ہے جس کے دادا اور دادی بہشت میں ہیں اس کے ماموں اور خالہ بہشت میں ہیں اور یہ بھی اور اس کا بھائی بھی بہشتی ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں ایک یا چند کتابوں میں جمع نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ہم یہاں پر نہایت اختصار سے چند فضائل بیان کرنے پر ہی اکتفا کریں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل ہر فضیلت کے بارے میں برادران اہل سنت نے بیسیوں حدیثیں نقل کی ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔

حسن وحسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ:

الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی۔

حسن وحسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جو ان سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی

اور جوان سے بغض رکھے گا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

اسی روایت کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معروف صحابی حذیفہ بن یمان روایت کرتے ہیں کہ ایک شب میں رسول اللہ کی خدمت میں گیا اور آپ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی حضرت اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے یہاں تک کے عشاء کا وقت ہو گیا نماز عشاء بھی آپ کی امامت میں ادا کی، پھر انتظار کرنے لگا رسول اللہ مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تا کہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوں میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا میں نے دیکھا آپ کسی سے گفتگو فرما رہے ہیں تا ہم یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ کیا فرما رہے ہیں آپ نے اچانک پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کون ہو، میں نے کہا حذیفہ ہوں۔

آپ نے فرمایا تم سمجھے میں کس سے بات کر رہا تھا؟

میں نے کہا جی نہیں۔

آپ نے فرمایا جبرئیل امین تھے انہوں نے خدا کا سلام پہنچانے کے بعد مجھے بشارت دی کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار اور حسن وحسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لیے اور میری والدہ کے لیے استغفار فرمائیں۔

آپ نے فرمایا خدا تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت کرے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حسین مسجد میں داخل ہوتے ہیں آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا:

من اراد ان ینظر الی سید شباب اھل الجنۃ فلینظر الی حسین ابن علی۔

جو جنت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہو وہ حسین ابن علی کو دیکھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ باب بہشت ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میرے ذریعے تمہیں دین حق سے آگاہی حاصل ہوئی اور علی کے ذریعے تمہیں صحیح راہ ملی اور تمہاری ھدایت ہوئی۔ حسن کے وسیلہ سے تمہیں نیکیاں عطا ہوئیں لیکن تمہاری سعادت وشقاوت حسین کے ساتھ تمہارے رویے پر منحصر ہے آگاہ ہو

جاؤ کہ حسین جنت کا ایک دروازہ ہے جو بھی اس سے دشمنی کرے گا خدا اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور آیۃ تطہیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ باوفا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک دن فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ کے لئے غذا لے کر آئیں اس دن رسول اللہ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے رسول اللہ نے اپنی بیٹی کی تعظیم کی اور فرمایا جاؤ میرے چچازاد بھائی علی اور میرے بچوں حسن وحسین کو بھی بلا لاؤ تا کہ ہم مل کر کھانا کھائیں کچھ دیر بعد علی و فاطمہ حسنین کا ہاتھ تھامے ہوئے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی وقت جبرئیل آیۃ تطہیر لے کر نازل ہوئے اور کہا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (احزاب: ۳۳)۔

اے نبی کے اہل بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کساء خیبری لے آؤ (یہ ایک بڑی عبا تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے داہنے طرف زہرا کو بائیں طرف اور امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو زانوؤں پر بٹھایا اور یہ عبا سب پر ڈال دی اپنے بائیں ہاتھ سے عبا کو سختی سے تھاما اور سیدھا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر تین بار فرمایا:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی و حامتی اللھم اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا انا حارب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم و عدو لمن عاداکم۔

خدایا یہ میرے اہل بیت اور میرا خاندان ہے جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے ان سے ہر طرح کی برائی کو دور رکھ اور انہیں پاک وصاف رکھ میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا جو ان کے ساتھ جنگ کرے اور اس سے میری صلح ہے جو ان سے صلح رکھے اور دشمن ہوں اس کا جو ان سے عداوت رکھے۔

یہ روایت مختلف کتب احادیث میں مختلف طریقوں سے نقل ہوئی ہیں اور اس پر امت کا اتفاق ہے اس اتفاق سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آیت تطہیر کا ایک مصداق ہیں۔ مختلف روایات

قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے وقت صرف یہی پانچ افراد کے علاوہ کوئی اور شامل آیۂ تطہیر نہیں تھا اسی بنا پر ان حضرات کو اصحاب کساء کہا جاتا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو خامس اصحاب کساء کا لقب دیا گیا ہے۔

اہل سنت کے بزرگ محدثین احمد بن حنبل اور ترمذی نے اپنی کتابوں سنن اور مسند میں نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر کے نازل ہونے کے بعد چھ مہینوں تک رسول اللہ ہر روز جب نماز صبح کے لئے تشریف لے جاتے تھے حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس رک کر بلند آواز میں فرمایا کرتے تھے کہ:

الصلواۃ یا اهل بیت محمد انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔

اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نماز کے لئے اٹھیں، اللہ تعالیٰ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور آیۃ مباہلہ:

نصاریٰ نجران سے سے مباہلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ، امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں آیۂ شریفہ کے الفاظ ابناء نا و نساءنا و انفسنا کا مصداق قرار دیا یہ امر اس قدر مشہور و مسلم ہے کہ اہل سنت کے بزرگ عالم دین حاکم نیشاربوری نے اپنی کتاب معرفت الحدیث میں اس واقعے کو متواتر روایات کا مصداق قرار دیا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ وارث علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ابن عباس کے شاگرد رشید عکرمہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد میں لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے کہ نافع بن ازرق اٹھا اور کہنے لگا: اے ابن عباس! کیا تم کیڑے مکوڑوں کے احکام سے لوگوں کے لیے فتوے صادر کرتے ہو؟ اگر تم صاحب علم ہو تو مجھے اس خدا کے بارے میں بتاؤ جسکی تم پرستش کرتے ہو ابن عباس نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور خاموش ہو گئے، امام حسین علیہ السلام مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے نافع سے مخاطب ہو کر فرمایا اے نافع میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے سوال کا جواب دے سکوں۔

نافع نے کہا میں نے تو آپ سے سوال نہیں پوچھا تھا۔

ابن عباس نے کہا:

یابن الازرق انه من اهل البیت النبوة وهم ورثة العلم۔

اے ابن ازرق! امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت نبوت میں سے ہیں اور اہل بیت علم کے وارث ہیں۔

حضرت نافع امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ نے اس کا تسلی بخش جواب دیا

نافع نے کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ! آپ کا کلام پرمغز اور فصیح ہے

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے سنا ہے تم میرے والد اور بھائی پر کفر کا الزام لگاتے ہو؟

حضرت نافع نے کہا: خدا کی قسم! میں نے جو آپ کی باتیں سنیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی نور اسلام کا سرچشمہ اور احکام کا منبع ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں

حضرت نافع نے کہا: پوچھیے اے فرزند رسول!

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے یہ آیت:

فاما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینه۔

(پس یہ دیوار اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی ہے) پڑھی ہے؟

(فرمایا: اے نافع! کس نے ان دو یتیم بچوں کے لئے دیوار کے نیچے خزانہ چھپا رکھا تھا تاکہ ان کو وارثت میں مل سکے؟

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے باپ نے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ بتاؤ کیا ان کا باپ زیادہ مہربان ہے یا اپنی امت کے لئے رسول اللہ زیادہ مہربان ہیں؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچوں کے لیے علم نہیں چھوڑا ہے اور ہمیں اس سے محروم رکھا ہے؟

گل باغ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

۱۲امام علیہم الرضوان

سلام علیک یا ابالریحانتین اوصیک بریحانتی من الدنیا خیرافعن قلیل ینھدم رکناک واللہ عزوجل خلیفتی علیک۔

جابر کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایک رکن تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور جس وقت جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دوسرا رکن تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اسی سلسلے میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما سے نقل ہوئی ہے جو واقعہ عاشورہ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے ابن نعیم نقل کرتا ہے کہ ایک دن ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا اور اس نے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا کہ اگر مچھر کا خون نمازی کے لباس پر لگا ہو تو اسکی نماز صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟

سائل نے کہا عراق کا رہنے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس شخص کو دیکھو کہ مچھر کے خون کے بارے میں سوال کر رہا ہے جبکہ انہوں نے رسول خدا کے بیٹے کو قتل کیا اور خاموشی بھی اختیار کی میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حسن وحسین اس دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

سخاوت وتواضع:

ایک دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کئی بچے ملکر روٹی کا ایک ٹکڑا مل بانٹ کر کھا رہے ہیں ان بچوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی اس روٹی میں سے تناول فرمائیں آپ نے بچوں کی بات مان لی اور ان کی روٹی کے ٹکڑے میں سے تناول فرمایا اس کے بعد ان سب کو اپنے گھر لے کر آئے انہیں کھانا کھلایا اور نئے کپڑے پہنائے اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ مجھ سے زیادہ سخی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے تمام مال کی بخشش کر دی تھی لیکن میں نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ انہیں دیا ہے۔

سخاوت وشجاعت:

زینب بنت ابو رافع نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ

زہرا رضی اللہ عنہا سخت رنجور و متالم تھیں اور ہر وقت گریہ وزاری کیا کرتی تھیں ایک دن آپ نے حسن و حسین کا ہاتھ تھاما اور اپنے بابا کی قبر پر آئیں اور شدید گریہ کیا آپ نے عرض کیا اے بابا ان بچوں کے لیے وارثت میں کیا چھوڑ گئے ہیں؟

قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدا آئی میں نے حسن کے لیے اپنی ہیبت اور حسین کے لیے جرأت و سخاوت کو چھوڑا ہے۔ یہ سن کر شہزادئ کونین نے کہا بابا میں اس عطا پر راضی اور خوش ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا حج:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات طیبہ میں پچیس مرتبہ پیدل حج کیا ہے جب کہ آپ کے ہمراہ عربی نسل کے گھوڑے بغیر سوار کے ہوا کرتے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کافی وسائل و ذرائع کے حامل تھے اور ان سے استفادہ بھی کر سکتے تھے لیکن آپ نے بندگی اور خضوع وخشوع کے تقاضوں کے مطابق پیادہ سفر حج کیا۔

بغیر سوار کے گھوڑوں کا اپنے ساتھ رکھنے کے دو اسباب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آپ واپسی میں ان سے استفادہ کرتے تھے اور دوسرا یہ کہ نوکروں اور خادموں کی طرح سفر کرنا نہایت بندگی ہے۔

مسجد مدینہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو سجدہ میں خدا سے یہ مناجات کرتے سنا گیا ''پروردگار اگر مجھ سے میرے گناہوں پر عذاب کرے گا تو میں تیرے کرم کا دامن تھام لوں گا اور اگر مجھے خطا کاروں کے ساتھ شامل کر دے گا تو ان سے کہوں گا کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں میرے مولا میری اطاعت تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ میری معصیت تجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے پس وہ چیز جو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتی اگر میں اسے بجا نہ لایا ہوں اسے معاف فرما اور وہ چیز جو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر اس کا مرتکب ہوا ہوں تو درگذر فرما کہ تو ارحم الراحمین ہے۔''

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

نام : حضرت علی

والد گرامی کا نام : حضرت امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

والدہ کا نام : غزالہ، شاہ زنان

کنیت : ابوالحسن

لقب : زین العابدین، السجاد

پیدائش : ۳۸ ہجری، مدینہ

شہادت: ۹۴ یا ۹۵ ہجری میں مدینہ میں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت زہر سے ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں اپنے چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے ساتھ دفن کیا گیا۔

آپ بتاریخ ۱۵ / جمادی الثانی ۳۸ھ یوم جمعہ بقول ۱۵ / جمادی الاول ۳۸ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۱ ومناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین کی پیدائش اور برکات:

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ شہید کربلاء رضی اللہ عنہ کے جانشین بنے اور خاندان اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ امامت روحانی کے بعد چوتھے امام تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام شہزادی شہر بانو تھا جو کہ اس وقت کے شاہ ایران یزدگرد دوم کی صاحبزادی تھیں۔ جن کو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ۳۱ ہجری میں بطور جنگی قیدی لایا گیا۔ بعد میں انہیں آزاد کر دیا گیا اور آپ کی شادی امام حسین رضی اللہ عنہ سے کر دی گئی، جس کے بعد امام سجاد رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ شہزادی شہر بانو امام سجاد رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ۱۰ دن کے اندر انتقال فرما گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو زین العابدین رضی اللہ عنہ کا لقب کثرت عبادت اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہنے، راتوں کے قیام اور اکثر دن کے روزے رکھنے کے سبب ملا۔

آپ کا دوسرا لقب سید الساجدین رضی اللہ عنہ آپ کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے عطا کیا گیا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بہت لمبی عبادات ادا فرمایا کرتے تھے خاص طور پر رات کے وقت اور اس کے علاوہ آپ کے نمازِ شکرانہ بہت زیادہ ادا کرنے کی وجہ سے بھی آپ کو زین العابدین کہا جاتا تھا۔

مقامِ تابعیت

امام سجاد رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے پہلے ۲ سال اپنے دادا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت گزارے اور ۵۰ ہجری میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت آ گئے۔ امام سجاد رضی اللہ عنہ کی شادی امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیٹی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، ۵۰ ہجری میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ خاندانِ اہل بیعت کے سربراہ اور امامتِ روحانی کی اہم ذمہ داریوں کی اہم ترین ذمہ داریاں ملیں جو کہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں شہادت پر ختم ہوئیں، اس کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ خاندان اہلِ بیت کے سربراہ اور روحانی امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔

علامہ مجلسی نے تحریر کیا ہے:

جب جناب شہر بانو ایران سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہی تھیں تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

عالم خواب میں ان کا عقد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھ دیا تھا (جلاء العیون ص ۲۵۶)۔
علامہ مجلسی کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا عقد شہر بانو سے کر دیا۔

واضح رہے کہ شہر بانو سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں قیدی ہو کر مدینہ منورہ آئی تھیں۔اور عرب دستور کے مطابق قیدی کا فیصلہ خلیفہ وقت کرتا ہے گویا علامہ مجلسی کی تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سید العرب والعجم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ شہر بانو اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح کردیں ، گویا یہ نکاح ہونا اور نکاح کروانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کا مقام ومرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں کس قدر زیادہ تھا۔

تاریخی طور پر آل خطاب اور آل ابی طالب میں مکہ مکرمہ میں کبھی بھی قابل توجہ نزاع یا اختلاف نہیں تھا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے امیر المومنین کا لقب پسند کیا گیا۔انہی کی خلافت میں رومی سلطنت اور ایرانی سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئی تھیں، "چونکہ ایرانی بادشاہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط غصے میں آ کر پھاڑ دیا تھا اور چٹکی مٹی دے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو واپس جانے کو کہہ دیا تھا لہٰذا جب ایلچی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا تو آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ ایرانی سلطنت تو تباہ ہوگئی ہے یہ سلطنت اب مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگی۔
ایرانی بادشاہ کا اقتدار بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ جناب نے یہ بشارت بھی دی کہ جب یہ سب کچھ ہوگا تو مال غنیمت میں ایرانی بادشاہ کے سونے جواہرات کے کنگن بھی دربار مدینہ منورہ میں آئیں گے جو میرا فلاں صحابی رضی اللہ عنہ پہنے گا۔

یہ بشارت نبوی جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد زریں میں پوری یوں ہوئی کہ جب ایران مفتوح ہوا تو مال غنیمت میں ایرانی شہنشاہ کے کنگن آئے اور ساتھ ہی شاہی خاندان کے قید افراد بھی آئے ان میں ایک شہزادی شہر بانو بھی تھی یہ سب کچھ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا اور شہزادی بانو کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ طلب کیا گیا تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:
"ہم شہزادی بانو کا نکاح اپنے ایک شہزادے سے کریں گے"
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابی رسول بھی تھے کے بارے میں خیال کیا گیا کہ جناب عمر

فاروق رضی اللہ عنہ ان سے شہزادی شہر بانو کا نکاح کروائیں گے مگر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہزادی شہر بانو کا نکاح حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے کروایا اور ثابت کیا تھا کہ خانوادہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور خانوادہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کس قدر آپس میں پیار اور محبت کے رشتے رکھتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ بی بی شہر بانو واقعہ کربلا جو ۶۱ ھ کو پیش آیا میں موجود تھیں اور اپنے شوہر کی مظلومانہ شہادت کے کچھ عرصہ بعد واپس ایران چلی گئی تھیں۔

ایران کے شہر رے کے مضافات میں ایک پہاڑی کے اوپر ان سے منسوب خوبصورت بہت قدیمی مزار بھی ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ زیارت کو جاتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں یہ بھی ہے کہ بی بی شہر بانو کے ہمراہ ان کی بہن بی بی کیہان بھی تھی جو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ اس نے حضرت قاسم پیدا ہوئے اس بنا پر امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

دو بڑی ہستیوں کی اولاد

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں دو بڑی ہستیوں کا بیٹا ہوں''

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے جد اور شہر بانو والدہ تھیں تو شہنشاہ ایران آپ کے نانا ہوئے۔

ابوالاسود دئلی کہتے ہیں:

وان ولیدا بین کسری و ہاشم — لا کرم من نیطت علیه التمائم

جو بچہ کسری و ہاشم کی نسل سے پیدا ہوا ہے وہ سب سے زیادہ عظیم و شریف ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت شہر بانو سے متولد ہوئے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کا لطف اٹھا نہ سکے "ماتت فی نفاسھابه" آپ کے پیدا ہوتے ہی "مدت نفاس" میں جناب شہر بانو کی وفات ہوگئی (جلاء العیون)

کامل مبرد میں ہے کہ جناب شہر بانو، بادشاہ ایران یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ ابن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں عادل "کسری" کی بیٹی تھیں۔

(ارشاد مفید ص ۳۹۱، فصل الخطاب)

علامہ طریحی تحریر نے لکھا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہر بانو سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو انہوں نے

کہا" شاہ جہاں" حضرت نے فرمایا نہیں اب" شہر بانو ہے۔
(مجمع البحرین ص ۵۷۰)

نام، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی" علی" کنیت ابو محمد۔ ابوالحسن اور ابوالقاسم تھی، آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں زین العابدین، سید الساجدین، ذوالثفنات، اور سجاد و عابد زیادہ مشہور ہیں
(شواہد النبوت ص ۱۷۶، نور الابصار ص ۱۲۶)۔

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

علماء کرام علیہم السلام کا ارشاد ہے: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھے کی شکل میں آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آ گیا اور اس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کاٹنا شروع کیا، امام جو ہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رححان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا، وہ ذرا بھی اس کے اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں منہمک ومصروف ومشغول رہے بالآخر وہ عاجز آ گیا اور امام رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز بھی تمام کر لی اس کے بعد آپ نے اس شیطان ملعون کو طمانچہ مار کر دور ہٹا دیا اس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدین کی تین بار صدا دی اور کہا بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو، اسی وقت آپ کا یہ لقب ہو گیا۔ (شواہد النبوت ص ۱۷۷)۔

لقب سجاد کی توجیہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ لکھا ہے:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سجاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریبا ہر کار خیر پر سجدہ فرمایا کرتے تھے جب آپ خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کلام خدا کی آیت " سجدہ" پڑھتے تو سجدہ کرتے جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی گھٹے پڑ جاتے تھے پھر انہیں کٹوانا پڑتا تھا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نسبی بلندی

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں، امام رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت امام حسین اور دادا حضرت علی اور دادی حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ ہیں، یعنی آپ رضی اللہ عنہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں، یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے، اس سلسلہ نسب کے متعلق ابوالاسود دوئلی نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاما بین کسریٰ وھاشم لاکرم من ینطت علیه التمائم

اس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہوسکتا جو نوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا ہاشم کی نسل سے ہو (اصول کافی ص ۲۵۵)۔

شیخ سلیمان قندوزی اور دیگر علماء اہل اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تو دیکھو کہ اسی کی نسل کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی حامل قرار دیا اور آئمہ اہلِ بیت علیہم الرضوان کی ایک عظیم فرد کو اس لڑکی سے پیدا کیا جو نوشیرواں کی طرف منسوب ہے، پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہر بانو کو نصیب ہو جو حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ ہیں (ینابیع المودۃ ص ۳۱۵)۔

ابن خلکان لکھتے ہیں: جناب شہر بانو شاہان فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں اور آپ ہی سے امام زین العابدین متولد ہوئے ہیں جن کو "ابن الخیرتین" کہا جاتا ہے کیونکہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اللہ رب العزت نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب اور عجم کو بہترین قرار دیا ہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کرلیا ہے، چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدین میں ہے اسی لیے آپ کو "ابن الخیرتین" سے یاد کیا جاتا ہے (ارجح المطالب ص ۴۳۴)۔

جناب شہر بانو کو "سیدۃ النساء" کہا جاتا ہے (مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ

علامہ مجلسی کا مزید کہنا ہے:

"ایک دن امام زین العابدین جب کہ آپ کا بچپن تھا بیمار ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے

فرمایا" بیٹا" اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کوئی چیز چاہتے ہو تو بیان کرو تا کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں آپ نے عرض کیا بابا جان اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شمار ان لوگوں میں کرے جو پروردگار عالم کے قضا وقدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے، یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ خوش و مسرور ہو گئے اور فرمانے لگے بیٹا، تم نے بڑا مسرت افزا اور معرفت خیز جواب دیا ہے تمہارا جواب بالکل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب سے ملتا جلتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب منجیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تھا اور آپ فضا میں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جارہے تھے تو حضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا" ھل لک حاجة" آپ کی کوئی حاجت وخواہش ہے اس وقت انہوں نے جواب دیا تھا "نعم اما الیک فلا" بے شک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے (بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۲۱)۔

آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت

آپ کی ولادت بادشاہ دین وایمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوئی پھر امام حسن رضی اللہ عنہ کا زمانہ رہا پھر بنی امیہ کی خالص دنیاوی حکومت ہوگئی، صلح امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد سے ۶۰ ھ تک حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عنانِ حکومت سنبھالا، اس کے بعد اس کا فاسق وفاجر بیٹا یزید ۶۴ ھ تک حکمران رہا۔

۶۴ ھ میں حضرت معاویہ بن یزید ابن معاویہ نے عنان حکومت سنبھالا اور چند دن بعد ہی وہ وفات پا گیا اور اس کے بعد مروان بن حکم حاکم رہا ۶۵ ھ سے ۸۶ ھ تک عبدالملک بن مروان حاکم اور بادشاہ رہا پھر ۸۶ ھ سے ۹۶ ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی اور ۹۵ ھ، میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو زہر دغا سے شہید کر دیا (صواعق محرقہ ص ۱۲، نور الابصار ص ۱۲۸)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا عہد طفولیت اور حج بیت اللہ

ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے جاتا ہوا قضائے حاجت کی خاطر قافلے سے پیچھے رہ گیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک نو عمر لڑکے کو اس جنگل میں سفر پیادہ دیکھا اسے دیکھ کر پھر ایسی حالت میں کہ وہ پیدل چل رہا تھا اور اس کے ساتھ کوئی سامان نہ تھا اور نہ اس کا کوئی ساتھی تھا، میں حیران ہو گیا فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا" صاحبزادے" یہ لق ودق صحرا اور تم بالکل تنہا، یہ

ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمہارا زادراہ اور تمہارا راحلہ کہاں ہے اور تم کہاں جارہے ہو؟ اس نوخیز نے معاملہ کیا ہے، جواب دیا "زادی تقوی و راحلتی رجلائی وقصدی مولای" میرا زادراہ تقوی اور پرہیزگاری ہے اور میری سواری میرے دونوں پیر ہیں اور میرا مقصد میرا پالنے والا ہے اور میں حج کے لے جارہا ہوں، میں نے کہا کہ آپ تو بالکل کمسن ہیں حج تو ابھی آپ پرواجب نہیں ہے اس نوخیز نے جواب دیا بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے بچے بھی مرجاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مرجاؤں میں نے پوچھا اے صاحبزادے تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے، اس نے جواب دیا اے شیخ کیا جب تم نے کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو تو کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے فرمایا سنو میں تو خدا کا مہمان ہو کر جارہا ہوں کھانے کا انتظام اس کے ذمہ ہے میں نے کہا اتنے لمبے سفر کو پیدل کیوں کر طے کرو گے اس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے اور خدا کا کام منزل مقصود پہنچانا ہے

ہم ابھی باہمی گفتگو ہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آپہنچا اور اس نے اس نوخیز کو گلے سے لگالیا، یہ دیکھ کر میں نے اس جوان رعنا سے دریافت کیا کہ یہ نو عمر فرزند کون ہے؟ اس نوجوان نے کہا کہ یہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، یہ سن کر میں اس جوان رعنا کے پاس سے امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت خواہی کے بعد ان سے پوچھا کہ یہ خوبصورت جوان جنہوں نے آپ کو گلے سے لگایا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

ان کا فرض ہے کہ روزانہ ہماری زیارت کے لیے آیا کریں اس کے بعد میں نے پھر سوال کیا اور کہا کہ آخر آپ اس طویل اور عظیم سفر کو بلا زادراہ اور راحلہ کیونکہ طے کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں زاد اور راحلہ سب کچھ رکھتا ہوں اور وہ یہ چار چیزیں ہیں:

۱۔ دنیا اپنی تمام موجودات سمیت خدا کی مملکت ہے۔

۲۔ ساری مخلوق اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ ۳۔ اسباب اور ارزاق خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۴۔ قضائے خدا ہر زمین میں نافذ ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا خدا کی قسم آپ ہی کا زاد و راحلہ صحیح طور پر مقدس ہستیوں کا سامان سفر ہے۔

(دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۴۳۷)

علماء کا بیان ہے کہ آپ نے ساری عمر میں ۲۵ حج پاپیادہ کئے ہیں آپ نے سواری پر جب بھی

سفر کیا ہے اپنے جانور کو ایک کوڑا بھی نہیں مارا

آپ کا حلیہ مبارک

امام شبلنجی لکھتے ہیں: آپ کا رنگ گندم گوں (سانولا) اور قد میانہ تھا آپ نحیف اور لاغر قسم کے انسان تھے (نور الابصار ص ۱۲۶، اخبار الاول ص ۱۰۹)۔

ملا مبین نے لکھا: آپ حسن و جمال، صورت و کمال میں نہایت ہی ممتاز تھے، آپ کے چہرہ مبارک پر جب کسی کی نظر پڑتی تھی تو وہ آپ کا احترام کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔
(وسیلۃ النجات ص ۲۱۹)

محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اور جب راستہ چلتے تھے تو نہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہر نہیں جاتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۲۶، ۲۶۴)۔

حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے اسی طرح آپ کی شان عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے ایک وہ ہستی جس کا مطمع نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جو اپنی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو اس کی شان عبادت کی سطح قرطاس پر کیونکر لایا جا سکتا ہے اور زبان قلم میں کس طرح کامیابی حاصل کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا خواہش و کاوش کے باوجود آپ کی شان عبادت کا مظاہرہ نہیں ہو سکا "قد بلغ من العبادۃ مالم یبلغہ احد" آپ عبادت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حالت وضو کے وقت

وضو نماز کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسی پر نماز کا دارومدار ہوتا ہے، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے آپ کے رگ و پے میں خوف خدا کے اثرات نمایاں ہو جاتے تھے۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اور وضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑ جایا کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق

معبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس کی جلالت کے رعب سے میرا یہ حال ہو جایا کرتا ہے۔
(مطالب السؤل ص ۲۶۲)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نماز میں حالت

علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوف خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔(اعلام الوری ص ۱۵۳)

اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے اور آپ کی ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں:

جب آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لے لئے جائے نماز پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب عرض کیا: تو آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا: میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اس کی جلالت مجھے از خود رفتہ کر دیتی ہے اور مجھ پر ایسی حالت طاری کر دیتی ہے۔

(مطالب السؤل ص ۲۲۶)۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے اہل محلہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا اور حضرت رضی اللہ عنہ کو پکارا حضور آگ لگی ہوئی ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے سرِ نیاز سجدہٗ بے نیاز سے نہ اٹھایا، آگ بجھادی گئی اختتام نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور آگ کا معاملہ تھا ہم نے اتنا شور مچایا لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔

آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں" مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا (شواہد النبوت ص ۱۷۷)۔

علامہ شیخ صبان مالکی لکھتے ہیں: جب آپ رضی اللہ عنہ وضو کے لیے بیٹھتے تھے تب ہی سے کانپنے لگتے تھے اور جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ خوف خدا سے لاغر ہو جانے کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔

(اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ۲۰۰)۔

ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں:

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز شب سفر و حضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی اسے قضا نہیں

ہونے دیتے تھے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔

ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مصروف ومشغول تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر پڑے بچہ کے گہرے کنویں میں گرنے سے ان کی ماں بے چین ہوکر رونے لگیں اور کنویں کے گرد پیٹ پیٹ کر چکر لگانے لگیں اور کہنے لگیں ،ابن رسول اللہ محمد باقر غرق ہوگئے امام زین العابدین علیہ السلام نے بچے کے کنویں میں گرنے کی کوئی پرواہ نہ کی اوراطمینان سے نمازتمام فرمائی اس کے بعدآپ کنویں کے قریب آئے اوراگر پانی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھاکر بلارسی کے گہرے کنوئیں سے بچے کونکال لیا بچہ ہنستا ہوابرآمد ہوا، قدرت خداوندی دیکھیئے اس وقت بچے کے کپڑے بھیگے تھےاور نہ بدن تر تھا(مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

''میں نے ایک شب حجراسود کے قریب جاکردیکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام بارگاہ خالق ارض وسمامیں سجدہ ریزی کررہے ہیں، میں اسی جگہ کھڑاہوگیامیں نے دیکھاکہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حدطول دیدیاہے یہ دیکھ کرمیں نے کان لگایاتوسنا کہ آپ سجدہ میں فرماتے ہیں"عبدك بفنائك مسكينك بفنائك سائلك بفنائك فقيرك بفنائك " (تیرابندہ تیرے محبت میں فنا ہوچکا ہے، تیرامسکین تیری محبت میں فنا ہو چکا ہے، تیرا سالک تیری محبت میں فنا ہےاور تیرافقیر تیری محبت میں فنا ہے) یہ سن کرمیں نے بھی انہیں کلمات کے ذریعہ سے دعامانگی فوراقبول ہوئی۔ (نورالابصار ص ۱۲۶)۔

امام زین العابدین کی شبانہ روزایک ہزاررکعتیں

علماء کابیان ہے کہ آپ شب وروز میں ایک ہزاررکعتیں ادافرمایاکرتے تھے۔
(صواعق محرقہ ص ۱۱۹)

چونکہ آپ کے سجدوں کاکوئی شمارنہ تھااسی لیے آپ کے اعضائے سجود"ثغنہ بعیر" کے گھٹے کی طرح ہوجایاکرتے تھےاورسال میں کئی مرتبہ کاٹے جاتے تھے۔ (الفرع النامی ص ۱۵۸)۔

آپ علیہ السلام کے مقامات سجود کے گھٹے سال میں دوبار کاٹے جاتے تھےاور ہرمرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی۔
(بحارالانوارجلد ۲ ص ۳)

علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نام سے موسوم ایک مسجد ہے جسے"جامع دمشق" کہتے ہیں۔ (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ منصب امامت اہلِ بیت پر فائز ہونے سے پہلے

اگر چہ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام بطن مادر سے امامت کی تمام صلاحیتوں سے بھر پورا آتا ہے تاہم فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی وقت ہوتی ہے جب وہ امام زمانہ کی حیثیت سے کام شروع کرے یعنی ایسا وقت آجائے جب کائنات ارضی پر کوئی بھی اس سے افضل واعلم برتر واکمل نہ ہو، امام زین العابدین اگر چہ وقت ولادت ہی سے امام تھے لیکن فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پر اس وقت عائد ہوئی جب آپ کے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ درجہ شہادت پر فائز ہوکر حیات ظاہری سے محروم ہو گئے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳۸ھ ء میں ہوئی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت وامامت تھا۔ دوسال ان کی ظاہری زندگی میں آپ رضی اللہ عنہ نے حالت طفولیت میں ایام حیات گزارے پھر ۵۰ھ ء تک امام حسین رضی اللہ عنہ کا زمانہ رہا پھر عاشورا، ۶۱ھ تک امام حسین رضی اللہ عنہ فرائض امامتِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کی انجام دہی فرماتے رہے۔

عاشور کی دوپہر کے بعد سے خاندان اہلِ بیت اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ پر عائد ہوگئی۔

اس عظیم ذمہ داری سے قبل کے واقعات کا پتہ صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، البتہ آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت گزاری اور آپ کے اخلاقی کارنامے بعض کتابوں میں ملتے ہیں بہرصورت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آخری ایام حیات کے واقعات اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے حالات سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو ۲۳۔ ۲۲ سال گزارے تھے یقیناً امام حسین رضی اللہ عنہ کے جملہ معاملات میں آپ نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ساتھ دیا ہی ہوگا لیکن مقصدِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہد کے آغاز ہونے پر انتہائی کمال کر دیا۔

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا شاندار کردار

۲۸ / رجب ۶۰ھ کو آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر ۲ / محرم الحرام کو وارد کربلا ہوئے، وہاں پہنچتے ہی یا پہنچنے سے پہلے آپ علیل ہوگئے اور آپ کی علالت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت تک اس قابل نہ ہوسکے کہ میدان میں جاکر درجہ شہادت حاصل کرتے، تاہم فراہم موقع پر آپ نے جذبات نصرت

کو بروئے کار لانے کی سعی کی جب کوئی آواز استغاثہ کان میں آئی آپ اٹھ بیٹھے اور میدان کارزار میں شدت مرض کے باوجود جا پہنچنے کی سعی بلیغ کی، امام رضی اللہ عنہ کے استغاثہ پر تو آپ رضی اللہ عنہ خیمہ سے بھی نکل آئے اور ایک چوب خیمہ لے کر میدان کا عزم کر دیا، ناگاہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نظر آپ پر پڑ گئی اور انہوں نے بقول سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آواز دی "بہن سید سجاد کو روکو ورنہ نسل رسول کا خاتمہ ہو جائے گا" امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سید سجاد کو میدان میں جانے سے روک لیا یہی وجہ ہے کہ اہلِ سادات کا وجود نظر آرہا ہے۔

اگر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ علیل ہو کر شہید ہونے سے نہ بچ جاتے تو نسلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف امام محمد باقر میں محدود رہ جاتی۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں:

مرض اور علالت کی وجہ سے آپ درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے۔ (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد جب خیموں کو اکھاڑا گیا تو آپ انہیں خیموں میں سے ایک خیمہ میں بدستور موجود تھے، حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کہ انہوں نے اہم فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے تحفظ کا ادا فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بچا لیا الغرض رات گزاری اور صبح نمودار ہوئی، دشمنوں نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اس طرح جھنجوڑا کہ آپ اپنی بیماری بھول گئے آپ سے کہا گیا کہ اونٹوں پر سب کو سوار کرو اور ابن زیاد کے دربار میں چلو، سب کو سوار کرنے کے بعد آل محمد کا ساربان پھوپھیوں، بہنوں اور تمام مخدرات کو لئے ہوئے داخل دربار ہوا حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے اور امام لوہے میں جکڑے ہوئے دربار میں پہنچ گئے آپ چونکہ ناقہ کی برہنہ پشت پر سنبھل نہ سکتے تھے اس لیے آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا گیا تھا دربار کوفہ میں داخل ہونے کے بعد آپ اور مخدرات عصمت قید خانہ میں بند کر دیئے گئے، سات روز کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریبا ۳۶/ یوم میں وہاں پہنچے کامل بھائی میں ہے کہ ۱۶/ ربیع الاول ۶۱ ھ کو بدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں اللہ رے صبر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بہنوں اور پھوپھیوں کا ساتھ اور لب شکوہ پر سکوت کی مہر۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور مردانہ وار مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔

اور جس شخص کے ہاتھوں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس کا تعلق قبیلہ مذحج سے تھا، اگرچہ اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔
اس شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کا سرانور آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے الگ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر انور ابن زیاد لعین کے پاس لے گیا۔
ابن زیاد لعین نے آپ رضی اللہ عنہ کا سرِ انور یزید کے پاس روانہ کردیا، ادھر عمرو بن سعد بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا۔
امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے امام علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) بچے تھے۔ جو اس روایت کے روای ابوجعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد تھے۔ (الاصابہ، ج ۲، ص ۱۷)
تاریخ طبری کی روایت میں ہے کہ سنان ابن انس نخعی نے شہید کیا اور خولی الاصبحی نے سر مبارک کاٹا۔
(تاریخ طبری ج ۱۴، ص ۲۴۶)
اور وہ یہ شعر پڑھتا تھا۔

اوقر رکابی فضه وذهبا قد قتلت الملك المحجبا
قتلت خير الناس اما وابا وخيرهم اذ ينتسبون نسبا

''میرے اونٹ سونے اور چاندی سے لادو، میں نے ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جس تک رسائی مشکل ہے، میں نے ایسے انسان کو قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے افضل ہیں، اور نسب کے اعتبار سے بہتر ہے۔''

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خطبہ

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
''اے کوفہ والو! اے مکار و خیانت کارو! اے بے غیرت لوگو! خدا کرے تمہاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمہارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو۔ کیا تم میرے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے رو رہے ہو روؤ کہ تم اسی لائق ہو، ہنسو کم روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلت کی گرد بیٹھ چکی ہے، یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے۔ (صحیفہ کربلا: ۳۸۸)
حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کوفہ والوں کا جن کا تعلق عبداللہ بن سبا سے تھا اور جو منافقت کر کے حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی المرتضی اور اب امام حسین علیہ السلام کو شہید کر گئے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا خطبہ

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے کوفیو! تمہارے چہرے منفور ہو جائیں تم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ اور دشمن کے ہاتھ میں تنہا چھوڑ دیا اور انہیں قتل کر دیا۔ (صحیفہ کربلا: ۳۹۱)

یہاں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو بے نقاب کرتی ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خطوط لکھے اور انہی لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے اور پھر انہیں دھوکہ دیا۔ خدا تم کو موت دے۔ کوفیوں نے کہا: اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ آپ حکم دیجئے کہ جو آپ کے آڑے آئے اس سے جنگ کریں اور جو آپ کا فرمان تسلیم کرے اس سے صلح کریں اور یزید کو تخت حکومت سے اتار کر قید کرلیں جنہوں نے آپ کے خاندان والوں پر ظلم کیا۔ امام زین العابدین نے کہا دور ہو جاؤ اے دھوکہ باز اور بے وفا لوگو! کیا تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہتے ہو جو میرے بزرگوں کے ساتھ کر چکے ہو۔ اطمینان کرو میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ (صحیفہ کربلا، ص ۳۹۲)

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی خواتین اور بچے یزید کے دربار میں

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان کے افراد یزید کے دربار میں پہنچے تو اہل دربار نے یزید کو فتح کی مبارک باد دی۔ دربار میں سے ایک شخص نے جرأت کر کے ایک صاحبزادی کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے امیر المؤمنین! (یزید علیہ اللعنۃ) یہ مجھے دے دو، یہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے یزید دینِ الٰہی سے نکل جائے۔ جب دوبارہ اس شخص نے یہی کہا: تو یزید نے اس کو ڈانٹا اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی خواتین اور بچوں تمام کو اپنے گھر محل میں بھیج دیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی وضاحت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے یہی کوفی تھے جنہوں نے محبت اہل بیت کا لباس پہنا ہوا تھا اور یہ بھی واضح کیا کہ جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ تمہاری باتوں میں

آ گئے میں آنے والا نہیں ہوں۔

جب یزید علیہ اللعنۃ نے اہل بیت کو واپس بھیجنے کا ارادہ کیا تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید سے تین چیزوں کا مطالبہ کیا۔ یزید نے کہا: میں نے جن تین خواہشوں کے پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے بیان کیجئے تا کہ پوری کردوں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی یہ کہ میں ایک بار اور والد حسین کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ دوسری یہ کہ ہمارے لوٹے ہوئے مال کو واپس کیا جائے۔ تیسری یہ کہ اگر مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو ان عورتوں کے ساتھ کسی معتمد آدمی کو بھیج دو تا کہ وہ انھیں ان کے جد کے حرم تک پہنچا دے۔ یزید نے کہا: آپ کی پہلی خواہش تو پوری نہیں کی جاسکتی۔ رہی دوسری خواہش تو میں کئی گنا مال دونگا اور تیسری خواہش کے لئے یہ ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی عورتوں کے ساتھ نہیں جائیگا۔ (صحیفہ کربلا، ص ۴۶۸)

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی مدینہ منورہ روانگی

یزید علیہ اللعنہ نے تمام اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ جب یہ مظلوم قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو عبدالمطلب کے خاندان کی ایک خاتون روتی ہوئی آئیں اور یہ اشعار پڑھنے لگیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم　　ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی　　منھم اساری ومنھم ضربوا بدم
ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم　　ان تخلفونی بسوٴ فی ذوی رحم

(تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۵۷)

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا تو کیا جواب دو گے کہ تم آخری امت ہو کر میرے بعد میری عترت اور میرے گھر والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ ان میں کچھ قیدی ہیں اور کچھ خون بھی لتھڑے ہوئے ہیں۔ میں زندگی بھر جو تمہیں نصیحت کرتا رہا تو اس کی یہ جزا نہ تھی کہ تم میرے رشتہ داروں سے ایسا سلوک کرتے۔

اس عظیم واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بال اس طرح سفید ہو گئے تھے کہ جاننے والے انہیں پہچان نہ سکے (احسن القصص، ص ۱۸۲)

رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تا حیات گریہ فرماتے رہے (جلاء العیون ص ۲۵۶)

اہل مدینہ یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو گئے بالآخر واقعہ حرہ کی نوبت آگئی۔

واقعہ حرہ

''حرہ'' پتھریلی زمین کو کہتے ہیں؛ چونکہ مدینہ کا ایک حصہ پتھریلا اور آتش فشانی پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے، اسی لیے ''حرہ'' کہلاتا ہے ''حرہ واقم'' کے راستے افواج یزید کی آمد پر یہ واقعہ ''واقعۂ حرہ'' کہلایا۔

(ابن منظور، لسان العرب، لفظ حرہ)

یزید بن معاویہ کے دور میں سانحۂ کربلا کے بعد دوسرا بڑا سانحہ مدینہ پر شامی افواج کی چڑھائی تھی جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی اور مدینہ میں قتل عام کیا گیا۔ یہ افسوسناک واقعہ ۶۳ ھ میں پیش آیا اور واقعۂ حرہ کہلاتا ہے۔ یزید کی بھیجی ہوئی افواج نے دس ہزار سے زائد افراد کو شہید کیا۔ خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور تین دن تک مسجد نبوی میں نماز نہ ہو سکی۔ (ابن کثیر، تاریخ الخلفاء)

سانحۂ کربلا کے بعد حجاز میں یزید کے خلاف غم وغصہ اور نفرت اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا اور وہاں سے ایک انقلاب اٹھ رہا تھا۔ اہل مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اہل مدینہ نے بھی یزید کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ اس صورت حال میں یزید سلطنت اسلامیہ میں کشت وخون نہیں چاہتا تھا اور اہل مدینہ کو سمجھانے کے لیے اس نے وفد بلوایا اور امیر مدینہ عثمان بن محمد نے ایک وفد عبداللہ بن حنظلہ کے ہمراہ دارالحکومت دمشق روانہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون جلد دوم، ص ۱۳۶)

یزید کے وفد سے نرم سلوک اور انعام واکرام سے نوازنے کے باوجود سانحۂ کربلا سے پیدا ہونے والا خلا برقرار رہا اور اہل مدینہ امویوں کے مقابلے میں کھلم کھلا مخالفت اختیار کر گئے۔ اس مخالفت کے نتیجے میں اموی خاندان کے افراد کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

مدینہ پر چڑھائی

ان واقعات کا علم جب یزید کو ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ مسلم بن عقبہ یزید کے حکم پر بارہ ہزار آدمیوں کے لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ لشکر کی روانگی کے وقت یزید نے بذات خود چند احکامات کی پابندی کا حکم دیا۔ وہ احکامات یہ تھے:

۱:۔ اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت دینا تا کہ وہ اس عرصے میں کوئی فیصلہ کر لیں

۲:۔ تین دن کے بعد اگر وہ اطاعت قبول نہ کریں تو جنگ کرنا

۳:۔ جنگ میں کامیابی کی صورت میں تین روز تک قتل عام جاری رکھنا اور مال واسباب لوٹنا۔

۱۲امام علیہم الرضوان

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو کوئی نقصان نہ پہنچانا

۴۔ ان احکامات پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے مسلم اپنے لشکر کے ہمراہ مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر مسلم نے اہل مدینہ کو مصالحت کی دعوت دی اور ساتھ ہی تین دن کی میعاد مقرر کی۔ لیکن اس عرصے میں اہل مدینہ خاموش رہے۔ تین دن کے بعد مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو جنگ یا صلح میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اہل مدینہ یزید کی اطاعت قبول کرنے پر تیار نہ تھے، انہوں نے جنگ کو ترجیح دی۔ جنگ میں مدنی لشکر کی قیادت عبد اللہ بن حنظلہ نے کی لیکن اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہما سمیت کئی اکابرین شہید ہوئے۔ (ابن کثیر، تاریخ الخلفاء) مسلم نے فتح حاصل کرنے کے بعد یزید کے حکم کے مطابق قتل و غارت گری کی اور یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ اس واقعے میں ۳۰۶ شرفائے قریش و انصار اور دیگر قبائل کے آدمی کام آئے۔ تین دن کے بعد باقی ماندہ لوگوں سے بیعت کرنے پر اصرار کیا گیا۔ ان سے جبراً بیعت لی گئی اور انکار کی صورت میں قتل کر دیا جاتا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی پیش ہوئے لیکن یزید کی ہدایت کے مطابق ان سے کوئی سختی نہ کی گئی۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ ۶۳ھ میں ہوا جو واقعۂ حرہ کہلاتا ہے۔ یہ یزیدی عہد کا ایک بڑا المیہ تھا۔

واقعہ حرہ، یزید بن معاویہ کا تاریخی جرم حرہ کا واقعہ ذوالحجہ سنہ 63 ہجری میں رونما ہوا۔
(ابن اثیر، کامل، ج ۴، ص ۱۲۰، طبری، تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۷۴)

واقعۂ عاشورا کے بعد یزید کے خلاف تحریکوں کا آغاز ہوا؛ مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ اور کئی بااثر افراد نے بھی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اہلِ مدینہ ابن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر والی مدینہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال باہر کیا؛ بنو امیہ مروان بن حکم کے گھر میں جمع ہوئے اور انہیں وہیں قید کر لیا گیا۔ (ابن اثیر، الکامل، ج ۴، ص ۱۱۲، الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۲۳۱)

ابن عقبہ نے تحریک کو کچل دیا اور مدینہ میں بے شمار مسلمانوں اور صحابہ و تابعین کو تہ تیغ کیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے: مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن تک اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کر دیا اور انھوں نے جو چاہا کیا۔ (کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۱۷)

ابن قتیبہ لکھتا ہے: ایک شامی سپاہی ایک گھر میں داخل ہوا اور مال و دولت کے بارے میں پوچھا، گھر کی خاتون نے کہا: جو کچھ تھا وہ تمہارے سپاہی لوٹ کر لے گئے۔ یزیدی سپاہی نے اس کی گود سے شیر خوار بچہ

چھین کر دیوار پر دے مارا جس کی وجہ سے بچے کا مغز باہر آ گیا۔ (الامامۃ والسیاسۃ، ج ا، ص ۸۳۲)

مسلم بن عقبہ نے مدینہ پر مسلط ہونے کے بعد ان سے یزید کے غلاموں کے طور بیعت لی اور ان سے ان کے مال و جان اور اولاد پر یزید کے حق تصرف کا عہد لیا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا وہ قتل کیا گیا۔

(تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۸۱، ۳۸۴، کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۲۳، ۱۲۴، مروج الذہب، ج ۳، ص ۷۰)

کربلا کے واقعے میں یزید کو سماجی حوالے سے شکست ہوئی تھی چنانچہ اس نے ابن عقبہ سے کہا تھا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو نہ چھیڑے۔ اس واقعے میں مہاجر و انصار سے سترہ سو افراد اور دوسرے مسلمانوں میں سے دس ہزار لوگ قتل ہوئے۔ (الامامۃ والسیاسۃ، ج ا، ص ۲۳۹، ج ۲، ص ۱۹)

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: یزیدی فوج نے مدینہ کے لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا؛ زمین پر گرے ہوئے خون کی فراوانی تھی اور قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ مہاجرین و انصار اور ان کی اولادوں اور مجاہدین بدر کو قتل کیا اور باقیماندہ لوگوں سے یزید کے غلاموں کی حیثیت سے بیعت لی۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۹۵۲)

مؤرخین لکھتے ہیں: مسلم بن عقبہ نے اس قدر بے گناہ لوگوں کا خون بہایا کہ وہ مسرف کہلایا۔ (مروج الذہب، ج ۳، ص ۹۶، کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۲۰)

اس واقعے میں ہزاروں خواتین کو جبری زنا کا نشانہ بنایا گیا جس سے بن باپ کے بے شمار بچے پیدا ہوئے۔ (الامامۃ والسیاسۃ، ج ۲، ص ۱۵)

حموی لکھتا ہے: مسلم بن عقبہ نے خواتین کو اپنے فوجیوں کے لیے مباح کر دیا تھا۔

(معجم البلدان، ج ۲، ص ۹۴۲)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے واقعے کو یاد کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اس واقعے میں کسی کو بھی نجات نہیں ملی؛ زیادہ تر صحابہ اور دوسرے مسلمان مارے گئے، مدینہ کو لوٹا گیا اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا گیا!!۔ اس کے بعد حسن بصری نے آیت استرجاع (اناللہ و انا الیہ راجعون) کی تلاوت کرتے ہوئے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس نے اہلیان مدینہ کو ہراساں کیا اس پر خدا، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۳، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، حدیث نمبر ۱۰، ۱۶، مسند احمد، ج ۴، ص ۵۵، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۴۶ تا ۲۴۷)

واقعہ کربلا اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خطبات

معرکۂ کربلا کی غم آگہیں داستان تاریخِ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اول سے آخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور باپ کی شہادت کے بعد خود اس المیہ کے ہیرو بنے اور پھر جب تک زندہ رہے اس سانحہ کا ماتم کرتے رہے۔

۱۰/محرم ۶۱ ھ کا واقعہ یہ اندوہناک حادثہ جس میں ۱۸/ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب وانصار کام آئے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ جانکاہ دور نہ ہوا، آپ یوں تو اس واقعہ کے بعد تقریبا چالیس سال زندہ رہے مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور کسی نے آپ کو بشاش اور فرحناک نہ دیکھا، اس جانکاہ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں آپ نے جو جابجا خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

کوفہ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

کوفہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سب خاموش ہوگئے، آپ کھڑے ہوئے خدا کی حمد وثناء کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجا پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے جو نہیں جانتا اسے میں بتاتا ہوں میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹا گیا جس کے اہل وعیال قید کردیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جو ساحل فرات پر ذبح کردیا گیا، اور بغیر کفن ودفن چھوڑ دیا گیا اور (شہادت حسین)

ہمارے فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگو! تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کرلیا، تمہاری رائیں کس قدر بری ہیں تم کن آنکھوں سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو گے جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے باز پرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا" اس لیے تم میری امت میں نہیں"۔ (کتاب لہوف ص ۶۸)

مسجد دمشق (شام) میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اہل حرم سمیت دربار یزید میں داخل کئے گئے اور ان کو منبر پر جانے کا موقع ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انبیاء کی طرح شیریں زبان

میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ سنو، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کئے ہیں اس کا فرزند ہوں جس نے طواف کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے، میں پسر زمزم و صفا ہوں، میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں، میں اسکا فرزند جس پس گردن سے ذبح کیا گیا، میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا، میں اس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کر دیا، حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا، میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سو گئے میں اسکا پسر ہوں جس کے اہل حرم قید کر دئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم و خطا ذبح کر ڈالے گئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگا دی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم کربلا کی زمین پر چھوڑ دیا گیا اور سر دوسرے مقامات پر نوک نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا میں اس کا فرزند ہوں جس کے اردگرد سوائے دشمن کے کوئی اور نہ تھا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کو قید کر کے شام تک پھرایا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جو بے یار و مددگار تھا۔''

پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! خدا نے ہم کو پانچ فضیلت بخشی ہیں:

خدا کی قسم! ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت و رسالت ہیں۔

ہماری شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں، اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی۔

شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے، ہم کبھی کسی کی قوت و طاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے، جب فصحاء فخر و مباہات کریں۔

ہم ہی صراط مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔

ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے، ہمارے دوست (روز قیامت) سیر و سیراب ہوں گے اور ہمارے

دشمن روزِ قیامت بدبختی میں ہوں گے۔

جب لوگوں نے امام زین العابدین کا کلام سنا تو چیخ مار کر رونے اور پیٹنے لگے اور ان کی آوازیں بے ساختہ بلند ہونے لگیں یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس کے ردعمل میں فوراً موذن کو حکم دیا (کہ اذان شروع کر کے) امام کے خطبہ کو منقطع کر دے۔

موذن (اذان دینے کی جگہ پر گیا) اور کہا: "اللہ اکبر" (خدا کی ذات سب سے بزرگ و برتر ہے)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور ایک عظیم الشان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا "حق" ہے۔

پھر موذن نے کہا: "اشھد ان لاالہ الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں اور ہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتا ہوں۔

پھر موذن نے کہا: "اشھد ان محمد ا رسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں)

فبکی علی رضی اللہ عنہ

(یہ سن کر) حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ رو پڑے

اور فرمایا: اے یزید! میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا تھے یا تیرے۔؟

یزید نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر کیوں تو نے ان کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو شہید کیا؟

یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے محل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

"لاحاجۃ لی بالصلوٰۃ"

مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں

اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہو گئے اور کہا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے منہال! ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ (نہایت بے دردی سے) شہید کر دیا گیا ہو، جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے ہوں جو اپنے چاروں طرف اپنے اہل حرم کو قیدی دیکھ

رہا ہو، جن کا نہ پردہ رہ گیا نہ چادریں رہ گئیں، جن کا نہ کوئی مددگار ہے نہ حامی، تم تو دیکھ رہے ہو کہ میں مقید ہوں، پریشان کیا گیا ہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے، نہ مددگار، میں اور میرے اہل بیت لباس کہنہ مین ملبوس ہیں ہم پر نئے لباس حرام کردیئے گئے ہیں اب جو تم میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو، ہمارے دشمن ہمیں برا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح وشام موت کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: عرب وعجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے تھے، اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہل بیت علیہم الرضوان ہیں لیکن ہمیں قتل کیا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا، ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کر کے دربدر پھرایا گیا، گویا ہمارا حسب بہت گرا ہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے، گویا ہم عزت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اور بزرگوں کے فرش پر جلوہ افروز نہیں ہوئے آج گویا تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہو گیا اور آل مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزید کی ادنیٰ غلام ہوگئی ہے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیے کہا تھا

"ویحک اردت بصعودہ زوال ملکی"

تیرا برا ہو تو ان کو منبر پر بٹھا کر میری سلطنت ختم کرنا چاہتا ہے۔

اس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا۔

یزید نے کہا: کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہل بیت نبوت اور معدن رسالت کا ایک فرد ہے۔

یہ سن کر موذن سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا: اے یزید "اذا کان کذالک فلم قتلت اباہ" جب تو یہ جانتا تھا تو تو نے ان کے پدر بزرگوار کو کیوں شہید کیا۔

موذن کی گفتگو سن کر یزید برہم ہو گیا" فامر بضرب عنقہ " اور موذن کی گردن مار دینے کا حکم دیدیا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

جب اہل بیت رسول کی رہائی ہوئی اور یہ قافلہ کربلا سے ہوتا ہوا مدینہ کی طرف چلا تو قریب مدینہ پہنچ کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا، سب کے سب خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا:

حمد اس خدا کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، روز جزاء کا مالک ہے، تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے

۱۱امام علیہم الرضوان

جو اتنا دور ہے کہ بلند آسمان سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سامنے موجود ہے اور ہماری باتوں کا سنتا ہے، ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا شکر بجالاتے ہیں عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدید تکلیفوں، اور قلب وجگر کو ہلا دینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خدا اور صرف خدا کے لیے حمد ہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کئے گئے، دیوار اسلام میں بہت بڑا رخنہ (شگاف) پڑ گیا، حضرت ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت شہید کر دیے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قید کر دیۓ گئے اور (لشکر یزید نے) ان کے سرہائے مبارک کو بلند نیزوں پر رکھ کر شہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابر کوئی مصیبت نہیں، اے لوگو! تم سے کون مرد ہے جو شہادت حسین کے بعد خوش رہے یا کونسا دل ہے جو شہادت حسین سے غمگین نہ ہو یا کونسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو روک سکے، شہادت حسین پر ساتوں آسمان روئے، سمندر اور اس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اور سمندر کے گرداب روئے ملائکہ مقربین اور تمام آسمان والے روئے، اے لوگو! کون سا قطب ہے جو شہادت حسین کی خبر سن کر نہ پھٹ جائے، کونسا قلب ہے جو محزون نہ ہو، کونسا کان ہے جو اس مصیبت کو سن کر جس سے دیوار اسلام میں رخنہ پڑا، بہرہ نہ ہو، اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدر ٹھکرائے جاتے تھے ذلیل کئے گئے شہروں سے دور تھے، گویا ہم کو کابل سمجھ لیا گیا تھا، حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا تھا نہ کسی برائی کا ارتکاب کیا تھا نہ دیوار اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ان چیزوں کے خلاف کیا تھا جو ہم نے اپنے آباؤاجداد سے سنا تھا، خدا کی قسم اگر حضرات نبی بھی ان لوگوں (لشکر یزید) کو ہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تو یہ نہ مانتے) جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری وصایت کا اعلان کیا (اور ان لوگوں نے مانا) بلکہ جتنا انہوں نے کیا ہے اس سے زیادہ سلوک کرتے، ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف ہماری بازگشت ہے"۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی فریاد

جب یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام کلثوم گریہ و بکا کرتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا سلام ہو"انی ناعیة الیك ولدك الحسین" میں آپ کو آپ کے فرزند حسین کی خبر شہادت سناتی ہوں، یہ کہنا تھا کہ قبر رسول سے گریہ کی صدا بلند ہوئی اور تمام لوگ رونے لگے پھر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے نانا کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور اپنے رخسار قبر مطہر سے رگڑتے ہوئے یوں فریاد کرنے لگے:

انا جیك یا جداہ یا خیر مرسل انا جیك محزونا علیك موجلا

سبیناکماتسبی الاماء ومسنا حبیبک ﷺ مقتول ونسلک ضائع
اسیرا ومالی حامیا ومدافع من الضر مالاتحمله الاصابع

میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا، اے تمام رسولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسین" شہید کر دیا گیا اور آپ کی نسل تباہ و برباد کر دی گئی، اے نانا میں رنج وغم کا مارا آپ سے فریاد کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا میرا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اے نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا، جس طرح (لاوارث) کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے، اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو انگلیوں پر گنے نہیں جاسکتے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور محمد حنفیہ کے درمیان حجر اسود کا فیصلہ

آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے چچا محمد حنفیہ نے بروایت اہل اسلام امام سے خواہش کی کہ مجھے تبرکات امامت دیدو، کیونکہ میں بزرگ خاندان اور امامت کا اہل وحقدار ہوں آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس چلو وہ فیصلہ کر دے گا جب یہ حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ بحکم خدا یوں بولا "امامت (روحانی امامت) زین العابدین کا حق ہے" اس فیصلہ کو دونوں نے تسلیم کر لیا۔ (شواہد النبوت ص ۱۷۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے محمد حنفیہ، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت کرتے تھے ایک دن ابو خالد کابلی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ حجر اسود نے خلافت کا ان کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ امام زمانہ ہیں یہ سنکر وہ مذہب امامیہ کا قائل ہو گیا (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۶)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور فقراء مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فقراء مدینہ کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامان خورد و نوش رات کو کون دے جاتا ہے آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پر لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا، بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔ (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور کعبۃ اللہ کی بنیا اور حجر اسود کی تنصیب

۷۱ھ میں عبد الملک بن مروان نے عراق پر لشکر کشی کر کے حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر

۷۲ھ میں حجاج بن یوسف کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ کیا۔ (ابوالفداء)۔

وہاں پہنچ کر حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے زبردست مقابلہ کیا اور بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما محصور ہو گئے اور حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو کعبہ سے نکالنے کے لیے کعبہ پر سنگ باری شروع کردی، یہی نہیں بلکہ اسے کھدواڈالا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما جمادی الآخر ۷۳ھ میں قتل ہوا (تاریخ ابن الوردی)۔

اور حجاج جو خانہ کعبہ کی بنیاد تک خراب کر چکا تھا اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ علامہ صدوق کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ حجاج کے ہدم کعبہ کے موقع پر لوگ اس کی مٹی تک اٹھا کر لے گئے اور کعبہ کو اس طرح لوٹ لیا کہ اس کی کوئی پرانی چیز باقی نہ رہی، پھر حجاج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کی تعمیر کرانی چاہئے چنانچہ اس نے تعمیر کا پروگرام مرتب کرلیا اور کام شروع کرادیا، کام کی ابھی بالکل ابتدائی منزل تھی کہ ایک اژدھا برآمد ہو کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جس کے ہٹے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دی، حجاج گھبرا اٹھا اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے جب لوگ اس کا حل نکالنے سے قاصر رہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آج کل فرزند رسول حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما یہاں آئے ہوئے ہیں، بہتر ہوگا کہ ان سے دریافت کرایا جائے یہ مسئلہ ان کے علاوہ کوئی حل نہیں کرسکتا، چنانچہ حجاج نے آپ کو زحمت تشریف آوری دی، آپ نے فرمایا کہ اے حجاج تو نے خانہ کعبہ کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے تو نے توہائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکھڑوا کر راستہ میں ڈلوا دیا ہے "سن" تجھے خدا اس وقت تک کعبہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہونے دے گا جب تک تو کعبہ کا لٹا ہوا سامان واپس نہ منگائے گا، یہ سن کر اس نے اعلان کیا کہ کعبہ سے متعلق جو شے بھی کسی کے پاس ہو وہ جلد سے جلد واپس کرے، چنانچہ لوگوں نے پتھر مٹی وغیرہ جمع کردی جب آپ اس کی بنیاد استوار کی اور حجاج سے فرمایا کہ اس کے اوپر تعمیر کراؤ "فلذالک صار البیت مرتفعا" پھر اسی بنیاد پر خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ قطب راوندی لکھتے ہیں کہ جب تعمیر کعبہ اس مقام تک پہنچی جس جگہ حجر اسود نصب کرنا تھا تو یہ دشواری پیش ہوئی کہ جب کوئی عالم، زاہد، قاضی اسے نصب کرتا تھا تو "یتزلزل ویضطرب ولایستقر" حجر اسود متزلزل اور مضطرب رہتا اور اپنے مقام پر ٹھہرتا نہ تھا بالآخر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بلائے گئے اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر اسے نصب کردیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن معاویہ ہی کی طرح خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر وغیرہ پھنکوائے تھے۔

امام زین العابدین اور عبدالملک بن مروان کا حج

بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہد حکومت میں اپنے پایہ تخت سے حج کے لیے روانہ ہوکر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہ دین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے روانہ ہوکر پہنچ گئے مناسک حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہوگیا، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا عبدالملک بن مروان کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اس نے اپنی دنیا وآخرت خراب کرلی ہے کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے اس نے کہا نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے پاس آئیں تاکہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں، آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تیرے مال دنیا کی ضرورت نہیں ہے مجھے دینے والا خدا ہے یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کرکے کہا، میرے مالک اسے بھر دے، امام کی زبان سے الفاظ کا نکلنا تھا کہ ردائے مبارک موتیوں سے بھر گئی، آپ نے اسے راہ خدا میں دیدیا (جنات الخلود ص ۲۳)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اخلاق کی دنیا میں

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ چونکہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لئے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں: ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا، اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تاکہ میں پوری کروں، وہ شرمندہ ہوکر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا (مطالب السؤل ص ۲۶۷)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے آپ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اس نے مخاطب کرکر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکم خدا" واعرض عن الجاھلین" جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کررہا ہوں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی برائی کررہا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، "اچھا لے" یہ پانچ ہزار درہم ،وہ شرمندہ ہوگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا، آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے، اگر میں نے اسے طے کرلیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کرسکا تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے (نورالابصار ص ۱۲۷۔۱۲۶)۔

علامہ دمیری لکھتا ہیں:

ایک شامی حضرت علی کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی تم مسافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو، میرے یہاں قیام کرو، اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوری کروں وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا (حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۲۱)۔

علامہ طبری لکھتا ہے:

ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اسکی برائی مجھ سے بیان کردی، دیکھو یہ غیبت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا (احتجاج ص ۳۰۴)۔

جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو خوش و مسرور ہوجاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زادراہ آخرت اٹھانے کے لیے آگیا ہے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی رحمۃ اللہ علیہ نگاہ میں

۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا یہ حجاج بن یوسف کی طرح نہایت ظالم و جابر تھا اسی کے عہد ظلمت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا حجاز کا گورنر ہوا یہ بڑا منصف مزاج اور فیاض تھا، اسی کے عہد گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ۸۷ھ۔ میں سرور کائنات کے روضہ کی ایک دیوار گر گئی تھی جب اس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا، اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام

زین العابدین علیہ السلام ہی کوسب پر ترجیح دی (وفاء الوفاء جلد ا ص ۳۸۶)۔

اسی نے فدک واپس کیا تھا اورامیرالمومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا کرنے کے طریقہ کار کوختم کردادیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شہادت

آپ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرمارہے تھے لیکن آپ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دیدیا، اور آپ بتاریخ ۲۵ / محرم الحرام ۹۵ ھ مطابق ۷۱۴ء کو درجہ شہادت پر فائز ہو گئے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کردیئے گئے۔

علامہ شبلنجی، علامہ ابن حجر، علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں: "وان الذی سمہ الولیدبن عبدالملک" جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت ہے (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ وفریاد کرتا ہوا تین روز میں مرگیا (شواہد النبوت ص ۱۷۹)

شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷ / سال کی تھی۔

آپ کی اولاد

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ان پندرہ اولاد کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ آپ کی والدہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام عبداللہ جناب فاطمہ تھیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت محمد اصغر رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت حسین اصغر رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
۱۳۔ حضرت فاطمة رضی اللہ عنہا
۱۴۔ حضرت علیہ رضی اللہ عنہا
۱۵۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(ارشاد مفید فارسی ص ۴۰۱)

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم

زید بن علی (پیدائش: ۶۹۵ء اور وفات: ۵ جنوری ۷۴۰ء) زین العابدین اور جید السند کے فرزند تھے۔

بنو ہاشم حصول خلافت کی جدوجہد میں بنو امیہ کے سیاسی حریف تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ سانحہ کربلا کے بعد بنو ہاشم ایک عرصہ تک اس کش مکش سے الگ رہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جنہوں نے کربلا کے لرزہ خیز واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے وہ اس آرزو سے قطعاً لاتعلق رہے۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فاطمی اولاد ابھی تک مہر بلب تھی لیکن نئی نسل کے ذہنوں میں خلافت کے حصول کی خواہش دوبارہ زندہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ امام زید بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کسی محفل میں کر دیا۔ ایک بار آپ اپنے کسی خاندانی وقف کے تنازع کے فیصلہ کے لیے ہشام سے ملنے دمشق گئے ہشام آپ کی آرزوئے خلافت سے آگاہ تھا آپ سے اس حسن سلوک اور مروت سے پیش نہ آیا جس کے آپ مستحق تھے۔ اول تو دربار میں باریابی ہی کافی وقت کے بعد ہوئی لیکن جب باہم گفتگو کا وقت آیا تو دونوں کے درمیان میں تلخ کلامی ہوئی اور کچھ نازیبا کلمات بھی استعمال کیے گئے۔ حضرت امام زید بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے واپس چلے گئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خود ہشام نے آپ کو اپنے تنازع کا تصفیہ کے لیے والی کوفہ کے پاس بھجوا دیا۔ امام جعفر صادق ✕ نے آپ کو خلافت کے حصول کی کوشش سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اور کوفیوں کی بدفطرتی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا۔

"اہل عراق کا ہرگز اعتبار نہ کیجیے انھوں نے ہمارے باپ دادا کو دھوکا دیا۔"

لیکن حضرت امام زید بن علی رضی اللہ عنہما کوفیوں کے جال میں پھنس گئے۔ ۱۵ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ایک تاریخ خروج کی بھی مقرر کر دی۔

وفات

جب یوسف بن عمرو والی کوفہ مقابلہ کے لیے آیا تو سب کوفی ساتھ چھوڑ گئے۔صرف دو سو جانثار باقی رہ گئے۔تاہم آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی اور نہایت ثابت قدمی سے میدان جنگ میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ ایک تیر آپ کی پیشانی میں لگا اور اس کے نکالتے ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔آپ کی وفات کا واقعہ صفر ۱۰۱ھ بمطابق جنوری ۷۴۰ء میں پیش آئی

زیدیہ

آپ کی وفات کے بعد ایک مستقل فرقہ وجود میں آ گیا جو زیدیہ کہلایا۔آپ کے ماننے والے حضرت امام علی ابن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے بعد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی بجائے آپ کو امام مانتے ہیں۔اس فرقہ کے ماننے والوں کی اب بھی کافی تعداد موجود ہے۔ یہ فرقہ خلافت کو بھی تسلیم کرتا ہے اور امامت کو بھی مانتا ہے۔زیدی سادات انہی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا مختصر تعارف

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نہایت خوبصورت ، پروقار شخصیت کے مالک تھے،آپ کی آنکھیں بڑی اور سیاہ جب کہ آبرو کشیدہ جس سے آپ کی شخصیت دوسروں سے نمایاں نظر آتی تھی۔آپ بچپن ہی سے ذہین اور لائق تھے۔آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔آپ رضی اللہ عنہ روحانی کمالات ومعنوی جمالات کے ساتھ ساتھ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شجاعت وبہادری کے بھی وارث تھے، کیوں کہ

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ اس گھر کا ہر اک بچہ جسے دیکھو وہی شیر خدا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت زید مدینہ منورہ میں جید علماء اور اکابرین امت کی حیثیت رکھتے تھے۔مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے یعنی قرأت،علوم قرآنیہ،عقائد اور علم کلام وغیرہ۔آپ رضی اللہ عنہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سے تھے۔امام ابوحنفیہ ان کے حلقہ درس میں دو سال رہے۔امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں:زید بن علی سے زیادہ فقیہ اور فصیح وبلیغ میں نے کسی کو نہیں پایا۔حقیق میں علم میں ان کی کوئی مثال نہ تھی۔

شیخ مفید کا مزید کہنا ہے کہ آپ اپنے بھائیوں میں امام باقر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب سے زیادہ صاحب علم تھے،شجاعت،سخاوت،فقاہت،عبادت اور زہد وتقویٰ ان کی شخصیت کا حصہ تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سید الساجدین حضرت علی بن حسین ، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے گھر

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی آپ کی تاریخ ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے مشہور محقق
پیدا ہوئے آپ کی ولادت
ابن عساکر آپ کی تاریخ ولادت ۷۸ ہجری بیان کرتے ہیں جب کہ مورخ محلی آپ کی تاریخ ولادت
۷۵ ہجری ذکر کرتے ہیں، جب کہ بعض مورخین کے نزدیک آپ کی تاریخ ولادت ۸۰ ہجری ہے۔
ابن عساکر نے کتاب تہذیب تاریخ دمشق الکبیر کی چھٹی جلد کے صفحہ نمبر ۱۸ پر نقل کیا ہے کہ آپ کی
شہادت بیالیس سال کی عمر میں ہوئی اور یہ ۱۲۰ ہجری تھا۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۷۸ ہجری ہی بنتی
ہے۔ مگر شیخ مفید اپنی کتاب مسار الشیعتہ میں آپ کی شہادت کا سال یکم صفر ۱۲۱ ہجری ذکر کرتے ہیں۔ اور مشہور
کتاب مسند امام زید جو حضرت زید بن علی کی شرح احوال کے متعلق ہے اس میں آپ کا سن ولادت ۷۶ ہجری
اور سن شہادت ۱۲۲ ہجری درج ہے۔ اور اس حساب سے آپ کی عمر ۴۶ سال بنتی ہے۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے والد ماجد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سایہ عاطفت میں پندرہ سال گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ۹۵ ہجری کو جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ اپنے بھائی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سایہ عاطفت میں زندگی گزارنے لگے۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے القابات

(۱) شہید (۲) حلیف القرآن (۳) زید الازیاد (۴) عالم آل محمد (۵) فقیہ اہل بیت۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کی شادی

آپ رضی اللہ عنہ شادی امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنیفہ کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ کی بیٹی اریطہ سے ہوئی۔ (نسب قریش، از مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم)

اور ابو ہاشم کا شمار اپنے دور کے نامور بزرگوں میں ہوتا تھا جو علوی کہلاتے تھے، واضح رہے کہ آج پوری دنیا میں قطب شاہی اعوان بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنیفہ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت زید بن علی نے اپنے بھائی حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے مشاورت کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ اہل کوفہ پر اعتبار نہ کریں کیونکہ وہ اہل غدر و مکر ہے اور ان سے کہا کہ انہوں نے آپ کے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور آپ کے چچا حسن کو شہید کیا اور آپ کے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور اہل بیت اطہار کے عمال کو سب وشتم کیا۔ امام محمد باقر نے مزید کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ آپ کو سولی پر لٹکا دیں گے۔

شیخ مفید کا کہنا ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا، بنو امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو گیا تھا اور بنی فاطمہ میں سے متعدد افراد حکومت کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے، ان میں نمایاں طور پر حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم تھے۔ اور اہل کوفہ بھی حکومت کے خلاف کسی بلند کردار ہستی کی تلاش میں تھے اس لئے وہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر جوق در جوق بیعت کرنے لگے۔ اہل عراق کی بہت بڑی تعداد نے آپ کی بیعت کا اقرار اور وفاداری کا عہد کیا حضرت زید کو اس میں کامیابی کے امکانات نظر آرہے تھے۔

یکم صفر بدھ کی رات کو حالات کی تبدیلی کی وجہ سے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ جنگ کے لئے مقررہ وقت سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اموی حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، کوفہ میں امویوں کے مقرر کردہ گورنر یوسف بن عمر کے ساتھ شدید جنگ ہوئی جس میں حضرت زید کے ہمراہ اگرچہ تھوڑے لوگ تھے مگر اس کے باوجود آپ کو فتح ہوئی۔ اور کئی معرکوں میں یوسف بن عمر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے متعدد شکستوں کے بعد تیر اندازوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو حضرت زید کے لشکر پر رات کے تاریکی میں تیر برسانے کا حکم دے دیا، جب حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے لشکر پر رات کی تاریکی میں ہر طرف سے تیر برسنے لگے تو اسی اثناء میں ایک تیر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھی آلگا جس سے آپ شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کی میت کو کسی خفیہ جگہ پر دفن کر دیا مگر دشمنوں کو کسی طریقے سے اس کا پتہ چل گیا ان کے انتقام کا جذبہ آپ کو شہید کرنے سے ختم نہ ہوتا تھا انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی میت کو قبر سے نکال کر سولی پر لٹکا دیا اور کافی دنوں تک اسی طرح آپ کی میت کو سولی پر لٹکائے رکھا۔ صاحب الروض المعطار فی خبر الاقطار نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو آگ سے جلا دیا گیا تھا۔

حافظ ابوبکر ابن ابی الدنیا اپنی کتاب المنامات میں تحریر کرتے ہیں: "جریر بن حازم کا کہنا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کھجور کے درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جس کے تنے پر حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کی لاش مبارک لٹکی ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دکھ کا اظہار فرما رہے تھے کہ کیا تم لوگ میری اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔

معجم المعالم الجغرافیۃ فی السیرۃ النبویہ میں ہے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا اور انہیں سولی پر لٹکایا گیا تھا۔

(المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار۔ تاریخ دمشق الکبیر۔ القول المفید فی النیل السعید ملخصا۔ الروض المعطار فی خبر الاقطار۔ معجم المعالم الجغرافیۃ فی السیرۃ النبویہ)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت سفیان بن عیینہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات بارش ہو رہی تھی، میں نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پشت مبارک پر کچھ بوجھ لئے جا رہے ہیں۔

میں نے عرض کی: یا ابنِ رسول اللہ! آپ اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفر کا ارادہ ہے۔ اس لئے زادِ راہ ایک محفوظ مقام پر جمع کر رہا ہوں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: آقا یہ غلام حاضر ہے۔ آپ کا یہ بوجھ میں اٹھا لیتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔

انہوں نے دوبارہ عرض کی: آقا اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ان اشیاء کے اٹھانے میں کوئی عار اور شرمندگی نہیں ہے جو میرے لئے توشہ راہ ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ اے زہری رحمۃ اللہ علیہ! اللہ تعالیٰ کے واسطے آپ جہاں جانا چاہتے ہیں آپ چلے جائیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے کام میں مداخلت نہ کریں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آپ رضی اللہ عنہ کا سفر کا ارادہ تھا مگر اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زہری رحمۃ اللہ علیہ! آپ جو سفر مراد لے رہے ہیں میری مراد وہ سفر نہیں تھا بلکہ میری مراد موت تھی اور سفرِ آخرت تھا۔ میں اس سفرِ موت کے لئے آمادہ ہوں اور تیار ہوں اور اسی کے لئے زادِ راہ جمع کر رہا ہوں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو غسل کے لئے تیار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات دکھائی دیئے، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ راتوں کو مساکین، ضعیف و ناتواں ہمسایوں کے لئے کھانا لے جایا کرتے تھے اور اس راشن کو اپنی پشت پر اٹھا کر لے جایا کرتے تھے یہ اسی کے نشانات ہیں۔

چچازاد کی مدد کرنا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ایک چچازاد بھائی تھے جو اپنی فضول خرچی کے باعث اکثر اوقات محتاج رہا کرتے تھے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے انہیں فضول خرچی سے منع فرماتے تھے، لیکن وہ باز نہ آتے۔ تاہم جب فاقہ کی نوبت آتی تو آپ رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں ان کے پاس جاتے اور امداد کرتے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ مدد کرنے والا شخص کون ہے۔؟

چچازاد بھائی آپ سے کہتے، اے بندۂ خدا! صرف تم ہو جو میری مدد کرتے ہو۔ لیکن حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) میرے بھائی ہوتے ہوئے بھی میری مدد نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ انہیں صلہ رحمی کا برا بدلے دے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ یہ کلمات سن کر خاموش ہو جاتے تھے۔ جب آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور خفیہ خیرات بند ہو گیا تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ مدد کرنے والے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) ہی تھے۔

گھر کا آدھا سامان ہر سال دو بار راہ خدا میں تقسیم کرنا

امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہمارے والد گرامی! حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) سال میں دو مرتبہ اپنے گھر کے اثاثہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے جس سے آدھا اپنے لئے اور آدھا فقراء کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔

ایک سائل کو انگور عطا فرمانا

ایک مرتبہ فصل ختم ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں کہیں سے انگور بکنے کیلئے لائے گئے، چونکہ آپ رضی اللہ عنہ پھلوں میں زیادہ انگور کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کی ام ولد کنیز نے انگور کا ایک خوشہ خرید لیا اور شام کی افطاری میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔

ابھی آپ رضی اللہ عنہ انگور کا خوشہ کھانے ہی لگے تھے کہ ایک سائل نے دروازے پر دستک دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کنیز سے فرمایا: یہ انگور سائل کو دے دو، کنیز نے عرض کی: حضور رضی اللہ عنہ چند دانے اپنے لئے بھی رکھ لیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں، یہ تمام انگور سائل کو بھیج دیئے۔ ام ولد نے اگلے دن پھر انگور خرید لیا۔

افطاری کے وقت جب آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہ انگور کا خوشہ پیش ہوا تو گزشتہ شام کی طرح سائل آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ انگور سائل کو عطا فرما دیئے۔

تیسرے دن کنیز نے وہ انگور خرید لیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے انگور تناول فرما لیا۔

حصین بن نمیر کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی کرم نوازی

مسلم بن عقبہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ کو نقصان پہنچانے کے بعد اپنے مرتے وقت حصین بن نمیر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

حصین مکہ گیا اور خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور اس میں آگ لگا دی۔

اس کے بعد اس نے کعبۃ اللہ کا مکمل محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا چاہا، محاصرے کو چالیس دن گزرے تھے کہ یزید ملعون واصل جہنم ہو گیا۔

یزید کے واصل جہنم ہونے کی خبر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کرنے والے لشکر کو پیغام بھیجا کہ جس کے حکم اور جس کی خواہش پر کعبۃ اللہ پر محاصرہ کئے ہوئے ہو وہ تو مر گیا ہے۔

جب یزیدی لشکر کو یزید کے واصل جہنم ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے محاصرہ اٹھا لیا یوں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حصین بن نمیر پر غلبہ پا لیا۔

حصین بن نمیر مکہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ آ گیا اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ایک دن رات کو فوج کے غذائی سامان کی فراہمی کے لئے ایک گاؤں کی طرف نکلا کہ راستے میں اس کی ملاقات امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کچھ اونٹ تھے۔ جس پر مسکینوں، غریبوں کے لئے سامان لدا ہوا تھا۔

حصین نے آپ رضی اللہ عنہ سے وہ غلہ خریدنا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ اے بندہ! اگر تجھے اس غلہ کی ضرورت ہے تو بغیر قیمت کے ہی لے جا۔ میں اس غلہ کو فروخت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ اموال میں مساکین اور غرباء کے لئے لے جا رہا ہوں۔

حصین نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کا نام کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا نام علی بن حسین رضی اللہ عنہما (امام زین العابدین رضی اللہ عنہما) ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا نام حصین بن نمیر ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حصین! اگر تجھے مال کی ضرورت ہوتو یہ لے جاؤ، مساکین کے لئے میں اور انتظام کرلوں گا۔

خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی کی یہ ایک ادنیٰ سی مثال ہے کہ دشمن کو بھی مال ودولت عطافرمادیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اس کرم نوازی پر حصین نے عرض کیا: آقا ! یزید مرگیا ہے۔آپ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ چلیں، میں آپ رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھاؤں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ ظاہری خلافت کو قبول نہیں کروں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہی اپنے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔

(تاریخ طبری، فارسی، صفحہ ۶۴۴)

سوگھرانوں کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے غرباء میں سے سوگھروں کی کفالت فرماتے تھے۔ان گھرانوں میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سارا خورد ونوش کون دے جاتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ راشن کی بوریاں اپنی پشت پر لاد کر لوگوں کے گھروں میں غلہ وغیرہ پہنچایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت تک جاری رہا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اقوال

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے نزدیک منفور ترین شخص وہ ھے جو شیوۂ امام رضی اللہ عنہ کا معتقد تو ہو لیکن عملی سیرت کی پیروی نہ کرے۔

(الکافی ج ۸ ص ۲۳۶، ح ۳۱۲)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم اہل بیت رضی اللہ عنہم وہ ہیں جو ہر حال میں خدا سے راضی ہیں، خوشگوار حالات میں اس کی اطاعت کرتے ہیں اور ناگوار حالت میں اسکی حمد و ثنا کرتے ھیں۔

(کشف الغمہ ۲ ۱۰۳۰)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خدایا میری عمر میں اضافہ کرتا کہ میری زندگی تیری اطاعت میں بسر ہو۔ اور جب بھی میری زندگی شیطان کی چراگاہ بن جائے تو مجھے فوراً ہی اپنے پاس بلا لے۔ (صحیفہ سجادیہ ص ۸۲۔ الدعاء۔ ۲۰)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو شخص قطع رحم کرتا ہے اس کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کرو اسلئے کہ قرآن مجید میں تین مقامات پر اس پر لعنت کی گئی ہے۔ (اصول کافی ج ۲ ص ۳۷۷)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وہ کام جو خلوص کے ساتھ انجام دیا جائے بظاہر وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، لیکن وہ کم نہیں ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جو عمل مقبول بارگاہ خدا ہو، وہ کم ہو۔

(سورہ محمد آیت ۲۲۔ سورہ رعد آیت ۲۴، سورہ بقرہ آیت ۲۷)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے سے، زندگی ذلیل، حیا ختم اور شخصیت سبک ہو جاتی ہے، اور یہ ایک ایسا فقر ہے جسے انسان اپنے ہاتھوں سے فراہم کرتا ہے۔

(تحف العقول ص ۲۰۱)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو بھی اپنے فرائض کو انجام دے گا اسکا شمار عابد ترین لوگوں میں ہوگا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قضائے ناخوشگوار پر راضی ہونا بالاترین مراتب یقین میں سے ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اپنے نفس کو باکرامت بنالیا دنیا اسکے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عطائے پروردگار پر جس نے قناعت کر لی اسکا شمار غنی ترین لوگوں میں ہے۔

(تحف العقول)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مشائخِ عظام کی نظر میں

امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذاتی شخصیت

امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت کو مشائخ عظام، بزرگانِ دین وعلماء کرام کے اقوال کی روشنی میں۔

امام زہری، امام ابو حازم، حضرت سعید ابن مسیب اور امام مالک رحمہم اللہ

ابن عماد حنبلی نے ان چاروں کے قول کو امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے نقل کیا ہے:

قال الزهري ما رأيت أحدا أفقه من زين العابدين لكنه قليل الحديث وقال أبو حازم الأعرج ما رأيت هاشميا أفضل منه وعن سعيد بن المسيب قال ما رأيت أورع منه وقال مالك بلغني أن علي بن الحسين كان يصلي في اليوم والليلة ألف ركعة إلى أن مات وكان يسمى زين العابدين لعبادته.

امام زہری نے کہا ہے کہ: میں نے کسی کو بھی زین العابدین سے زیادہ فقیہ و عالم نہیں دیکھا، لیکن ان سے بہت کم روایات نقل کی گئیں ہیں۔

ابو حازم نے کہا ہے کہ: میں نے کسی ہاشمی کو بھی امام سجاد سے بالاتر نہیں دیکھا۔

سعید ابن مسیب سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: میں نے کسی کو بھی امام سجاد سے با تقویٰ نہیں دیکھا۔

مالک نے بھی کہا ہے کہ: مجھے خبر ملی تھی کہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہما مرتے دم تک دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور انکو کثرت عبادت کیوجہ سے زین العابدین کہا جاتا تھا۔

(شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، ج ۱، ص ۱۰۵)

علامہ یعقوبی کا نقطۂ نظر

علامہ یعقوبی نے بھی اپنی تاریخ میں ایسے لکھا ہے:

وكان أفضل الناس وأشدهم عبادة وكان يسمى زين العابدين وكان يسمى أيضا ذا

الثفنات لما کان فی وجهه من أثر السجود وکان یصلی فی الیوم واللیلة ألف رکعة ولما غسل وجد علی کتفیه جلب کجلب البعیر فقیل لأهله ما هذه الآثار قالوا من حمله للطعام فی اللیل یدوربه علی منازل الفقراء قال سعید بن المسیب ما رأیت قط أفضل من علی بن الحسین.

وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے بالا و برتر تھے اور ان میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے، اسی وجہ سے انکو زین العابدین کہا جاتا تھا اور اسی طرح سے انکو ذاالثفنات بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ انکی پیشانی پر سجدوں کے بہت آثار تھے اور وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور انکی شہادت کے بعد جب انکو غسل دیا جارہا تھا، تو انکے کندھوں پر زخم کے نشانات تھے۔ جب انکے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ کندھوں پر نشانات کیسے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ راتوں کو فقراء وضرورت مندوں کے لیے روزمرہ کی ضروریات زندگی کی اشیاء اٹھانے کی وجہ سے یہ نشانات پڑے ہیں۔

حضرت سعید ابن مسیب نے کہا ہے کہ: میں نے کسی کو بھی حضرت علی ابن حسین علیہما السلام سے برتر نہیں دیکھا۔ (تاریخ الیعقوبی)

علامہ ابونعیم اصفہانی کا اظہارِ خیال

امام ابونعیم اصفہانی نے ایسے لکھا ہے کہ:

علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله تعالی عنهم زین العابدین ومنار القانتین کان عابدا وفیا وجوادا حفیا.

حضرت علی ابن حسین (امام زین العابدین علیہ السلام) عبادت کرنے والوں کی زینت اور عابد لوگوں کے لیے ایک علامت و نشان تھے۔ وہ ایک عابد، وعدے کے پابند اور شرف و وقار کے ساتھ چلنے والے انسان تھے۔ (حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ج ۳، ص ۱۳۳)

علامہ ابوالولید الباجی کی رائے

آپ نے امام سجاد (امام زین العابدین علیہ السلام) کی شخصیت کے بارے میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو نقل کرتے ہوئے ایسے لکھا ہے کہ:

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهري قال حدثني علي بن الحسين وكان أفضل أهل سنة وأحسنهم طاعة.

حضرت ابو یمان نے ہمیں بیان کیا کہ حضرت شعیب نے خبر دی کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرمایا: حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما میرے ساتھ کلام کیا کرتے تھے اور وہ سنت پر عمل کرنے والوں میں سب سے بہترین تھے اور ان میں سے سب سے زیادہ اطاعت گزار بندے تھے۔(التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح، ج ۳،ص ۹۵۶)

امام ابن ابی حازم کا نقطۂ نظر

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

قال ابن أبي حازم وهو من العلماء السلف ما رأيت هاشمياً أفضل من زين العابدين علي بن الحسين رضي الله عنهما.

حضرت ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ: میں نے کسی ہاشمی کو بھی حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما سے افضل و بالاتر نہیں دیکھا۔(لباب الانساب والالقاب والأعقاب، ج ۱،ص ۱۳)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

امام ابن عساکر شافعی نے بھی ان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

وكان يسمى بالمدينة زين العابدين لعبادته.

وہ(امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو) شہر مدینہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے سجاد کہلاتے تھے۔(تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلہا وتسمیۃ من حلہا من الأماثل، ج ۴۱،ص ۳۷۹)

علامہ ابن خلکان کی رائے

علامہ ابن خلکان نے بھی حضرت امام سجاد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

زين العابدين أبو الحسن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين المعروف بزين العابدين هذا وهو أحد الأئمة الاثني عشر ومن سادات التابعين قال الزهري ما رأيت قرشيا أفضل منه.

امام زین العابدین، ابو الحسن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام معروف بہ زین

العابدین...وہ (اہل بیت کے) بارہ ائمہ میں سے ایک امام اور بزرگ تابعی تھے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ: میں نے کسی ہاشمی کو بھی ان (حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما) سے افضل نہیں دیکھا۔ (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۶۷)

علامہ عجلی کا اظہارِ خیال

علامہ عجلی عالم بزرگ اہل سنت نے بھی ایسے لکھا ہے کہ:

علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب مدنی تابعی ثقة وکان رجلا صالحا قال العجلی ویروی عن الزهری قال ما رأیت هاشمیا قط أفضل من علی بن الحسین.

حضرت علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اہل مدینہ وتابعی تھے، وہ ثقہ ومورد اعتماد اور ایک صالح انسان تھے۔

علامہ عجلی نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ: میں نے کسی ہاشمی کو بھی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے افضل و بالاتر نہیں دیکھا۔ (معرفة الثقات من رجال أہل العلم والحدیث ومن الضعفاء وذکر مذاہبہم وأخبارہم، ج ۲، ص ۱۵۳)

علامہ شیبانی نے بھی اسی طرح کے مطالب نقل کیے ہیں۔

(الزہد، ج ۱، ص ۱۶۶)

علامہ یحیی ابن سعید کا نقطۂ نظر

ابن سعد اور ابن عبد البر نے قول یحیی ابن سعید سے ایسے نقل کیا ہے کہ:

حدثنا حماد بن زید عن یحیی بن سعید قال سمعت علی بن حسین وکان أفضل هاشمی أدرکته.

حضرت حماد بن زید نے ہمیں بیان کیا کہ حضرت یحیی ابن سعید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کو سنا ہے اور میں نے جتنے بھی ہاشمیوں کو دیکھا تھا، وہ ان سب میں سے افضل و بالاتر تھے۔

(الطبقات الکبری، ج ۵، ص ۲۱۴۔ (التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، ج ۹، ص ۱۵۶) المغرب 1387ھ)

حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا امام زین العابدین کو خراجِ تحسین

امام مزی اور امام ذہبی نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال رجل لسَعِيد بن المُسَيب ما رأيت أحدا أورع من فلان قال هل رأيت على بن الحسين ؂ قال لا، قال ما رأيت أورع منه.

ایک بندے نے حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: میں نے فلاں شخص سے کسی کو با تقوی تر نہیں دیکھا۔ سعید ابن مسیب نے اس سے کہا: کیا تم نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، حضرت سعید نے کہا: میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے با تقوی تر کسی کو نہیں دیکھا۔

(تہذیب الکمال، ج ۲۰ ص ۳۸۹، سیر أعلام النبلاء، ج ۴ ص ۳۱۹)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر

ابن حجر ہیتمی مکی نے اپنی کتاب الصواعق میں امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کی عظیم شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

وزين العابدين هذا هو الذى خلف أباه علما وزهدا وعبادة وكان إذا توضأ للصلاة اصفر لونه فقيل له فى ذلك فقال ألا تدرون بين يدى من أقف.

امام زین العابدین علم، زہد اور عبادت میں اپنے والد کے جانشین تھے اور جب وہ نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو انکے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب اس بارے میں ان سے سوال ہوا تو، انھوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں ؟!۔ (الصواعق المحرقۃ، ج ۲ ص ۵۸۲)

امام مزّی اور امام ابن حجر کا اظہارِ خیال

علم رجال کے دو عظیم بزرگ علماء مزی اور ابن حجر نے مالک کے قول سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَقَال ابن وهب، عن مالك لم يكن فى أهل بيت رسول الله مثل على بن الحسين.

امام مالک سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں کوئی فرد بھی حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) کی طرح کا نہیں تھا۔

(تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۳۸۷، تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۲۶۹)

علامہ ابن تیمیہ کا نقطۂ نظر

ابن تیمیہ حرّانی نے بھی امام سجاد (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے بارے میں لکھا ہے:

وأما علی بن الحسین فمن کبار التابعین وساداتهم علما ودینا وکان من خیار أهل العلم والدین من التابعین.

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بزرگ تابعین اور علم و دین کے لحاظ سے انکے بزرگوں میں سے تھے اور وہ تابعین میں سے اہل علم و دین کے لحاظ سے برگزیدہ تھے۔

(منہاج السنۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۴۹)

گنجی شافعی کی رائے

علامہ گنجی شافعی نے بھی ان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

کان عابداً وفیاً، وجواداً حفیًا.

وہ ایک عابد، باوفا اور بخشنے والے سخی انسان تھے۔

(کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن أبی طالب، ص ۳۹)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اخلاقی صفات

اہل دین کے ساتھ بیٹھنا

شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ایسے لکھا ہے کہ:

وقال قال نافع بن جبير لعلى بن الحسين إنك تجالس أقواما دونا قال آتى من أنتفع بمجالسته فى دينى قال وكان نافع يجد فى نفسه وكان على بن الحسين رجلا له فضل فى الدين.

اور حضرت نافع ابن جبیر نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے عرض کی: آپ رضی اللہ عنہ پست لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہوں کہ جنکے پاس بیٹھنے سے میرے دین لیے فائدہ ہو، اور نافع ایک متکبر انسان، جبکہ حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما ایک دین دار انسان تھے۔ (سیر أعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۸۸)

فقراء کی مدد کرنا

ابوالفرج اصفہانی اور ابونعیم اصفہانی نے اسی بارے میں لکھا ہے کہ:

حدثنا الحسن بن على قال حدثنى عبد الله بن أحمد بن حنبل قال حدثنى إسحاق بن موسى الأنصارى قال حدثنا يونس بن بكير عن محمد بن إسحاق قال كان ناس من أهل المدينة يعيشون ما يدرون من أين عيشهم فلما مات على بن الحسين فقدوا ما كانوا يؤتون به بالليل.

امام محمد ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ: مدینہ میں بعض لوگ زندگی گزارا کرتے تھے، لیکن انکو معلوم نہیں تھا کہ انکی ضروریات زندگی کہاں سے مہیا ہوتی ہیں۔ جب حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما دنیا سے چلے گئے تو جو اناج انکو رات کے اندھیرے میں ملتا تھا، وہ انکو ملنا ختم ہو گیا۔ (الاغانی، ج ۱۵، ص ۳۱۶، حلیۃ الاولیاء، وطبقات الاصفیاء، ج ۳، ص ۱۳۶)

ابن عساکر نے بھی ایسے ہی لکھا ہے کہ:

أخبرنا أبو عبد الله الفراوی نا أبو بکر محمد بن عبد الله بن عمر العمری أنا أبو محمد بن أبی شریح أنا أبو جعفر محمد بن أحمد بن عبد الجبار الردانی نا حمید بن زنجویة نا ابن أبی عباد نا ابن عیینة عن أبی حمزة الثمالی:

أن علی بن الحسین کان یحمل الخبز باللیل علی ظهره یتبع به المساکین فی ظلمة اللیل ویقول إن الصدقة فی سواد اللیل تطفیء غضب الرب.

حضرت ابوحمزہ ثمالی نے نقل کیا ہے: حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما رات کی تاریکی میں روٹیاں اپنی کمر پر رکھ کر ضرورت مندوں تک پہنچایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: رات کی تاریکی میں صدقہ دینا، خداوند کے غضب کی آگ کو خاموش کرتا ہے۔

(تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلہا وتسمیۃ من حلہا من الاماثل، ج ۴۱، ص ۳۸۳)

اسی طرح ابن عساکر نے لکھا ہے کہ:

اخبرنا ابن عائشة عن أبیه عن عمه قال قال أهل المدینة ما فقدنا صدقة السر حتی مات علی بن الحسین.

ابن عائشہ نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے ان کے چچا سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ فرماتے تھے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما جب دنیا سے چلے گئے تو مدینہ کے لوگوں کو رات کی تاریکی میں ملنے والا صدقہ ختم ہو گیا۔

(تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلہا وتسمیۃ من حلہا من الاماثل، ج ۴۱، ص ۳۸۴)

شہادت کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک پر زخموں کے نشان

ابن کثیر دمشقی، ابن جوزی حنبلی اور ابونعیم اصفہانی نے امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے راہ خدا میں انفاق کرنے اور اس سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بدن پر ہونے والے زخموں کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

عن عمرو بن ثابت قال لما مات علی بن الحسین فغسلوه جعلوا ینظرون إلی آثار سواد بظهره فقالوا ما هذا فقیل کان یحمل جرب الدقیق لیلا علی ظهره یعطیه فقراء أهل المدینة.

حضرت عمرو ابن ثابت نے نقل کیا ہے کہ: امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) جب دنیا سے چلے

گئے، تو جب انکو غسل دیا جا رہا تھا، تو غسل دینے والے کی نگاہ امام کی کمر پر موجود زخم کے نشانوں پر پڑی، تو اس نے امام کے گھر والوں سے سوال کیا کہ یہ نشان کیسے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ: یہ ان آٹے کی بوریوں کے نشان ہیں کہ جو امام رات کی تاریکی میں کمر پر رکھ کر مدینہ کے فقرا، کو دیا کرتے تھے۔

(البداية والنهاية، ج۹ ص ۱۱۴، صفة الصفوة، ج ۲ ص ۹۶ ،حلية الاولياء وطبقات الاصفيا.، ج ۳، ص ۱۳۶)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا اخلاق

امام یافعی نے امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کی ایک بے ادبی کرنے والے شخص سے خوش اخلاقی کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

وروى انه تكلم رجل فيه وافترى عليه فقال له زين العابدين ان كنت كما قلت فاستغفر الله وان لم اكن كما قلت فغفر الله لك فقام اليه الرجل وقبل رأسه وقال جعلت فداك لست كما قلت فاغفر لي قال غفر الله لك فقال الرجل الله اعلم حيث يجعل رسالته .

ایک شخص نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کی اور ان پر تہمت لگائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے، اگر وہ مجھ میں پایا جاتا ہے تو میں خداوند سے بخشش کو اپنے لیے طلب کرتا ہوں، اور اگر جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے، وہ مجھ پایا نہیں جاتا تو، میں خداوند سے تمہارے لیے بخشش کو طلب کرتا ہوں۔ وہ شخص کھڑا ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، جو کچھ میں نے کہا ہے، آپ ویسے نہیں ہیں، مجھے معاف کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خداوند تم کو معاف فرمائے۔ اس شخص نے جواب دیا: خداوند بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کے لیے کس کو انتخاب کرے!۔ (مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ج ۱ ص ۱۹۱)

امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کی ہیبت اور فرزدق شاعر کے اشعار:

امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے حج کرنے اور انکی ہیبت کا واقعہ کتب تاریخ میں بہت مشہور ہے۔

تنوخی اور ابن سمعون نے اس داستان کو ابو الفرج اصفہانی کے قول سے ایسے نقل کیا ہے :

قال أبو الفرج الأصبهاني حدثني بن محمد بن الجعد ومحمد بن يحيى قالا حدثنا محمد بن زكريا العلائي قال حدثنا ابن عائشة قال حج هشام بن عبد الملك في خلافة

الوليد أخيه ومعه أهل الشام فجهد أن يستلم الحجر فلم يقدر من ازدحام الناس، فنصب له منبر فجلس عليه ينظر إلى الناس. فأقبل زين العابدين علي بن الحسين رضي الله عنهما، وهو أحسن الناس وجهاً، وأنظفهم ثوباً، وأطيبهم رائحة، فطاف بالبيت فلما بلغ الحجر تنحى الناس كلهم له وأخلوا الحجر ليستلمه، هيبة له وإجلالاً. فغاظ ذلك هشاماً وبلغ منه. فقال رجل لهشام من هذا أصلح الله الأمير؟ قال لا أعرفه، وكان به عارفاً، ولكنه خاف أن يرغب فيه أهل الشام ويسمعوا منه فقال الفرزدق، وكان لذلك كله حاضراً أنا أعرفه فسلني يا شامي من هو، قال ومن هو؟ قال:

هذا الذي تعرف البطحاء وطأته والبيت يعرفه والحل والحرم
هذا ابن خير عباد الله كلهم هذا التقي النقي الطاهر العلم

ہشام ابن عبدالملک اپنے بھائی کے دور خلافت میں اہل شام کے کچھ لوگوں کے ساتھ حج پر گیا۔ وہاں پر موجود لوگ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتے تھے لیکن بہت زیادہ رش کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ ہشام کے لیے اس جگہ ایک منبر لگایا گیا اور وہ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں امام سجاد بھی وہاں پر آ پہنچے۔ وہ خوبصورتی کے لحاظ سے، سب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزگی کے لحاظ سے، انکا لباس پاک ترین لباس تھا۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے کرتے جب حجر الاسود کے نزدیک پہنچے تو ایک دم سے سب لوگ ایک طرف ہو گئے اور حجر اسود کو امام کے لیے خالی کر دیا، تا کہ وہ اس پتھر کو ہاتھ سے مس کر سکیں۔ امام کی بزرگی اور ہیبت بہت زیادہ تھی۔ ہشام نے جب امام کی اس جلالت و عظمت کو دیکھا تو بہت غصے میں آ گیا۔ ایک بندے نے کہا اے امیر یہ کون ہے؟ ہشام نے امام کو جاننے کے باوجود کہا: نہیں میں اسکو نہیں جانتا۔ اس بات کو فرزدق شاعر کھڑا سن رہا تھا، اس نے ہشام سے کہا: میں اس (امام) کو جانتا ہوں۔ اے شامی ادھر آؤ مجھ سے پوچھو کہ وہ کون ہے۔ شامی نے فرزدق سے پوچھا، وہ کون ہے؟ اس موقع پر فرزدق نے اپنے اشعار میں اس شامی کو جواب دیا:

یہ وہ شخص ہے کہ جسکو مکہ کی سرزمین جانتی ہے، حتی اسکے پاؤں کے نشان کو بھی یہ زمین جانتی ہے، خانہ کعبہ، مدینہ کے صحرا، حل اور حرم تمام اسکو جانتے ہیں۔

یہ اللہ تعالی کے بہترین بندگان کا بیٹا ہے، یہ وہی پرہیزگار اور پاکیزہ انسان ہے کہ جو زمین پر

خداوند کی آیت و علامت ہے۔
(امالی ابن سمعون، ج۱ص۸، المستجاد من فعلات الاجواد، ج۱ص۳۰۳)

کنیز و خادمہ کو آزاد کرنا

بعض علماء نے امام سجاد (زین العابدین علیہ السلام) کے اپنی خادمہ کو آزاد کرنے کے واقعے کو ایسے نقل کیا ہے کہ:

حدثني شيخ من أهل اليمن قد أتت عليه بضع وسبعون سنة فيما أخبرني يقال له عبدالله بن محمد قال سمعت عبدالرزاق يقول جعلت جارية لعلي بن الحسين تسكب عليه الماء يتهيأ للصلاة فسقط الإبريق من يد الجارية على وجهه فشجه فرفع علي بن الحسين رأسه إليها فقالت الجارية إن الله عز وجل يقول (والكاظمين الغيظ) فقال لها قد كظمت غيظي قالت (والعافين عن الناس) قال قد عفا الله عنك قالت (والله يحب المحسنين) قال فاذهبي فأنت حرة.

امام سجاد (زین العابدین علیہ السلام) کی خادمہ امام کے وضو کرنے کے لیے پانی لے کر آئی، تا کہ امام وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہوں۔ اتنے میں پانی کا برتن اسکے ہاتھ سے گر گیا اور وہ جا کر امام کے سر پر لگا اور سر زخمی ہو گیا، امام نے جب خادمہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: خداوند نے فرمایا ہے کہ: اور وہ جو اپنے غصے کو پی جاتے ہیں۔ امام نے فرمایا: میں نے بھی اپنے غصے کو پی لیا ہے، خادمہ نے کہا: اور وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ امام نے فرمایا: خداوند تجھے بھی معاف کرے، خادمہ نے کہا: اور خداوند احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ امام نے فرمایا: جاؤ کہ میں نے تم کو خدا کی راہ میں آزاد کیا۔
(تاریخ مدینۃ دمشق و ذکر فضلہا و تسمیۃ من حلہا من الأماثل، ج۴۱ص۳۸۷، شعب الایمان، ج۶ص۳۱۷)

امام سجاد (زین العابدین علیہ السلام) کا ہمیشہ غمگین رہنا

ابن عساکر نے واقعہ کربلا کے بعد امام سجاد (زین العابدین علیہ السلام) کے غم و حزن کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

أخبرنا أبو سعد البغدادي أنا أبو عمرو بن مندة أنا الحسن بن محمد بن أحمد أنا أبو

الحسن اللنباني نا أبو بكر بن أبي الدنيا حدثني الحسين بن عبد الرحمن عن أبي حمزة محمد بن يعقوب عن جعفر بن محمد قال سئل علي بن الحسين عن كثرة بكائه فقال لا تلوموني فإن يعقوب عليه السلام فقد سبطا من ولده فبكا حتى ابيضت عيناه من الحزن ولم يعلم أنه مات وقد نظرت إلى أربعة عشر رجلا من أهل بيتي يذبحون في غداة واحد فترون حزنهم يذهب من قلبي أبدا.

امام صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: جب امام سجاد (زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے انکے کثرت گریہ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: میری اس کام پر ملامت نہ کرو، حضرت یعقوب کا فقط ایک بیٹا ان سے دور ہوا تھا، تو انھوں نے اس پر اتنا گریہ کیا کہ انکی آنکھیں سفید ہوگئیں، یعنی وہ اندھے ہو گئے، حالانکہ انکو یقین نہیں تھا کہ انکا بیٹا مر گیا ہے، لیکن میری آنکھوں کے سامنے اہل بیت کے 14 مردوں کو ایک دن میں بے جرم وخطا ذبح کر دیا گیا، کیا اس صورت میں انکا غم کبھی میرے دل سے نکل سکتا ہے؟

(تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلہا وتسمیۃ من حلہا من الاماثل، ج ۴۱، ص ۳۸۶)

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

نام	:	محمد باقر
والد کا نام	:	امام علی زین العابدین
پیدائش	:	۵۷ ہجری بمطابق ۸ مئی ۶۷۷ء
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
شہادت	:	۲۶ جنوری ۷۳۳ء
عمر مبارک	:	۵۶ برس
وجۂ شہادت	:	زہر
مدفن	:	جنت البقیع
نام زوجہ	:	ام فروہ
والدہ کا نام	:	فاطمہ بنت حسن
بہن/ بھائی	:	زید بن علی زین العابدین
اولاد	:	امام جعفر صادق
استاد	:	علی بن حسین
تلمیذ خاص	:	عبدالرحمن اوزاعی
پیشہ ورانہ زبان	:	عربی

نسب نامہ

محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

حضرت امام محمد باقر



مختصر تعارف امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

آپ کا نام اپنے جد بزرگوار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر محمد تھا اور باقر لقب۔ اسی وجہ سے محمد باقر کے نام سے مشہور ہوئے۔

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے بارہ اماموں میں سے یہ آپ ہی کو خصوصیت تھی کہ آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ دونوں طرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ دادا آپ کے سید الشھداء حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے نواسے تھے اور والدہ آپ کی ام عبداللہ فاطمہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے تھے۔

اس طرح حضرت محمد باقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند کمالات اور ماں اور باپ حضرت علی المرتضیٰ وحضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل کے پاک کی خصوصیات کے وارث ہوئے۔

اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے پانچویں (امام) محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، آپ کی والدہ ام عبداللہ فاطمہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے بوجہ علم میں مہارت حاصل کرنے کے اور آپ کے علم کے وسیع ہونے کے، آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تین صفر ۵۷ ہجری بروز جمعہ کو پیدا ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین سال پہلے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما ان کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت ابراہیم، حضرت علی، حضرت زینب اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سو سترہ ہجری کو وفات پائی، ایک قول کے مطابق ایک سو اٹھارہ ہجری، ایک قول کے مطابق ایک سو چودہ ہجری کو وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تہتر سال تھی۔ ایک قول کے مطابق اٹھاون سال اور ایک قول کے مطابق ستاون سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک آپ رضی اللہ عنہ کے والدگرامی کے پاس قبہ عباس رضی اللہ عنہ میں ہے اسی طرح الصفوہ میں ہے۔

(تاریخ الخمیس فی انفس النفیس جزء ۲، ص ۲۸۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ولادت

آپ کی ولادت بروز جمعہ یکم رجب ۵۷ ہجری میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کو سات برس ہو چکے تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ میں خاموشی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور وقت کی رفتار تیزی سے واقعہ کربلا کے اسباب فراہم کر رہی تھی۔

زمانہ آل رسول اور اہل بیت کے لیے پر آشوب تھا۔ چُن چُن کر اہل بیت اطہار علیہم الرضوان گرفتار کیے جا رہے تھے، تلوار کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے یا سولیوں پر چڑھائے جا رہے تھے اس وقت اس مولود کی ولادت گویا کربلا کے جہاد میں شریک ہونے والے سلسلہ میں ایک کڑی کی تکمیل تھی۔

واقعہ کربلا

تین برس امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے زیرِ سایہ رہے۔ جب آپ کا سن پورے تین سال کا ہوا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے سفر کیا۔ اس کم سنی میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بھی راستے کی تکلیفیں سہنے میں اپنے بزرگوں کے شریک رہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ میں پناہ لی۔ پھر کوفہ کا سفر اختیار کیا اور پھر کربلا پہنچے۔ ساتویں محرم سے جب پانی بند ہو گیا تو یقیناً۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی تین یوم پیاس کی تکلیف برداشت کی۔

یہ خالق کی منشا کی ایک تکمیل تھی کہ وہ روز عاشور میدان ُقربانی میں نہیں لائے گئے۔ ورنہ جب ان سے چھوٹے سن کا بچہ علی اصغر تیر ستم کا نشانہ ہو سکتا تھا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا بھی قربان گاہ شہادت پر لانا ممکن تھا۔

مگر نظامِ کائنات کو برقرار رکھنے کے لئے اہلِ بیت اطہار کے وجود کا دنیا میں قائم رہنا ضروری اور اہم تھا۔ لہٰذا اللہ رب العزت کو یہی منظور تھا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں اس طرح شریک ہوئے۔ عاشور کو دن بھر عزیزوں کے لاشے پر لاشے آتے دیکھنا۔ بیبیوں میں کہرام، بچوں میں تہلکہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کا وداع ہونا اور ننھی سی جان حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا جھولے سے جدا ہو کر میدان میں جانا اور پھر واپس نہ آنا، امام حسین رضی اللہ عنہ کے باوفا گھوڑے کا در خیمہ پر خالی زین کے ساتھ آنا اور پھر خیمہ عصمت میں ایک قیامت کا برپا ہونا۔ یہ سب مناظر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی انکھوں کے سامنے آئے اور ظلم و بربریت کی آگ کے شعلوں سے بچوں کا گھبرا کر سراسیمہ و مضطرب اِدھر اُدھر پھرنا، اس عالم میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ننھے سے دل پر کیا گزری اور کیا تاثرات ان کے دل پر قائم رہ گئے اس کا اندازہ کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔

گیارہ محرم کے بعد ماں اور پھوپھی، دادی اور نانی تمام خاندان کے بزرگوں کو دشمنوں کی قید میں اسیر دیکھا، کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور پھر رہائی کے بعد مدینہ کی واپسی ان تمام منازل میں نہ جانے کتنے صدمے تھے جو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ننھے سے دل کو اٹھانا پڑے اور کتنے غم و الم کے نقش جو دل پر ایسے بیٹھے کہ آئندہ زندگی میں ہمیشہ برقرار رہے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ کی تربیت

واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدین کی زندگی دنیا کی کشمکشوں اور آویزشوں سے بالکل الگ نہایت سکون اور سکوت کی زندگی تھی، اہل دنیا سے میل جول بالکل ترک کبھی محراب عبادت اور کبھی باپ کی یاد میں گریہ ان ہی دو مشغلوں میں تمام اوقات صرف ہوتے تھے۔ یہ وہی زمانہ تھا جس میں امام محمد باقر نے نشوونما پائی۔ ۶۱ھ سے ۹۵ ہجری تک اپنے مقدس باپ کی سیرت زندگی کا مطالعہ کرتے رہے اور اپنے فطری اور خداداد ذاتی کمالات کے ساتھ ان تعلیمات سے فائدہ اٹھاتے رہے جو انھیں اپنے والدُ بزرگوار کی زندگی کے آئینہ میں برابر نظر آتی رہیں۔

باپ کی شہادت اور خاندانی وامامت کی ذمہ داریاں

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بھرپور جوانی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے ایک ساتھ جسمانی وروحانی کمال کے بلند نقطہ پر تھے اور ۸۳ برس کی عمر تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت ایک صندوق جس میں اہلِ بیت کے مخصوص علوم کی کتب تھیں امام محمد باقر کے سپرد کیا۔ نیز اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے ان سب کی کفالت وتربیت کی ذمہ داری اپنے فرزند امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر قرار دی اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔

اس کے بعد خاندان اہلِ بیت کی امامت کی ذمہ داریاں حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ پر آئیں۔ آپ سلسلہ اہل بیت کے پانچویں امام قرار پائے ہیں جو علومِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث تھے۔

اس دور کی خصوصیات

یہ وہ زمانہ تھا جب بنی امیہ کی سلطنت اپنی مادری طاقت کے لحاظ سے بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہے تھے۔ بنی ہاشم پر ظلم وستم اور خصوصاً کربلا کے واقعہ نے بہت حد تک دنیا کی آنکھوں کو کھول دیا اور جب یزید خود اپنے مختصر زمانہ حیات ہی میں جو واقعۂ کربلا کے بعد ہوا اپنے کیے پر پشیمان ہو چکا تھا اور اس کے برے نتائج کو محسوس کر چکا تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ اپنے باپ کے افعال سے کھلم کھلا اظہار بیزاری کر کے سلطنت سے دستبردار ہو گیا تو بعد کے سلاطین کو کہاں تک ان مظالم کے مہلک نتائج کا احساس نہ ہوتا۔

جب کہ اس وقت مختار اور ان کے ہمراہیوں نے خون حسین کا بدلہ لینے میں جو اقدامات کئے تھے اس سے نہ جانے کتنے واقعات سامنے آچکے تھے جن سے سلطنت شام کی بنیادیں ہل گئیں تھیں۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو حکومت کے ظلم وتشدد کی گرفت سے کچھ آزادی نصیب ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو خلق خدا کی اصلاح وہدایت کا کچھ زیادہ موقع مل سکا۔

تصورات کربلا میں انہماک

آپ رضی اللہ عنہ واقع کربلا کو اپنی انکھوں سے دیکھے ہوئے تھے۔ پھر اپنے باپ کی تمام زندگی کا جو مظلوم کے غم میں رونے میں بسر ہوئی۔

یہ احساس بھی نہایت تکلیف دہ تھا کہ ان کے والد بزرگوار باوجود اتنے غم ورنج اور گریہ وزاری کے ایسا موقع نہ پا سکے کہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی تمام تعلیمات کما حقہ حاصل کر سکیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس کا خاص اہتمام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ دینی تعلیم کی مختلف مجالس قائم کرتے یہی وہ ابتداء تھی جسے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد پھر امام رضا رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت فروغ حاصل ہوا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی علمی مرجعیت

دریا کا پانی بند کے باندھ دیے جانے سے جب کچھ عرصہ کے لیے ٹھہر جائے اور پھر کسی وجہ سے وہ بند ٹوٹے تو پانی بڑی قوت اور جوش وخروش کے ساتھ بہتا ہوا محسوس ہوگا۔ ائمہ اہل بیت میں سے ہر ایک کے سینہ میں ایک ہی دریا تھا، علم کا جو موجزن تھا مگر اکثر اوقات ظلم وتشدد کی وجہ سے اس دریا کو پیاسوں کے سیراب کرنے کے لیے بہنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان پر تشدد کا سلسلہ ذرا کم ہوا تو علوم اہلبیت کا دریا پوری طاقت کے ساتھ امنڈا اور ہزاروں پیاسوں کو سیراب کرتا ہوا۔ ''شریعت حقہ'' اور احکام الٰہی کے کھیتوں کو سرسبز بناتا ہوا دنیا میں پھیل گیا۔

اس علمی تبحر اور وسعت معلومات کے مظاہرے کے نتیجے میں آپ کا لقب باقر مشہور ہوا۔

علوم غیبیہ کا اظہار

اس لفظ کے معنی ہیں اندرونی باتوں کا مظاہرہ کرنے والا چونکہ آپ نے اپنے سے بہت سے پوشیدہ مطالب کو ظاہر کیا اس لیے تمام مسلمان آپ کو باقر کے نام سے یاد کرنے لگے۔ آپ سے علوم اہلبیت حاصل کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ بہت سے ایسے افراد بھی جو عقیدتاً آپ رضی اللہ عنہ سے وابستہ نہ تھے اور جنہیں جماعت اہلسنت اپنے محدثین میں بلند درجہ سمجھتی ہے وہ بھی علمی فیض حاصل کرنے امام محمد باقر

باقر کی ڈیوڑھی پر آتے تھے جیسے۔ امام زہری، امام اوزاعی اور حضرت عطا۔بن جریح، قاضی حفصی بن غیاث وغیرہ یہ سب امام محمد باقرؑ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

علوم اہلبیت کی اشاعت

حضرت امام محمد باقرؑ کے زمانہ میں علوم اہلبیت کے تحفظ کا اہتمام اور حضرت کے شاگردوں نے ان افادیات سے جو انہیں حضرت محمد باقرؑ سے حاصل ہوئے۔ مختلف علوم وفنون اور مذہب کے شعبوں میں کتب تصنیف کیں ذیل میں حضرت کے کچھ شاگردوں کا ذکر ہے اور ان کی تصانیف کا نام درج کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ امام محمد باقرؑ سے اسلامی دنیا میں علم ومذہب نے کتنی ترقی کی۔

ابان ابن تغلب

یہ علم قرأت اور لغت کے مانے گئے ہیں۔ سب سے پہلے کتاب غریب القرآن یعنی قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح انہوں نے تحریر کی تھی اور ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

ابوجعفر محمد بن حسن ابن ابی سارہ رواسی

علم قرأت، نحو اور تفسیر کے مشہور عالم تھے۔ کتاب الفصیل معانی القرآن وغیرہ پانچ کتب کے مصنف ہیں، ۱۰۱ ہجری میں وفات پائی۔

عبداللہ ابن میمون اسود القداح

ان کی تصانیف سے ایک کتاب مبحث بی، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تاریخ زندگی میں اور ایک کتاب حالاتِ جنت ونار میں تھی، ۱۰۵ ہجری میں وفات پائی۔

عطیہ ابن سعید عوفی

انہوں نے پانچ جلدوں میں تفسیر قرآن لکھی، ۱۱۱ ہجری میں وفات پائی۔

اسماعیل ابن عبدالرحمان الدی الکبیر امام سدی

یہ مشہور مفسر قرآن ہیں، جن کے حوالے تمام اسلامی مفسرین نے امام سدی کے نام سے دیے ہیں ۱۲۷ ہجری میں وفات پائی۔

جابر بن یزید جعفی

انہوں نے امام محمد باقر سے متعدد حدیثیں سن کر یاد کیں، اس کا ذکر صحاح ستہ میں سے صحیح مسلم میں موجود ہے۔تفسیر، فقہ اور حدیث میں کئی کتب تصنیف کیں، ۱۲۸ ہجری میں وفات پائی۔

عمار بن معاویہ وہنی

فقہ میں ایک کتاب تصنیف کی، ۱۳۲ ہجری میں وفات پائی۔

سالم بن ابی حفصہ ابو یونس کوفی

فقہ میں ایک کتاب لکھی انہوں نے ۱۳۷ ہجری میں وفات پائی۔

عبدالمومن ابن قاسم ابوعبداللہ انصاری

یہ بھی فقہ میں ایک کتاب کے مصنف ہیں۔ ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

ابوحمزہ ثمالی

تفسیر قرآن میں ایک کتاب لکھی، اس کے علاوہ کتاب النوادر اور کتاب الزہد بھی ان کی تصانیف میں سے ہیں۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

یہ چند نام ہیں ان کثیر علماء و فقہاء و محدثین میں سے جنہوں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے علوم حاصل کر کے کتب کی صورت میں محفوظ کیا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے علماء و مشائخ ہیں جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، طوالت کے خدشہ کے پیش نظر انہی پر اکتفاء کی جاتا ہے۔ تاہم کتاب کے آخر آپ رضی اللہ عنہ کے چند جلیل القدر تلامذہ کے مختصر احوال کا ذکر کریں گے تاکہ قارئین کو آپ رضی اللہ عنہ کے علمی مقام و مرتبہ کا انداز ہو جائے کہ ان عظیم المرتبت بزرگ جس مقدس ہستی کے شاگرد ہیں اس کا علمی مقام و مرتبہ کس قدر بلند ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد جعفر صادق کے دور میں جو سینکڑوں کتب تصنیف ہوئیں۔

اخلاق و اوصاف

آپ کے اخلاق وہ تھے کہ دشمن بھی قائل تھے چنانچہ ایک شخص اہل شام میں سے مدینہ میں قیام رکھتا تھا اور اکثر محمد باقر کے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ مجھے اس گھرانے سے ہرگز دلی خلوص و محبت نہیں مگر آپ کے اخلاق کی کشش اور فصاحت وہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کے پاس آنے اور بیٹھنے پر مجبور

ہوں۔

امورِ سلطنت میں مشورہ

سلطنتِ اسلامیہ حقیقت میں ان اہل بیت رسول کا حق تھی مگر دنیا والوں نے مادی اقتدار کے آگے سر جھکایا اور ان حضرات کو گوشہ نشینی اختیار کرنا پڑی۔ عام افراد انسانی کی ذہنیت کے مطابق اس صورت میں اگرچہ حکومتِ وقت کسی وقت ان حضرات کی امداد کی ضرورت محسوس کرتی تو صاف طور پر انکار میں جواب دیا جا سکتا تھا مگر ان حضرات کے پیش نظر اعلیٰ ظرفی کا وہ معیار تھا جس تک عام لوگ پہنچے ہوئے نہیں ہوتے۔ جس طرح امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب نے سخت موقعوں پر حکومت وقت کو مشورے دینے سے گریز نہیں کیا اسی طرح اس سلسلہ کے تمام حضرات نے اپنے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے ساتھ یہی طرزِ عمل اختیار کیا۔

چنانچہ حضرت محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسی صورت پیش آئی۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت اسلام کی طرف سے اس وقت تک کوئی خاص سکہ نہیں بنایا گیا تھا۔ بلکہ رومی سلطنت کے سکے اسلامی سلطنت میں بھی رائج تھے۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں سلطنت شام اور سلطان روم کے درمیان میں اختلافات پیدا ہو گیا۔ رومی سلطنت نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے سکوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے خلاف کچھ الفاظ درج کرادے گی اس پر مسلمانوں میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی۔

ولید نے ایک بہت بڑا جلسہ مشاورت کے لیے منعقد کیا جس میں عالم السلام کے ممتاز افراد شریک تھے۔ اس جلسہ میں محمد باقر بھی شریک ہوئے اور آپ نے یہ رائے دی کہ مسلمان کو خود اپنا سکہ ڈھالنا چاہیے جس میں ایک طرف لا الٰہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ نقش ہو۔ کی اس تجویز کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا گیا اور اسلامی سکہ اس طور پر تیار کیا گیا۔

سلطنت بنی امیہ کی طرف سے مزاحمت

باوجودیکہ امام محمد باقر علیہ السلام معاملاتِ ملکی میں کوئی دخل نہ دیتے تھے اور دخل دیا بھی تو سلطنت کی خواہش پر وقارِ اسلامی کے برقرار رکھنے کے لیے۔ مگر آپ کی خاموش زندگی اور خالص علمی اور روحانی مرجعیت بھی سلطنت وقت کو گوارا نہ تھی۔

چنانچہ ہشام بن عبد الملک نے مدینہ کے حاکم کو خط لکھا کہ باقر کو ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ دمشق بھیج دیا جائے۔ اس کو منظور یہ تھا کہ حضرت کی عزت و وقار کو اپنے خیال میں دھچکا پہنچائے

۔ چنانچہ جب یہ حضرات دمشق پہنچے تو تین دن تک ہشام نے ملاقات کا موقع نہیں دیا۔ چوتھے دن دربار میں بلا بھیجا۔ ایک ایسے موقع پر کہ جب وہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا اور لشکر داہنے اور بائیں ہتھیار لگائے صف بستہ کھڑا تھا اور وسط دربار میں ایک نشانہ تیراندازی کا مقرر کیا گیا تھا اور رؤسائے سلطنت اس کے سامنے شرط باندھ کر تیر لگاتے تھے کے پہنچنے پر انتہائی جرأت اور جسارت کے ساتھ اس نے خواہش کی کہ آپ بھی ان لوگوں کے ہمراہ تیر کا نشانہ لگائیں۔ ہر چند امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے معذرت فرمائی مگر اس نے قبول نہ کیا۔

وہ سمجھتا تھا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل مدت سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کو جنگ کے فنون سے کیا واسطہ اور اس طرح منظور یہ تھا کہ لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے۔ مگر وہ یہ نہ جانتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک فرد کے بازو میں علی کی قوت اور دل میں حسین کی طاقت موجود ہے۔ وہ حکم الٰہی اور فرض کا احساس ہے جس کی وجہ سے یہ حضرات ایک سکون اور سکوت کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ یہی ہوا کہ جب مجبور ہو کر حضرت نے تیر و کمان ہاتھ میں لیا اور چند تیر پے در پے ایک ہی نشانے پر بالکل ایک ہی نقطہ پر لگائے تو مجمع تعجب اور حیرت میں غرق ہو گیا اور ہر طرف سے تعریفیں ہونے لگیں۔

ہشام کو اپنے طرزِ عمل پر پشیمان ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس کو یہ احساس ہوا کہ کا دمشق میں قیام کہیں عام خلقت کے دل میں اہل بیت کی عظمت قائم کر دینے کا سبب نہ ہو۔ اس لیے اس نے آپ کو واپس مدینہ جانے کی اجازت دے دی مگر دل میں حضرت کے ساتھ عداوت میں اور اضافہ ہو گیا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ازواج

ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن قریش بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (الامام أبو جعفر الباقر رضی اللہ عنہ سیرۃ وتاریخ، ج ۱، ص ۶۸)

اُم حکیم بنت اُسید بن المغیرۃ بن الاخنس بن شریق الثقفیۃ۔ (کشف الغمۃ، ج ۲، ص ۳۴۳)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ
حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ
حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے یوں تو پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں مگر ان میں شہرت کی بلندیوں کو چھونے والوں میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات اور خاندان نبوت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے جانشین تھے اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے امام تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر مستقل ایک کتاب تحریر کی جارہی ہے، جس کا مطالعہ یقیناً آپ کے ایمان کی تازگی کا سبب بنے گا۔ آپ کے علاوہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ بن محمد الباقر رضی اللہ عنہ نے شہرت پائی اس لئے ضروری خیال کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن محمد الباقر رضی اللہ عنہ

اہل بیت اطہار کے بزرگ آپ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے اور شہید کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے تھے۔

مزارِ اقدس

تاریخ ولادت 83 ہجری بمطابق 702 عیسوی مدینہ منورہ

شہادت 118 ہجری 736 عیسوی مدینہ منورہ

والدہ ماجدہ

بقول ابن عنبہ سید عبداللہ دقدق کی والدہ ماجدہ کا نام ''اُم فروہ'' بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ دقدق کی والدہ ام فروہ ہی ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ، حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی پوتی تھیں جن کے والد حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے۔

آپ کی نانی اسماء بنت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ اولاد امام باقر رضی اللہ عنہ میں سب سے بڑے تھے۔

شہادت

بوقت شہادت آپ کی عمر تیس یا کچھ سال زیادہ تھی آپ کو امام باقر علیہ السلام کی شہادت کے فوری بعد بنو امیہ کے کسی فرد نے زہر دے کر شہید کر دیا تھا۔ آپ نے بنو امیہ کے اس شخص سے

مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے قتل نہ کرو کہ میں اللہ کے ہاں تمہاری سفارش کروں گا اس پر اس نے آپ کو زہر دے دیا۔

اندازے کے مطابق جب آپ پیدا ہوئے تو امام باقرؑ کی عمر تیس سال ہو گی کیونکہ امام باقر رضی اللہ عنہ ۵۷ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

لقب

جنابِ عبداللہ کا لقب دقدق تھا جو تاریخ کی کتب میں درج ہے۔اس کے علاوہ سید عبداللہ الافطح اور دروق بھی تاریخ اور علم الانساب کی کتب میں ملتا ہے۔

قال ابن قتیبة فی معارفه أما عبد الله بن محمد فهو الملقب بدقدق و مات بالمدینة

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن محمد (الباقر) کا لقب دقدق تھا اور انہوں نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

قال البلاذری فی أنساب الأشراف أما عبد الله بن محمد فكان یلقب دورقا، مات بالمدینة

علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں کہا ہے: حضرت عبداللہ بن محمد (الباقر) کا لقب دورق تھا اور انہوں نے مدینہ منورہ میں وصال کیا۔

دقدق عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ٹکرانا ہے دو چیزوں کو ایسے ٹکرانا کہ دَق کی آواز پیدا ہو۔اور جب کسی چیز کو توڑنا مقصود ہو تو دَقّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے چکی کے دو پاٹوں کے درمیان کوئی اناج رکھ کر باریک پیس دیا جاتا ہے۔''المنجد عربی اردو''

سید عبداللہ دقدق کا یہ لقب یقیناً ان کو آلِ امیہ سے ٹکرانے کی بدولت ملا ہو گا۔وہ اور ان کی اولاد نے امامِ حسن کی اولاد کی طرح خروج کیا۔

ازواج اور اولاد

سید عبداللہ دقدق کا نکاح زلیخا بنتِ ثقیہ عقیل علوی سے ہوا تھا جن سے ان کی تین اولادیں تھیں۔
سید عبداللہ دقدق کی زوجہ زلیخا بنت فقیہ عقیل علوی تھیں جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں۔

سید اسود المعروف الہاشم

سید حمزہ رضی اللہ عنہ

ام حسین رضی اللہ عنہ سید اسماعیل

اس کے علاوہ کتب تواریخ میں آپ کی اولاد میں چار صاحبزادوں کا ذکر ملتا ہے۔

سید مالک سید محمود

سید اسود سید ایوب المعروف حبیب اللہ

ام خیر

سید ہاشم رحمۃ اللہ علیہ محمود کے آٹھ بیٹوں کا ذکر بھی بحر الانساب اور ریاض الانساب میں موجود ہے جس میں ان کا ایک بیٹا ادھم بھی تھا۔

(۱) سید طاہر (۲) سید مطہر (۳) سید اسماعیل (۴) سید حمزہ (5) سید ہارون (۶) سید ادھم (۷) سید خالد (۸) سید یونس۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری

سید ہاشم محمود کے بیٹے ادھم جو ناصر ادھم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی حضرت سیدنا ابراہیم بن ناصر ادھم کے والد بزرگوار ہیں اور آپ ناصر ادھم نے ہی اپنا شجرہ نسب مادری دربار سامانی میں بتایا آپ کی والدہ ام ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں یہی شجرہ نسب آپ نے دربارہ بلخ میں بتایا جو شجرہ نسب مادری تھا۔

حضرت عبداللہ دقدق کی عمر ۳۰ یا بتیس سال تھی اپنے آباؤاجداد کی طرح مشکل حالات میں زندگی بسر کی جس کی وجہ سے کبھی روپوش رہے اور کبھی ظاہر ہو گئے۔اہل بیت پر ہونے والے مظالم کی وجہ سے آپ کا تاریخ میں واضح نام نہیں ملتا مگر بہت سارے مورخین نے آپ کا کتب میں ذکر کیا ہے۔

جس طرح خروجِ اولاد سیدنا عبداللہ دقدق کتب تاریخ میں موجود ہے جیسے سید حمزہ اور سید ہاشم کا خروج ملتا ہے۔ سید عبداللہ دقدق کے بیٹے حمزہ نے ۱۴۵ ہجری میں خروج کیا جن کے ساتھ ان کے بھائی ہاشم بھی تھے اور خروج کے بعد خراسان کے شہر بلخ آ گئے۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جناب حمزہ بن عبداللہ دقدق کو خروج سے منع فرمایا تھا جو سید حمزہ کے حقیقی چچا تھے۔ اسی حمزہ بن عبداللہ دقدق کی ہمشیرہ ام حسین بنتِ عبداللہ دقدق حضرت کے پڑپوتے عبداللہ بن محمد بن عمر کی زوجہ تھیں جن کے فرزند عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی کرم اللہ وجہہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری کے استاد تھے۔ اس کے

علاوہ اُم حسین بنت عبداللہ دقدق ادھم قلندر کی پھوپھی تھیں۔

سید عبداللہ دقدق فرزندِ رسول اور اہل بیت سے ہونے کے باوجود روپوش رہے اور پردہ اختیار کئے رکھا اسی لیے آپ کی اولاد نے بھی عباسی خلیفہ کی بیعت سے انکار کیا اور خروج کیا آپ کی اولاد نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ خروج کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ جو سلوک عباسی خلفاء نے کیا وہ تاریخی کتب میں درج ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ کیا گیا سلوک دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد نے خراسان کا رخ کیا۔

سیادت فریدی میں جنابِ عبداللہ دقدق کے بارے بیان

''عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ آپ کا لقب دقدق ہے اور کتب سیر میں الکریم بھی لکھا ہے حضرت امام جعفر صادق کے حقیقی بھائی ہیں آپ کی اولاد ملک عرب میں نہیں رہی کیونکہ بزمانہ سلطنت ابوجعفر منصور عباسی آپ کی اولاد مختلف مقامات میں منتشر ہوگئی چنانچہ ملک خراسان و ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے۔''

کتاب معارف ابن قتیبہ میں صراحت لکھا ہے کہ عبداللہ دقدق صاحبِ اولاد ہیں اس وجہ سے ساداتِ خراسان و ہرات جو اولادِ ناصر بن ہاشم بن عبداللہ مذکور سے ہیں اور وہ ملک خراسان وغیرہ میں شرف سیادت سے ممتاز ہیں نیز وہ اپنے سلسلہ جدی کو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یقیناً جانتے ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شہادت

سلطنتِ شام کو جتنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی جلالت اور بزرگی کا اندازہ زیادہ ہوتا گیا اتنا ہی آپ کا وجود ان کے لیے ناقابل برداشت محسوس ہوتا رہا۔

آخر آپ کو اس خاموش زہر کے حربے سے جو اکثر سلطنت بنی امیہ کی طرف سے کام میں لایا جاتا رہا تھا شہید کرنے کی تدبیر کر لی گئی۔

وہ ایک زین کا تحفہ تھا جس میں خاص تدبیروں سے زہر پوشیدہ کیا گیا تھا اور جب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس زین پر سوار ہوئے تو زہر جسم میں سرایت کر گیا۔ چند روز کرب و تکلیف میں بستر بیمار پر گزرے اور آخر سات ذی الحجہ ۱۱۴ ہجری کو ۵۷ برس کی عمر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

تجہیز و تکفین و تدفین

آپ رضی اللہ عنہ کو حسب وصیت تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جن میں سے ایک وہ یمنی چادر تھی جسے اوڑھ کر آپ روز جمعہ نماز پڑھتے تھے اور ایک وہ پیراہن تھا جسے آپ ہمیشہ پہنے رہتے تھے اور جنت البقیع میں اسی قبہ میں کہ جہاں حسن اور زین العابدین دفن ہو چکے تھے، دفن کیے گئے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ بنوامیہ کے دور میں فتویٰ دیا کرتے تھے

حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی محمد باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: وہ بنوامیہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

فقہائے مدینہ

وأبو جعفر محمد بن علی هو محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب وابنه جعفر الصادق، وکان من فقهاء المدینة، وسید بنی هاشم فی زمانه، جمع العلم والفقه والشرف والدیانة والثقة والسودد وکان یصلح للخلافة، وهو أحد الاثنی عشر الذین تعتقد الرافضة عصمتهم ۔ ولا عصمة إلا لنبی"

تفسیر طبری میں ہے:

حضرت ابوجعفر محمد بن علی یہ محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور ان کے لخت جگر حضرت امام جعفر صادق یہ فقہائے مدینہ میں سے تھے اور اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے سردار تھے، ان میں علم، فقہ، شرف، دیانت، ثقاہت اور سرداری جمع تھی اور وہ خلافت کے لئے اصلاح کیا کرتے تھے اور وہ روافض کے اعتقاد کے مطابق بارہ آئمہ میں سے ایک تھے جنہیں وہ معصوم کہتے ہیں اور کوئی معصوم نہیں سوائے نبی کے۔ (تفسیر طبری، ج ۵، ص ۱۰۰)

امام باقر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

عن جعفر الصادق عن أبیه محمد الباقر انه قال انما حرم علینا الصدقة المفروضة (بہجة المحافل، وبغیۃ الاماثل، جزو ۲، ص ۱۹۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم پر فرض صدقات حرام قرار دیئے ہیں۔

عَن مُحَمَّد الباقر أنه قَالَ أجْمع بَنو فَاطِمَة رَضِی الله عَنهُم علی أَن یَقُولُوا فِی الشَّیْخَیْنِ أحسن مَا یکون من القَوْل (الصواعق المحرقہ، ج۱، ص ۱۵۵)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: بنو فاطمہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ وہ شیخین (سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے متعلق کہتے ہیں وہ قول میں سب سے عمدہ اور بہتر ہیں۔

حَدثنِی أبی مُوسَی الکاظم عَن أَبِیه جَعْفَر الصَّادِق عَن أَبِیه مُحَمَّد الباقر عَن أُبِیه زین العابدین عَن أَبِیه الْحُسَیْن عَن أَبِیه عَلیّ بن أبی طَالب رَضِی الله عَنهُم قَالَ حَدثنِی حَبِیبی وقرة عَیْنی رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قَالَ (حَدثنِی جِبْرِیل قَالَ سَمِعت رب الْعِزَّة یَقُول لَا إِلَه إِلَّا الله حصنی فَمن قَالَهَا دخل حصنی وَمن دخل حصنی أَمن من عَذَابی)
(الصواعق المحرقہ، ج ۲، ص ۵۹۵)

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی، کہ انہوں اپنے والد گرامی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد گرامی امام زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے بیان کی، فرمایا: میں نے رب العزت کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''لا الہ الا اللہ'' میرا قلعہ ہے اور جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا، اور جو میرے

قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امن میں آ گیا۔

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے کا حکم

عَن جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَن أَبِيه مُحَمَّد الباقر أن رجلا جَاءَ إِلَى أَبِيه زين العابدين عَلِيّ بن الْحُسَيْن رَضِي الله عَنْهُم فَقَالَ أَخْبرنِي عَن أبي بكر فَقَالَ عَن الصّديق فَقَالَ وَتَسْمِيَة الصّديق فَقَالَ ثكلتك أمك قد سَمَّاهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم والمهاجرون وَالْأَنْصَار وَمن لم يسمه صديقا فَلَا صدق الله عزوَجل قَوْله فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة اذْهَبْ فَأحب أَبَا بكر وَعمر رَضِي الله عَنْهُمَا

صواعق محرقہ میں ہے:

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو اس نے عرض کی اور ان کا نام صدیق ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے، ان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، مہاجرین و انصار نے صدیق رکھا ہے، اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں سچا نہیں کرے گا، پس جا اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کر۔ (الصواعق المحرقہ: ج ۱ ص ۱۵۸)

أن جماعة خاضوا في أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم، فقال لهم أبو جعفر محمد الباقر ألا تخبروني، أنتم من (المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله)؟ قالوا لا قال فأنتم من (الذين تبوؤا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم)؟ قالوا لا قال أما أنتم فقد برئتم أن تكونوا أحد هذين الفريقين، وأنا أشهد أنكم لستم من الذين قال الله تعالى فيهم "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ" (الحشر: ۱۰) (مختصر اظہار الحق: ج ۱ ص ۱۸۱)

ایک جماعت نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے متعلق بحث کی تو حضرت ابو جعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ مہاجرین

میں سے'' وہ (فقراء) مہاجرین جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی'' کون ہیں؟ انہوں نے کہا وہ نہیں جانتے۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس سے بری ہو کہ تم ان دونوں فریقین میں سے ایک ہو۔ اور میں '' گواہی دیتا ہوں، کہ تم ان میں سے نہیں ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہلِ ایمان کے لئے، اے ہمارے رب! بے شک تو رؤف رحیم ہے۔

عن أبي جعفر محمد الباقر يقول "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تتخذوا قبري قبلة ولا مسجدًا، فإن الله عزّ وجلّ لعن الذين اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد" (علل الشرائع، ص ۳۵۸، بحار الانور، اصول مذہب الشیعہ الامامیہ الاثنیٰ عشریہ)

حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قبر اور مسجد کو قبلہ نہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے کہ انبیاء کی قبور کو مسجد بنایا جائے۔ (قبروں کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنے سے کو حرام کیا تھا)

عن محمد الباقر رضي الله عنه أنها نزلت في المهاجرين والأنصار وقال قائل نحن سمعنا أنها نزلت في علي بن أبي طالب قال الإمام هو منهم يعني أن أمير المؤمنين داخل أيضا في المهاجرين والأنصار ومن جملتهم وهذه الرواية أوفق بلفظ "الذين" وصيغ الجمع في صلاة الموصول وهي "يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون"
(مختصر التحفہ الاثنیٰ عشریہ، ج ۱ ص ۱۴۱)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت مہاجرین اور انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور فرمایا ایک کہنے والے نے کہا: ہم نے سنا کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، فرمایا اور وہ امام علی رضی اللہ عنہ یہ ان (مہاجرین وانصار) میں سے ہیں۔ یعنی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین وانصار میں داخل ہیں اور من جملہ یہ روایت لفظ'' الذین'' کے موافق ہے اور صلاۃ الموصول میں جمع کا صیغہ ہے اور وہ'' یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وھم راکعون'' آیت ہے۔

أحادیث محمد الباقر رحمه الله (فی صحیح البخاری ۱۲ حدیثا، وفی مسلم۱۹ ، وفی الترمذی۲۳ ، وفی النسائی۵۶ ، وفی سنن أبی داود ۱۷ ، وفی سنن ابن ماجه ۲۴ ، وفی مسند أحمد۵۶)

(رسائل السنہ والشیعہ لرشید رضا، ج ۲، ص ۱۳۹)

اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث صحیح بخاری میں ۱۱۲حادیث، مسلم میں ۱۹، سنن ترمذی میں ۲۳، سنن نسائی مین ۵۶، سنن ابی داوٗد میں ۱۷، سنن ابن ماجہ میں ۲۴، مسند احمد میں ۵۶ ہیں۔

إن زرارة سأل أبا جعفر (محمداً الباقر) علیه السلام عن جوائز العمال؟ فقال لا بأس به ثم قال (أبو جعفر محمد الباقر) إنما أراد زرارة أن یبلغ هشاماً - ابن عبد الملك - إنی أحرم أعمال السلطان۔ (الرد علی الدکتور عبدالواحد وافی فی کتابہ بین الشعیۃ واہل السنۃ، ج ۱، ص ۱۱۳)

زرارہ نے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے عمال کے جوائز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب زرارہ ہشام بن عبدالملک کی بیعت کا ارادہ کرے تو میں باشادہ کے اعمال حرام کرتا ہوں۔

عن محمد الباقر - رحمه الله وهو بریئ من هذا القول -: ''إنما یعرف الله عزوجل ویعبده من عرف الله وعرف إمامه منا أهل البیت، ومن لا یعرف الله - عزوجل - ویعرف الإمام منا أهل البیت فإنما یعرف ویعبد غیر الله، هکذا والله ضلالا''

(الکافی (ج ۱، ص ۱۸۱) (وقفات مع کتاب المراجعات، ج ۱، ص ۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس قول سے بری ہیں (جو یہ ہے) وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو پہنچانتا اور اس کی عبادت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اور ہم اہلِ بیت میں سے اپنے امام کو پہنچانتا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا جو ہم اہل بیت میں سے امام کو پہنچانتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور وہ غیر اللہ کی بندگی کرتا ہے، پس خدا کی قسم یہ گمراہی ہے۔''

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یزدجر کی بیٹی قیدی بن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو مدینہ منورہ اس کے زیورات کی روشنی سے چمک پڑا اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو اس کی روشنی سے مسجد نبوی روشن ہوگئی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو دیکھتے ہی رہے اور اس نے کہا: ''اف بیروج باداھرمز'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ مجھے گالی دے رہی ہے۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہیں، فرمایا:

مسلمانوں میں سے بہترین کا انتخاب کر لے اور اعلیٰ نسب کے شخص کا انتخاب کر لے، پس وہ عورت آئی اور اس نے اپنا ہاتھ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور پر رکھ دیا۔

حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: ''جہان شاہ''

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: بلکہ شہر بانو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو عبداللہ؟

اس سے آپ رضی اللہ عنہ کے دنیا کے بہترین شخصیات پیدا ہوں گی۔

تو اس عورت سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں علی بن حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دو بہترین کی اولاد کہا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عرب میں ہاشم کو اور عجم میں سے فارس کو پسند فرمایا۔

اور ابو اسود دؤلی سے مروی ہے، کہا ایک نوجوان کسریٰ اور ہاشم کے درمیان ہے جو تمام لوگوں میں سے افضل ترین ہیں۔ (الاصول من الکافی، ج۱،ص ۴۶۷، ناسخ التواریخ، ج۱۰،ص ۳، ۴)

حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ولید بن عقبہ جب لایا گیا کہ اس نے شراب پی ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کے اور ان لوگوں کے درمیان جن کا گمان ہے کہ اس نے شراب پی فیصلہ کیجیئے، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں چالیس کوڑے مارے جائیں۔ (الکافی فی الفروع، ج۷،ص ۲۱۵م باب ما یجب فیہ الحد من الشراب)

عن ابن زین العابدین محمد الباقر أنه قال إن يزيد بن معاوية دخل المدينة وهو يريد الحج، فبعث إلى رجل من قريش فأتاه، فقال له يزيد أتقر لي أنك عبد لي، إن شئت بعتك وإن شئت استرقيتك فقال له الرجل والله يا يزيد! ما أنت بأكرم مني في قريش حسباً ولا كان أبوك أفضل من أبي في الجاهلية والإسلام، وما أنت بأفضل مني في الدين ولا بخير مني، فكيف أقر لك بما سألت؟ فقال له يزيد إن لم تقر لي والله لقتلتك، فقال له الرجل ليس قتلك إياي بأعظم من قتلك الحسين بن علي عليهما السلام ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر به فقتل ثم أرسل إلى علي بن الحسين عليهما السلام فقال له مثل مقالته للقرشي، فقال له علي بن الحسين عليهما السلام أرأيت إن لم أقر لك أليس تقتلني كما

۱۲امام علیہم الرضوان

قتلت الرجل بالأمس؟ فقال له يزيد لعنه الله بلى فقال له علي بن الحسين عليهما السلام قد أقررت لك بما سألت، أنا عبد مكره، فإن شئت فأمسك وإن شئت فبع''

(الروضة من الكافی، ج ۸، ص ۲۳۴، ۲۳۵)

حضرت ابن زین العابدین محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: یزید بن معاویہ مدینہ منورہ آیا اور اس کا حج کرنے کا ارادہ تھا تو اس نے قریش کے ایک شخص کی طرف قاصد بھیجا جب وہ شخص اس کے پاس آیا تو اس نے یزید نے کہا: کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں تجھے فروخت کردوں اور اگر میں چاہوں تو تجھے آزاد کردوں تو یزید سے اس شخص نے کہا: اے یزید! اللہ تعالیٰ کی قسم! قریش میں سے نہ تو مجھ سے زیادہ حسب کے لحاظ سے مکرم ومعزز ہوں اور نہ تیرا باپ زمانہ جاہلیہ میں مجھ سے افضل تھا اور نہ اسلام میں افضل ہے اور نہ تو دین میں مجھ سے افضل ہے اور نہ مجھ سے بہتر ہے۔ تو میں اس کا کیسے اقرار کرلوں جس کا تو مجھ سے تقاضا کرتا ہے؟ تو اس سے یزید نے کہا: اگر تو نے میرے ساتھ اقرار نہ کیا تو میں ضرور تجھے قتل کردوں گا۔ تو اس شخص نے اس سے کہا: تیرا مجھے قتل کرنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تھے زیادہ بڑا ہے۔ پس یزید نے حکم دیا تو اس شخص کو قتل کردیا گیا۔ پھر یزید نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی طرف ایک شخص کو بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ سے وہی کہا جو اس شخص سے کہا گیا تھا تو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تیرا کیا خیال ہے اگر میں تیرے ساتھ اقرار نہ کروں تو تو مجھے قتل کردے گا جس طرح تو نے کل اس شخص کو قتل کردیا تھا تو ان سے یزید علیہ اللعنۃ نے کہا: کیوں نہیں۔ تو اس سے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تیرے ساتھ اس بات کا اقرار کرتا ہوں جس کا تو نے تقاضا کیا ہے میں تیرا عبد مکرہ ہوں! اگر تو چاہے تو مجھے آزاد کردے اگر چاہے تو فروخت کردے۔ (الروضۃ من الکافی، ج ۸، ص ۲۳۴، ۲۳۵، بحوالہ موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام، الدرر السنیہ ج ۶، ص ۲۷)

عن محمد الباقر أنه صلى الله عليه وسلم غسل من بئر يقال لها بئر غرس

(خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ)

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنویں (کے پانی) سے غسل دیا گیا اس کنویں کو غرس کا کنواں کہا جاتا ہے۔

شیخین رضی اللہ عنہما سے محبت

عَن مُحَمَّد الباقر وَأنه قيل لَهُ هَل كَانَ أحد من أهل الْبَيْت يسب أَبَا بكر وَعمر قَالَ معَاذ الله

بل یتولونهما وَیَسْتَغْفِرُونَ لهما وَیَتَرَحَّمُونَ عَلَیْهِمَا۔

(سمط النجوم العوالی، فی انباء الوائل والتوالی، ج ۲، ۳۹۳)

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور ان سے کہا گیا کہ کیا اہل بیت میں سے کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ اللہ بل ہم ان دونوں سے محبت کرتے ہیں اور ان دونوں کے لئے مغفرت کرتے ہیں اور ان دونوں پر رحم کرتے ہیں۔

عن محمد الباقر، رضی الله عنه، قال ما بقی أحد من الناس أعلم بأمر الحج من عطاء وقال الباقر أیضا خذوا من حدیث عطاء ما استطعتم

(تہذیب الاسماء واللغات، ج۱، ص ۳۳۴)

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: لوگوں میں سے حج کے معاملات کو عطاء سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، اور حضرت باقر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: جس قدر ہو سکے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے حدیث لو۔

عن محمد الباقر رضی الله عنه قال أمرت آمنة فی المنام، وهی حامل برسول الله صلی الله علیه وسلم أن تسمیه أحمد قال صلی الله علیه وسلم من ولد له مولود فسماه محمداً أحباً لی وتبركاً باسمی كان هو ومولده فی الجنة (الروضة الفیحاء فی اعلام النساء، ج۱، ص ۳۱)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں حکم دیا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاملہ ہیں اور ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی احمد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ میرے محبت اور میرے نام سے تبرک کے حصول کے لئے اس کا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا بچہ جنتی ہے۔

عَنْ عفیر، قَالَ دخل أَبُو جعفر محمد بن عَلَی بن الحسن عَلَی عمر بن عبد العزیز رضی الله عنه، فقَالَ یا أبا جعفر أوصنی، قَالَ أوصیك أن تتخذ صغیر المسلمین ولداً، وأوسطهم أخاً، وكبیرهم أباً، فارحم ولدك، وصل أخاك، وبرّ أباك۔ (امالی القالی، ج ۲، ص ۳۰۸)

حضرت عفیر سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسن (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو اس نے کہا: اے ابو جعفر (باقر رضی اللہ عنہ) مجھے وصیت

فرمائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں چھوٹے مسلمانوں کو بیٹا بنالو اوران کے درمیانی مسلمانوں کو بھائی بنالو اوران کے بڑوں کو والد (کا درجہ دو) پس اپنے بیٹے پر رحم کرو، اپنے بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور اپنے والد کے ساتھ نرمی کرو۔

روی جعفر الصادق بن محمد الباقر، عن أبيه قال نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى ملك الموت عليه السلام، عند رأس رجل من الأنصار فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ارفق بصاحبي فإنه مؤمن قال إني بكل مؤمن رفيق وما من أهل بيت إلا أتصفحهم في كل يوم خمس مرات ولو أني أردت قبض روح بعوضة ما قدرت حتى يكون من الله تعالى الأمر بقبضها (حیوۃ الحیوان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۷"

حضرت جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت علیہ السلام کی طرف دیکھا وہ انصار میں سے ایک شخص کے سر کے پاس تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ یہ مومن ہے۔اس نے عرض کی: میں ہر مومن کا رفیق ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے ہر روز پانچ مرتبہ مصافحہ کرتا ہوں اگر میں کسی مچھر کی روح قبض کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو مجھے اس کی قدرت نہیں ہوتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قال محمد الباقر كان أصحاب الكهف صياقلة، واسم الكهف حيوم، والقصة طويلة مشهورة في كتاب التفاسير والقصص مطولا ومختصرا۔

(حیوۃ الحیوان الکبریٰ ، ج ۲ ص ۳۹۲)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اصحاب کہف صیاقلہ ہیں اور کہف کا نام حیوم ہے اور یہ تفسیر کی کتابوں میں یہ مشہور طویل قصہ ہے اور یہ طویل اور مختصر قصہ (موجود ہے)

نقل محمد الباقر بن علي زين العابدين إجماعَ آل البيت على تعظيم الشيخين أجلَّ تعظيم (مقالات موقع الدرر السنيه ، ج ۱ ص ۴۳۲)

امام محمد باقر بن علی زین العابدین سے منقول ہے کہ اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو شیخین کی عظیم تعظیم پر اجماع ہے۔

عن جعفر الصادق بن محمد الباقر عن أبيه أنه كان يشرب من سقايات الناس بمكة

والمدینة فقلت له أتشرب من الصدقة وهی لا تحل لك، فقال إنما حرمت علینا الصدقة المفروضة۔ (ارشیف ملتقی اہل الحدیث، جز و ۱۰۱، ص ۳۵۳)

امام جعفر صادق بن محمد باقر اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے سقایات سے مکہ اور مدینہ منورہ میں پانی پیتے تھے تو میں ان نے کہا: کیا آپ صدقہ سے پیتے ہیں اور کیا یہ آپ کے حلال ہے؟ تو انہوں کے ہم پر فرض صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

عن محمد الباقر رضی الله عنه عن جابر رضی الله عنه وفیه ((فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار۔

(ارشیف ملتقی اہل الحدیث: ۲، جز و ۴۸، حدیث نمبر ۲۳۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس روایت میں ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جائے گی۔[1]

عن محمد الباقر رضی الله تعالی عنه وهو من التابعین قال قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الإثنین، فمکث ذلك الیوم، ولیلة الثلاثاء، ودفن من اللیل۔

(وصائل الوصول، الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۴۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ تابعین سے تھے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا اور وہ دن اور منگل کا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہ ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔

عن محمد الباقر أنه صلی الله علیه وسلم غسل من بئر یقال لها بئر غرس لسعد بن خیثمة

(خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۴۴۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا اور اس کنوئیں کو سعد بن خیثمہ کے بئر غرس کہا جاتا تھا۔

عَن أبی جَعْفَر مُحَمَّد الباقر قَالَ من لم یعرف فضلَ أبی بکر وَعمر فقد جهل بالسنةِ

(سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی، ج ۲، ص ۳۹۵)

امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی

[1] نوٹ: بدعت کی دو قسمیں، ایک بدعت ضالہ اور ایک بدعت حسنہ، ہر وہ بدعت گمراہی ہے جس کا شریعت کوئی اصل نہ ہو اور جو شریعت کے منشا کے مطابق ہو وہ بدعت حسنہ ہے۔ (تفصیل کے ملاحظہ فرمائیں کتب فقہ)

فضیلت کونہیں جانتا یقیناً وہ سنت سے ناواقف ہے۔

تکبر کس کے دل میں داخل ہوتا ہے

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: مومن کے دل میں تکبر داخل نہیں ہوسکتا سوائے اس کے عقل کی کمی کے سبب۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی، ج ۱، ص ۲۸)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت میں اضافہ کرنا

مزید فرمایا:

وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف بہت زیادہ کرتے ہیں جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہیں کہا پس اللہ تعالیٰ اس کے قول کی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہیں کرے گا۔ اور انہیں اہل عراق سے ایک جماعت سے یہ بات پہنچی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اہلِ بیت ان سے بغض رکھتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں ان سے بری ہوں جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتا ہے۔

(طبقات کبریٰ للشعرانی، ج ۱، ص ۲۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اقوال

آخرت کا حساب دنیا میں عقل کے مطابق ہے

ابو جعفر محمد بن علی بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إنَّ اللہ تبارَکَ وَتَعالیٰ یُحاسِبُ النّاسَ عَلیٰ قَدرِ ما آتاھُم مِنَ العُقُولِ فِی الدُّنیا۔

اللہ تعالیٰ (در روز قیامت) اپنی بندوں کا محاسبہ انہیں عطا کی گئی عقل کے مطابق کرے گا۔ (یعنی دنیا میں انسانوں کی عقل کے مراتب کے اختلاف کے مطابق آخرت میں ان کی بازخواست کے مراتب بھی مختلف ہیں)۔

قال محمد الباقر رحمہ اللہ "عالم یُنتفع بعلمہ أفضل من ألف عابد"

(البصیرۃ فی الدعوۃ اللہ، ج ۱، ص ۳۵)

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ ن فرمایا: وہ عالم جو اپنے علم سے نفع پہنچاتا ہے وہ ہزار عابد سے افضل ہے۔

اِصبِروا عَلیٰ اداءِ الفَرائِضِ، وَ صابِروا عَدُوَّکم، وَ رابِطوا امامَکُمُ المُنتَظِرِ۔

احکام دین اور فرائض کی انجام دہی پر صبر کرو؛ دشمن کے مقابلے میں تحمل اور استقامت بروئے کار لاؤ؛ اور اپنے امام منتظر کے ظہور کے لئے تیار اور پابرکاب رہو۔

نیک بات ہر کسی سے لے سکتے ہو

خُذُوا الکَلِمَۃَ الطَّیِّبَۃَ مِمَّن قالَھا وإن لَم یعمَل بِھا۔

اچھی بات جو بھی کہے، اخذ کرو خواہ وہ شخص خود اس بات پر عمل نہ بھی کرتا ہو۔

نافرمان خداشناس نہیں ہے

ما عَرَفَ اللہَ مَن عَصاہُ۔

جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ اس کی معرفت نہیں رکھتا۔

قال محمد الباقر الصاعقۃ تصیب المسلم وغیر المسلم ولا تصیب الذاکر وَھُمْ یُجادِلُونَ فِی اللہِ یعنی یخاصمون فی اللہ (تفسیر الخازن، ج ۳، ص ۹)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صاعقہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو پہنچتی ہے اور ذاکر (اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے) کو نہیں پہنچتی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں جھگڑا کرتے ہیں۔

قال محمد الباقر رضی الله عنه أوصانی ابی زین العابدین رضی الله عنه فقال لا تصحبن خمسة ولا تحادبهم ولا ترافقهم فی الطریق لا تصحبن فاسقا فانه یبیعك باكلة فمادونها قلت یا أبت وما دونها قال یطمع فیها ثم لا ینالها ولا تصحبن البخیل فانه یقطع بك أحوج ما تكون الیه ولا تصحبن كذابا فانه بمنزلة السراب یبعد عنك القریب ویقرب منك البعید ولا تصحبن أحمق فانه یرید ان ینفعك فیضرك وقد قیل عدو عاقل خیر من صدیق أحمق ولا تصحبن قاطع رحم فانی وجدته ملعونا فی كتاب الله تعالی فی ثلاثة مواضع ثم فی الآیات بیان ان الاعتذار الباطل مردود علی صاحبه وان كان قبول العذر من اخلاق الكرام فی نفس الأمروفی المثنوی

عذر أحمق بدترا از جرمش بود عذر نادان زهرهر دانش بود

(روح البیان، ج ۳،ص ۴۸۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مجھے نصیحت فرمائی، فرمایا: پانچ لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ تعلق رکھو، اور نہ ان سے راستہ میں ملو۔ فاسق کے ساتھ دوستی نہ کرو کیونکہ وہ تجھے کھانے اور اس سے کم چیز کے عوض بیچ دے گا میں نے عرض کی کم تر کیا ہے، فرمایا وہ اس میں لالچ کرے گا پھر وہ چیز اس کو ملے گی نہیں۔ اور فرمایا بخیل سے دوستی نہ کرو کیونکہ وہ تجھ سے ضرورت کے وقت قطع تعلقی کرلے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا وہ بمنزلہ سراب ہے جو اس کی اس کی دوری تیرے قریب ہے اور احمق سے دوستی نہ کرو کیونکہ وہ تجھ سے نفع چاہے گا اور تجھے نقصان دے گا اور کہا گیا ہے کہ عقلمند دشمن احمق دوست سے بہتر ہے۔ اور قطع تعلقی کرنے والے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے اس کتاب اللہ کے تین مقامات پر ملعون پایا ہے۔

اور مثنوی میں ہے:

احمق کا عذر بدتر ہے ناداں کا عذر زہر ہے

قَالَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرِ اِنَّهُ لَيَزِيدُنِی فِی الحَجِّ رَغْبَةً لِقَاءُ عَمْرِو بْنِ دِينَار

(حیاۃ التابعین، ج ۱، ص ۸۳۸)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج میں میری رغبت میں عمرو بن دینار کی ملاقات نے اضافہ کر دیا۔

ہر قوم کا ایک نجات دہندہ ہوتا ہے

امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِكُلِّ قَوْمٍ نَجِيبَة، وَإِنَّ نَجِيبَةَ بَنِي أُمَيَّةَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، إِنَّهُ يُبْعَثُ أُمَّةً وَحْدَهُ

(حیاۃ التابعین، ج ۱، ص ۱۸۷)

ہر قوم کا ایک نجات دہندہ ہوتا ہے اور بنو امیہ کا نجات دہندہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں اور انہیں بصورت ایک امت بھیجا گیا ہے۔

تین چیزیں تین چیزوں میں چھپی ہوئی ہیں

قَالَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ لِجَعْفَرَ الصَّادِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّ اللهَ خَبَأَ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ فِي ثَلَاثَةٍ خَبَأَ رِضَاهُ فِي طَاعَتِهِ: فَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الطَّاعَةِ فَلَعَلَّ رِضَاهُ فِيهِ !! وَخَبَأَ سَخَطَهُ فِي مَعْصِيَتِهِ: فَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعَاصِي فَلَعَلَّ سَخَطَهُ فِيهِ !! وَخَبَأَ أَوْلِيَاءَهُ فِي خَلْقِهِ: فَلَا تَحْقِرَنَّ أَحَدًا مِنْ خَلْقِهِ فَلَعَلَّهُ مِنْهُمْ (موسوعۃ الرقائق والادب، ج ۱، ص ۱۲)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اس کی اطاعت میں چھپی ہے پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے کسی چیز کو حقیر نہ جانو شائد کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا پوشیدہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی ناراضگی میں چھپی ہے پس نافرمانی میں سے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو شائد اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے مخلوق میں چھپے ہیں پس اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو حقیر نہ جانو شائد اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ ان میں ہو۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ أَنَّ نَقْشَ خَاتَمِ عَلِيٍّ "لِلّٰهِ الْمُلْكُ" وَنَقْشَ خَاتَمِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ "الْعِزَّةُ لِلّٰهِ"

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "للہ

اُلْمُلْکُ''، نقش تھا اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر ''اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ'' نقش تھا۔
(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ۱ص ۱۴۸)

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں امام محمد باقر اکابر اہلِ بیت اور اجل تابعین میں سے ہیں انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا، فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا۔

''جس کا نام محمد ہے وہ کھڑا ہو جائے اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت کے سبب جنت میں داخل ہو جائے''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و کرامت کے سبب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفاعت کے اظہار کے لئے جنت میں داخل ہو جائے۔ (شرح الشفاء، ص ۳۸۵)

بھلائی کیا ہے

عن ابی جعفر محمد الباقر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیر اتباع القران وسنتی (تفسیر مظہری، ج ۲، ص ۱۱۴)

امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھلائی قرآن کریم اور میری سنت کی اتباع میں ہے۔

نصابِ زکوٰۃ

وروی ابن أبی شیبة بسند صحیح عن محمد الباقر رفعه، قال إذا بلغت خمس أواق ففیها خمسة دراهم، وفی کل أربعین درهما درهم

ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب پانچ اوقیہ چاندی ہو جائے تو اس میں پانچ درہم ہیں اور ہر چالیس دراہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہے۔ (شرح ابی داوٗد للعینی، ج ۶ ص ۲۱۲، عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۲۶۰)

عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ، قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ

مَاجَهُ

حضرت ثابت بن ابی صفیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وضو میں اعضا) ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھوتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۴۱۸)

حسد اور تحقیر علم و دانش سے ہم آہنگ

لا یکونُ اَلعَبدُ عالِماً حَتّی لا یکونَ حاسِداً لِمَن فَوقَهُ و لا مُحَقِّراً لِمَن دُونَهُ۔

بندہ خدا اگر اپنے سے اوپر کے مرتبے کے علماء کے ساتھ حسد کرے اور اپنے سے کم مرتبے کے انسانوں کو حقیر سمجھے وہ عالم نہیں ہے۔ (یعنی عالم صرف وہ ہے جو اپنے سے اعلی مرتبے کے اہل دانش سے حسد نہ کرے اور نچلے مراتب کے لوگوں کو حقیر نہ سمجھے)۔

قال محمد الباقر رضی اللہ عنہ کان یصلی أبی کل یوم ولیلة ألف رکعة، وکانت الریح تمیله بمنزلة السنبلة۔ (لباب الانساب، والالقاب والاعقاب، ج ۱، ص ۴۳)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی ہر رات ہزار رکعتیں ادا فرماتے تھے اور اس کی خوشبو سنبل کی طرح محسوس ہوتی تھی۔

کوئی جہاد نفس کے خلاف جہاد کی مانند نہیں

لا فَضیلَةَ کالجِهادِ، ولا جِهادَ کَمُجاهَدَةِ اَلهَویٰ۔

جہاد کی مانند کوئی فضیلت نہیں ہے اور کوئی جہاد اپنی ہوائے نفس کے خلاف جہاد کی مانند نہیں ہے (جو کہ جہاد اکبر ہے)۔

بغیر عذر کے ترک جماعت سے نماز باطل

من ترك الجماعة رغبة عنها وعن جماعة المسلمين من غير علة فلا صلاة له۔

اگر کوئی شخص نماز جماعت کو نماز جماعت اور جماعت مسلمین سے عدم اشتیاق کی بنا پر بلا وجہ ترک کر دے اس کے لئے کوئی نماز نہیں ہے یعنی اس کی نماز باطل ہے)۔

وہی کہو جو سننا پسند کرتے ہو

قولوا للناس احسن ما تحبون ان یقال لکم۔
جو کچھ تم اپنے بارے میں سننا پسند کرتے ہو لوگوں کے ساتھ اسی طرح بات کرو۔

زبان کی حفاظت گناہ سے بچاؤ

لا یسلم احد من الذنوب حتی یخزن لسانہ۔
کوئی بھی شخص گناہوں سے سالم نہیں رہتا مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

صلۂ رحم

ان اعجل الطاعة ثوابا لصلة الرحم۔
ثواب کے لحاظ سے تیز رفتار ترین عبادت قرابتداروں سے پیوند برقرار رکھنا ہے۔

رواداری ایمان کا تالا

ان لکل شیءٍ قفلاً و قفل الایمان الرفق۔
ہر چیز کے لئے ایک قفل ہوتا ہے اور ایمان کا قفل لوگوں کے ساتھ نرمی اور رواداری ہے۔

غصہ پی جانا عذاب سے بچاؤ

ومن کف غضبه عن الناس کف الله تبارک و تعالی عنه عذاب یوم القیامة۔
جو شخص اپنے غیظ و غضب کو لوگوں سے باز رکھے خدا روز قیامت اپنا عذاب اس سے باز رکھے گا۔

بندگی کا حق ادا کر کے خدا کی پشت پناہی حاصل کرو

من عَبَدَ الله حق عبادته آتاه الله فوق امانیه و کفایته۔
جو شخص خدا کی اسی طرح عبادت کرے جیسا کہ اس کا حق ہے؛ خداوند متعال اس کی ضرورت اور اس کی آرزوؤں سے کہیں زیادہ اسے عطا کرے گا۔

مزاح درست مگر بدزبانی کے بغیر

ان الله عزوجل یحب المداعب فی الجماعة بلا رفث۔

خدائے عزّوجل اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو بدزبانی اور فحش گوئی کے بغیر لوگوں کی جماعت میں مزاح کرے۔

نفس دشمن کی مانند

جَاهِدْ هَوَاكَ كَمَا تُجَاهِدُ عَدُوَّكَ۔

ہوائے نفس کے خلاف اسی طرح جہاد کرو جس طرح کہ دشمن کے خلاف جہاد کرتے ہو۔

نیک نیتی وسعت رزق کا سبب

من حسنت نیته، زید فی رزقه۔

جو شخص نیک نیت ہو اس کا رزق زیادہ ہوتا رہے گا۔

محبت کرنا محبوب ہونے کا معیار

اعرف المودة فی قلب اخیك بماله فی قلبك۔

اگر تم اپنی بھائی کے قلب میں اپنی مودت کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو دیکھو کہ تمہارے قلب میں اس کی مودت کتنی ہے۔

بہترین آمیزہ

ما شیب شیئٌ بشیئٍ احسن من حلم بعلم۔

کوئی بھی چیز کسی چیز کے ساتھ مخلوط نہیں ہوئی جو حلم کی علم کے ساتھ مخلوط ہونے سے بہتر ہو۔ (یعنی علم اور حلم و بردباری کا آمیزہ بہتریں آمیزہ ہے۔)

مؤمن کے لئے پیٹھ پیچھے دعا

اَوشَكُ دَعوَةٍ وَاَسرَعُ اِجابَة دُعاءَ المَرءِ لِاَخیهِ بِظَهرِ الغَیبِ۔

دینی بھائی کی پیٹھ پیچھے دعا کرنا اجابت وقبولیت کے قریب ترین اور سریع ترین ہے۔ (یعنی دینی بھائیوں کے لئے دعا بہت جلد مستجاب ہوتی ہے)۔

دنیا کی بہترین نیکی

مَاحَسَنَةُ الدُّنیا اِلّا صِلَةُ الاِخوانِ وَالمَعارِفِ۔

دنیا کی نیکی بھائیوں اور دوستوں کے سے پیوند وارتباط کے بغیر بے معنی ہے۔

روادار صاحب ایمان ہے

مَن قُسِمَ لَهُ الرِّفقُ قُسِمَ لَهُ الإيمانُ۔

جس کو رواداری کا جذبہ عطا ہوا اس کو ایمان عطا ہوا۔

علم کا احیاء کیا ہی؟

رحم الله عبدا أحيا العلم قال قلت وما إحياؤه قال أن يذاكر به أهل الدين وأهل الورع۔

امام نے فرمایا: خدا رحمت کرے اس شخص پر جو علم کا احیاء کرے۔ (راوی ابوالجارود کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: علم کا احیاء کیا ہے؟ فرمایا: اہل علم اور پرہیز گاروں کے ساتھ مذاکرہ کرنا علم کا احیاء (یعنی علم کو زندہ کرنا) ہے۔

بدزبان اور بیہودہ گو خدا کا دشمن

إنَّ اللهَ يبغِضُ الفاحِشَ المُتَفَحِّشَ۔

بیشک اللہ تعالیٰ بدزبان اور بیہودہ گوئی کرنے والے سے دشمنی رکھتا ہے۔

خدا کا محبوب ترین بندہ

مِن أحَبِّ عِبادِ اللهِ إلَى اللهِ المُحسِنُ التَّوّابُ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوت ترین بندہ وہ ہے جو نیکوکار اور بہت زیادہ توبہ کرنے والا ہو۔

تقوی کا ثمرہ

قال فيما كتب الى سعد الخير إنَّ اللّه عَزَّوَجَلَّ يقي بِالتَّقوى عَنِ العَبدِ ما عَزُبَ عَنهُ عَقلُهُ وَ يجَلّي بِالتَّقوىٰ عَنهُ عَماهُ وَ جَهلَهُ۔

امام باقر نے سعد الخیر کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: اللہ تعالیٰ تقوی کے ذریعے عقل کی عدم رسائی سے بندے کی حفاظت کرتا ہے اور تقوی کے ذریعے کوردلی اور جہل و کند ذہنی کو اس سے دور کردیتا ہے۔

اول وقت نماز

ایما مؤمن حافظ علی الصلوات المفروضة فصلاها لوقتها فليس هذا من الغافلين۔

جو مؤمن اپنی نماز کی حفاظت کرتا ہے اور نماز کو اول وقت بجالاتا ہے وہ غافلین میں سے شمار نہیں ہوگا۔

دنیا میں ستم کا خطرناک نتیجہ

الظُلمُ فِی الدُّنیا هُوَ الظُلُمَاتُ فِی الآخرہ۔

دنیا میں ظلم وستم آخرت میں ظلمت اور اندھیرا ہے۔

حلم عالم کا لباس

اَلحِلمُ لِباسُ العالِمِ فَلا تَعرِیَنَّ مِنهُ۔

حلم اور بردباری عالم کا لباس ہے پس تم ہرگز لباس حلم مت اتارنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی قبولیت

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فإن دعاء الرسول لابد له أن يقبل (بحار الانوار، ج ۴ کتاب السماء والعالم)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

خدا کے خوف سے آنسو بہانے کا ثمرہ

ما مِن قَطرَةٍ احَبَّ الی اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِن قَطرَةِ دُمُوعٍ فی سَوَادِ اللَّیلِ مَخَافَةً مِنَ اللهِ لا یریدُ بِها غَیرَهُ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی قطرہ رات کے اندھیرے میں آنسو کے اس قطرے سے بہتر نہیں ہے جو خوف خدا اور اخلاص کامل کے ساتھ گرتا ہے۔

خدا رواداری کرنے والے سے محبت کرتا ہے

اِنَّ اللهَ رَفیقٌ یحِبُّ الرِّفقَ ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف۔

اللہ تعالیٰ رواداری والا ہی اور رواداری والوں کو دوست رکھتا ہے اور جو کچھ وہ رواداری والوں کو عطا

کرتا ہے تشدد آمیز برتاؤ کرنے والوں کو عطا نہیں کرتا۔

احسن نیکی اور بھونڈی بدی

مَا أَحسَنَ الحَسَنَاتِ بَعدَ السَّیئاتِ وَ مَا أَقبَحَ السَّیئاتِ بَعدَ الحَسَنَاتِ۔

کتنی احسن ہے بدیوں کے بعد نیکی کرنا اور کتنی بھونڈی ہے نیکیوں کے بعد بدی کرنا۔

کبر دوزخ کی سواری

الکبرُ مَطَایا النَّارِ۔

کبر اور برائی جتانا اس سواری کی مانند ہے جو اپنے سوار کو جہنم کی طرف لے کر جاتی ہے۔

حیادار اور پاکدامن محبوب خدا

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ان اللہ یحب الحی الحلیم العفیف المتعفف ۔

امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ رب العزت باحیا، اہل عفت و پاکدامن، بردباری اور حرام سے باز رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

خدا کے لئے آرائش و زیبائش

تزیّن للہ بِالصِّدقِ فِی الاعمالِ۔

خدا کے سامنے، اپنے آپ کو راست کرداری اور صداقت سے مزین کرو۔

مشورہ کس کے ساتھ؟

اِستَشِر فی أمرِكَ الَّذِینَ یَخشَونَ اللہَ۔

اپنی کاموں میں ایسے لوگوں کے ساتھ مشورہ کرو جو خدا کا خوف رکھتے ہیں۔

صبر کیا ہے اور کونسا صبر افضل ہے؟

الصَّبرُ صَبرانِ صَبرٌ عَلَی البَلاءِ حَسَنٌ جَمِیلٌ وَ أَفضَلُ الصَّبرَینِ الوَرَعُ عَنِ المَحارِمِ۔

صبر کی دو قسمیں ہیں: بلا اور مصیبت پر صبر جو بہت ہی اچھا اور خوبصورت ہے اور بہترین صبر افعال حرام سے پرہیز کرنے میں ہے۔

بہترین عبادت کونسی ہے؟

مَا مِن عِبَادَةٍ أفضَلَ عِندَ اللهِ مِن عِفَّةِ بَطنٍ وَ فَرجٍ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شکم پرستی اور شہوت پرستی سے پرہیز اور پاکدامنی سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔

بہار قرآن

لِكُلِّ شَيءٍ رَبِيعٌ، وَرَبِيعُ القُرآنِ شَهرُ رَمَضَانَ۔

ہر چیز کی ایک بہار ہوتی ہے اور قرآن کی بہار ماہ مبارک رمضان ہے۔

دنیائے فانی میں رہنے کا سلیقہ

فَانزِل نَفسَكَ مِنَ الدُّنيا كَمَثَلِ مَنزِلٍ نَزَلتَهُ ساعَةً ثُمَّ ارتَحَلتَ عَنهُ۔

دنیا میں اس طرح سے بسیرا کرو کہ گویا ایک مختصر وقت کے لئے یہاں رہو گے اور اس کے بعد کوچ کرجاؤ گے۔

علم حاصل کرو

تَعَلَّمُوا العِلمَ فَإنَّ تَعَلُّمَهُ حَسَنَةٌ، وَطَلَبَهُ عِبَادَةٌ۔

علم اور دانش حاصل کرو جس کے لئے جزاو پاداش مقرر ہے اور اس کی طلب عبادت ہے۔

دوستوں کے سامنے تبسم

تَبَسُّمُ الرَّجُلِ فِي وَجهِ أخِيهِ المُؤمِنِ حَسَنَةٌ۔

مؤمن بھائی کے تبسم اور مسکراہٹ سے ملنا حسنہ اور نیکی وثواب ہے۔

ایمان اور حیاء ساتھ آتی ہیں اور ساتھ رخصت ہوتے ہیں

اَلحَيَاءُ وَالإيمَانُ مَقرُونَانِ فِي قَرَنٍ فَإذَا ذَهَبَ أحَدُهُمَا تَبِعَهُ صَاحِبُهُ۔

حیا اور ایمان ایک ہی رسی میں ایک دوسرے سے متصل ہیں اگر ان میں سے ایک رخصت ہوجائے تو دوسرا بھی رخصت ہوجاتا ہے۔

توکل کرنے والا مغلوب نہیں ہوتا

مَن تَوَکَّلَ عَلَی اللہ لایُغلَبُ وَمَنِ اعتَصَمَ بِاللہ لایُھزَمُ۔

جو شخص خدا پر توکل کرے وہ مغلوب نہیں ہوگا اور جو شخص خدا سے تمسک اور اعتصام کرے وہ ہرگز شکست و ہزیمت کا شکار نہ ہوگا۔

خدا کا محبوب عمل

مامِن شَیئٍ أحَبَّ إلَی اللہِ عَزّوجلَّ مِن عَمَلٍ یداوَمُ عَلَیہِ، وإن قَلَّ۔

اللہ تعالیٰ کی نزدیک اس عمل سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں ہے جس پر مداومت کی جائی اور پابندی کے ساتھ بجالایا جائے خواہ وہ عمل کم ہی کیوں نہ ہو۔

دعاء قضائے الٰہی کو لوٹاتی ہے

الدُّعاءُ یَرُدُّ القَضاءَ، وَقَد أُبرِمَ إبراما۔ وَضَمَّ أصابِعَہُ۔

دعا قضائے الٰہی کو لوٹا دیتی ہے خواہ وہ (قضائے الٰہی) حتمی اور قطعی ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔

حق کا اظہار کرنے والا متقی ترین ہے

قال رضی اللہ عنہ عن علی رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) قال أتقَی النّاسِ مَن قالَ الحَقَّ فیمالَہُ وَعَلَیہِ۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پرہیزگار ترین شخص وہ ہے جو حق کا اظہار کرے چاہے وہ (حق بولنا) اس کے فائدے میں ہو چاہے اس کے نقصان میں ہو۔

(غنیۃ النعمانی، تحت العقول، بحار الانوار، جہاد بالنفس، عیون الاخبار، جامع الاخبار، میزان الحکمۃ)

ذکر کرنے والے کی فضلیت

قال محمد الباقر الصاعقة تصیب المسلم وغیر المسلم ولا تصیب الذاکر۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صاعقہ (کڑک) مسلم اور غیر مسلم دونوں کو پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں دیتی۔ (تفسیر خازن ج ۳، ص ۹)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے متعلق مشائخ کا اظہار خیال

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے حوالے سے چند مشائخ کا اظہارِ خیال پیش خدمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن عطاء یہ امام باقر رضی اللہ عنہ کا ہمعصر بھی تھے، انہوں نے امام کے بارے میں کہا ہے:

عن عبداللہ بن عطاء قال ما رأیت العلماء عند أحد أصغر علما منهم عند أبی جعفر لقد رأیت الحکم عندہ کأنہ متعلم.

میں نے بزرگ علماء اور دانشمندوں کو ابوجعفر کے سامنے بہت ہی عام انسانوں کی طرح پایا ہے، میں نے خود دیکھا تھا کہ حکم (ابن عتیبہ) ابوجعفر کے سامنے ایک چھوٹے سے شاگرد کی طرح لگتا تھا۔(حلیۃ الاولیاء طبقات الاصفیاء ج ۳،ص ۱۸۶،تاریخ مدینہ ودمشق لابن عساکر،صفۃ الصفوہ، ج ۲،ص ۱۱۰،البدایۃ والنہایۃ، ج۹،ص ۳۱۱)

حضرت عطار نیشاپوری (متوفی ۲۷ ہجری)

عطار نیشاپوری یہ ایک ادیب اور شاعر ہے، انہوں نے امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صاحب ظاہر و باطن ہیں، وہ ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ ہیں، انکے بیٹے جعفر صادق ہیں کہ جنکی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امام باقر رضی اللہ عنہ علوم دقیق و لطیف کے عالم تھے اور انکی بہت سی کرامات بھی مشہور ہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان تسلیم کر دی تھی۔

رضی اللہ عنہ و عن اسلافہ و حشرنا اللہ مع اجدادہ و معہ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین و نجنا برحمتک یا ارحم الراحمین

اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے اسلاف سے راضی ہے (دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں) ہمارا حشر آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اجداد کے ساتھ ہو۔ آمین یا رب العالمین۔ اور اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام آل پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اے ارحم الراحمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہمیں نجات عطا فرما۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۵۵۸، ۵۵۹)

حضرت محی الدین نووی (متوفی ۶۷۶ ہجری)

یہ اہل سنت کے شافعی مذہب کا عالم ہے، اس نے امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہم القرشی الھاشمی المدنی أبو جعفر المعروف بالباقر سمی بذلك لأنه بقر العلم ای شقه فعرف أصله وعلم خفیه وھو تابعی جلیل إمام بارع مجمع علی جلالته معدود فی فقھاء المدینة وأئمتھم.

محمد بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہیں، کہ وہ بنی ہاشم کے قبیلے قریش میں سے تھے، وہ اہل مدینہ تھے۔ انکی کنیت ابوجعفر تھی کہ جو باقر کے نام سے مشہور ہو چکے تھے، کیونکہ انھوں نے علم کے خزانوں میں شگاف کیا تھا اور وہ اصل علم کے ظاہر و باطن سے آگاہ تھے.....وہ تابعین میں سے، ایک عظیم انسان اور علم میں ماہر امام تھے کہ جنکی عظمت اور جلالت پر علماء کا اجماع موجود ہے، کہ انکا شمار مدینہ کے فقہاء اور آئمہ میں سے ہوتا تھا۔

(تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص ۱۰۳، شرح النووی علی صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۰۲)

ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ ہجری)

ابن خلکان شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے:

محمد الباقر أبو جعفر محمد بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنھم أجمعین الملقب الباقر أحد الأئمة الاثنی عشر فی اعتقاد الإمامیة وھو والد جعفر الصادق. کان الباقر عالما سیدا کبیرا وإنما قیل له الباقر لأنه تبقر فی العلم أی توسع.

امام محمد باقر ابوجعفر و محمد بن زین العابدین علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہیں کہ ان سب سے خدا راضی ہو، انکا لقب باقر تھا، وہ امامیہ اعتقاد کے مطابق بارہ آئمہ میں سے ایک امام ہیں، اور وہ جعفر صادق کے والد ہیں۔ امام باقر ایک عالم و بزرگوار انسان تھے، انکو باقر کہا جاتا تھا، کیونکہ انھوں نے علم میں وسعت ایجاد کی تھی۔ (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۴ ص ۱۷۴)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۷ ہجری)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ادباء میں سے ہے، اس نے لفظ ب ق ر کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

والتبقر التوسع فی العلم ومنه محمد الباقر لتبقرہ فی العلم.

تبقر یعنی علم میں وسعت ایجاد کرنا، اسی معنی میں امام محمد ؑ ،کو باقر کہا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے مختلف علوم میں وسعت ایجاد کی تھی۔ (مختار الصحاح، ج۱،ص ۲۴)

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ ہجری)

ابن تیمیہ حرانی نے امام باقر ؑ کے بارے میں ایسے اعتراف کیا ہے کہ:

ابو جعفر محمد بن علی من خیار اهل العلم والدین وقیل انما سمی الباقر لانه بقر العلم.

ابوجعفر محمد بن علی، وہ بہترین اہل علم واہل دین میں سے تھے، کہا گیا ہے کہ انکا نام باقر رکھا گیا تھا، کیونکہ انھوں نے علم میں شگاف (وسعت وترقی) ایجاد کیا تھا۔

(منہاج السنہ والنبویہ، ج ۴،ص ۵۰)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ ہجری)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے علماء کا ایک رکن سمجھا جاتا ہے، اس نے امام باقر ؑ کا تعارف ایسے بیان کیا ہے:

ابنه أبو جعفر الباقر هو السيد الإمام أبو جعفر محمد بن علي بن الحسين بن علي العلوي الفاطمي المدني ولد زين العابدين وكان أحد من جمع بين العلم والعمل والسؤدد والشرف والثقة والرزانة وكان أهلا للخلافة وشهر أبو جعفر بالباقر من بقر العلم أي شقه فعرف اصله وخفيه ولقد كان أبو جعفر إماما مجتهدا تاليا لكتاب الله كبير الشأن.

آپ (امام سجاد ؑ) کے بیٹے امام اور آقا تھے، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی علوی و فاطمی اور اہل مدینہ تھے، وہ زین العابدین کے بیٹے تھے..... اس زمانے میں فقط وہ ایک ایسے انسان تھے کہ جنھوں نے علم وعمل، بزرگی وشرافت اور عظمت وجلالت کو آپس میں اچھے طریقے سے جمع کیا ہوا تھا۔ یعنی یہ ساری چیزیں ایک ہی وقت میں امام باقر (امام زین العابدین ؑ) کی ذات میں پائی جاتی تھیں، ابوجعفر باقر کے نام ولقب سے مشہور ہو چکے تھے، کیونکہ انھوں نے علم میں وسعت ایجاد کی تھی، اور وہ اصل علم کے ظاہر و باطن سے آگاہ تھے، اور وہ ابوجعفر ایک امام مجتہد اور اللہ تعالٰی کی کتاب کی تلاوت کرنے والے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۴،ص ۴۰۱، ۴۰۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ جہاں اس نے تمام آئمہ کے ایک ایک کر کے نام ذکر کیے ہیں، وہاں پر امام باقر رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

وكذلك ابنه أبو جعفر الباقر سيد امام فقيه يصلح للخلافة.

اور انکے بیٹے ابوجعفر باقر آقا، امام اور فقیہ تھے کہ جو خلیفہ بننے وخلافت کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳، ص ۱۲۰)

اسی طرح امام ذہبی نے اپنی ایک دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ایسے لکھا ہے کہ:

أبو جعفر الباقر محمد بن علی بن الحسين الإمام الثبت الهاشمی العلوی المدنی أحد الأعلام وكان سيد بنی هاشم فی زمانه اشتهر بالباقر من قولهم بقر العلم يعنی شقه فعلم أصله وخفيه وقيل أنه كان يصلی فی اليوم والليلة مائة وخمسين ركعة.

امام ابوجعفر باقر محمد بن علی بن حسین، امام، بنی ہاشم سے، علوی، اہل مدینہ اور بزرگان میں سے ایک تھے..... وہ اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ تھے، جو باقر کے لقب سے مشہور ہو چکے تھے، اور علماء کے کلام کے مطابق: وہ بقر العلم یعنی علم میں شگاف و وسعت ایجاد کرنے والے تھے، اور وہ اصل علم کے ظاہر و باطن سے آگاہ تھے، اور انکے بارے میں کہا گیا ہے کہ: وہ دن رات میں ۱۵۰ رکعت نماز (مستحب) پڑھا کرتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج۱ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ:

محمد بن علی بن الحسين ع ابن علی بن أبی طالب الهاشمی العلوی، أبو جعفر الباقر سيد بنی هاشم فی زمانه.

وہ محمد بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہیں، کہ جو بنی ہاشم سے، علوی، کہ جنکی کنیت ابوجعفر باقر تھی اور وہ اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ تھے۔

(تاریخ الاسلام، ووفیات المشاہیر والاعلام، ج ۷، ص ۴۶۲، ۴۶۳)

حضرت صفدی شافعی (متوفی ۷۶۴ ہجری)

اس نے اپنی کتاب الوافی بالوفیات میں ایسے لکھا ہے کہ:

الباقر رضی الله عنه محمد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم أبو جعفر

الباقر سید بنی هاشم فی وقته وكان أحد من جمع العلم والفقه والديانة والثقة والسودد وكان يصلح للخلافة وهو أحد الأئمة الإثنى عشر الذين يعتقد الرافضة عصمتهم وسمى بالباقر لأنه بقر العلم أى شقه فعرف أصله وخفيه.

(امام) باقر (رضی اللہ عنہ)، محمد بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہیں، انکی کنیت ابوجعفر باقر تھی اور وہ اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ تھے.....، اس زمانے میں فقط وہ ایک ایسے انسان تھے کہ جنہوں نے علم وعمل، بزرگی وشرافت اور عظمت وجلالت کو آپس میں اچھے طریقے سے جمع کیا ہوا تھا۔ یعنی یہ ساری چیزیں ایک ہی وقت میں امام باقر کی ذات میں پائی جاتی تھیں، ابوجعفر باقر کے نام ولقب سے مشہور ہو چکے تھے، کیونکہ انھوں نے علم میں وسعت ایجاد کی تھی، اور وہ اصل علم کے ظاہر و باطن سے آگاہ تھے۔ (الوافی بالوفیان، ج ۴،ص ۷۷)

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۶۸ ہجری)

امام یافعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اسلام کے سن ۱۱۴ ہجری کے حوادث میں لکھا ہے کہ:

وفيها توفى أبو جعفر الباقر محمد بن زين العابدين على بن الحسين بن على بن ابى طالب رضوان الله عليهم أحد الائمة الاثنى عشر فى اعتقاد الامامية وهو والد جعفر الصادق لقب بالباقر لانه بقر العلم أى شقه وتوسع فيه ومنه.

اس سال میں ابوجعفر باقر محمد بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے وفات پائی۔ وہ امامیہ اعتقاد کے مطابق بارہ آئمہ میں سے ایک امام ہیں، اور وہ جعفر صادق کے والد ہیں۔ (امام) باقر ایک عالم و بزرگوار انسان تھے، انکو باقر کہا جاتا تھا، کیونکہ انھوں نے علم میں وسعت ایجاد کی تھی۔ (مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲،ص ۲۴۷)

ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ ہجری)

ابن کثیر سلفی کہ جو ابن تیمیہ کے لائق شاگردوں میں ہے، اس نے ان الفاظ مین باقر العلوم کی تعریف کی ہے:

وهو محمد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب القرشى الهاشمى أبو جعفر الباقر وأمه أم عبد الله بنت الحسين بن على وهو تابعى جليل كبير القدر كثيرا أحد اعلام هذه الامة

علما وعملا وسیادة وشرفا.

وہ محمد بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالب القرشی، بنی ہاشم کے قبیلے سے تھے، ابوجعفر باقر اور انکی والدہ ام عبداللہ، امام حسن کی بیٹی تھیں۔ وہ (امام باقر رضی اللہ عنہ) بہت ہی جلیل القدر تابعی تھے اور علم و عمل و بزرگی و شرف کے لحاظ سے اس امت کے بزرگان میں سے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۹ ص۳۰۹)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ ہجری)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام باقر رضی اللہ عنہ کو ایک فاضل اور مورد اعتماد انسان کہا ہے اور انکے بارے میں ایسے لکھا ہے:

محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب أبو جعفر الباقر ثقة فاضل.

محمد بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالب اَبو جعفر باقر ایک فاضل اور مورد اعتماد انسان ہیں۔ (تقریب التہذیب، ج۱ ص۴۹۷)

اسی نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کے علماء کے اقوال کی تفصیل کو ایسے نقل کیا ہے کہ:

محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی أبو جعفر الباقر قال بن سعد کان ثقة کثیر الحدیث وقال العجلی مدنی تابعی ثقة وقال بن البرقی کان فقیها فاضلا وذکره النسائی فی فقهاء أهل المدینة من التابعین.

محمد بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالب ہاشمی ابوجعفر باقر تھے۔ ابن سعد نے انکے بارے میں کہا ہے کہ: وہ ایک قابل اعتماد انسان تھے کہ جن سے بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں، عجلی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ: وہ اہل مدینہ کے تابعین میں سے اور ایک قابل اعتماد انسان تھے، برقی نے کہا ہے کہ: وہ ایک فقیہ اور صاحب فضیلت انسان تھے، امام نسائی نے بھی انکو تابعین اور مدینہ کے فقہاء میں سے شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج۹ ص۳۱۱)

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ ہجری)

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام باقر رضی اللہ عنہ کے تعارف کو ایسے بیان کیا ہے کہ:

واما محمد بن علی فهو محمد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب، رضی الله تعالی عنهم أجمعين، الهاشمی المدنی، أبو جعفر المعروف بالباقر، سمی به لأنه بقر العلم أی شقه بحيث عرف حقائقه، وهو أحد الأعلام التابعين الأجلاء.

امام محمد بن علی وہ محمد بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب ہیں، وہ قبیلہ بنی ہاشم اور اہل مدینہ میں سے تھے۔ انکی کنیت ابو جعفر تھی کہ جو باقر کے نام سے مشہور ہو چکے تھے، کیونکہ انھوں نے علم میں شگاف ایجاد کیا تھا، اس لیے وہ مختلف علوم سے آگاہی رکھتے تھے اور بزرگ تابعین میں سے تھے۔ (عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری، ج ۳، ص ۵۲)

انہوں نے اسی طرح اپنی کتاب مغانی الاخیار میں ایسے لکھا ہے کہ:

محمد بن علی بن الإمام الحسين بن علی بن أبی طالب الإمام أبو جعفر الباقر، عليه السلام، ثقة، فاضل.

امام محمد بن علی بن امام حسین بن علی بن أبی طالب ہیں کہ جنکی کنیت ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ تھی، وہ ایک قابل اعتماد اور بافضیلت انسان تھے۔ (معانی الاخیار، ج ۶، ص ۶۲)

علامہ ابن حجر ہیثمی (متوفی ۹۷۳ ہجری)

ابن حجر ہیثمی نے بھی امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

أبو جعفر محمد الباقر سمی بذلك من بقر الأرض أی شقها وأثار مخبئاتها ومكامنها فكذلك هو أظهر من مخبئات كنوز المعارف وحقائق الأحكام والحكم واللطائف ما لا يخفی إلا على منطمس البصيرة أو فاسد الطوية السريرة ومن ثم قيل فيه هو باقر العلم وجامعه وشاهر علمه وعمرت أوقاته بطاعة الله وله من الرسوخ فی مقامات العارفين ما تكل عنه ألسنة الواصفين وله كلمات كثيرة فی السلوك والمعارف لا تحتملها هذه العجالة وكفاه شرفا أن ابن المدينی روی عن جابر أنه قال له وهو صغير رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلم عليك فقيل له وكيف ذاك قال كنت جالسا عنده والحسين فی حجره وهو يداعبه فقال يا جابر يولد له مولود اسمه علی إذا كان يوم القيامة نادی مناد ليقم سيد العابدين فيقوم ولده ثم يولد له ولد اسمه محمد فإن أدركته يا جابر فاقرئه منی السلام.

ابو جعفر کے لیے باقر کا لقب انتخاب کیا گیا تھا، کہ جسکا معنی زمین کو پھاڑ کر اس کے مخفی خزانے کو باہر

نکالنا ہے، انکو اس وجہ سے باقر کہا گیا ہے کہ کیونکہ انھوں نے معارف اور احکام کے پوشیدہ خزانوں کو اس طرح سے ظاہر کیا ہے کہ ہر باضمیر و بابصیرت انسان کو معلوم ہے، اسی وجہ سے انکو باقر العلوم بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح انکے لیے ایسے عرفانی مراحل و مقامات بھی ثابت ہیں کہ جنکو بیان کرنے والے بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

انکی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ: ابن مدینی نے جابر سے نقل کیا ہے کہ، اس نے امام باقر کو بچپن کی حالت میں کہا کہ: رسول خدا نے آپکو سلام کہا ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ: سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابر بن عبداللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا، اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا، قیامت کے دن ایک منادی نداء دے گا کہ: زین العابدین کھڑا ہو جائے، تو اس پر میرے بیٹے حسین کا بیٹا یعنی امام باقر کھڑے ہوں گے، اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر آنہ جائے۔ اے جابر! دیکھو، جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا اسلام کہہ دینا۔ (الصواعق المحرقہ، ج ۲، ص ۵۸۶)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۳ ہجری)

انہوں نے بھی ان لوگوں کے بارے میں کہ جو قرآن و سنت کی پیروی کیا کرتے تھے، لکھتے ہوئے، انکے ضمن میں امام باقر رضی اللہ عنہ کو بھی ذکر کرتے ہوئے، ایسے لکھا ہے کہ:

ومنهم أبو جعفر محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم أجمعین قال الثوری رحمه الله تعالى، سمی بالباقر لأنه: بقر العلم أی شقه، فعرف أصله وعرف خفيه.

ان میں سے، امام ابوجعفر محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب ہیں۔ ثوری نے کہا ہے کہ: انکا نام باقر رکھا گیا، کیونکہ انھوں نے علوم کو وسعت عطاء کی تھی اور وہ اصل علوم کے ظاہر و باطن سے آشنا تھے۔ (الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخبار، ج ۱، ص ۴۹)

متقی ہندی (متوفی ۹۷۵ ہجری)

متقی ہندی نے بھی امام باقر العلوم رضی اللہ عنہ کی جلالت وعظمت کو ایسے بیان کیا ہے کہ:

محمد بن علی بن الحسين هو الإمام الجليل الهاشمي المدني أبو جعفر الباقر.

محمد بن علی بن حسین، وہ عظیم مرتبہ امام تھے کہ جو بنی ہاشم سے اور اہل مدینہ تھے اور انکی کنیت ابو جعفر باقر تھی۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱۴، ص ۱۴، حدیث نمبر ۳۷۸۵۹)

ابن عماد حنبلی (متوفی، ۱۰۸۹ ہجری)

ابن عماد حنبلی نے تاریخ اسلام کے سن ۱۱۴ ہجری کے حوادث کونقل کرتے ہوئے، لکھا ہے:

وفيها توفي السيد أبو جعفر محمد الباقر بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب ولد سنة ست وخمسين من الهجرة وكان من فقهاء المدينة وقيل له الباقر لأنه بقر العلم أي شقه وعرف أصله وخفيه وتوسع فيه.

اس سال میں ابوجعفر باقر محمد بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے وفات پائی۔ وہ سن ۵۶ ہجری کو دنیا میں آئے تھے۔ وہ مدینہ کے فقہاء میں سے تھے کہ جنکو باقر کہا جاتا تھا، کیونکہ انھوں نے مختلف علوم میں شگاف ایجاد کیا تھا اور وہ تمام علوم کی اصل اور علوم مخفی سے کامل طور پر آشنائی رکھتے تھے، اس لیے کہ انھوں نے خود علوم میں وسعت ایجاد کی تھی۔

(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج ۱، ص ۱۴۹)

حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ

حضرت اُمِّ فروہ رضی اللہ عنہا

ام فروہ قاسم بن محمد بن ابی بکر تیمی رضی اللہ عنہم کی بیٹی ہیں۔ان کے باپ امام زین العابدین کے شاگرد تھے اور اہل بیت کے ماننے والے تھے، ان کی شادی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

نام ونسب

مورخین نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام قریبہ اور فاطمہ ذکر کیے ہیں اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ ان کا نام قریبہ تھا، جو بعد میں فاطمہ کے نام سے مشہور ہوئیں ۔اوران کی کنیت ام فروہ تھی۔لیکن تاریخ میں ان کی فروہ نامی بیٹی کا ذکر نہیں آیا،ممکن ہے یہ کنیت عربوں کی رسم کے مطابق بچپن میں اسے اس نام سے پکارا گیاہو۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اہل سنت کی نگاہ میں مدینہ کے فقہاء میں سے ہیں۔اور مکتب شیعہ کے نزدیک وہ جلیل القدر اور موثق ہیں۔

اصول کافی میں امام صادق سے روایت ہے:

حضرت سعید بن مسیب قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو خالد کابلی علی بن حسین کے شاگردوں میں سے تھے قاسم امام زین العابدین کے خالہ کے بیٹے ہیں۔کیونکہ یزدگرد کی دو بیٹوں کی اسارت کے بعد شہر بانو کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور شاہ زنان کا حضرت محمد بن ابی بکر سے نکاح ہوا شہر بانو سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور شاہ زنان سے قاسم بن محمد۔

اُمّ فروہ کی ماں آسماء عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی تھی لہذا اُمّ فروہ کا نسب ماں اور باپ کی طرف سے حضرت ابوبکر تک جاتا ہے اسی لیئے امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ولدنی ابوبکر مرتین''(میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دوبار متولد ہوا)

حضرت اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا شادی

امام سجاد رضی اللہ عنہ کے بعد باقی آئمہ رضی اللہ عنہم کی ماؤں کے حالات تفصیلی طور پر بیان نہیں ہوئے ۔اس لیئے

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شادی کی تاریخ ام فروہ کے بارے میں معلوم نہیں۔صرف یہ ملتا ہے کہ اُن کی دو دائمی بیویاں ام فروہ اور ام حکیم تھیں۔ام فروہ امام کی پہلی دائمی بیوی تھی امام سجاد رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے محمد باقر رضی اللہ عنہ کا نکاح قاسم کی بیٹی سے ہو اور جب آپ نے ان سے رشتہ مانگا تو قاسم نے کہا اے فرزند رسول: حق یہ تھا کہ آپ اپنے لیئے میری بیٹی کا رشتہ مانگتے کیونکہ آپ باعظمت شخصیت ہیں اس طرح قاسم کی بیٹی ام فروہ کا امام باقر رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا۔

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا اولاد

امام باقر رضی اللہ عنہ اور ام فروہ سے امام جعفر صادق اور عبداللہ پیدا ہوئے۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سترہ ربیع الاول ۸۰ ہجری (۱) یا ۸۲ ہجری (۲) یا ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔

جب امام جعفر صادق کی ولادت ہوئی تو ام فروہ کی مدد کے لیے ایک دایہ موجود تھی۔اس کا کہنا ہے : بچہ اتنا ضعیف اور کمزور تھا، میں نے سوچا کہ یہ زندہ نہیں رہے گا۔وضع حمل کے وقت امام باقر گھر میں نہ تھے لیکن امام سجاد موجود تھے۔دایہ نے امام سجاد کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا خیر کرے اور اس قدم مبارک ہو کیا اس کے باپ کو بھی یہ خوشخبری دی گئی ہے۔دایہ نے کہا ان کے باپ گھر میں نہیں ہیں، امام سجاد نے فرمایا: بچے کو لے آؤ تا کہ میں اسے دیکھوں اور پھر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس دایہ کو پانچ دینار ہدیہ دیئے

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

سال ۹۰ ہجری میں مدینہ میں ایک خطرناک بیماری آئی جس سے لوگوں کے جسم پر چھالے بن جاتے تھے۔بہت سارے بچے اس بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔اس وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عمر دس (۱۰) سال یا ساتھ سال تھی۔ام فروہ نے اپنے بچوں سمیت مدینہ سے طنفسہ (۵) کی طرف ہجرت کی تا کہ وہ اور اس کی اولاد اس بیماڑی میں مبتلا نہ ہوں۔بچے تو اس بیماری سے محفوظ رہے لیکن ام فروہ خود اسی بیماری میں مبتلا ہو گئیں ۔جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کی بیوی مریض ہو گئیں ہیں، تو آپ بھی طنفسہ جانے پر مجبور ہو گئے۔امام نے درس و تدریس کی چھٹی کی رسول خدا کی مزار پر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی کے لیے شفاء کی دعا کی۔

جب ام فروہ نے اپنے شوہر کو دیکھا تو کہا میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں اور ہو سکتا ہے آپ بھی مریض ہو جائیں۔تو امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی شفاعت کی دعا کی ہے اور انشاء

اللہ تو صحت یاب ہو جائیں گی۔ کچھ دنوں کے بعد ام فروہ صحت یاب ہو گئیں اور واپس مدینہ آ گئیں۔

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا امام صادق رضی اللہ عنہ کی نظر میں

امام صادق رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''کانت امی ممن آمنت واتقنت واحسنت واللہ یحب المحسنین''

میری ماں باایمان باتقویٰ اور پرہیزگار خاتون تھی اور خداوند عالم محسنین کو دوست رکھتا ہے۔

اس حدیث میں ام فروہ کی تین صفات ذکر ہوئیں ہیں: (۱) ایمان (۲) تقویٰ (۳) محسنہ

ام فروہ رضی اللہ عنہا کی روایت

ام فروہ نے تین آئمہ کا زمانہ پایا حضرت امام سجاد، حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم حضرت ام فروہ کا شمار ان عورتوں میں سے ہوتا ہے جو راوی بھی تھیں۔ اصول کافی میں یہ روایت ان سے نقل ہوئی ہے امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری ماں نے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے فرمایا:

''یا ام فروہ انی لا دعو اللہ لمذنبی شیعتنا فی الیوم واللیلۃ الف مرۃ، لانا نحن فیما ینوبنا من الرزایا نصبر علیٰ ما نعلم من الثواب وھم یصبرون علیٰ ما لا یعلمون''

اے ام فروہ میں دن رات گناہ گار شیعوں کے لیے ہزار مرتبہ دعا کرتا ہوں۔ ہمیں معلوم ہے کہ صبر کرنے والوں کو اجر ملتا ہے اور ہم صبر کرتے ہیں، لیکن وہ ایسے نہیں ہیں۔ ''ما مقانی تنقیح المقال'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یہ روایت ام فروہ ثقہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ وہ ایک پرہیزگار اور باتقویٰ خاتون تھیں۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کا دفاع

عبد الاعلیٰ لکھتا ہے:

میں نے ام فروہ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ایک چادر اوڑھے ہوئے پردے میں تھیں۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے حجر اسود کو مس کیا وہاں طواف میں مشغول شخص نے کہا: (یا امۃ اللہ اخطات السنۃ فقالت انا لاغنیاء عن علمک) اے کنیزِ خدا! تو نے حجر اسود کو بائیں ہاتھ سے مس کیا ہے جو سنت اور آداب کے خلاف ہے تو ام فروہ نے فرمایا: ہم تیرے علم سے بے نیاز ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سسر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نانا

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی کا نام نامی قاسم بن محمد مشہور محدث وفقیہ سات فقہائے مدینہ میں شمار ہوتے ہیں (ولادت 24ھ، متوفی 106ھ یا 108ھ/724ء)

آپ رضی اللہ عنہ ایک طرف مدینہ منورہ کے عظیم محدث وفقیہ تھے تو دوسرے طرف سیدنا صدیق اکبر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے پوتے بھی ہیں۔

حضرت سیدنا امام قاسم بن محمد رضی اللہ تعالی عنہ۔محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے، ابوبکر کے پوتے اور مدینہ منورہ کے عظیم فقیہ، امام، عالم، متقی اور کثیر الروایت بزرگ تھے۔آپ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق کے پوتے، امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی اور سیدنا امام جعفر صادق کے نانا تھے۔(سیر اعلام النبلاء:5 / 54، تاریخ الاسلام:3 /328)

تاریخ ولادت

تاریخ ولادت 23 شعبان 24ھ جائے ولادت مدینہ منورہ۔علامہ ذھبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں قاسم بن محمد کی ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہونا نقل کی ہے، جب کہ "تاریخ الاسلام" میں عثمان کے زمانہ خلافت میں پیدا ہونا لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال: جزو ۲۳، صفحہ ۴۳۰۔تہذیب التہذیب: ج ۸، ص ۳۳۴)

دونوں میں تطبیق یوں ہے کہ ان کی پیدائش اختتام خلافت عثمان اور ابتدائے خلافت حضرت علی میں ہوئی۔

امام بخاری نے فرمایا کہ ان کے والد محمد بن ابی بکر عثمان کے بعد تقریباً ۳۶ ہجری میں شہید کیے گئے تو قاسم یتیم ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں آئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ،ص ۴۷، محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، ناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت۔لبنان)

تربیت

امام قاسم نے اپنے والد ماجد کے قتل ہونے کے بعد اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ کے ہاں پرورش پائی۔فاروق اعظم کے دور خلافت میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں غنیمت میں آئیں جنہیں سیدنا علیؓ نے خرید لیا ایک امام حسین کو دی جس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔دوسری حضرت

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دی جس سے سالم پیدا ہوئے۔ اور تیسری محمد بن ابوبکر کو دی جس سے قاسم پیدا ہوئے۔گویا امام زین العابدین، سالم اور قاسم خالہ زاد بھائی ہیں۔آپ کا انتساب علم باطن میں سلمان فارسی سے ہے۔

علمی مقام

امام قاسم، علم وعمل کے جامع اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے، اپنی پھوپھی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عباس، حضرت امیر معاویہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہم سے حدیث پڑھی اور تعلیم حاصل کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ، ربیعہ الرای رحمۃ اللہ علیہ، افلح بن حمید رحمۃ اللہ علیہ، حنظلہ بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ، ایوب السختیانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ علم نے روایات لیں اور اکتسابِ علم کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دوسو کے قریب حدیثیں مروی ہیں، ابوالزناد عبدالرحمٰن (131ھ) کہتے ہیں:

''ما رأيت فقيهاً اعلم من القاسم وما رأيت احدًا اعلم بالسنة منه''۔(الکتاب: سیر أعلام النبلاء المؤلف: شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن أحمد الذہبی)

میں نے قاسم سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی کو دیکھا جو ان سے زیادہ سنت جاننے والا ہو۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''مَا أَدْرَكْنَا بِالْمَدِيْنَةِ أَحَداً نُفَضِّلُهُ عَلَى الْقَاسِمِ''۔

ہم نے مدینہ شریف میں کسی کو نہ پایا جسے قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں قاسم کبار تابعین اور فقہائے سبعہ (سعید بن المسیب، عروۃ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد، سلیمان بن یسار، خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رحمہم اللہ تعالی۔ کو فقہائے مدینہ یا فقہائے سبعہ کہا جاتا تھا۔) میں سے ہیں۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی: صفحہ ۵۶، ۵۷ مشتاق بک کارنر لاہور)۔

زہد وتقویٰ

زہد وعبادت، تقویٰ وطہارت میں اپنی مثل آپ تھے۔ یہاں تک کہ یحییٰ بن سعید نے فرمایا

ما ادرکنا فی المدینۃ احدا انفضلہ علی القاسم بن محمد

مدینہ طیبہ میں قاسم بن محمد سے بڑھ کر فضیلت والا ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مدینہ عالیہ کے مشہور سات فقہاء میں سے تھے، پھر بھی فرماتے تھے "لانعلم کل ما نسئال عنہ" یعنی ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم سے پوچھا جائے وہ ہم جانتے ہی ہوں۔ نیز فرمایا "و من العلم لا قولک "لا ادری" "، یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا بھی ایک طرح کا علم ہی ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی۔ آپ سے بہت سی احادیث رسول اللہ ﷺ مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اعظم النساء برکۃ ایسرھم مؤنۃ" کہ عورتوں میں بہتر عورت وہ ہے جس کے اخراجات آسان ہوں۔

سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق آپ نے فیض ولایت سلمان فارسی سے حاصل کیا جبکہ انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق سے حاصل کیا۔

امام قاسم سے نقشبندیہ کا فیض امام جعفر صادق کو منتقل ہوا۔

وصال مبارک

آپ نے ستر 70 یا بہتر 72 سال کی عمر میں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پائی اور مُشَلَّل میں دفن ہوئے۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں 108ھ لکھا اور ابن معین و ابن المدینی نے 24 جمادی الاول 106ھ لکھا ہے۔ جبکہ 24 جمادی الاول 101 ہجری بھی ہے۔ (جہان امام ربانی، اقلیم ہشتم، صفحہ 377، امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی)

جب وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفنانا جن میں میں نماز پڑھا کرتا تھا یعنی قمیص، ازار (تہ بند) اور چادر۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا ابا جان کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں تو جواب دیا حضرت ابوبکر صدیق کا کفن بھی تین کپڑے تھا مردے کی نسبت زندہ کو کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی صفحہ 56، 57 مشتاق بک کارنر لاہور۔

چند اقوال

اللہ کے حق کو پہچاننے کے بعد جاہل بن کر زندگی گزارنا بہتر ہے اس سے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو۔

(الطبقات لابن سعد:5/188،تہذیب الکمال:23/433،تاریخ الاسلام:3/329،سیر أعلام النبلاء:5/57)

صحابہ اجمعین کا اختلاف امت کے لیے رحمت ہے۔

(الطبقات:5/189،سیر أعلام النبلاء:5/60،تاریخ الاسلام:3/329)

آدمی کی اپنی عزت کرنا یہ ہے کہ وہ اپنے احاطہ علم سے باہر کوئی بات نہ کرے۔

(تہذیب الکمال:23/434،سیر أعلام النبلاء:5/57)

اپنی بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بیٹے! ان چیزوں کے بارے میں حلفیہ گفتگو نہ کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو۔(الطبقات لابن سعد:5/189)

نئے کپڑے کا میت سے زیادہ زندہ محتاج ہوتا ہے۔

(تاریخ الاسلام:2/330،الطبقات:5/193)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سسر کے والد گرامی محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما

محمد بن عبداللہ یہ محمد بن عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق کے بیٹے ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس تھا۔ یہی محمد بن ابوبکر کہلاتے ہیں۔

ولادت

محمد بن ابوبکر کی ولادت 25 ذوالقعدہ 10ھ کو ذوالحلیفہ میں ہوئی سنن نسائی میں ان کی ولادت کا ذکر ہے۔

''ابوبکر صدیق حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے واسطے نکلے ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس بھی تھیں جس وقت وہ مقام ذوالحلیفہ پہنچ گئے تو اسماء کے پیٹ سے محمد بن ابوبکر کی ولادت ہوئی اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کو حکم دو کہ غسل کرنے کے بعد احرام باندھ لیں اور حج کی نیت کر لیں پھر حج بیت اللہ کے طواف کے علاوہ تمام کام کریں جو دوسرے لوگ کرتے ہیں''۔(سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 575)

کنیت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی کنیت ابو القاسم رکھی اور اسی نام سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں پکارا کرتی تھیں بعد میں جب ان کے ہاں بیٹا ہوا تو اس کا نام قاسم رکھا۔

نسب

محمد بن عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب ابن لوی القرشی التیمی۔

ربیب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تو حضرت محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہما ان کے ربیب (وہ اولاد جو پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کی زیر تربیت ہو یا پہلی بیوی سے ہو اور دوسری بیوی کی آغوش میں پرورش پا رہی ہو۔ اسے ربیب یا ربیبۃ کہا جاتا ہے) ہو گئے یہ حضرت یحیٰ بن علی اور حضرت عبد اللہ بن جعفر کے اخیافی بھائی تھے یہ بڑے ہی عبادت گزار اور صاحب فضل و علم تھے اس لیے امیر المومنین انہیں پسند کرتے تھے۔

وفات

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مصر کے والی مقرر کئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عمرو بن العاص نے مصر پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہوئی ایک غار میں پناہ لی اور پکڑے جانے پر شہید کر دیے گئے ان کی میت کو مردہ گدھے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دیا گیا عمر بن خدیج کے قتل کرنے اور عمرو بن العاص کے بھوکا رکھ کر ہلاک کرنے کی روایات بھی ہیں عائشہ صدیقہ کو ان کی اس طرح موت کا علم ہوا تو سخت افسوس ہوا فرماتیں میں اسے اپنا بھائی اور بیٹا سمجھتی ہوں چونکہ انہیں آگ میں جلایا گیا جس کی وجہ سے اس کے بعد کبھی بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا۔

(اسد الغابۃ مؤلف، عز الدین ابن الاثیر، ناشر، دار الفکر بیروت)

محاصرۂ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

محمد بن عبداللہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا حضرت حسن سے منقول ہے کہ سب سے پہلے محمد بن ابوبکر گھر میں داخل ہوئے اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو پکڑا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس طرح تم نے میری داڑھی کو پکڑا ہے اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پکڑنے والے نہ تھے پس وہ یہ سن کر نکل گئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

(ابن ابی شیبہ: جلدنہم: حدیث نمبر ۷۹۰۱)

جنگ جمل اور صفین

جنگ جمل اور صفین میں خلیفہ چہارم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ایک روایت میں ہے عبداللہ بن بدیل ام المؤمنین عائشہ کے پاس پہنچے وہ ھودج میں تھیں جنگ جمل کے دن پھر عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ جانتی ہو کہ میں آپ کے پاس اس دن حاضر ہوا تھا جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اب آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم! وہ بدلے نہیں۔ پس حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں پھر یہی بات عبداللہ بن بدیل نے تین دفعہ دہرائی پس وہ خاموش رہیں۔ عبداللہ بن بدیل نے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا حکم دیا تو اونٹنی کی کانچیں کاٹ دی گئیں پس میں اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر اترے اور ان کے ہودج کو اٹھا کر حضرت علی المرتضیٰ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر ان کو حضرت علی المرتضیٰ کے حکم سے عبداللہ بن بدیل کے گھر میں داخل کر دیا۔

(ابن ابی شیبہ: جلدنہم: حدیث نمبر ۸۰۴۲)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب دو طریق یعنی ام فروہ اور انکی والدہ کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی وجہ سے اس قول ''ولدنی ابو بکر مرتین'' یعنی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو بار متولد ہوا ہوں، کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔
اہل سنت منابع میں ولدنی ابو بکر مرتین کے الفاظ سے روایت منقول ہے کہ جس کے مطابق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دو مرتبہ فرزند ہونے سے تعبیر

کیا ہے۔

اس روایت کو اربلی نے کشف الغمہ میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے

وقال الحافظ عبد العزیز بن الأخضر الجنابذی رحمه الله أبو عبد الله جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب علیهم السلام الصادق وأمه أم فروة واسمها قریبة بنت القاسم بن محمد بن أبی بکر الصدیق رضی الله عنه وأمها أسماء بنت عبد الرحمن بن أبی بکر الصدیق ولذلك قال جعفر علیه السلام ولقد ولدنی أبو بکر مرتین

عبد العزیز جنابذی کہتے ہیں: ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم الصادق ہیں، انکی والدہ ام فروہ ہے اوران کا نام قریبہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے اور ام فروہ کی والدہ کا نام اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق ہے۔ اسی وجہ (یعنی ماں کی طرف سے اور نانی کی طرف سے ابوبکر تک نسب پہنچنے کی وجہ) سے جعفر صادق نے کہا: ولقد ولدنی ابو بکر مرتین۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ

امام ابن شہاب زہری

آپ کی کنیت ابوبکر اور محمد بن مسلم نام اور اعلم الحفاظ لقب ہے۔ پورا نسب یہ ہے ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب الزہری قریش کے مشہور قبیلہ بنوزہرہ کی طرف منسوب اور مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سہل بن سعد بن مالک، محمود بن ربیع، سعید بن مسیب، ابوامامہ بن سہل اور اس طبقہ کے دوسرے صحابہ اور کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان معمر، شعیب بن ابی حمزہ، اوزاعی، لیث، مالک، ابن ابی ذئب، عمرو بن حارث، ابراہیم بن سعد سفیان بن عینیہ اور دوسرے بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں۔

طلب علم میں آپ کی مساعی

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زہری سے دو ہزار دوسو احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے نصف مسند ہیں۔ معمر کہتے ہیں زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیان ہے میں نے سعید بن مسیب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ سال حاضری دی ہے۔ ابوزناد کہتے ہیں ہم زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے، ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لئے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے۔ لیث کہتے ہیں میں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ جامع کوئی عالم نہیں دیکھا۔ اگر آپ ان کو ترغیب وترہیب بیان کرتے سنیں تو کہیں گے یہ اس فن میں ماہر ہیں۔ اگر انساب عرب میں کلام کریں آپ کہیں گے یہ اس علم میں بے نظیر ہیں اور اگر کتاب وسنت بیان فرمانے لگیں تو آپ کا تاثر یہی ہوگا کہ یہ اس فن میں یکتائے زمانہ ہیں اسحاق مسیبی نافع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بایں ہمہ جلالت وقدر زہری رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن حکیم سنایا۔ خود امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ طلب علم میں جس قدر سختیاں میں نے جھیلی ہیں کسی نے نہیں جھیلیں اور اس کی نشر واشاعت میں جتنی کوشش میں نے کی

ہے کسی نے نہیں کی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہم عصر علماء کی نظر میں

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر صحیح احادیث کو جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ لیث امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں میں اپنے دل میں علم محفوظ کرنے کے بعد کبھی نہیں بھولا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن شہاب نے اس طرح زندگی بسر کی ہے کہ دنیا میں ان کا جواب نہیں تھا۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں میں نے ان سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

جود وسخا

امام عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کے نزدیک درہم و دینار زہری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بے وقعت ہوں۔ ان کے نزدیک درہم و دینار بھیڑ بکریوں کی مینگنیوں کی طرح تھے امام لیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آپ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے کہتے ہیں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ایک نامی گرامی سپاہی تھے اور اپنے سفید بالوں میں مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے سات ہزار اشرفی قرض ادا کیا آپ اس کے لڑکے کے اتالیق اور خود اس کے مصاحب تھے۔

خلیفہ عبدالملک کے دربار میں حاضری

میں کہتا ہوں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ سنہ ھ کے دوران خلیفہ عبدالملک کے دربار میں حاضر ہوئے وہ آپ کا علمی کمال دیکھ کر بہت خوش ہوا آپ کو تحائف دیئے اور آپ کا پورا قرض بھی ادا کر دیا۔

قوت حافظہ

سعید روایت کرتے ہیں ایک دفعہ خلیفہ ہشام نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ اس کے لڑکے کو کچھ احادیث تحریر کروا دیں چنانچہ آپ نے اس کو چار احادیث لکھوا دیں پھر باہر آ کر آواز دی حدیث کے طالبو کدھر ہو؟ ادھر آؤ پھر ان کو بھی وہی چار سو احادیث لکھا دیں تقریباً ایک ماہ

گزرنے کے بعد ہشام نے کہا آپ کی وہ تحریر کردہ وہ احادیث گم ہوگئی ہیں آپ نے اسی وقت کاتب کو بلا کر وہی چار سو احادیث دوبارہ لکھوادیں۔ پھر ہشام نے اس تحریر کا پہلی تحریر سے مقابلہ کیا تو ایک حرف کی کمی پیشی بھی ظاہر نہ ہوئی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی یادداشت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اسی ۸۰ دن کی قلیل مدت میں پورا قرآن حکیم حفظ کر لیا تھا یہ بات آپ کی نسبت آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ نے بیان کی ہے۔امام زہری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں میں نے کسی علمی بات کو کبھی دوبارہ نہیں پوچھا۔شعیبن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کسی نے مکحول سے پوچھا جن اہل علم سے آپ کو ملنے کا اتفاق ہوا ہے ان میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ بولے ابن شہاب اس نے کہا ان کے بعد؟ وہ بھی ابن شہاب ہی ہے۔

مذاکرہ علمیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوہ تشریف لائے تو میرے نامی گرامی شیخ ربیعہ کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک دفتر میں لے گئے اور مذاکرہ علمیہ میں مشغول ہوئے ۔عصر کے وقت باہر نکلے تو زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے میرا خیال نہیں تھا کہ مدینہ منورہ میں ربیعہ کے مرتبہ کا کوئی عالم موجود ہے۔ ربیعہ کہتے تھے میرا خیال نہیں تھا کہ علم کے جس مقام پر زہری رحمۃ اللہ علیہ پہنچے ہوئے ہیں وہاں کوئی اور آدمی پہنچا ہوگا۔

نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا

عقیل سے روایت ہے کہ امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، نماز کا طریقہ یہ ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اونچی آواز سے پڑھی جائے پھر سورۃ فاتحہ پڑھی جائے اس کے بعد پھر سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بلند آواز سے پڑھی جائے اور اس کے بعد کوئی دوسری سورت پھر کہتے تھے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پوشیدہ آواز سے پڑھنے والا سعید بن عمرو بن عاص تھا۔

شہد کا استعمال اور سیب سے پرہیز

امام لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن شہاب شہد بکثرت پیا کرتے تھے اور سیب نہیں کھاتے تھے۔

روایت بالا جازہ

حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے دیکھا ہے تلامذہ کتاب لا کر ابن شہاب کے سامنے پیش کرتے جسے نہ امام صاحب خود پڑھتے اور نہ پڑھ کر انہیں سنائی جاتی پھر پوچھتے کیا ہم اس کتاب میں تحریر شدہ احادیث آپ کی طرف سے بیان کریں؟ فرماتے ہاں بیان کرو۔

چنانچہ وہ اسے بیان کرتے حالانکہ امام صاحب نظر اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھتے۔

امام ابن شہاب خود فرماتے ہیں میں نے پڑھتے وقت استاد سے کسی حدیث کو دوبارہ بیان کرنے کے لیئے کبھی نہیں کہا اور نہ مجھے کبھی کسی حدیث میں شک ہوا ہے ایک دفعہ مجھے اس حدیث میں شک ہوا میں نے اپنے ساتھی سے پوچھی تو اسی طرح نکلی جس طرح مجھے یاد تھی۔

مراسیل ابن شہاب

امام الجرح والتعدیل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل احادیث دوسرے راویوں کی مرسل احادیث سے زیادہ کمزور ہوتی ہیں کیونکہ حافظ حدیث ہیں جب کسی راوی کا نام لینا چاہیں لے سکتے ہیں لہٰذا آپ اسی راوی کا نام چھوڑتے ہیں جس کا بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

کتاب پر دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے

قرہ بن حیوءیل کہتے ہیں: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بجز اپنے قبیلوی نسب نامہ کے اور کوئی کتاب نہیں تھی۔ (تذکرہ الحفاظ: ۱۔ ۱۰۳)

امام عبدالرحمن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبدالرحمن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں:
بیروت، شام، مراکش اور اندلس کے امام عالی مقام الامام الحافظ ابوعمرو عبدالرحمن بن عمرو بن محمد اوزاعی ایک مشہور و معروف محدث تھے اور اپنے زمانے میں اہل شام کے امام ہوا کرتے تھے موجودہ زمانے میں شہر لبنان میں ان کے القاب میں ایک لقب ''امام العیش المشترک'' کا اضافہ کیا جاتا ہے' کیونکہ یہود و نصاری کے تعلق سے ان کا موقف نہایت نرمی پر مبنی ہوا کرتا تھا اسی طرح ان کا ایک دوسرا لقب ''شفیع النصاری'' بھی مشہور ہے، اس لقب کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ جبل لبنان کے رہنے

والے مسیحیوں کے گروہ نے بغاوت کردی اور اطاعت سے منہ پھیر لیا۔

لہٰذا شام کے والی اور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور دونوں نے جبل لبنان میں رہنے والی مسیحیوں کو شہر بدر کرنے کا عزم کیا، تو امام اوزاعی فرمانِ خلافت کے سامنے مضبوطی سے ڈٹ گئے اور ان کو انصاف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایک ٹکڑے کی بغاوت کے سبب پوری جماعت کو سزا دینا بالکل درست نہیں ہے، ان کے اس فیصلے کو دیکھتے ہوئے فرمان شاہی واپس لے لی گئی اور جبل لبنان کے رہائشی حکومت کی پکڑ سے بچ گئے اور انہوں نے امام اوزاعی کے احسان کو یاد رکھا۔(احمد بن یحیی بن جابر بن داود البلاذری. فُتوح البُلدان، الجزء الثاني. بيروت ـ لُبنان: دار ومكتبة الهلال. ص ١٦٧)

راجح قول یہ ہے کہ امام اوزاعی کی پیدائش شہر بعلبک میں ہوئی، انہوں نے اپنے بچپن کے کچھ ایام کرک بقاعیہ نامی گاؤں میں فقر اور یتیمی کی حالت گزارے، پھر اپنی ماں کے ساتھ شہر بیروت کوچ کر گئے اس سے قبل وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ دمشق میں رہا کرتے تھے، انہوں نے حلب حماۃ، قنسرین اور دیگر کئی شہروں میں نقل مکانی کی ان کو اوزاعی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ الاوزاع ایک یمنی حمیری قبیلہ تھا جو ذی الکلاع بن قحطان سے نکلا تھا، جس کے کچھ افراد دمشق میں باب الفرادیس کے قریب ٹھہرے، جس جگہ ان کا قیام تھا اس گاؤں کو ''الاوزاع'' کہا جاتا تھا۔

علما، فقہا اور مؤرخین نے امام اوزاعی کے والد ماجد، والدہ ماجدہ اور ماموں وغیرہ کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں لکھا جتنا امام صاحب نے خود بتایا ہے، مگر انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ امام صاحب کے ایک چچا بھی تھے اور یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ امام نے ایک سے زیادہ مرتبہ شادیاں کی ہیں، ان کی تین بچیاں اور ایک بچہ تھا، ان کی بیٹیوں سے ان کے دو پوتے بھی ہوئے۔(موسوعة العائلات البيروتية)

دو اہم پہلو

امام اوزاعی کی زندگی دو اہم سیاسی زمانوں میں گزری، لہٰذا انہوں نے دولت بنی امیہ کی بساط الٹتے اور دولت عباسیہ کو قائم ہوتے دیکھا، ان کے معاصر خلفاء میں؛ الولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ابراہیم بن الولید، مروان بن محمد، ابوالعباس السفاح اور ابوجعفر منصور تھے امام اوزاعی کا زمانہ علم کی فراوانی اور علماء، فقہاء، قراء اور محدثین کی کثرت کا زمانہ تھا اس زمانے کی اہم شخصیات میں سے؛ مالک بن انس، جعفر الصادق، سفیان ثوری، حسن بصری، محمد

بن سیرین، ابوحنیفہ،لیث بن سعد اور دیگر علما تھے امام اوازعی اپنے زمانے کے بہت سے علماء سے علمی، فقہی اور جرأت میں فوقیت رکھتے تھے، انہوں نے مسائل فقہیہ کے تعلق سے تیرہ سال کی عمر سے ہی فتوی دینے شروع کردئے تھے اور سترہ سال کی عمر تک پہونچتے ہوئے مسائل عقائدیہ میں بھی فتوے دینے لگے امام اوزاعی اس اسلامی قاعدے "الرحلة فی طلب العلم" پر بہت مضبوطی سے ایمان رکھتے تھے، اسی سبب انہوں نے یمامہ، بصرہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ کا سفر کیا،کئی مرتبہ حج بیت اللہ کیا، یہی وجوہات تھیں کہ وہ علوم دینیہ وشرعیہ میں بہت گہرائی وگیرائی رکھتے تھے، امام اوزاعی نے اموی وعباسی دور میں دوبار قضا کا منصب ٹھکرایا،تو جب ان یزید بن ولید کے زمانے میں قاضی بنائے گئے تو صرف ایک دفعہ عدالت میں آئے پھر استعفی دے دیا، ان کا ایمان تھا کہ قضا کا منصب بہت اہم ذمہ داری ہے، کسی عام انسان کے لیے یہ ذمہ داری بہت مشکل ہے۔

(تاریخ أبی زرعة الدمشقی،حدیث ۲۳۲۰)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا عیسائی پادری کے ساتھ مناظرہ

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے سفر شام کے دوران وہاں عیسائیوں کے بڑے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے آنے والے عیسائی بشپ کے ساتھ جنتیوں کی غذا، میوہ جات اور فضلات، زمان خاص اور عزیرہ اور عزیر کے بارے میں مناظرہ کیا۔

جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مناظرے کا متن

اسقف نے حاضرین کے اجتماع کی طرف نظر دوڑائی اور چونکہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے چہرے نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوا اور پوچھا: "کیا آپ ہم عیسائیوں میں سے ہیں یا مسلمانوں میں سے ہیں؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اسقف: مسلمانوں کے علماء میں سے ہیں یا نادان افراد میں سے؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: میں نادانوں (جاہلوں) میں سے نہیں ہوں۔

اسقف: پہلے میں پوچھوں یا آپ پوچھنا چاہیں گے؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: اگر پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھو؟

اسقف: تم مسلمین کیوں دعوی کرتے ہو کہ جنتی لوگ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں لیکن ان کا کوئی فضلہ نہیں ہوتا؟ کیا اس امر کے لئے اس دنیا میں کوئی واضح نمونہ پایا جاتا ہے؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: ہاں! اس دنیا میں اس کا واضح اور آشکار نمونہ ''جنین'' (ماں کے رحم میں بچہ) ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا کوئی فضلہ نہیں ہے۔

اسقف: عجبا! کہ آپ علماء میں سے نہیں ہیں؟!

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: میں نے یہ نہیں کہا، میں نے کہا کہ جاہلوں میں سے نہیں ہوں!

اسقف نے دوسرا سوال جنت کے پھلوں اور نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جس کا مضمون کچھ یوں ہے:

آپ کے پاس اپنے اس عقیدے کا کیا ثبوت ہے کہ جنت کے پھلوں اور نعمتوں میں قلت واقع نہیں ہوتی اور جس قدر بھی انہیں استعمال کیا جاتا ہے ان کی مقدار پہلے کی طرح باقی رہتی ہے؟ کیا اس دنیا کے موجودات میں اس کے لئے کوئی مثال تلاش کی جاسکتی ہے؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: ہاں! عالم محسوسات میں اس کی روشن مثال آگ ہے، اگر ایک چراغ کے شعلے سے سینکڑوں چراغ بھی روشن کرو، پہلے چراغ کا شعلہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔

اسقف: میں ایک سوال اور پوچھتا ہوں؛ مجھے بتائیں اس وقت کے بارے میں جو نہ تورات کی گھڑیوں میں سے ہے اور نہ ہی دن کی گھڑیوں میں سے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: وہ طلوع فجر اور طلوع فجر کے درمیان کا وقت ہے جس میں فکر مند لوگ سکون پاتے ہیں۔

یہ جواب سننے کے بعد نصرانی نے چیخ ماری اور کہا: ایک سوال اور ہے، خدا کی قسم اس کا جواب نہیں دے سکیں گے؟

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً تم نے جھوٹی قسم اٹھائی ہے۔

نصرانی عالم نے کہا: مجھے ایسے دو مولودوں کے بارے میں بتاؤ جو ایک ہی دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دنیا سے رخصت ہوئے لیکن وفات کے وقت ایک کی عمر ۵۰ سال تھی اور دوسرے کی ۱۵۰

سال۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ: وہ عزیر اور عزیرہ تھے اور جب ان کی عمر ۲۵ برس تک پہنچی تو عزیر گدھے پر سوار ہو کر انطاکیہ کی بستی سے گذرے اور دیکھا کہ بستی مکمل طور پر ویران ہو چکی ہے، کہنے لگے: خداوند متعال اس بستی کو نابودی کے بعد کیونکر زندہ کرے گا؟

اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کیا تھا اور ان کو ہدایت عطا کی تھی لیکن جب انھوں نے اس لب و لہجے میں بات کی تو اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوا اور انہیں ۱۰۰ سال تک موت سے دوچار کیا، اس غیر شائستہ بات کی وجہ سے جو وہ کہہ چکے تھے اور ۱۰۰ سال کے بعد انہیں ان کے گدھے اور کھانے اور پانی کے ساتھ، اسی حالت میں زندہ کیا۔

پس عزیرہ کے پاس پلٹ گئے لیکن عزیرہ اپنے بھائی کو نہ پہچان سکے، لیکن عزیر ان کے گھر میں مہمان کے طور پر ٹھہرے۔ عزیر کے فرزند اور ان کے فرزندوں کے فرزندان کے پاس آتے تھے جبکہ وہ خود ۲۵ سالہ نوجوان تھے۔ عزیر عزیرہ اور ان کے فرزندوں کو یاد کرتے اور ان کے بعض واقعات بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اس وقت بوڑھے ہو چکے ہیں۔

عزیرہ جو ۱۲۵ سالہ بزرگ تھے نے کہا: میں نے آج تک کوئی ۲۵ سالہ نوجوان نہیں دیکھا جو میرے اور میرے بھائی عزیر کے درمیان گذرے ہوئے واقعات کی نسبت مجھ سے زیادہ آگاہ ہو؛ اے مرد! بتاؤ تم آسمانی مخلوق ہو یا زمینی مخلوق؟

عزیر نے کہا: اے عزیرہ! میں عزیر ہوں، اور خدا مجھ پر غضب ناک ہوا اور میری ناہموار بات کی وجہ سے مجھے سو سال تک موت سے ہمکنار کیا، تا کہ مجھے سزا بھی دے اور میرے یقین میں اضافہ بھی کرے، اور یہ وہی گدھا اور کھانا اور پانی ہے جنہیں لے کر میں گھر سے نکلا تھا اور اب خدا نے مجھے اسی حالت میں لوٹا دیا ہے۔ عزیرہ نے ان کی باتیں مان لیں۔ پس عزیر ۲۵ سال تک مزید ان کے ساتھ جیئے اور اس کے بعد وہ دونوں ایک ہی دن دنیا سے رخصت ہوئے۔

اسقف نے اس کے بعد ہر وہ سوال امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جو اس کے نزدیک دشوار تھا اور جب اپنے آپ کو عاجز و بےبس پایا تو سخت خفا اور غضبناک ہوا اور کہا: "اے لوگو! تم ایک ایسے صاحب مقام و مرتبہ عالم کو یہاں لائے ہو جس کی مذہبی معلومات مجھ سے کہیں زیادہ ہیں تا کہ مجھے رسوا اور شرمندہ کر سکو! اور مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے پیشوا ہم سے برتر و عالم تر ہیں!!؟؟ خدا کی

قتہ! میں اس کے بعد تمہارے ساتھ ہم کلام نہیں ہونگا اور اگر اگلے سال تک زندہ رہا تو تم مجھے اپنے اجتماع میں نہیں دیکھ پاؤ گے۔ یہ کہہ کر عیسائی اسقف اٹھا اور نکل کر چلا گیا۔

مناظرے کا نتیجہ

اس واقعے کی خبر تیزی سے شہر دمشق میں پھیل گئی اور شام کی حدود میں وجد اور شادمانی کی لہر اٹھی۔

ہشام بن عبدالملک (جو بنو امیہ کی مروانی شاخ کا خلیفہ تھا) بجائے اس کے اجنبیوں پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی علمی فتح پر خوش ہو جائے؛ پہلے سے بھی زیادہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے معنوی اثر و رسوخ سے خائف ہوا اور ظاہری طور پر خوشی ظاہر کی اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے لئے تحفہ بھجوایا اور ساتھ ہی پیغام دیا کہ اسی روز دمشق چھوڑ کے مدینہ واپس چلے جائیں!۔(دلائل الامامۃ)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی سیاسی شخصیت

واقعہ کربلا کے بعد ائمہ اہلبیت علیہم الرضوان کی ذمہ داریوں کا ایک نیا باب کھلتا ہے ان کی اولین ذمہ داری ان نظریات کا تحفظ اور اشاعت جن کے لئے کربلا میں قربانی دی گئی تھی۔ لیکن ائمہ اہلِ بیت اپنے آپ کو سیاسی ماحول سے لاتعلق بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ اصلاح اخلاق، عقائد، خاندانی اور اجتماعی تعلقات اور تنازعات اور اقتصادیات ایسے امور ہیں کہ ان کو ملوکیت کے استبداد اور جہل کے سایہ سے محفوظ رکھنا بھی ضروری تھا۔ وقت ضروری جب ان امور میں امام سے مدد یا مشورہ طلب کیا گیا تو امت کے اجتماعی مفاد کے پیش نظر امام وقت نے حکومت کی مدد کی۔

سیاسی بصیرت

امام باقر رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت سے متعلق ایک اہم واقعہ اسلامی سکہ کی تیاری اور رواج کا ہے۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان کے حکومت کے دور میں مسلم ممالک کا اپنا کوئی سکہ نہیں تھا بلکہ رومی سکہ کا رواج تھا۔ حکومتی استعمال کے لئے کاغذ مصر میں تیار ہوتا تھا جہاں نصرانی حکمراں تھے کاغذوں پر واٹر مارک کا ٹھپہ عام رواج تھا۔ نصرانی بادشاہوں نے واٹر مارک کے طور پر رب، ابن روح القدس، کا نشان بنایا جو باپ، بیٹا اور روح القدس کے عقیدہ تثلیث کا پرچار کرتا تھا۔ جب اس امر کی اطلاع عبدالملک کو ملی تو اس نے گورنر مصر کو لکھا کہ رومی ٹریڈ مارک کی جگہ اسلامی کلمہ ''اشھدان لا

اله الا ھو" لکھو۔

یہ فیصلہ قیصر روم کے لئے ناگوار تھا اس نے عبدالملک کو دھمکی دی کہ اگر رومی ٹریڈ مارک دوبارہ رائج نہیں کیا گیا تو تمام سکوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ناروا جملے لکھ کر تمام اسلامی ممالک میں بھیج دیگا جو مسلمانوں کے لئے انتہائی تحقیر اور ہتک آمیز ہوگا۔

اس بات سے تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ آج خاکوں کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر کی جا رہی ہے چونکہ یہ ان کی درینہ روش ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاکے بنانا ان کا آبائی پیشہ تھا۔ کئی سو سال پہلے قیصر کے اس فیصلہ پر عبدالملک بیحد پریشان ہوا تو آخر کار مشیروں کے کہنے پر حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا جو ابھی بچپن کے زمانہ میں تھے۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ سفیر روم کو شام کے پایہ تخت میں روک لیا جائے اور نئے اسلامی سکے ڈھال دیئے جائیں جس میں ایک طرف کلمہ توحید ہو، دوسری طرف کلمہ رسالت ہو اور سنہ ایجاد لکھ دیا جائے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کی برکت تھی۔ آپ نے تمام سکوں کے نمونہ، وزن اور سائز سب اپنی نگرانی میں بنوا کر رائج کر دیا۔

قیصر روم بالکل لاچار ہو گیا، اس طرح امام باقر رضی اللہ عنہ کی مدد سے اسلامی سکوں کا رواج عمل میں آیا۔ (حیواۃ الحیوان دمیری۔ ٦)

امام باقر رضی اللہ عنہ فقہاء کی نظر میں

اگر ہزاروں افراد بھی آفتاب کے منکر ہوں لیکن جب وہ طلوع ہو کر اپنی روشنی اور گرمی دیتا ہو تو خود اپنے بہترین وصف کو ظاہر کرتا ہے یعنی آفتاب آمد دلیل آفتاب، جو لوگ تعصب کے پردوں میں آنکھیں بند کر لیں تو از خود آفتاب کی روشنی سے محروم رہیں گے اور جو اپنے تعقل کے آئینہ کو کھلا رکھیں تو انہیں فرق معلوم ہو جائیگا۔ انہی نا مساعد حالات میں یہ امر لائق ذکر ہے کہ ایسے محققین جو مذہب حقہ امامیہ پر سخت تنقید سے نہیں جھجکتے وہ بھی امام باقر رضی اللہ عنہ کے آثار علمی کے قائل ہیں اور اپنا ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں ان میں چند قابل ذکر نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، کتاب حلیۃ الدولیا وطبقات الاوصیاء

۲۔ علامہ سبط ابن جوزی، کتاب التذکرہ

۳۔ ابن کثیر، کتاب البدایۃ والنھایۃ

٤۔ شمس الدین محمد بن احمد، کتاب سیر العلوم النبلائ

٥۔ احمد بن حجر مکی الھیتمی۔ کتاب صوائق محرقہ

فقہاء کی آراء کا خلاصہ

ان فقہا کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ:

امام ابوجعفر محمد بن علی (الباقر رضی اللہ عنہ) پیکر علم وعمل وسیادت شرف ومتانت اور شائستگی میں خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقدار تھے۔۔۔۔۔۔۔وہ اہلِ بیت کے بارہ اماموں میں سے ایک تھے۔

حضرت عطاء بن جریج رحمۃ اللہ علیہ

ابن جریج نے آنکھ کھولی تو صحابہ کی ایک معتد بہ تعداد موجود تھی۔ اگر وہ ان کی صحبت اختیار کرتے تو ان کا شمار زمرہ تابعین میں ہوتا، مگر ابتدا میں ان کو شعر وادب سے دلچسپی تھی، اس لیے وہ کسب فیض نہ کر سکے۔ اسی لیے ان کو تبع تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کا شمار تبع تابعین کے اس زمرہ میں ہوتا ہے، جنہوں نے تفسیر وحدیث کی تدوین وترتیب میں حصہ لیا۔ خاص طور پر علم تفسیر میں یہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ تفسیر طبری میں سینکڑوں روایات ان کے واسطہ سے ملیں گے۔ وہ ترجمان

القرآن عبداللہ بن عباس کے شاگرد عطاء بن ابی رباح کے خاص شاگرد تھے۔

نام ونسب

عبدالملک نام، ابوالولید اور ابو خالد کنیت تھی۔ ان کا آبائی وطن روم تھا۔

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی، ج۱۰،ص۴۰۱)

اسی وجہ سے بعض لوگ انہیں رومی مسیحی کہتے تھے۔

(شذرات الذہب از ابن عماد الحنبلی، ج۱،ص۲۲۶)

فجر الاسلام کے مصنف نے بھی انہیں اہلِ کتاب تبع تابعین شمار کیا ہے۔ بعثت نبوی کے وقت بہت پہلے سے مکہ میں متعدد رومی غلام خاندان موجود تھے۔ غالباً ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا۔ یہیں ۸۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

مکہ میں اس وقت شعر وادب اور حدیث وفقہ کا عام چرچا تھا۔ ابتدا میں ان کو شعر وادب سے دلچسپی پیدا ہوئی اور جوانی کا پورا زمانہ اسی وادی میں گزرا۔ عمر ڈھلنے کا زمانہ آیا تو کسی نے علوم دینیہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد پوری زندگی اس کی نذر کردی۔ مکہ میں اس وقت عبداللہ بن عباس کے ممتاز شاگرد عطاء بن ابی رباح کا چشمہ فیض جاری تھا۔ حدیث نبوی کے سماع کے لیے سب سے پہلے ابن جریج انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ "میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں یہ جذبہ لے کر حاضر ہوا کہ میں بھی ان کا مرتبہ حاصل کروں۔ اتفاق سے اس وقت ان کی خدمت میں عبداللہ بن عبید بن عمر بھی موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ قرآن حفظ کرلیا؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ بولے جاؤ پہلے قرآن پڑھ لو، پھر علم (حدیث) کا قصد کرو۔ میں واپس قرآن کی تعلیم میں لگ گیا۔ کچھ دنوں بعد پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس دن بھی عبداللہ موجود تھے۔ پوچھا کہ پورا قرآن مستحضر ہوگیا؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے دوسرا سوال یہ کیا کہ فرائض بھی سیکھے ہیں؟ بولا نہیں۔ انہوں نے کہا جاؤ، پہلے فرائض کی تحصیل کرو۔ پھر واپس آؤ۔ چنانچہ میں واپس چلا گیا اور کچھ دنوں بعد واپس آیا، تو مجھے عطاء کی صحبت میں کسب علم کی اجازت ملی اور پھر سترہ برس تک ان کی خدمت میں رہا۔

(شذرات الذہب از ابن عماد الحنبلی، ج۱،ص۲۲۷، تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج۱،ص۵۰۲)

ان کو دو بار مجلس درس سے واپس کیا گیا، مگر ہر بار ان کا جذبہ شوق کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی رہا اور پھر اسی شوق انہیں ۱۷ برس تک اپنے اُستاد سے جدا نہ ہونے دیا۔ اتنی مدت ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کے جذبہ طلب کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے دوسرے ممتاز شیخ حضرت عمرو بن دینار کی خدمت میں رہے اور پھر مکہ سے نکل کر انہوں نے مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں تمام ممتاز شیوخ سے استفادہ کیا۔

اساتذہ

عطاء بن ابی رباح، زہری، صالح بن کیسان، عمرو بن دینار، نافع مولی بن عمر، ہشام بن عمرو، موسیٰ بن عقبہ، جعفر صادق، یحییٰ بن سعید الانصاری، عبدالرحمن اوزاعی، لیث بن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علم وفضل

ان کے علم وفضل کے بارے میں ائمہ نے جو رائیں دی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس لحاظ سے معروف تھے۔ ان کے شیخ عطاء بن ابی رباح ان کو اہل حجاز کا سردار کہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی، ج ۳، ص ۴۰۴)

امام احمد بن حنبل ان کو "علم کا ظرف" کہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی، ج ۳، ص ۴۰۴)

شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں امام، حافظ حدیث اور احد الاعلام (بڑوں میں ایک تھے) لکھا ہے۔ یحییٰ بن شرف نووی نے لکھا ہے کہ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔

علم تفسیر

علم تفسیر میں جو صحابہ ممتاز تھے، ان میں عبداللہ بن عباس کا نام سرِ فہرست ہے۔ تابعین میں ان کے جو تلامذہ علم تفسیر میں مشہور ہوئے ان میں عطاء بن ابی رباح بھی ہیں۔ ابن جریج ان کے بہت ہی چہیتے شاگرد تھے اور سترہ برس تک ان کی خدمت میں رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ علمِ تفسیر کا جو سرمایہ عطاء بن ابی رباح کو ابن عباس سے ملا تھا، اس سے ابن جریج کو بھی وافر حصہ ملا ہوگا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ارباب تذکرہ ان کی اس خصوصیت کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ البتہ علومِ تفسیر کی کتابوں میں انہی کی قرآن فہمی کے بارے میں اشارات ملتے ہیں۔ شمس الدین ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نسلاً

رومی تھے۔ اربابِ تذکرہ جب کسی کے بارے میں رومی یا قبطی لکھتے ہیں تو اس سے عموماً مسیحی ہی مراد لیے جاتے ہیں، یعنی ان کی وطنی نسبت کو ان کی دینی نسبت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ غالباً اسی بنا پر صاحب فجر الاسلام نے لکھا ہے کہ یہ نصرانی تھے۔ کیونکہ طبری نے نصاریٰ کے بارے میں جو روایتیں اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان میں بیشتر ابن جریج ہی کے ذریعہ مروی ہیں۔

(فجر الاسلام، ص ۲۴۶)

علمِ تفسیر میں گویا ترجمان القرآن ابن عباس کے مدرسہ فیض سے مستفیض ہوئے تھے، مگر ان کی تفسیر پر مفسرین نے زیادہ اعتماد کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ "ابن جریج تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا۔ وہ ہر آیت کی تفسیر میں غلط صحیح ہر طرح کی روایتیں نقل کر دیتے ہیں۔" (اتقان از جلال الدین سیوطی، ج ۲، ص ۱۸۵)

بہر حال سقم و غلطی کے باوجود علم تفسیر میں ابن جریج کا درجہ و رتبہ ہے۔ تمام مفسرین ان کی رائے نقل کرتے ہیں۔ خاص طور سے طبری نے تو بے شمار جگہ ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور ان کی مرویات سے استدلال کیا ہے۔ افسوس ہے کہ فنِ تفسیر ان کی تحریری یادگار موجود نہیں ہے۔ جس سے اس فن میں ان کے مرتبہ کا آسانی سے اندازہ لگایا جائے۔

فنِ قرات میں بھی ان کو مہارت تھی۔ ابن حبان نے ان کا شمار قراء اہل حجاز میں کیا ہے۔

علم حدیث

علمِ حدیث میں ابن جریج نے ممالکِ اسلامیہ کے تقریباً تمام مشہور ائمہ سے استفادہ کیا تھا۔ خاص طور سے حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت عمرو بن دینار کی خدمت میں وہ برسوں رہے۔ اس لیے اس فن میں بھی ان کا ایک مرتبہ ہے۔ ان کی روایات کو ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے۔ احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ ابن جریج نے عطاء سے جو روایتیں کی تھیں، ان میں انہوں نے غلطی نہیں کی۔ خود ان کے اُستاد عطاء کو بھی ان پر بڑا اعتماد تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کے بعد مسائل میں ہم کس کی طرف رجوع کیا کریں۔ بولے کہ ابن جریج کی طرف، پھر کہا کہ اہل حجاز کے بہترین نوجوان ہیں۔

(تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی)

ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ "حدیث نبوی کی روایات کا دارومدار چھ آدمیوں پر ہے۔ پھر ان اچھ آدمیوں کا علم ان لوگوں کے درمیان سمٹ گیا، جنہوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان تدوین

کرنے والوں میں ایک ابن جریج بھی ہیں۔"

(تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی)

بعض معاصر آئمہ نے ان پر جرح کی ہے اور ان کی مرویات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان سے کسی نے پوچھا کہ ان کی روایات کیسی ہیں؟ فرمایا کہ ضعیف۔ پھر پوچھا کہ وہ اخبرنی کے لفظ سے روایت کریں تو فرمایا کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے، ان کی مرویات بہر حال ضعیف ہیں۔ ابوزرعہ نے بھی ان کی تصعیف کی ہے۔ مالک بن انس ان کو حاطب اللیل (ہر غلط وصحیح کا جامع) کہتے تھے۔ مگر ان کے بارے میں جرح کے جو الفاظ منقول ہیں، ان میں کسی حد تک مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فن حدیث میں ان کے مرتبہ کی تعیین کے لیے یحییٰ بن معین امام جرح وتعدیل اور ذہبی کی رائیں زیادہ محتاط اور صحیح معلوم ہوتی ہیں۔

ابن معین فرماتے ہیں کہ "ابن جریج نے جو روایتیں تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابل اعتماد ہیں۔" (تہذیب التہذیب از شمس الدین ذہبی، ج ۲، ص ۴۰۶)

مقصد یہ ہے کہ ان کی زبانی مرویات زیادہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کا حافظہ معمولی درجہ کا تھا۔ اس لیے ان کو زبانی روایتیں اچھی طرح یاد نہیں رہتی تھیں۔ یحییٰ بن سعید جن کی جرح اوپر گزر چکی ہے تحریری روایت کے بارے میں یہ بھی یحییٰ بن معین کے ہم خیال تھے۔ (تہذیب التہذیب از شمس الدین ذہبی، ج ۲، ص ۴۰۴)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ "ان کی زبانی روایتیں وہی قابلِ وثوق ہیں جن میں یہ حدثنی یا سمعت کے الفاظ استعمال کریں۔" (تہذیب التہذیب از شمس الدین ذہبی، ج ۲، ص ۴۰۴)

فقہاء میں مقام

ابن حبان نے ان کو فقہائے اہلِ حجاز میں شمار کیا ہے۔

امام یحییٰ بن شرف نووی نے لکھا ہے:

شافعی طرز فقہ کی داغ بیل جن ائمہ نے ابن ادریس شافعی سے پہلے ڈالی، ان میں ابن جریج کا بھی شمار ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے:

امام ابن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ میں جن لوگوں سے استفادہ کیا تھا ان میں مسلم بن خالد

الزنجی بھی شامل تھے۔ جوابن جریج کے تربیت یافتہ تھے۔

(تہذیب الاسماء واللغات ازیحییٰ بن شرف نووی، ج ۲،ص ۲۹۸)

تصنیفات

ان کا شمار ائمہ میں ہوتا ہے جنہوں نے علوم دینیہ کی تدوین وتربیت میں حصہ لیا۔ اربابِ تذکرہ ان کی کسی کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ البتہ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کی ایک کتاب "کتاب السنن" ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اس طرز پر لکھی گئی ہے جس پر عام کتب سنن لکھی گئی ہیں، ہر باب جدا جدا ہے۔ مثلاً باب طہارت، باب الصلوٰۃ وغیرہ۔ (کتاب الفہرست)

ان کی ایک تفسیر کی کتاب کا ذکر کشف الظنون میں بھی ہے۔ ان تصنیف کے بارے میں عام اہلِ تذکرہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے نقل کرتے ہیں کہ "سب سے پہلے جن لوگوں نے الگ الگ عنوانات پر کتابیں تصنیف کیں ان میں ابن جریج اور ابن عروبہ سب سے مقدم ہیں۔"

(تہذیب الاسماء واللغات ازیحییٰ بن شرف نووی، ج ۲،ص ۱۹۸)

ابن عماد الحنبلی کی رائے ہے

"حجاز میں سب سے پہلے ابن جریج نے جمع وتدوین کا کام شروع کیا۔"

(شذرات الذہب از ابن عماد الحنبلی، ج ۲،ص ۲۲۲)

ابتداً جن لوگوں نے حدیث اور فقہ پر کتابیں لکھیں ان میں موضوع وعنوان کی تقسیم نہیں تھی، بلکہ جس کو تفسیر اور فقہ کا جو ذخیرہ جس طرح مل گیا، اس نے اسی طرح مرتب کر دیا۔ ابن جریج کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے اس میں فنی ترتیب قائم کر کے موضوع کے اعتبار سے حدیث نبوی کو جمع کیا۔ چنانچہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ "میری طرح کسی نے علم کی تدوین نہیں کی۔" (کتاب الفہرست)

ان کی تصانیف کے متعلق آئمہ نے جو رائیں دی ہیں، وہ بھی قابل ذکر ہیں۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں "ابن جریج کی کتابیں کتب امانت ہیں۔" ان کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں مشہور ہو چکی تھیں اور لوگ ان سے استفادہ کرنے کے لیے دور دور سے سفر کرتے تھے۔ شیخ خالد بن نزار کہتے ہیں کہ "میں ۱۵۰ھ میں وطن سے اس ارادہ سے نکلا کہ ابن جریج کی کتابیں حاصل کروں۔ مگر جب منزل

مقصود پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ چند دن پہلے ان کا انتقال ہو چکا۔"

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی، ج ۱۰، ص ۳۷۴)

عادات و اخلاق

ان کے اوپر خشیت ربانی کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی۔ مشہور محدث عبدالرزاق کا بیان ہے کہ "جب میں ان کو دیکھتا تھا تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ میں نے ان کے جیسا بہتر نمازی نہیں دیکھا۔" (صفۃ الصفوۃ از ابوالفرج ابن جوزی، ج ۲، ص ۲۳)

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ان کی شب بیداری کی وجہ سے ان کو صاحب اللیل (رات میں عبادات کرنے والا) کہتے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ از ابوالفرج ابن جوزی، ج ۲، ص ۲۳)

روزے سے بے انتہا شغف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روزہ سے بہت زیادہ شغف تھا۔ پورے سال روزے سے رہتے تھے۔ ہر ماہ میں صرف تین دن روزے وہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ از شمس الدین ذہبی)

طبیعت کی رقت

طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر پائی تھی۔ یمن کے زمانہ قیام میں حج کی سعادت سے محروم رہے تھے۔ ایک دن عمر بن ابی ربیعہ کے چند اشعار یاد آ گئے، جن میں طول ہجر کی شکایت تھی۔ ان کا اشعار یاد آنا تھا کہ فوراً زیارت حرمین کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ اسی وقت اپنے اُستاد معین بن زائدہ کے پاس آئے اور ان سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ اُستاد نے کہا تم نے پہلے کیوں نہ اطلاع دی۔ انہوں نے جلدی قصد کر لینے کا سبب بتایا تو استاد نے جلدی جلدی ان کے لیے سامانِ سفر کا انتظام کیا اور وہ یارِ محبوب کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ (شذرات الذہب از ابن عماد الحنبلی، ج ۱، ص ۲۲۶)

علم حصول کا مقصد

ایک بار متعدد ائمہ کا مجمع تھا۔ عبدالرحمن اوزاعی بھی موجود تھے۔ ولید بن مسلم نے پوچھا کہ آپ حضرات نے علم کس کے لیے حاصل کیا ہے؟ سب نے کہا کہ اپنی ذات کے لیے۔ مگر ابن جریج بولے کہ "میں نے علم لوگوں کے فائدہ کے لیے حاصل کیا ہے۔"

(تہذیب التہذیب از شمس الدین ذہبی، ج ۱۰، ص ۴۰۴)

نفاست طبع

خوشبو کے استعمال کے عادی تھے۔ اس کے ساتھ خضاب کا بھی استعمال کرتے تھے۔

اولاد

ان کے دو بیٹے تھے، دونوں صاحب علم و فضل تھے۔

وفات

زندگی بھر بیشتر ایام انہوں نے جوار حرم میں گزارے، مگر آخر عمر میں بصرہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر سلسلہ درس شروع کر دیا۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور شروع ذی الحجہ 150 ھ میں انتقال ہو گیا۔

(تذکرۃ الحفاظ از شمس الدین ذہبی، ج ۱، ص ۱۵۳)

نوٹ: ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی تذکرہ تفصیل سے کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ابن جریج جو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے کتنے جلیل القدر فقہاء و آئمہ علم و فن کی تربیت کی ہے یہ سب فیضان امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نام	:	جعفر
والد کا نام	:	محمد
لقب	:	الصادق
کنیت	:	ابوعبداللہ
والدہ کا نام	:	ام فروہ
		(حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم کی بیٹی)
تاریخ ولادت	:	۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ۔
جائے ولادت	:	مدینہ منورہ
مدت امامتِ خاندان نبوت	:	۳۴ سال
عمر	:	۶۵ سال
تاریخ شہادت	:	۲۵ ماہ شوال ۱۴۸ھ۔
شہادت کا سبب	:	منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا
مزار اقدس	:	مدینہ منورہ جنۃ البقیع
اولاد کی تعداد	:	۷ بیٹے اور ۳ بیٹیاں
بیٹوں کے نام	:	(۱) حضرت اسماعیل (۲) حضرت عبداللہ فطح (۳) حضرت موسیٰ کاظم (ع) (۴) حضرت اسحٰق (۵) حضرت محمد دیباج (۶) حضرت عباس (۷) حضرت علی
بیٹیوں کے نام	:	(۱) حضرت فاطمہ (۲) حضرت اسماء (۳) حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہن
بیویاں	:	ایک
انگوٹھی کے نگینے کا نقش	:	''اللہ خالق کل شئی''

حضرت امام جعفرِ صادق رضی اللہ عنہ

راشد

ولادت باسعادت

۸۳ ھجری میں ۱۷ربیع الاول کو آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔اس وقت آپ کے دادا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی زندہ تھے .آپ کے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت چھبیس برس تھی. خاندان آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس اضافہ کا انتہائی خوشی سے استقبال کیا گیا۔

نشوونما اور تربیت

بارہ برس آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ تربیت پائی۔
شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد سے پینتیس برس امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا مشغلہ عبادتِ الٰہی اور آپ نے مظلوم باپ حضرت سید الشہداء کو رونے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔واقعہ کربلا کو ابھی صرف بائیس برس گزرے تھے .اس مدت میں کربلا کا عظیم الشان واقعہ آپ نے تاثرات کے لحاظ سے ابھی کل ھی کی بات معلوم ہوتا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے انکھ کھولی تو اسی غم واندوہ کی فضا میں شب و روز شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور اس غم میں نوحہ و ماتم اور گریہ وبکا کی آوازوں نے ان کے دل ودماغ پر وہ اثر قائم کیا کہ جیسے وہ خود واقعہ کربلا میں موجود ہوتے۔ پھر جب وہ یہ سنتے تھے کہ ان کے والد بزرگوار امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بھی کمسنی ہی کے دور میں سہی اس جہاد میں شریک تھے تو ان کے دل کو یہ احساس بہت صدمہ پہنچاتا ہوگا کہ خاندان عصمت کے موجودہ افراد میں ایک میں ہی ہوں جو اس قابل فخر یادگار معرکہ ابتلا میں موجود نہ تھا. چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اور عمر بھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جس جس طرح آپ نے جدِ مظلوم امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

بارہ برس کی عمر جب ۹۵ھ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا سایہ سر سے اٹھا۔اس کے بعد انیس برس آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے دامان تربیت میں گزارے، یہ وہ وقت تھا جب سیاست بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔

اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف فیوضِ علمی حاصل کرنے کے لئے خلائق رجوع کررہی تھی۔اس وقت آپ نے پدرِ بزرگوار کی مجلس درس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی ایک وہ طالب علم تھے جو قدرت کی طرف سے علم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کئے گئے تھے .آپ سفر اور حضر دونوں میں آپ نے والد بزرگوار

کے ساتھ رہتے تھے چنانچہ ہشام ابن عبدالملک کی طلب پر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے مدینۂ منوّرہ کی مشکبار علمی فضا میں آنکھ کھولی اور اپنے والدِ گرامی حضرت سیّدنا امام ابوجعفر محمد باقر، حضرت سیّدنا عُبَید اللہ بن ابی رافع، نواسۂ صدیقِ اکبر حضرت سیّدنا عُروہ بن زُبیر، حضرت سیّدنا عطاء اور حضرت سیّدنا نافع علیہم الرحمۃ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص۱۲۶)

دو جلیل القدر صحابۂ کِرام حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک اور حضرت سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی زیارت سے مُشرَّف ہونے کی وجہ سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تابعی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۶،ص۴۳۸)

خاندان نبوت کی امامت کی ذمہ داری

۱۱۴ھ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اب امامت کی ذمہ داریاں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف عائد ہوئیں۔ اس وقت دمشق میں ہشام بن عبدالملک کی سلطنت تھی۔

اس زمانہ سلطنت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ مظالم بنی امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو رہا تھا اور بنی فاطمہ میں سے متعدد افراد حکومت کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ان میں نمایاں ہستی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تھی جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بزرگ مرتبہ فرزند تھے۔ ان کی عبادت زہد وتقویٰ کا بھی ملک عرب میں شہرہ تھا۔

مستند اور مسلّم حافظ قرآن تھے۔ بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آ کر انہوں نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ مظالم بنی امیہ سے نفرت میں ظاہر ہے کہ آپ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق تھے۔ پھر جناب زید رضی اللہ عنہ آپ کے چچا بھی تھے جن کا احترام آپ پر لازم تھا مگر آپ کی دوررس نگاہ دیکھ رہی تھیں کہ یہ اقدام کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے عملی طور سے آپ ان کا ساتھ دینا مناسب نہ سمجھتے تھے مگر یہ واقعہ ہوتے ہوئے بھی خود ان کی ذات سے آپ کو انتہائی ہمدردی تھی۔ آپ نے مناسب طریقہ پر انہیں مصلحت بینی کی دعوت دی مگر اہل عراق کی ایک بڑی جماعت کے اقرار اطاعت و وفاداری نے جناب زید رضی اللہ عنہ کو کامیابی کے توقعات پیدا کر دیئے اور اخر ۱۲۰ھ میں ظالم فوج شام سے

تین روز تک بہادری کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے. دشمن کا جذبۂ انتقام اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا بلکہ دفن ہوچکنے کے بعد ان کی لاش کو قبر سے نکالا گیا اور سر کو جدا کر کے ہشام کے پاس بطور تحفہ بھیجا گیا اور لاش کو دروازۂ کوفہ پر سولی دے دی گئی اور کئی برس تک اسی طرح آویزاں رکھا گیا. جناب زید رضی اللہ عنہ کے ایک سال بعد ان کے بیٹے یحیٰی ابن زید رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ یقیناً ان حالات کا امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر گھرا اثر پڑ رہا تھا۔ مگر وہ جذبات سے بلند فرائض کی پابندی تھی کہ اس کے باوجود آپ نے ان فرائض کو جو اشاعت علوم اہلبیت علیہم السلام اور نشر شریعت کے قدرت کی جانب سے آپ کے سپرد تھے برابر جاری رکھا تھا۔

انقلابِ سلطنت

بنی امیہ کا آخری دور ہنگاموں اور سیاسی کشمکشوں کا مرکز بن گیا تھا. اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت جلدی جلدی حکومتوں میں تبدیلیاں ہورہی تھیں اور اسی لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کو بہت سی دنیوی سلطنتوں کے دور سے گزرنا پڑا۔ ہشام بن عبدالملک کے بعد ولید بن عبدالملک پھر یزید بن ولید بن عبدالملک اس کے بعد ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اور آخر میں مروان حمار جس پر بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

جب سلطنت کی داخلی کمزوریاں قہر وغلبہ کی چولیں ہلا چکی ہوں تو قدرتی بات ہے کہ وہ لوگ جو اس حکومت کے مظالم کا مدتوں نشانہ رہ چکے ہوں اور جنہیں ان کے حقوق سے محروم کر کے صرف تشدد کی طاقت سے پنپنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، قفس کی تیلیوں کو کمزور پا کر پھڑ پھڑانے کی کوشش کریں گے اور حکومت کے شکنجے کو ایک دم توڑ دینا چاہیں گے، سوائے ایسے بلند افراد کے جو جذبات کی پیروی سے بلند ہوں. عام طور پر اس طرح کی انتقامی کوششوں میں مصلحت اندیشی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے کا امکان ہے مگر وہ انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے جس سے خاص خاص افراد ہی مستثنیٰ ہوسکتے ہیں۔

بنی ہاشم میں عام طور پر سلطنت بنی امیہ کے اس آخری دور میں اسی لئے ایک حرکت اور غیر معمولی اضطراب پایا جارہا تھا۔ اس اضطراب سے بنی عباس نے فائدہ اٹھایا. انہوں نے آخری دور اموریت میں پوشیدہ طریقے سے ممالکِ اسلامیہ میں ایک ایسی جماعت بنائی جس نے قسم کھائی تھی کہ ہم سلطنت کو بنی امیہ سے لے کر بنی ہاشم تک پہنچائیں گے جن کا وہ واقعی حق ہے. حالانکہ حق تو ان میں سے مخصوص ہستیوں ہی میں منحصر تھا۔ جو خدا کی طرف سے نوع انسانی کی رہبری اور سرداری کے حقدار بنائے گئے تھے مگر یہ وہی جذبات سے بلند انسان تھے جو موقع کی سیاسی رفتار سے ہنگامی فوائد حاصل کرنا آپ نصب العین نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ بنی ہاشم میں سے ان حضرات کی خاموشی قائم رہنے کے ساتھ اس ہمدردی کو جو عوام میں خاندان ہاشم کے ساتھ

پائی جاتی تھی، بنی عباس نے آپ نے لئے حصول سلطنت کا ذریعہ قرار دیا۔

حالانکہ انہوں نے سلطنت پانے کے ساتھ بنی ہاشم کے اصل حقداروں سے ویسا ہی یا اس سے زیادہ سخت سلوک کیا جو بنی امیہ ان کے ساتھ کر چکے تھے۔ یہ واقعات مختلف اماموں کے حالات میں آیندہ آپ کے سامنے آئیں گے۔

بنی عباس میں سے سب سے پہلے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بنی امیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقہ پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا عہد و پیمان حاصل کریں۔

محمد بن علی کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم قائم مقام ہوئے۔ جناب زید رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے جناب یحییٰ رضی اللہ عنہ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم وغصہ میں اضافہ ہوگیا۔ اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا اور ابوسلمہ خلال کے ذریعہ سے عراق میں بھی آپ نے تاثرات قائم کرنے کا موقع ملا۔ رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقۂ اثر میں اضافہ ہوتا گیا اور ابومسلم خراسانی کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آ گیا اور بنی امیہ کی طرف سے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار کرنا پڑا۔ ۱۲۹ء سے عراق اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج کر کے ابراہیم بن محمد کا نام داخل کر دیا گیا۔

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ حکومت سے ایک مقامی مخالفت ہے۔ جو ایران میں محدود ہے مگر اب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اس کا تعلق ابراہیم ابن محمد بن عباس کے ساتھ ہے جو مقام بلقاء میں رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کر دیا گیا اور قید خانہ ہی میں پھر ان کو قتل کرادیا گیا۔ ان کے پس ماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر عراق میں ابوسلمہ کے پاس چلے گئے۔

ابومسلم خراسانی کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو ایک فوج کو عراق کی طرف روانہ کیا جس نے حکومتی طاقت کو شکست دے کر عراق کو آزاد کرالیا۔

ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے نام سے مشہور ہے۔ بنی فاطمہ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، انہوں نے چند خطوط اولاد رسول میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور ان کو قبول خلافت کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام بھی تھا۔ سیاست کی دنیا میں ایسے مواقع آپ نے اقتدار کے قائم کرنے کے لئے غنیمت سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ انسانی خودداری واستغنیٰ کا مثالی مجسمہ تھا جس نے آپ کے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرادیا اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقہ پر اس خط کو آگ کی نذر کر دیا۔

ادھر کوفہ میں ابومسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہوا خواہوں نے عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر

۱۴اربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کرلی اور اس کو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرمانروا تسلیم کرلیا. عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انھوں نے دمشق پر چڑھائی کردی۔

مروان حمار نے بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بہت جلد اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ مرواں نے فرار کیا اور آخر میں افریقہ کی سرزمین پر پہنچ کر قتل ہوا۔اس کے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا. سلاطین بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں اور ان لاشوں کے ساتھ عبرتناک سلوک کئے گئے۔ اس طرح قدرت کا انتقام جوان ظالموں سے لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے آیا. ۱۳۶ھ میں ابو عبداللہ سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہوگیا. جس کے بعد اس کا بھائی ابوجعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانقی کے نام سے مشہور ہے۔

سادات پر مظالم

بنی عباس نے ان ہمدردیوں سے جو عوام کو بنی فاطمہ کے ساتھ تھیں ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انہوں نے دنیا کو یہ دھوکا دیا تھا کہ ہم اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت وحمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرۂ جنگ قرار دیا تھا۔

اس لئے انہیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور تحریک پیدا نہ ہوجائے کہ خلافت بنی عباس کے بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہیئے، جو حقیقت میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ابوسلمہ خلال بنی فاطمہ کے ہمدردوں میں سے تھے اس لئے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کریں، لہٰذا سب سے پہلے ابوسلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس سے کرچکا تھا سفاح ہی کے زمانے میں تشدد کیا گیا اور انہیں تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔

ایران میں ابومسلم خراسانی کا اثر تھا، منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کردیا۔

اب اسے اپنی من مانی کاروائیوں میں کسی بااثر اور صاحبِ اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا لہٰذا اس کا ظلم وستم کا رخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑ گیا۔

مولانا شبلی سیرت نعمان میں لکھتے ہیں:

''صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کر دی. جو لوگ ان میں ممتاز تھے ان کے ساتھ بے رحمیاں کی گئیں ۔ محمد ابن ابراہیم جو کہ حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کھلاتے تھے زندہ دیواروں میں چنوادیئے گئے ۔ ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہیئے۔''

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا۔

چنانچہ جب سادات بنی حسین رضی اللہ عنہ طوق و زنجیر میں قید کر کے مدینہ سے لے جائے جا رہے تھے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے ان کی حالت کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ افسوس مکہ و مدینہ بھی دار الامن نہ رہا ۔ پھر آپ نے اولادِ انصار کی حالت پر افسوس کیا کہ انصار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عہد و پیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپ کی اور آپ کی اولاد کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح آپ نے اہل و عیال اور جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں ۔ مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی امداد نہیں کرتا ۔ یہ فرما کر آپ بیت الشرف کی طرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے۔

ان قیدیوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ محض بھی تھے. جنہوں نے کبرسنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی مصیبتیں اٹھائیں. ان کے بیٹے محمد نفسِ زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھوں مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے ، جوان بیٹے کا سر بوڑھے باپ کے پاس قید خانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے حضرت عبداللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور ان کی روح نے جسم سے مفارقت کی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کا مقابلہ میں جنگ کر کے کوفہ میں شہید ہوئے ۔ اسی طرح حضرت عباس ابن حسن ، حضرت عمر ابنِ حسن مثنیٰ ، حضرت علی و حضرت عبداللہ فرزندانِ محمد نفسِ زکیہ ، حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ برادران محمد نفس زکیہ وغیرہم بھی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کئے گئے . بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوادیئے گئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے باوجود جن کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ علوم اہلِ بیت علیہم الرضوان کی اشاعت میں مصروف رہے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو خاندانِ نبوت کی امامت کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اور جو اسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بھی

آپ کی علمی عظمت کو مانتے ہوئے آپ کے حلقہ درس میں داخل ہونے کو فخر سمجھتے تھے۔

منصور نے پہلے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی عظمت کا اثر عوام کے دل سے کم کرنے کے لئے ایک تدبیر یہ کی کہ آپ کے مقابلے میں ایسے اشخاص کو بحیثیت فقیہ اور عالم کے کھڑا کر دیا جو آپ کے شاگردوں کے سامنے بھی زبان کھولنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور پھر وہ خود اس کا اقرار رکھتے تھے کہ ہمیں جو کچھ ملا وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرتا ھے اسے گرفتار کیا جائے۔

چنانچہ معلیٰ ابن خنیس ان ہی افراد میں سے تھا جو گرفتار کئے گئے اور ظلم وستم کے ساتھ قتل کیا گیا۔

خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو تقریباً پانچ مرتبہ مدینہ سے دربار شاہی میں طلب کیا گیا جو آپ کے لئے سخت روحانی تکلیف کا باعث تھا. یہ اور بات ہے کہ کسی مرتبہ آپ کے خلاف کوئی بہانہ اُسے ایسا نہ مل سکا کہ آپ کے قید یا قتل کئے جانے کا حکم دیتا. بلکہ اس سلسلہ میں عراق کے اندر ایک مدت کے قیام سے علوم اہل بیت علیہم الرضوان کی اشاعت کا حلقہ وسیع ہوا اور اس کو محسوس کر کے منصور نے پھر آپ کو مدینہ بھجوادیا۔ اس کے بعد بھی آپ ایذا رسانی سے محفوظ نھیں رہے. یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگادی گئی. قدرت خدا تھی کہ وہ آگ جلد ٹھنڈی ہوگئی اور آپ کے متعلقین اور ساتھیوں کو کوئی صدمہ نھیں پہنچا۔

اخلاق واوصاف

آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق واوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے. خاص خاص جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کئے ہیں مہمان نوازی, خیروخیرات, مخفی طریقہ یا غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک. عفو جرائم، صبر وتحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سوگیا. آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا، کسی کو نہ پایا. ایک گوشۂ مسجد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے. وہ آپ کو بالکل نہ پہچانتا تھا. آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس میں کیا تھا؟''

اس نے کہا: ''ایک ہزار دینار''

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے ساتھ میرے مکان تک آ' وہ آپ کے ساتھ ہوگیا. بیت الشرف پر تشریف لاکر ایک ھہار دینار اس کے حوالے کر دیئے. وہ مسجد میں واپس آ گیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا تو خود اس کے دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی . یہ دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا پھر امام

جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم جو کچھ دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔''

موجودہ زمانے میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں کے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے۔

مگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کردار کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے وکیل معتب سے ارشاد فرمایا:

غلہ روز بروز مدینہ میں گراں ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے یہاں کس قدر غلہ ہوگا؟ معتب نے کہا: ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے کہ جو بہت عرصہ تک کافی ہوگا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمام غلہ فروخت کر ڈالو۔ اس کے بعد جو حال سب کا ہو وہ ہمارا بھی ہو''

جب غلہ فروخت کر دیا گیا تو فرمایا: ''اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جو، جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیے۔''

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے۔ مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر آپ نے باغوں میں بہ نفس نفیس محنت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لئے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا۔

کسی نے عرض کی: یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلبِ معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں۔

غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی فرماتے تھے جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔ اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے جسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: فرماتے ہیں:

میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے۔ میں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت جو گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر معین تھی اسے گود میں لئے زینہ سے اوپر جا رہی تھی۔ مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور صدمے سے جان بحق ہوا۔ مجھے

بچے کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب وہراس کیوں طاری ہوا. پھر امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں نے تمہیں راہ خدا میں آزاد کر دیا۔
اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بچے کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔

علوم وفنون کی نشرواشاعت

تمام عالم اسلامی میں آپ کی علمی جلالت کا شہرہ تھا. دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔

ان میں فقہ کے علماء بھی تھے، تفسیر کے، متکلمین بھی تھے اور مناظرین بھی، آپ کے دربار میں مخالفین مذہب آکر سوالات پیش کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے مناظرے ہوتے رہتے تھے، جن پر کبھی کبھی نقد وتبصرہ بھی فرماتے تھے اور اصحاب کو ان کی بحث کے کمزور پہلو بتلا بھی دیتے تھے تاکہ آئندہ وہ ان باتوں کا خیال رکھیں. کبھی آپ خود بھی مخالفین مذہب اور بالخصوص دہریوں سے مناظرہ فرماتے تھے. علاوہ علوم وفقہ وکلام وغیرہ کے علوم عربیہ جیسے ریاضی اور کیمیا وغیرہ کی بھی بعض شاگردوں کو تعلیم دی تھی. چنانچہ آپ کے اصحاب میں سے جابر بن حیان طرطوسی سائنس اور ریاضی کے مشہور امام فن ہیں جنہوں نے چار سو رسالے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے افادات کو حاصل کر کے تصنیف کئے. آپ کے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہاء تھے جنہوں نے کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے، فقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام بہت مشہور ہے جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس قدر افادات حاصل کئے کہ فقہ میں آپ امام تصور کئے جاتے ہیں، یہ سب کچھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قلبی وروحانی توجہ کا نتیجہ تھا۔

شہادت

ایسی مصروف زندگی رکھنے والے انسان کو جاہ وسلطنت حاصل کرنے کی فکروں سے کیا مطلب؟ مگر آپ کو علمی مرجعیت اور کمالات کی شہرت سلطنت وقت کے لئے ایک مستقل خطرہ محسوس ہوتی تھی. جب کہ یہ معلوم تھا کہ اصلی خلافت کے حقدار یہی ہیں جب حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود کوئی بہانہ اسے آپ کے خلاف کسی کھلے ہوئے اقدام اور خونریزی کا نہ مل سکا تو آخر خاموش حربہ زہر کا اختیار کیا گیا اور زہرآلود انگور حاکم مدینہ کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے، جن کے کھاتے ہی زہر کا اثر جسم میں سرایت کر گیا اور ۲۵ شوال ۱۴۸ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں شہادت پائی. آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت امام موسیٰ کاظم

رضی اللہ عنہ نے تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی او جنت البقیع کے اس احاطہ میں جہاں اس سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ ،امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے تھے آپ کو بھی دفن کیا گیا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کنیتیں اور القابات

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ، ابو اسماعیل، ابو موسیٰ اور القاب صادق، فاضل، طاہر، زیادہ مشہور ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی اشاعت و ترویج

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات کی ترویج کے لئے بے پناہ کوششیں انجام دیں اور مدینے میں مسجد نبوی اور کوفہ شہر میں مسجد کوفہ کو جامعات میں تبدیل کر دیا جہاں انہوں نے ہزاروں شاگردوں کی تربیت کی اور ایک عظیم علمی و فکری تحریک کی بنیاد ڈالی۔ ان جامعات کے مختلف مدارس میں لاتعداد افراد علوم فنون اسلامی کے گونا گوں شعبہ جات میں مصروف درس و تدریس تھے۔ صرف کوفہ کی مساجد میں امام جعفر صادقؒ کے حوزہ علمیہ سے منسلک ہزارہا طلاب فقہ اور معرف علوم اسلامی میں مصروف تھے جو امام کے بیانات، فرمودات یاد کرتے اور ان کے بارے میں تحقیق اور بحث و تمحیص فرماتے۔

تشنگانِ علم و حکمت دور درواز سے آتے اور امام جعفر صادق سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ مورخین آپ سے روایت کرتے اور دانشور کتابی صورت میں آپ کے فرمودات جمع کرتے تھے حتیٰ کہ حفاظ اور محدثین جب کچھ بیان کرتے تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا حوالہ دیتے۔

مورخین اس بات پر متفق ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ کسی اُستاد کے سامنے زانوئے اَدب تہہ کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا علم نسل در نسل آپ کے سینے میں منتقل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جس علم کی روشنی بکھیری وہ دراصل علمِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم و مرتضوی رضی اللہ عنہ ہی ہے۔

چار ہزار سے زائد شاگردوں نے بیک وقت اور ایک ہی دور میں آپ کی خدمات سے کسب علوم اور نقل روایت کا شرف حاصل کیا۔ جن علوم کی تعلیم آپ کی درسگاہ سے دی جاتی ان میں فقہ کے علاوہ ریاضی فلکیات فزکس کیمسٹری سمیت تمام جدید علوم شامل تھے۔

آپ کی درسگاہ کے فیض سے جہاں قدیم علوم کا احیاء ہوا وہاں جدید علوم کی بھی بنیاد رکھی گئی۔

مسلمانوں میں نابغہ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں۔

احادیث ومعرف دین وشریعت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وضع کردہ چار سو اصول ہی کتب اربع کا منبع ومدرک ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے گراں قدر' بیانات' فرمودات' ارشادات نے جہالت اور گمراہی وضلالت کے پردوں کو چاک کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الہامی وآفاقی دستور حیات کو لوگوں کے سامنے اس طرح پیش فرمایا کہ لوگوں میں دین وشریعت کی پیروی بڑھتی گئی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد

آپ کے ممتاز شاگردوں میں ہشام بن حکم، محمد بن مسلم، ابان بن تغلب، ہشام بن سالم، مفصل بن عمر اور جابر بن حیان، امام ابوحنیفہ کا نام خاص طور سے لیا جا سکتا ہے۔

ان میں سے ہر ایک نے بڑا نام پیدا کیا مثال کے طور پر ہشام بن حکم نے اکتیس کتابیں اور جابر بن حیان نے دوسو سے زائد کتابیں مختلف علوم وفنون میں تحریر کی ہیں۔ جابر بن حیان بابائے علم کیمیا کے نام سے مشہور ہیں۔

الجبرا کے بانی ابوموسی الخوارزمی نے بھی بالواسطہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تعلیمات سے فیض حاصل کیا۔

فقہ کے چاروں امام بلاواسطہ یا بالواسطہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں خاص طور پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دوسال تک براہ راست آپ سے کسب فیض کیا۔

آپ کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے کہا ہے:

''میں نے جعفر ابن محمد سے زیادہ عالم کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔''

ایک اور مقام پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے ہوئے دو سالوں کے بارے میں کہا:

''اگر یہ دوسال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا''

مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی اور اخلاقی عظمت کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہما کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کیا کرتا تھا۔

آپ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے ہمیشہ آپ کے لبوں پر تبسم رہتا تھا۔ جب آپ کے سامنے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیا جاتا تو آپ کے چہرے کا رنگ سبز اور زرد ہو جاتا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہو اور وضو سے نہ ہوں۔ میں جب تک ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا میں نے نہیں دیکھا کہ وہ ان تین حالتوں سے خارج ہوں یا وہ نماز پڑھتے رہتے تھے، یا قرآن کی تلاوت کر رہے ہوتے تھے یا پھر روزہ سے ہوتے تھے۔

مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے بارے میں ان خیالات نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا کہ ''کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں خیال آیا کہ کوئی جعفر ابن محمد سے بھی افضل ہو سکتا ہے۔''

ابن خلکان لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کیمیا میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، ابوموسی جابر بن حیان طرطوسی ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔

جابر نے ایک ہزار ورق پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کی تعلیمات تھیں۔ان کے سامنے بہت سے لوگوں نے زانوئے ادب تہ کیا ہے اور ان سے علمی فیض حاصل کیا ہے۔

ان میں ان کے بیٹے حضرت موسی کاظم، یحی بن سعید انصاری، یزید بن عبداللہ، ابوحنیفہ، ابان بن تغلب،، ابن جریح، معاویہ بن عمار، ابن اسحاق، سفیان، شعبہ، مالک، اسماعیل بن جعفر، وھب بن خالد، حاتم بن اسماعیل، سلیمان بن بلال، سفیان بن عینیہ، حسن بن صالح، حسن بن عیاش، زہیر بن محمد، حفص بن غیاث، زید بن حسن، انماطی، سعید بن سفیان اسلمی، عبدالہ بن میمون، عبدالعزیز بن عمران زھری، عبدالعزیز درآوری، عبدالوہاب ثقفی، عثمان بن فرقد، محمد بن ثابت بنانی، محمد بن میمون زعفرانی، مسلم زنجی، یحی قطان، ابو عاصم نبیل سمیت ہزاروں شامل ہیں۔

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن بدرالدین شافعی معروف بہ ابن حجر ہیتمی امام صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لوگوں نے آپ سے بہت سے علوم سیکھے ہیں اس سے یہ علوم مدینہ آنے والے زائرین وحجاج کے ذریعے ساری دنیا میں پھیل گئے اور ساری دنیا میں امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہما کے علم کا ڈنکا بجنے لگا۔

اہل اسلام کے بزرگ علماء میں سے ایک میر علی ہندی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی اور اخلاقی عظمت کے بارے میں کہتے ہیں:

اس زمانے میں علم کی ترقی نے سب کو کشتۂ بحث و جستجو بنا دیا تھا اور فلسفیانہ گفتگو ہر جگہ رائج ہو چکی تھی۔ قابل ذکر ہے کہ اس فکری تحریک کی رہبری اس مرکز علمی کے ہاتھ میں تھی جو مدینہ میں پھل پھول رہا تھا اور اس مرکز کا سربراہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا پوتا تھا جس کا نام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ ایک بڑے مفکر اور سرگرم محقق تھے اور اس زمانے کے علوم پر عبور رکھتے تھے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام میں فلسفے کے مدارس قائم کئے۔ ان کے درس میں صرف وہ لوگ شرکت نہیں کرتے تھے جو بعد میں فقہی مکاتب کے امام کہلائے بلکہ فلاسفہ، فلسفہ کے طلبہ بھی دور دراز سے آکر ان کے درس میں شرکت کرتے تھے۔

ڈاکٹر حامد حنفی جو عربی ادب کے استاد گردانے جاتے ہیں ایک کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "۲۰ سال سے زیادہ زمانہ بیت گیا میں تاریخ، فقہ و علوم اسلامی کی ترتیب کر رہا ہوں خانوادہ کرامت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طاہر فرزند حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نمایاں ترین شخصیت نے مجھے خاص طور پر اپنی جانب متوجہ کیا۔ میں اس نظریے پر پہنچا ہوں کہ آپ علوم اسلامی کے موجد اور موسس رہنما ہیں۔"

علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے کہ تمام بلادِ اسلامیہ میں ان کے علم و حکمت کا شہرہ تھا۔

علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان میں رقمطراز ہیں:

"حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لاکھ مجتہد ہی سہی لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔"

مسیح عالم عارف نامر استاد دانش کدہ مباحث شرقی قاہرہ رقمطراز ہے "جو شخص بے غرض غیر متعصب ہو کر امام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہما کی شخصیت کے بارے میں جدید علمی اصول کی پیروی کرتے ہوئے ہر قسم کے تعصبات سے بے نیاز ہو کر علمی و حقیقی تحلیل و تجزیہ میں مشغول ہوگا تو اس کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس بات کا اعتراف کرے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسا فلسفی مجموعہ ہے جسے اپنے اوپر اعتماد و بھروسہ ہے جو بہت سے نظریات، خیالات، فکریات کا سرچشمہ ہیں جو نئے افکار و خیالات و جدید احکامات کے نہ صرف موسس ہیں بلکہ نئی نئی راہیں دکھائی ہیں"

ابن خلکان کہتے ہیں:

"آپ رضی اللہ عنہ سادات اہل بیت علیہم الرضوان میں سے تھے اور آپ کی فضیلت کسی بیان کی محتاج نہیں" اسی طرح بیان کرتے ہیں "حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مقالات علم کیمیا اور علم جفر و فال میں موجود ہیں اور جابر بن حیان صوفی طرطوسی آپ کے شاگرد تھے جنہوں نے ایک ہزار صفحات کی کتاب مرتب کی"

انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک ہسٹری میں ہے ''استاد اعظم جابر بن حیان بن عبداللہ کوفہ میں پیدا ہوا، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے فیض صحبت سے خود امام ہو گیا''

علامہ فرید وجدی دائرۃ المعارف القرآن الرابع عشر میں رقم طراز ہیں:

''جابر بن حیان نے امام جعفر صادق کے پانچ سو رسائل کو جمع کر کے ایک ہزار صفحہ کی کتاب تالیف کی تھی''

فرید مولف دائرۃ المعارف مزید لکھتا ہے:

''جعفر ابن محمد کے علم و دانش کا گھر روزانہ جید علماء سے بھر جاتا تھا۔ وہ علماء و دانشمند علم حدیث، تفسیر، کلام و فلسفہ کے حصول کے خواہشمند تھے۔ آپ کے حلقہ دروس میں مشہور و معرف علماء میں سے اکثر اوقات میں تین سے چار ہزار افراد تک شرکت فرماتے تھے۔''

سٹراسبرگ میں ۲۵ مغربی محققین نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی و سائنسی خدمات پر ایک مقالہ مرتب کیا جو 'سپر مین ان اسلام' کے عنوان کے تحت شائع ہوا ہے اس مقالہ میں ان دریافتوں کا احاطہ کیا گیا ہے جن کی بنیاد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دروس سے آشکار ہوئی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامات

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بھی لاتعداد ہیں جن سے کتب بھری پڑی ہیں۔

منصور کی بے بسی

منصور دوانیقی کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اسے پریشان دیکھا سبب پوچھا تو کہنے لگا جب تک میں امام جعفر صادق کا کام تمام نہ کرلوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلواتا ہوں جب امام جعفرؓ صادقؓ آئیں اور میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں تو تم انہیں قتل کر دینا۔

درباری بیان کرتا ہے کہ جب منصور نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلوایا تو میں ان کے ساتھ ہولیا وہ زیر لب کچھ ورد فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اچانک منصور کے محل میں ارتعاش و زلزلہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اپنے محل سے ایسے نکلا جیسے کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے منصور کا حلیہ عجیب تھا وہ لرزہ براندام برہنہ سر اور برہنہ پا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے بڑھنے پر مجبور ہو گیا اور آپ کے بازو کو

پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے بلایا اور میں آ گیا۔

منصور کہنے لگا: کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں نہ بلایا کرو۔

اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور منصور ایسا سویا کہ اگلے روز دن چڑھے بیدار ہوا مجھے بلایا اور کہا کہ میں نے امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہما کو قتل کے ارادے سے بلایا تھا۔ جیسے ہی وہ دربار میں داخل ہوئے تو میں نے ایک اژدھا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا میرے محل پر وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم نے جعفر صادق کو کوئی گزند پہنچائی تو تجھے تیرے محل سمیت دفن کردوں گا۔ (شواہد النبوۃ۔ ملا جامی)

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''شواہد النبوت'' میں آئمہ طاہرین علیہما السلام کی اکثر کرامات کا ذکر کیا ہے ملا جامی ایسے عاشق رسول اور حب دار آل رسول تھے کہ مروی ہے کہ آپ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کیلئے آئے تو حضور اکرم نے والی مدینہ کو خواب میں حکم دیا کہ

''میرے عاشق کو شہر کے باہر روک لیا جائے ورنہ جس جذب وکیف میں وہ آ رہا ہے مجھے اس کی دل دہی کیلئے گنبد خضری سے باہر آنا پڑے گا ''

اس واقعہ سے علامہ جامی کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ملا جامی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامات بھی بیان کی ہیں۔

منصور کی اپنے دربان کو ہدایت

ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میری پاس پہنچنے سے پہلی شہید کر دینا اسی دن حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منصور عباسی کے پاس آ کر بیٹھ گئے منصور نے دربان کو بلا اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر صادق تشریف فرما ہیں جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا دربان بولا خدا کی قسم! میں نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے تھے۔

ایک متشکل آدمی کی شکل کا درست ہو جانا

ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق کے ساتھ حج کیلئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا حضرت جعفر صادق نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی اچانک آپ نے سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا اللہ نے تمہیں ہمارے لئے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری ضیافت کرو میں نے دیکھا کہ وہ جنگلی کھجوریں آپ کی طرف جھک رہی تھیں جن پر تر خوشے لٹک رہے تھے آپ نے فرمایا آؤ اور بسم اللہ کر کے کھاؤ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھالیں ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں اس جگہ ایک اعرابی موجود تھا اس نے کہا آپ جیسا جادوگر میں نے کبھی نہیں دیکھا امام جعفر صادق نے فرمایا ہم پیغمبروں کے وارث ہیں ہم ساحر و کاہن نہیں ہوتے ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لئے کہنے لگا ہاں ابھی دعا کیجئے آپ نے دعا کی تو وہ کتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔

حضرت جعفر صادق نے مجھے فرمایا اس کا تعاقب کرو میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بچوں اور گھر والوں کے سامنے اپنی دم ہلانے لگا انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا واپس آیا تو تمام حال کہہ سنایا اتنے میں وہ بھی آ گیا اور حضرت امام جعفر صادق کے سامنے زمین پر لوٹنے لگا اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔

حضرت جعفر صادق نے اس پر رحم کھا کر دعا فرمائی تو وہ شکل انسانی میں آ گیا پھر آپ نے فرمایا اے اعرابی میں نے جو کچھ کہا تھا اس پر یقین ہے کہ نہیں؟ کہنے لگا ہاں جناب ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و یقین رکھتا ہوں ان کے جد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی لوگ جادوگر کہا کرتے تھے (معاذ اللہ) اور ان کی آل پاک کے بارے میں بھی یہی خیال کرنے لگے فرق صرف یہ تھا کہ وہ کافروں میں سے ہوتے تھے اور یہ منکرین میں سے تھا اس پر بھی خوشی ہے کہ کتا بننے کے بعد راہ راست پر تو آ گیا۔

بہشت میں سرائے خرید لی

ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا میں حج کیلئے جا رہا ہوں آپ میرے لئے

اس پیسے کوئی سرائے خرید لیں تا کہ میں حج سے واپسی پر اپنے اہل وعیال سمیت اس میں رہائش اختیار کریں حج سے واپسی پر وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میں نے تمہارے لئے بہشت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضور پر دوسری حضرت علی پر تیسری حضرت حسن پر اور چوتھی حضرت حسین پر ختم ہوتی ہے اور یہ لو میں نے پروانہ لکھا دیا اس نے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں چنانچہ وہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا دوسرے دن دیکھا کہ وہی پروانہ قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا کہ امام جعفر صادق نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔

دعا کی قبولیت

ابن جوزی نے کتاب ''صفتہ الصفوہ'' میں لیث بن سعد سے بہ اسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا فراغت کے بعد میں کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دعا مانگ رہا ہے ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور نئی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا: اے ابن رسول! میرا تن ڈھانپئے اللہ تعالیٰ آپ کا تن ڈھانپے گا انہوں نے دونوں چادریں اسے دے دیں میں نے پوچھا یہ چادریں دینے والے کون ہیں؟ تو اس نے کہا یہ جعفر بن محمد ہیں۔

امام جعفر صادق نے فرمایا اللہ کے ارشاد ''وکان ابوھما صالحا'' کے مطابق ہمارا اسی طرح پاس لحاظ رکھو جیسے ان دو یتیموں کا پاس لحاظ حضرت خضر نے کیا تھا کیونکہ ان کا باپ صالح تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی تحریک

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جس علمی تحریک کی بنیاد رکھی اس کے سبب اسلامی دنیا علم کا گہوارہ بن گئی۔ فلکیات ریاضی کیمسٹری فزکس تمام سائنسی علوم میں مسلمانوں نے قابل رشک ترقی کی۔ لیکن جب مسلمانوں نے علم سے ناطہ توڑا تو آج حالات یہ ہو چکے ہیں کہ مسلمان ذلت ورسوائی کی گہرائیوں میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ کشمیر فلسطین میانمار عراق شام میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے اور مسلم ممالک کا کوئی

پرسان حال نہیں۔غزہ میں اسرائیل وحشیانہ جارحیت کا مظاہرہ کرتا رہا لیکن کوئی اس کا ہاتھ روک نہ سکا۔

مسلمان ممالک جنہیں اللہ نے دور حاضر کے اہم ترین سرمایے تیل سے نواز رکھا ہے اپنی دولت عیاشیوں کی نذر کررہے ہیں دنیا کی بہترین درسگاہوں میں مسلمانوں کی کوئی درسگاہ شامل نہیں۔سوائے پاکستان کے کوئی ملک ایٹمی قوت حاصل نہیں کرسکا اکثر امیر ترین مسلم ممالک اپنے دفاع کی قوت سے محروم ہیں کئی کئی ممالک مل کربھی اسرائیل کے خلاف جنگوں میں شکست کھاتے رہے۔

اگر عالم اسلام اپنی کمزوری کا تجزیہ کرے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے علم کی میراث چھوڑ دی' مشاہیر اسلام بزگان دین کی ناقدری کی' ایمان کی کمزوری کا شکار ہو گئے۔

مسلمانوں نے اپنے مشاہیر کی عزت کرنا تو کجا اپنے ہاتھوں ان کی بے توقیری کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔لیکن عالم اسلام خواب خرگوش میں پڑا ہے۔آج داعش بنانے والے داعش کو مٹانے کے بہانے مسلمان ملکوں کی خودمختاری کو چیلنج کررہے ہیں۔

المختصر یہ کہ اگر مسلمان دنیا میں مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں باہمی اختلافات مٹا کر متحد ہونا ہوگا، جنت البقیع جنت المعلی سمیت مشاہیر اسلام کے آثار کی عظمت رفتہ بحال کرنا ہوگا' امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی تحریک سے ٹوٹا ہوا ناطہ جوڑ کر سائنس ٹیکنالوجی میں ترقی کیلئے اقدامات کرنا ہوں گے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش و فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اقوال

قال جعفر الصادق بين الحسن والحسين في الحمل طهر واحد (موسوعة مواقف السلف في العقيدة والمنهج والتربية، ج۱ص ۲۹۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے حمل کے درمیان ایک طہر تھا۔

قال القشيريُ قال جعفرُ الصادقُ مَنْ زعمَ أنَ اللهَ في شيءٍ أو منْ شيءٍ أو على شيءٍ فقدْ أشركَ: إذ لو كانَ على شيءٍ لكانَ محمولًا، أو كانَ في شيءٍ لكانَ محصورًا، أو كانَ من شيءٍ لكانَ محدثًا۔ (الكلمات الحسان في بيان علوم الرحمن، ج۱ص ۲۳۰، الرسالة القشيرية)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہے یا کسی چیز سے ہے یا کسی چیز پر ہے تو اس نے شرک کیا۔ جس نے کسی چیز پر گمان کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو محمول کیا تھا۔ یا کسی چیز میں گمان کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو محصور خیال کیا تھا یا کسی چیز سے خیال کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو محدث خیال کیا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب کہتے ہیں سب سے سچا قول لبید کا ہے:

ألا كلّ شيء ما خلا الله باطل

(تفسیر ثعلبی، ج۱ص ۱۴۱، لسان العرب، ج ۵، ص ۳۵۱)

خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

قَالَ جَعْفَرٌ الصَّادِقُ إِنَّهُ لَا بُدَّ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ مِنَ التَّعَوُّذِ، وَأَمَّا سَائِرُ الطَّاعَاتِ فَإِنَّهُ لَا يُتَعَوَّذُ فِيهَا، وَالْحِكْمَةُ فِيهِ أَنَّ الْعَبْدَ قَدْ يُنَجِّسُ لِسَانَهُ بِالْكَذِبِ وَالْغِيبَةِ وَالنَّمِيمَةِ فَأَمَرَ اللهُ تَعَالَى الْعَبْدَ بِالتَّعَوُّذِ لِيَصِيرَ لِسَانُهُ طَاهِرًا فَيَقْرَأُ بِلِسَانٍ طَاهِرٍ كَلَامًا أُنْزِلَ مِنْ رَبٍّ طَيِّبٍ طَاهِرٍ

(تفسیر رازی، ج۱، ص ۹۵)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرأت سے پہلے تعوذ پڑھنا ضروری ہے اور رہا تمام نیکیاں اور اطاعات ان میں تعوذ نہیں ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بندے کہ زبان جھوٹ، غیبت اور چغلی سے ناپاک ہوجاتی ہے پس اللہ تعالیٰ بندے کو تعوذ پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اس کی

زبان پاک ہو جائے اور وہ اس پاک زبان سے اس کلام کی تلاوت کرے جو طیب و پاک رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

قال جعفر الصادق وصف الله تعالى المكان بالصدق، فلا يقعد فيه إلا أهل الصدق (تفسیر خازن، ج ۴، ص ۲۲۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ اللہ تعالیٰ نے جس مکان کو صدق کے ساتھ متصف فرمایا اس میں اہل صدق کے علاوہ کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

اللباب فی علوم الکتاب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے ذکر ہوا ہے۔

قال (جَعفرُ) الصادق مَدَحَ الله المكانَ بالصِّدق فلا يقعُ فيه إلا أهل الصدق۔

(اللباب فی علوم الکتاب، ج ۱۸، ص ۲۸۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صدق کے ساتھ جس مکان کی تعریف بیان کی ہے اس میں اہل صدق کے علاوہ کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

يحكى أن رجلا قال لجعفر الصادق رضى الله عنه ما الدليل على إثبات الصانع؛ فقال أخبرني عن حرفتك فقال التجارة فى البحر قال صف لى كيف حالك؛ فقال ركبت البحر فانكسرت السفينة وبقيت على لوح من ألواحها وجاءت الرياح العاصفة قال جعفر الصادق رضى الله عنه هل وجدت فى قلبك تضرعا؛ فقال نعم قال جعفر فإلهك هو الذى تضرعت إليه فى ذلك الوقت۔ (تفسیر نیشاپوری، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج ۳، ص ۵۷۷)

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا صانع (کائنات کو بنانے والے) کے اثبات کی کیا دلیل ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا پیشہ کیا ہے تو اس نے کہا: بحری تاجروں سے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بتایئے کہ تیری کیا حالت ہے؟ (اپنی کوئی سمندری آپ بیتی بتائیں) تو اس نے کہا: میں سمندر پر سفر کر رہا تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے پر بچ گیا اور ایک تیز آندھی نے آلیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے دل میں عاجزی وانکساری کو پایا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس تیرا الٰہ (معبود، صانع، کائنات کو بنانے والا) وہ ہے جس نے اس وقت تیرے دل میں عاجزی وانکساری پیدا کی تھی۔

قال جعفر الصادق النعيم المعرفة والمشاهدة، والجحيم ظلمات الشهوات

(تفسیر نیشاپوری، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج۶، ص۴۶۰)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نعمت (جنت) معرفت اور مشاہدہ ہے اور جحیم (دوزخ) شہوات کی تاریکیاں ہیں۔

قال جعفر الصادق رضی الله عنه ان التعوذ تطهير الفم عن الكذب والغيبة والبهتان تعظيما لقراءة القرآن۔ (روح البیان، ج۵، ص۸۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعوذ قرآن کریم کی قرأت کے لئے جھوٹ، غیبت اور بہتان سے منہ کی پاکیزگی ہے۔

قال جعفر الصادق الدنيا أصغر قدرا عند الله وعند أنبيائه وأوليائه من ان يفرحوا بشيء منها او يحزنوا عليه فلا ينبغي لعالم ولا لعاقل ان يفرح بعرض الدنيا

مال دنیا دام مرغان ضعیف ملک عقبی دام مرغان شریف

(روح البیان، ج۶، ص۳۴۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اس کے اولیاء کرام علیہم الرحمہ کے نزدیک معمولی سی ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کے ملنے پر خوش ہوں یا اس کے جانے پر غمزدہ ہوں۔ پس کسی عالم اور عاقل کو نہیں چاہیے کہ وہ دنیا کے سامان کے ملنے پر خوش ہو۔

دنیا کا مال کمزور پرندوں کا جال ہے اور عقبیٰ کی نعمتیں شریف پرندوں کا جال ہیں۔

قال جعفر الصادق رضی الله عنه أول ما خلق الله نور محمد صلى الله عليه وسلم قبل كل شيء وأول من وحد الله تعالى ذرة محمد عليه السلام وأول ما جرى به القلم لا اله الا الله محمد رسول الله قال فانا أول العابدين أحق بتوحيد الله وذكر الله سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (روح البیان، ج۸، ص۳۹۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر چیز سے پہلے اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی تخلیق کی اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذرہ نے بیان کی اور سب سے پہلے قلم جس کے ساتھ جاری ہوئی وہ "لا اله الا الله محمد رسول الله" ہے فرمایا میں پہلے عبادت گزاروں سے ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے ذکر "سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" کا حق ادا کیا۔

قال جعفر الصادق۔ رحمه الله۔ ست خصال لا تحسن بستة رجال لا يحسن الطمع في العلماء، ولا العجلة في الأمراء، ولا الشح في الأغنياء، ولا الكبر في الفقراء، ولا الشفقة في المشايخ، ولا اللؤم في ذوي الأحساب۔ (البحر المديد في تفسير القرآن المجيد، ج ۲، ص ۵۴۹)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چھ خصلتیں (عادتیں) چھ آدمیوں کے ساتھ اچھی نہیں ہے۔ طمع (لالچ) علماء میں، عجلت (جلد بازی) امراء میں، شح (بخیلی) اغنیاء مالداروں میں، تکبر و بڑائی، فقراء میں اور عدم شفقت مشائخ میں اور ملامت ذوالاحساب میں۔

قال جعفر الصادق أول ما خلق اللهُ نور محمد صلى الله عليه وسلم قبل كلّ شيء، وأول مَن وحّد الله عزّ وجل من خلقه، درة محمد صلى الله عليه وسلم، وأول ما جرى به القلم "لا إله إلا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم"
(البحر المديد في تفسير القرآن المجيد، ج ۵، ص ۲۷۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو تخلیق فرمایا، اور جس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کیا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذرہ ہے اور جو چیز سب سے پہلے قلم پر جاری ہوئی وہ "لا إله إلا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم"

قال جعفر الصادق رضي الله عنه امر الله نبيه صلى الله عليه واله وسلم بمكارم الأخلاق وليس في القران اية اجمع لمكارم الأخلاق من هذه الاية "وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝" (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۰۰)
(تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۴۴۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکارم اخلاق کا حکم دیا ہے اور قرآن کریم میں اس آیت "'' (اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے (کسی برے کام پر اکسائے) تو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی سنتا جانتا ہے) سے زیادہ کوئی آیت نہیں جس میں مکارم اخلاق کو جمع کیا گیا ہو۔

قال جعفر الصادق يا ابن آدم مالك تأسف على مفقود لا يرده إليك الفوت ومالك تفرح بموجود لا يتركه في يدك الموت (تفسير مظهری، ج ۹، ص ۲۰۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن آدم! اس گمشدہ پر افسوس کیوں کرتا ہے فنا جس کو

تیرے پاس واپس نہیں لاسکتی اور اس موجود پر خوش کیوں ہوتا ہے موت جس کو تیرے ہاتھ میں نہیں چھوڑے گی۔

قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ مَنْ حَزَبَهُ أَمْرٌ فَقَالَ خَمْسَ مَرَّاتٍ رَبَّنَا نَجَّاهُ اللهُ مِمَّا يَخَافُ

(مرقاۃ المصابیح ، فی شرح مشکوٰۃ المصابیح ، ج ۵ ،ص ۱۸۹۰)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ پانچ مرتبہ ''رَبَّنَا'' کہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے جس سے وہ خوفزدہ ہے نجات عطا فرمائے گا۔

قال جعفر الصادق إني لأعلم ما في السماوات وما في الأرض وأعلم ما في الجنة ، وأعلم ما في النار ، وأعلم ما كان وما يكون وغير ذلك من الترهات والخزعبلات

(فتاوی یسئلونک ، ج ۱۲ ،ص ۳۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ میں جانتا ہوں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور میں جانتا ہوں جو کچھ جنت میں ہے اور جو کچھ دوزخ میں ہے اور میں جانتا ہوں جو ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وغیرہ سرخ وسفید اور کہانیوں اور خوش طبعی کی باتوں کو۔

قال جعفر الصادق إن الله تعالى خبأ ثلاثاً في ثلاث رضاه في طاعته فلا تحقروا منها شيئاً فلعل رضاه فيه وغضبه في معاصيه فلا تحقروا منها شيئاً فلعل غضبه فيه وخبأ ولايته في عباده فلا تحقروا منهم أحداً فلعله ولي الله تعالى وزاد وخبأ إجابته في دعائه فلا تتركوا الدعاء فربما كانت الإجابة فيه (احیاء علوم الدین ، ج ۴ ،ص ۴۹)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو تین میں پوشیدہ رکھا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی رضا ، اس کی اطاعت میں پوشیدہ ہے پس اطاعت میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو شائد اللہ تعالیٰ کی رضا اس اطاعت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا غضب و ناراضگی اس کی معصیت (نافرمانی) میں پوشیدہ ہے، پس کسی نافرمانی کو پوشیدہ نہ سمجھو شائد اس کی ناراضگی اس نافرمانی میں ہو، اور اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی) اس کی عبادت میں پوشیدہ ہے، پس اس میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھو شاید وہ اس عبادت سے اللہ تعالیٰ کو دوست بنالے اور اس میں اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت کو دعا میں پوشیدہ رکھا ہے پس دعا کو ترک نہ کرو بسا اوقات اس میں قبولیت ہوتی ہے۔

قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ مَعْرِفَةُ يَوْمٍ مَوَدَّةٌ ، وَمَعْرِفَةُ شَهْرٍ قَرَابَةٌ ، وَمَعْرِفَةُ سَنَةٍ رَحِمٌ مَاسَّةٌ ، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللهُ۔ (البر والصلۃ لابن جوزی ، ج ۱ ،ص ۱۹۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن کی پہچان محبت ہے اور ایک مہینے کی پہچان قربت ہے اور ایک سال کی پہچان رحم کرنا ہے جس نے اس کو پالیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا جس نے اس کو توڑ دیا اس نے اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ لیا۔

قال جعفر الصادق وجد بالحسين ثلاث وثلاثون طعنة بالسيف، وأربع وثلاثون ضربة، واختلفوا فيمن قتله

فقال يحيى بن معين أهل الكوفة يقولون إن الذى قتل الحسين عمرو بن سعد

قال ابن عبد البر إنما نسب قتل الحسين إلى عمرو بن سعد، لأنه كان الأمير على الخيل التى أخرجها عبيد الله بن زياد إلى قتال الحسين

وأمر عليهم عمرو بن سعد ووعده أن يوليه الرى إن ظفر بالحسين وقتله،

(التذکرۃ باحوال الموتیٰ وامور الآخرۃ، ج ۱، ص ۱۱۱۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر پر تینتیس (۳۳) زخم تلوار کے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو چونتیس (۳۴) زخم آئے تھے اور جس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اس میں اختلاف ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: اہلِ کوفہ کہتے ہیں کہ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا وہ عمرو بن سعد تھا۔

ابن عبدالبر نے کہا؛ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نسبت عمرو بن سعد کی طرف اس لئے ہے کہ وہ اس لشکر کا امیر تھا جسے ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور اس نے عمرو بن سعد کو اس وعدہ کے ساتھ اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا کہ اگر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کامیابی حاصل کرے گا اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے لائے گا تو اسے رے کی گورنری دی جائے گی۔

قَالَ جَعْفَرَ الصَّادِق لَا خلاف "إِنَ الَّذِى جَاءَ بِالصِّدقِ" رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم "وَالَّذِى صدق بِهِ" أَبُوبَكر رَضِى اللهُ عَنهُ (الکبائر للذہبی، ج ۱، ص ۲۴۰)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ "إِنَ الَّذِى جَاءَ بِالصِّدقِ" اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے (الزمر: ۳۳) سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "وَالَّذِى صدق بِهِ" اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی (الزمر: ۳۳) سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

قال جعفر الصادق من قرأ آية الكرسى مرة واحدة صرف الله عنه ألف مكروه فى الدنيا أيسره الفقر وألف مكروه فى الآخرة أيسره عذاب القبر۔

(نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج ۱، ص ۴۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ جس نے ایک دفعہ آیۃ الکرسی پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے ایک ہزار ناپسندیدہ چیزوں کو دنیا میں دور فرمائے گا ان میں سے سب سے کم فقر ہے اور ایک ہزار آخرت میں ناپسندیدہ اور مکروہ چیزوں کو دور کرے گا ان میں سب سے کم عذاب قبر ہے۔

قال جعفر الصادق أكل الرمان ينور القلب

(نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج ۱، ص ۵۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انار کھانے سے دل منور ہوتا ہے۔

قال جعفر الصادق رضى الله عنه من قرأ الفاتحة أربعين مرة على ماء ثم نضح بها وجه محموم شفاه الله تعالى۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج ۲، ص ۴۹)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ جو آدمی چالیس دفعہ سورۂ فاتحہ پانی پر پڑھے پھر اس بخار والے کے چہرے پر چھینٹے مارے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا۔

وقال أنس رضى الله عنه من أسرج فى المسجد سراجا لم تزل الملائكة وحملة العرش يستغفرون له ما دام ذلك الضوء فى المسجد قال جعفر الصادق رضى الله عنه فى قوله تعالى فتلقى آدم من ربه كلمات كان آدم وحواء جالسين فجاءهما جبريل وأتى بهما إلى قصر من ذهب وفضة شرفاته من زمرد أخضر فيه سرير من الياقوت أحمر وعلى السرير قبة من نور فيها صورة فاطمة وعلى رأسها تاج وفى أذنيها قرطان من لؤلؤ فى عنقها طوق من نور فتعجبت حواء من نورها وتعجب آدم من نورها حتى نسى حسن حواء فقال ما هذه الصورة قال فاطمة والتاج أبوها والطوق زوجها والقرطان الحسن والحسين فرفع آدم رأسه إلى القبة فوجد خمسة أسماء مكتوبة من النور أنا المحمود وهذا محمد وأنا الأعلى وهذا على وأنا الفاطر وهذه فاطمة وأنا المحسن وهذا الحسن ومنى الإحسان وهذا الحسين فقال جبريل يا آدم احفظ هذه الأسماء فإنك تحتاج إليها فلما هبط آدم بكى ثلثمائة عام ثم دعا بهذه الأسماء وقال يا رب بحق محمد وعلى وفاطمة والحسن والحسين يا محمود يا أعلى يا فاطر يا محسن إغفر لى وتقبل توبتى فأوحى الله إليه يا آدم لو سألتنى فى جميع ذريتك

لغفرت لهم۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج ۲، ص ۱۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مسجد میں چراغ روشن کیا، ہمیشہ فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتے رہیں گے جب تک یہ روشنی مسجد میں رہے گی۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''فتلقی آدم من ربه کلمات'' (البقرہ) کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا دونوں بیٹھے تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ان کے پاس آئے اوران دونوں کے پاس ایک سونے اور چاندی کا محل لے کر حاضر ہوئے جو سبز زمرد سے چمک رہا تھا اور اس میں ایک یاقوت کا تخت تھا اور اس تخت پر ایک نور کا قبہ تھا اس مین حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی اور ان کے سر پر ایک تاج تھا اور ان کے دونوں کانوں میں لؤلؤ کی بالیاں تھیں اور ان کی گردن میں ایک نور کا طوق تھا۔اس نور سے حضرت حوا کو تعجب ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام متعجب ہوئے یہاں تک کہ انہیں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا حسن بھول گیا تو انہوں نے کہا: یہ کس کی تصویر ہے۔حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور تاج ان کے والد گرامی ہیں اور طوق ان کے خاوند ہیں اور بالیاں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں پس حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر قبہ کی طرف بلند کیا تو اس میں نور سے پانچ نام لکھے ہوئے پائے، میں محمود ہوں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔میں اعلیٰ ہوں اور یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور میں فاطر ہوں اور یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور میں محسن ہوں اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں اور مجھ سے احسان ہے اور یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔تو جبریل امین علیہ السلام نے کہا؛ اے آدم! ان اسماء کو یاد کرلیں، بیشک آپ کو ان کی ضرورت ہوگی۔تو جب حضرت آدم علیہ السلام کو (زمین پر) اتارا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک روتے رہے پھر ان اسماء کے وسیلہ سے دعا کیا اور عرض کی: اے میرے رب! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے صدقے اے محمود، اے اعلیٰ، اے محسن میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وحی کی، فرمایا؛ اے آدم! اگر تو مجھ سے اپنی ساری اولاد کے لئے مانگتا تو میں ان تمام کو معاف فرما دیتا۔

قال جعفر الصادق الفقهاء أُمَناء الرسل مالم يأتوا أبواب السلاطين

(بیان العلم الاصیل والمزاحم الدخیل، ج ۱، ص ۲۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فقہاء رسولوں کے امین ہیں جو بادشاہوں کے دروازوں پر نہیں جاتے۔

قال جعفر الصادق۔ رحمه الله تعالى :لا مال أعون من العقل، ولا مصيبة أعظم من الجهل، ولا مظاهرة كالمشاورة، ألا وإنّ الله۔ عزّوجلّ۔ يقول إنّي جواد كريم لا يجاورني لئيم واللؤم من الكفر وأهل الكفر في النّار، والجود والكرم من الإيمان وأهل الإيمان في الجنّة (نضرة النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج ۴،ص ۱۵۱۲)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی مال عقل سے زیادہ عمدہ نہیں اور کوئی مصیبت جہالت سے بڑی نہیں، اور کوئی مظاہرہ مشاورت کی طرح نہیں، خبر دار بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، میں جواد کریم ہوں اور میرا پڑوسی کوئی لئیم نہیں ہوسکتا اور ملامت کفر سے ہے اور اہلِ کفر دوزخی ہیں اور سخاوت وکرامت ایمان سے ہے اور ایمان والے جنتی ہیں۔

قال جعفر الصادق لأن أندم على العفو عشرين مرّة أحبّ إليّ من أن أندم على العقوبة مرّة واحدة۔ (نضرة النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج۹،ص ۴۰۱۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیونکہ عفوودرگزر پر بیس مرتبہ ندامت اس سے مجھے عقوبت (انجام) پر ایک مرتبہ ندامت زیادہ پسند ہے۔

قال جعفر الصادق ليس في القرآن أجمع لمكارم الأخلاق من هذه الآية: روى أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلم لما نزلت هذه الآية سأل جبريل عن تأويلها؟! فقال له حتى أسأل العالم بها، ثم ذهب وأتاه، فقال يا محمد: إنّ الله يأمرك أن تصل من قطعك، وتعطي من حرمك، وتعفو عمّن ظلمك۔

(منتہی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج ۲،ص ۳۱۹)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں اس آیت ''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ '' اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو (الاعراف:۱۹۹) سے زیادہ کسی آیت میں مکارم اخلاق جمع نہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت تو جبریل علیہ السلام نے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو اس سے کہا (میں آپ کو نہیں بتا سکتا) یہاں تک کہ اس کو جاننے والے (اللہ تعالیٰ) سے نہ پوچھ

لوں۔ پھر وہ چلے گئے اور آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ اس سے صلہ رحمی کریں جس نے آپ سے قطع تعلقی کی ہے اور اس کو عطا کریں جس نے آپ کو محروم کیا، اور اس کو معاف کردیں جس نے آپ ﷺ پر زیادتی کی۔

قال جعفر الصادق لا زاد أفضل من التقوى ولا شيء أحسن من الصمت، ولا عدوَّ أضرُّ من الجهل ولا داء أدوأُ من الكذب وقال لا يتم المعروف إلا بثلاثة بتعجيله وتصغيره وستره وقال إياكم والخصومة في الدين، فإنها تشغل القلب وتورث النفاق

(الدولة الامویہ، عوامل الازدہار وتداعیات الانہیار، ج ۲، ص ۴۶۱)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تقویٰ سے افضل کوئی زادِ راہ نہیں اور خاموشی سے عمدہ کوئی چیز نہیں اور جہالت سے زیادہ نقصان دہ کوئی دشمن نہیں ہے اور جھوٹ سے کڑوی کوئی دوا نہیں ہے اور نیکی مکمل نہیں ہوتی مگر تین چیزوں سے (۱) نیکی میں جلدی کرنا، چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر عمل کرنا اور نیکی کو پوشیدہ رکھنا۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں جھگڑا کرنے بچو پس دین میں جھگڑا دل کو مشغول کر دیتا ہے اور اس میں نفاق ڈال دیتا ہے۔

قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ عَاشَ الحَسَنُ سَبْعاً وَأَرْبَعِينَ سَنَةً

(سیر اعلام النبلاء ج ۴، ص ۳۴۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام حسن رضی اللہ عنہ سینتالیس (۴۷) سال زندہ رہے۔

قال جعفر الصادق عليه السلام ليس الزهد في الدنيا إضاعة المال وتحريم الحلال، بل الزهد أن لا تكون بما في يدك أوثق منك بما عند الله. (الکشکول: ج ۲، ص ۳۰۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا میں زہد مال کو ضائع کرنا اور حلال کو حرام کرنا نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ تیرا اس پر بھروسہ زیادہ نہ ہو جو تیرے پاس ہے اس سے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قال جعفر الصادق رضي الله عنه (ولدني ابو بكر مرتين)

(ارشیف منتدی الالوکۃ)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنا۔

قال جعفر الصادق لسالم بن أبي حفصة وقد سأله عن أبي بكر وعمر، فقال يا سالم تولّهُما، وابرأ من عدوهما، فإنهما كانا إمامي هدى، ثم قال جعفر يا سالم أيسُبُّ الرجل

جده؟ أبو بكر جدي، لا نالتني شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة إن لم أكن أتولاهما وأبرأ من عدوهما (ارشيف منتدى الالوكة)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم بن ابی حفصہ سے فرمایا کہ ان سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: اے سالم! ہم ان دونوں سے محبت کرتے ہیں اور ان دونوں کے دشمنوں سے بری ہیں۔ پس یہ دونوں میرے ہدایت کے امام ہیں پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ اے سالم! کیا کوئی شخص ان کے دادا کو گالی دے گا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے دادا ہیں۔ اگر میں ان دونوں سے محبت نہ کروں اور ان دونوں کے دشمنوں سے برأت کا اظہار نہ کروں تو مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

قال جعفر الصادق لابنه "يا بني! لا تصاحب عاقّ الوالدين؛ فإن الله قد غضب عليه من فوق سبع سماوات، فكيف تصاحبه؟

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! والدین کے نافرمانی سے مصاحبت نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اس پر ناراض ہوتا ہے تو وہ تیرے ساتھ مصاحبت کیسے کرے گا۔؟

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

عَن جَعْفَرِ الصَّادِق أنه سُئِلَ عَن القُرآن فَقَالَ لَيسَ بخالق وَلَا مَخلُوق وَلكنه كَلَام الله (المنتقى من منهاج الاعتدال، ج۱،ص ۵۰۳)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے قرآن کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: قرآن کہ خالق ہے اور نہ مخلوق لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

عَن جَعْفَرِ الصَّادِق أنه قَالَ مَا أَرْجُو من شَفَاعَة عَلىٍّ شَيْئًا إلَّا وَأنا أَرْجُو من شَفَاعَة أبي بكر مثله وَلَقَد ولدني مرَّتَيْنِ (الصواعق المحرقة: ج۱،ص۱۵۶)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی شفاعت کی امید نہیں رکھتا مگر یہ کہ میں اپنے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی جتنی امید رکھتا ہوں اور انہوں نے مجھے دو مرتبہ جنم دیا ہے،

عن جعفر الصادق أن لكل مؤمن شيطانا يقصد إغواءه

(مختصر التحفة الاثني عشرية، ج۱،ص ۲۴۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر مومن کے لئے ایک شیطان ہوتا ہے وہ اس سے برائی کروانے کا قصد کرتا ہے۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ عَنْ آبَائِهِ مَرْفُوعًا إِنِّي وُلِدْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أُولَدْ مِنْ سِفَاحٍ (معاج القبول بشرح سلم الوصول، ج ۳،ص۱۰۵۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے آباء سے مرفوعا روایت کی ہے(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا و بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔

کلینی شیعی نے کافی ج ۸،ص ۱۰۱ میں ذکر کیا ہے:

عن جعفر الصادق - رضى الله عنه - أن امرأة سألته عن أبي بكر وعمر أأتولاهما؟! فَقَالَ لَهَا تَوَلّيهِمَا قَالَتْ فَأَقُولُ لِرَبِّي إِذَا لَقِيتُهُ إِنَّكَ أَمَرْتَنِي بِوَلَايَتِهِمَا؟ ، قَالَ نَعَمْ

(الشيعة هم العدو فاحذرهم، ج۱،ص ۳۴)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ان سے سوال کیا کہ کہ وہ

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے فرمایا: جی ہاں۔ اس عورت نے کہا: میں اپنے رب سے جب ملوں گی تو کہوں گی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔

یروی الکُلَیْنی عن جعفر الصادق إِنِّي لَأَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْجَنَّةِ، وَأَعْلَمُ مَا فِي النَّارِ، وَأَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

(اصول الکافی، ج ۱، ص ۲۶۱، الشیعة ھم العدو فاحذرھم، ج ۱، ص ۴۱)

کلیمی سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب جانتا ہے اور میں کو کچھ جنت میں ہے اور جو کچھ دوزخ میں ہے جانتا ہوں اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا میں جانتا ہوں۔

عن جعفر الصادق رضی الله عنه من حزبه أمر فقال خمس مرات (ربنا) أنجاه الله مما يخاف (تفسیر زمخشری، ج ۱، ص ۴۵۷)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کو کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ پانچ مرتبہ ''رَبَّنَا'' کہے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے جس سے وہ خوفزدہ ہے نجات عطا فرمائے گا۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الطَّاءُ طَهَارَةُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَالْهَاءُ هِدَايَتُهُمْ

(تفسیر رازی، ج ۲۲، ص ۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''طا'' اہل بیت کی طہارت اور ''ھا'' ان کی ہدایت ہے۔

قَالَ الشَّعْبِيُّ وَأَبُو مَالِكٍ وَقَتَادَةُ وَثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ إِنَّ النبی صلی الله علیه وسلم لم یکتب بسم الله الرحمن الرحیم حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ النَّمْلِ،

الرَّابِعَةُ رُوِيَ عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ الْبَسْمَلَةُ تِيجَانُ السُّوَرِ قُلْتُ وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا لَيْسَتْ بِآيَةٍ مِنَ الْفَاتِحَةِ وَلَا غَيْرِهَا وقد اختلف العلماء فی هذا

(تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۹۲)

امام شعبی، امام ابو مالک، حضرت قتادہ، حضرت ثابت بن عمارہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھتے تھے یہاں تک کہ سورۃ النمل نازل ہوئی۔

چوتھی روایت مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: بسم

اللہ سورتوں کی تاج ہے، میں نے کہا: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سورت فاتحہ کی آیت نہیں ہے اور نہ اس کے علاوہ سورتوں کی آیت ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

عن جعفر الصادق عن أبيه عن جده الحسين بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم، قال إذا صاح النسر قال يا ابن آدم عشت ما شئت آخره الموت، وإذا صاح العقاب قال البعد من الناس أنس، وإذا صاح القنبر قال إلهی العن مبغضی محمد وآل محمد وإذا صاح الخطاف قال الحمد لله رب العالمين ويمد العالمين كما يمد القارئ

(تفسیر خازن ج ۳،ص ۳۴۰)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: جب باز چلاتا ہے کہتا ہے: اے ابن آدم جب چاہے زندہ رہے اس آخر کار موت ہے۔ اور جب عقاب چلاتا ہے کہتا ہے: لوگوں سے دروری میں محبت ہے اور جب قنبر چلاتا ہے تو کہتا ہے الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والے کو اپنی رحمت سے دور رکھ اور جب خفاف چلاتا ہے تو وہ کہتا ہے سب تعریفیں اللہ تعالٰی کی ہیں وہ دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے اور سارے جہانوں کو طول دینے والا ہے جیسے قاری الفاظ کو لمبا کرتا ہے۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ وَابْنِ عَطَاءٍ مِنَ الصُّوفِيَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَلِمَةُ كُلِّ شَاكِرٍ
(تفسیر ابن کثیر، ج۱،ص ۱۲۸)

حضرت جعفر صادق اور ابن عطاء جو صوفیہ سے تھے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''الحمد للہ'' ہر شکر کرنے والے کا کلمہ ہے۔

عن جعفر الصادق رضی الله عنه أن الطاء طهارة أهل الدين والهاء هدايتهم (تفسیر نیشاپوری، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج ۴،ص ۵۱۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طاء اہل دین کی طہارت ہے اور ہا ان کی ہدایت ہے۔

عن جعفر الصادق أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أول من قاس أمر الدين برأيه إبليس، قال الله تعالى له اسجد لآدم قال أنا خير منه خلقتنی من نار وخلقته من طين قال جعفر فمن قاس أمر الدين برأيه قرنه الله يوم القيامة بإبليس

(تفسیر المراغی، ج۸،ص ۱۱۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین کے معاملہ میں سب سے پہلے جس نے اپنی رائے سے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: آدم علیہ السلام کو سجدہ کر اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ جس نے اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ابلیس کے ساتھ ملائے گا۔

عن جعفر الصادق بن محمد رضی اللہ عنہما، أنہ قال " البسملة تیجان السور "

(زہرۃ التفاسیر، ج۱،ص ۴۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن محمد (الباقر رضی اللہ عنہ) سے روایت کہ وہ فرماتے ہیں بسم اللہ سورتوں کا تاج ہے۔

عن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ أنہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یقرأ من الکتاب، وإن کان لا یکتب، ولعل ہذا من معجزاتہ۔ (التفسیر المنیر للزحیلی، ج۳۰،ص ۳۴۷)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب (قرآن کریم) سے پڑھتے اور وہ لکھا نہ ہوتا تھا اور شائد یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات سے تھا۔

عن جعفر بن محمد الباقر أنہ قال "إن اللہ اتخذ إبراهيم عبدا قبل أن یتخذہ نبیا"
وإن اللہ اتخذہ نبیا قبل أن یتخذہ رسولا"" "وإن اللہ اتخذہ رسولا قبل أن یتخذہ خلیلا""
وإن اللہ اتخذہ خلیلا قبل أن یتخذہ إماما" (التصوف، المنشاء والمصادر، ج۱،ص ۱۶۱)

امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت سے قبل عبد بنایا" اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسالت سے قبل نبوت عطا فرمائی۔" اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بنانے سے قبل خلیل بنایا۔

عن جعفر الصادق - رضی اللہ عنہ - أنہ قال من صلی علی النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - فی شعبان کل یوم سبعمائة مرة یوکل اللہ تعالی ملائکة لیوصلوہا إلیہ وتفرح روح محمد - صلی اللہ علیہ وسلم - بذلک ثم یأمر اللہ أن یستغفروا لہ إلی یوم القیامة۔

(القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع، ج۱،ص ۲۰۸)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

شعبان میں ہر دن سات سو مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ ملائکہ کو مقرر فرما دیتا ہے کہ وہ اس کے لئے رحمت کی دعا کریں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح مبارک اس سے خوش ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ قیامت تک اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

عن جعفر الصادق قال: (إن اليوم الأول من الشهر خلق الله فيه آدم، وهو يوم مبارك لقضاء الحوائج وللدخول على الحكام والسلاطين، ولطلب العلم والتزويج، وللأسفار والبيع والشراء، وإذا ضل فيه حيوان أو فقد فإنه يرجع إلى صاحبه بعد ثمانية أيام، وإذا مرض فيه مريض فإنه يعافى بإذن الله، وإذا ولد فيه مولود يكون سمحاً مرزوقاً مباركاً إلى آخر عمره) (التنجیم والمنجمون، وحکم ذالک فی الاسلام، ج۱،ص ۱۴۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: مہینے کے پہلے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور یہ مبارک دن ہے حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے اور حکام، اور بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے، علم کی طلب اور شادی بیاہ کے لئے، سفر کرنے، خرید وفروخت کے لئے۔ اور جب اس دن میں کوئی حیوان گم ہوجائے اور مفقود ہوجائے تو وہ اپنے مالک کے پاس آٹھ دن کے بعد لوٹ آئے اور جب کوئی اس دن بیمار ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفا یاب ہوجائے گا اور جب کوئی شخص اس دن پیدا ہوگا تو وہ اپنی عمر کے آخر تک مبارک ومحفوظ رہے گا۔

عن عبد الله بن سنان عن جعفر الصادق رضي الله عنه في رجل قتل أمه أيرثها؟ قال إن كان خطأ ورثها، وإن كان عمداً لم يرثها

(الجنایات فی الفقہ الاسلامی دراسۃ مقارنۃ بین الفقہ الاسلامی والقانون، ج۱،ص ۴۵۴)

حضرت عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی والدہ کو قتل کر دیا تھا کہ کیا وہ اس کا وارث ہوگا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ قتلِ خطا ہے تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اگر وہ قتلِ عمد ہوگا تو وہ اس کا وارث نہیں ہوگا۔

عن جعفر الصادق أن عليا قال يا أهل الكوفة لا تزوجوا الحسن فإنه مطلاق، فقال رجل والله لنزوجنه فما رضي أمسك وما كره طلق (فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیۃ، ج۸،ص ۲۵۵)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے

امام علیہم الرضوان

اہل کوفہ! حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے (اپنی بچیوں) کی شادی نہ کرو، پس وہ طلاق دے دیتے ہیں تو ایک شخص نے عرض کی: خدا کی قسم! ہم ضرور ان سے نکاح کریں پس وہ راضی ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ دیں اور وہ ان کے طلاق دینے کو ناپسند نہیں کرتے۔

عن جعفر الصادق أن الماء كان يجتمع في جفون النبي صلى الله عليه وسلم فكان علي يشربه بفمه

(فتاوی دار الافتاء المصریہ، ج۹، ص۲۴۱)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ پانی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پلکوں پر جمع ہوگیا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے منہ سے پی لیا تھا۔

عن جعفر (الصادق) بن محمد (الباقر) عن أبيه أنه كان يشرب من سقايات الناس بمكة والمدينة فقلت له أتشرب من الصدقة وهي لا تحل لك؟ فقال إنما حرمت علينا الصدقة المفروضة (موقع الاسلام، سوال وجواب، ج۵، ص۲۵۷۵)

حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مکہ اور مدینہ منورہ کے سقایا سے پانی پیا کرتے تھے، تو میں نے ان سے عرض کی: کیا آپ رضی اللہ عنہ صدقہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور کیا یہ آپ کے لئے حلال ہے۔؟ تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم پر فرضی صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

عن جعفر الصادق رحمه الله قوله إذا غابت الشمس فقد حل الإفطار ووجبت الصلاة انتهى. (موقع الاسلام سوال وجواب، ج۵، ص۲۷۷۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "إذا غابت الشمس" (جب سورج غروب ہوجائے) کے متعلق فرماتے ہیں: افطار کرنا حلال ہوجاتا ہے اور نماز واجب (فرض) ہوجاتی ہے۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُرْآنِ أَخَالِقٌ هُوَ أَمْ مَخْلُوقٌ؟ فَقَالَ لَيْسَ بِخَالِقٍ وَلَا مَخْلُوقٍ وَلَكِنَّهُ كَلَامُ اللهِ

(منہاج السنۃ النبویۃ، ج۲، ص۲۴۵)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے قرآن کریم کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ خالق ہے یا وہ مخلوق ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا کلام

ہے۔

عن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ أن رجلا سأل والدہ عن ابتداء البیت فقال أن اللہ تعالی قال للملائکۃ إنی جاعل فی الأرض خلیفۃ قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا فغضب علیھم فطافوا بالعرش سبعۃ أیام یسترضون ربھم فرضی عنھم وقال ابنوا لی بیتا فی الأرض یتعوذ بہ من سخطت علیہ من بنی آدم فأرضی عنہ فبنوا ھذا البیت

(نزہۃ المجالس، ومنتخب النفائس، ج ۱، ص ۱۸۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان کے والد گرامی (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے بیت اللہ کی ابتداء کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: ''إنی جاعل فی الأرض خایفۃ قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا'' میں زمین میں اپنا خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں، انہوں نے کہا: کیا تو زمین میں اسے بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا) تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا تو انہوں نے سات دن عرش کا طواف کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا۔ اور فرمایا: زمین پر میرے لئے ایک گھر بناؤ۔ پس ابن آدم میں سے جس پر میں ناراض ہوں گا وہ اس گھر میں مجھ سے پناہ مانگے گا تو میں اس پر راضی ہو جاؤں گا۔ تو فرشتوں نے یہ گھر (بیت اللہ) بنایا۔

عن جعفر الصادق عن أبیہ محمد الباقر انہ قال انما حرم علینا الصدقۃ المفروضۃ

(بہجۃ المحافل، وبغیۃ الاماثل، ج ۲، ص ۱۹۷)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا؛ ہم پر فرض صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

عن جعفر الصادق أنہ قال کان أول من سجد لآدم جبریل ثم میکائیل ثم إسرافیل ثم عزرائیل ثم الملائکۃ المقربون۔ (المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، ج ۱، ص ۵۰)

امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا؛ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت جبریل امین نے پھر حضرت میکائیل نے پھر حضرت اسرافیل نے پھر حضرت عزرائیل پھر مقرب فرشتوں علیہم السلام نے سجدہ کیا۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ

وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كَانُوا يَتَخَتَّمُونَ فِي الْيَسَارِ

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج۱،ص ۱۵۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم دائیں طرف مہر لگاتے تھے۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصّادق أنّه أراد بقوله يس (يا سيّد)

(شرح الشفاء ج،۱ص ۶۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''یس'' سے مراد ''یا سید'' اے سردار! لیتے ہیں۔

عن جعفر الصادق رضى الله تعالى عنه قال إنما يتم رسول الله صلى الله عليه وسلم لئلا يكون عليه حقّ لمخلوق۔ (سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد، ج۱،ص۱۳۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے تاکہ آپ پر مخلوق کا کوئی حق نہ رہے۔

عن جعفر الصادق أنه سئل لم أفرد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من أبويه فكان يتيما فى صغره فقال لئلا يكون عليه حق للمخلوق۔ (شرح الشفاء ج۱،ص۹۶)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کی طرف سے کیوں تنہا رہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کس لئے وفات پا گئے، فرمایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں یتیم ہو گئے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخلوق کا کوئی حق باقی نہ رہے۔

عن جعفر بن محمد عن أبيه، فى قوله تعالى'' لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ''(التوبة:۱۲۸) قال لم يصبه شىء من ولادة الجاهلية، قال وقال النبى صلى الله عليه وسلم خرجت من نكاح غير سفاح۔ (شرح الزرقانى على المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه، ج۱،ص۱۲۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم کی آیت''' '' کی تفسیر میں فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاہلیت کی ولادت سے کوئی چیز نہیں پہنچی، فرماتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔

وروى البيهقى عن جعفر الصادق بن محمد الباقر عن أبيه محمد بن على بن

الحسین، قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا جلس جلس أبو بکر عن یمینہ، وعمر عن یسارہ، وعثمان بین یدیہ، وکان کاتب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، أی الأمور التی یرید إخفاءھا عن الناس۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، ج ۴، ص ۱۴۱ ۵)

امام بیہقی سے مروی ہے: امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد بن علی بن حسین (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھتے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازوں کے کاتب تھے یعنی ایسے امور جو لوگوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں۔

وذکر ابن الجوزی أنہ روی عن جعفر الصادق بن محمد الباقر قال کان الماء یستنقع أی یجتمع بکسر القاف فی جفون النبی -صلی اللہ علیہ وسلم، فکان علی یحسوہ أی یشربہ بفمہ۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، ج ۱۲، ص ۱۵۹)

ابن جوزی نے ذکر کیا کہ مروی ہے: امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پلکوں پر جمع ہوگیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے چوس لیا یعنی اپنے منہ سے پی لیا۔

عن جعفر الصادق؛ عن أبیہ؛ عن جدہ رضی اللہ تعالی عنھم) اللھمّ؛ طھر قلبی من النّفاق، وعملی من الرّیاء، ولسانی من الکذب، وعینی من الخیانۃ؛ فإنّک تعلم خائنۃ الأعین وما تخفی الصدور (وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج ۱، ص ۳۹۰)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے، وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں: (وہ کہتے تھے:) "اللھمّ؛ طھر قلبی من النّفاق، وعملی من الرّیاء، ولسانی من الکذب، وعینی من الخیانۃ؛ فإنّک تعلم خائنۃ الأعین وما تخفی الصدور" اے اللہ میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت سے پاک کردے، کیونکہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔

أخرج البیھقی فی سننہ: عن جعفر الصادق؛ عن أبیہ محمد الباقر مرسلا قال (کان لہ) صلی اللہ علیہ وسلم (جاریۃ تسمی خضرۃ) - بفتح الخاء وسکون الضاد المعجمتین- کما ضبطہ

العزیزی علی الجامع الصغیر (منتہی السؤل علی وسائل الوصل الی شمائل الرسول ﷺ، ج ۱ص ۶۲۲)

امام بیہقی نے اپنے سنن میں نقل کیا ہے: امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ایک کنیز تھی جس کا نام خضرۃ تھا (خا کے فتح اور ض کے سکون کے ساتھ، جیسا کہ عزیزی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔

روی البیہقی فی شعب الإیمان : عن جعفر الصادق، عن أبیہ محمد الباقر مرسلا (کان) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم إذا أکل مع قوم) فی منزلہ أو غیرہ (کان آخرہم أکلا) لئلا یخجلہم فیقوموا قبل استیفاء حاجتہم

(منتہی السؤل علی وسائل الوصل الی شمائل الرسول ﷺ، ج ۱ص ۶۲۲)

امام بیہقی نے شعب الایمان نقل کرتے ہیں: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کے ساتھ اپنے گھر میں یا اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ تو ان کے ساتھ آخر تک کھاتے تا کہ وہ لوگ شرم محسوس کرتے ہوئے سیر ہونے سے پہلے نہ اٹھ جائیں۔

وذکر ابن الجوزی أنہ روی عن جعفر الصادق: قال کان الماء یستنقع فی جفون النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ فکان علی یحسوہ (قلنا یا رسول اللہ فیم نکفنک؟ قال "فی ثیابی ھذہ" التی علی، (و) إن شئتم (فی حلۃ)

(منتہی السؤل علی وسائل الوصل الی شمائل الرسول ﷺ، ج ۴ص ۲۵۹)

ابن جوزی نے ذکر کیا کہ انہوں نے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کی پلکوں پر پانی جمع ہوگیا تھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چوس لیا تھا۔ (آپ ﷺ کی بیماری کی حالت میں) ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کو کس چیز میں کفن دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ان کپڑوں میں جو مجھ پر ہیں۔ اور اگر تم چاہو تو ایک حلہ میں کفن دینا۔

عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، عَنْ أَبِیهِ قَالَ قُتِلَ عَلِیٌّ وَلَهُ ثَمَانٍ وَخَمْسُونَ سَنَةً۔

(تاریخ الاسلام تدمیری، ج ۱ص ۱۲۹)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اٹھاون سال تھی۔

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ، وَسُئِلَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ إِنَّكَ لَتَسْأَلُنِي عَنْ رَجُلَيْنِ قَدْ أَكَلَا مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ قُلْتُ يَعْنِي إِنْ صَحَّ هَذَا عَنْهُ أَنَّهُمَا مِمَّنْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تُعَلَّقُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ (تاریخ الاسلام تدمیری، ج۹،ص۹۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے ان دو اشخاص کے متعلق سوال کرتے ہو جو دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: یعنی اگر یہ آپ رضی اللہ عنہ سے صحیح مروی ہے تو یہ دونوں اشخاص ان میں سے ہیں جن کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں جو جنت کے پھلوں سے معلق ہیں۔

عن جعفر الصادق رضی الله عنه أنه وجد بالحسين ثلاث وثلاثون طعنة وأربع وثلاثون ضربة واختلفوا فی قاتله رضی الله تعالی عنه اختلافاً کثیراً وذکر بعضهم أنه قتل معه من أولاد فاطمة رضی الله تعالی عنها سبعة عشر رجلاً.
(مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ج۱،ص۱۰۷)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ (کے جسم) پر تینتیس نیزے کے زخم اور چونتیس تلوار کے زخم پائے گے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے سترہ افراد آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ أَنَّهُ كان عمره ثمان وَخَمْسِينَ سَنَةً، وَقَدْ قِيلَ إِنَّ عَلِيًّا دُفِنَ قِبْلَيَّ الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ مِنَ الْكُوفَةِ قَالَهُ الْوَاقِدِيُّ، والمشهور بدار الإمارة وَقَدْ حَكَى الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ الْفَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ، أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ حَوَّلَاهُ فَنَقَلَاهُ إِلَى الْمَدِينَةِ فَدَفَنَاهُ بِالْبَقِيعِ عِنْدَ قَبْرِ فاطمة، وَقِيلَ إِنَّهُمْ لَمَّا حَمَلُوهُ عَلَى الْبَعِيرِ ضَلَّ منهم فأخذته طيء يَظُنُّونَهُ مَالًا فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّ الَّذِي فِي الصندوق ميت ولم يعرفوه دفنوا الصُّنْدُوقَ بِمَا فِيهِ فَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ أَيْنَ قَبْرُهُ، حَكَاهُ الْخَطِيبُ أَيْضًا
(البداية والنهاية ج۷،ص۳۶۵)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی (بوقت شہادت) عمر اٹھاون سال تھی اور کہا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد کے قبلہ کی طرف دفن کیے گئے تھے۔ یہ علامہ واقدی نے کہا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت میں دفن

کیا گیا تھا۔

اور خطیب بغدادی نے حضرت ابونعیم فضل بن دکین سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ منتقل کر کے جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن کر دیا تھا۔ اور ایک قول کے مطابق جب انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی میت کو اونٹ پر اٹھایا تو وہ اونٹ ان سے گم ہو گیا، قبیلہ طے کے لوگوں نے اس اونٹ کو پکڑ لیا اور ان کا خیال تھا کہ اس صندوق میں مالا ہے، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اس صندوق میں میت ہے تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتے تھے تو انہوں نے اس صندوق کو جو کچھ اس میں تھا اس کے ساتھ دفن کر دیا تو کوئی نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کہاں ہے۔ اسے خطیب نے بھی روایت کیا ہے۔

عن جعفر الصادق أقطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا رضی اللہ عنہ أربع أرضين الفقيرين وبئر قيس والشجرة۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج ۲، ص ۶۹۹)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چار جاگیریں عطا فرمائیں دو قفیر (ایک قول کے مطابق باغ ہیں اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ کے قریب جو موضع ہیں)، بئر قیس اور شجرہ (ایک جگہ کا نام ہے)۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول نفلی عبادات

شیخ الاسلام مولانا حسام الدین مانکپوری خلیفہ مجاز شیخ المشائخ نور الدین احمد بن عمر بن اسعد لاہوری نے ایک رسالہ ترتیب دیا جس میں رات، دن اور ہفتہ بھر کے وظائف ہیں، دنوں، مہینوں اور سالوں کے وظائف، اور نمازیں اور مخصوص دعائیں ہیں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور علل وبلیات کے دور کرنے کے لئے یہ تمام کی تمام انہوں نے اپنے شیخ اور صوفیہ مشائخ سے نقل کی ہیں، جو تمام کی تمام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

نماز شکر

اور یہ اشراق کے وقت دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں 'آمن الرسول سے سورت بقرہ کے آخر تک۔ اور آیت ''اللہ نور السموت والارض'' سے ''بکل شیء علیم'' تک اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھیں اور کہے: ''اللَّهُمَّ مَا أصبح لی أو بأحد من خلقك من نعْمَة فمنك وَحدك لَا شريك لَك، فلك الْحَمد وَلَك الشُّكر اللَّهُمَّ لَا تشمت لی عدوی وَلَا تسوْئ بِی صدیقی وَلَا تجْعَل مصیبتی فِی دینی ودنیای وَلَا فِی الْآخِرَة وَلَا تجْعَل الدُّنيا أكبر همی وَلَا مبلغ علمی وَلَا تسلط عَلیّ من لَا يرحمنی اللَّهُمَّ إِنَّا أَصْبَحْنَا فِی نعْمَة مِنْك وعافية وَستر فأتم علينا نِعْمَتك وعافيتك وسترك فِی الدُّنيا وَالْآخِرَة''

نماز استعاذہ

یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز شکر ادا کرنے کے بعد ادا کی جاتی ہیں اور ان دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد معوذتین (آخری دونوں سورتیں) پڑھے اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر کہے: ''اللَّهُمَّ إِنِّي أعوذ بك من أَن يتخبطنی الشَّيْطَان عِنْد الْمَوْت وَأَعُوذ بك من أَن أَمُوت فِی سَبِيلك مُدبرا، وَأَعُوذ بك من أَن أَمُوت لدُنْيَا وَأَعُوذ بك من شَرّ مَا يجْرِی بِهِ اللَّيْل وَالنَّهَار، وَأَعُوذ بك مِمَّا استعاذك مِنْهُ عَبدك وَنَبِيك مُحَمَّد عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام۔''

نماز استخارہ

یہ دو رکعتیں ہیں جو نمازِ استعاذہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد

سورت الکافرون اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص (قل شریف) پڑھے اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام اور درود شریف پڑھے پھر کہے: ''اللّٰھُمَّ خیرلی واختر لی وَلَا تَکِلنی اِلَی اختیاری، اللّٰھُمَّ اجْعَل الْخیرَۃ فِی کل قَول وَعمل اُریدہ فِی ھٰذَا الْیَوْم وَاللَّیْلَۃ، اللّٰھُمَّ وفقنی لما تحب وترضی من القَوْل وَالْعَمَل فِی عَافِیَۃ وَیسر''

نماز استحباب

یہ دو رکعت ہیں جو نماز استخارہ کے بعد ادا کی جاتی ہیں، پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت کوثر اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر کہے: ''اللّٰھُمَّ أجعَل حبك أحب الأشْیَاء إلَیّ وخشیتك أخوف الأشْیَاء عِنْدِی، اللّٰھُمَّ إذا أقَرَّت عُیُون أھل الدُّنیَا بدنیاھم فاقرر عَیْنِی بك وبعبادتك واقطع عنی لذائذ الدُّنیَا بأنسك والشوق إلَی لقائك وَاجعَل طَاعَتك فِی کل شَیْء منی یَا ذَا الْجلَال وَالأکرام اللّٰھُمَّ ارزقنی حبك وَحب من أحبك وَحب من یحبك وَحب من یقربنِی إلَی حبك وَاجعَل حبك أحب إِلَیْنَا من المَاء الْبَارِد للعطشان واسقنی شربة من کأس مُحَمَّد عَلَیْهِ السَّلَام لَا نظمأ بعْدھَا أبدا''

نماز شکر

نماز شکر دن کو ادا کی جاتی ہے اور یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز استحباب کے بعد پڑھی جاتی ہے، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پانچ مرتبہ پڑھیں اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھیں پھر تین مرتبہ'' الْحَمد لله علی حسن الصَّبَاح وَالْحَمْد لله علی حسن الْمبیت، وَالْحَمْد لله علی حسن الْمسَاء وَالْحَمْد لله علی کل حَال'' پھر کہے:''اللّٰھُمَّ لَك الْحَمد حمدا دَائِما خَالِدا مَعَ خلودك وَلَك الْحَمد حمدا دَائِما لَا مُنْتَھی لَهُ دون علمك وَلَك الْحَمد حمدا لَا أمد لَهُ دون مشیئتك وَلَك الْحَمد حمدا لَا جَزَاء لِقَائِلِه إِلَّا رضاك وَلَك الْحَمد حمدا عِنْد کل طرفَة عین وتنفس کل نفس الْحَمد لله کفاء حَقه وَالصَّلَاة علی نبیه مُحَمَّد خیر خلقه'' پھر کہے: ''اللّٰھُمَّ رحمتك أرْجُو فَلَا تکلنِی إِلَی غَیْرك طرفَة عین وَلَا أقل من ذَلِك واصلح لی شأنی کُله بِلَا إِلَه إِلَّا أَنْت وَحدك لَا شریك لَك تب عَلیّ واغفر لی وارحمنی إِنَّك أَنْت أرْحم الرَّاحِمِینَ اللّٰھُمَّ لَك الْحَمد وَإِلَیْك

المشتکی وَبِکَ الْمُسْتَعَانُ وَأَنتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ التكلان وَلَا حول وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بكَ ثُمَّ يَقُولُ ثلاث مَرَّاتِ الْحَمدُ لله بِجَمِيعِ محامدہ کلھا علی جَمِيعِ نعمائه کلھا الْحَمدُ لله حمدا يوافی نعمه ویکافی مزیدہ''

نماز عصمت

یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز اشراق کے بعد پڑھی جاتی ہیں ، اور یہ دس رکعتیں ہیں ، جو پانچ نمازوں کو مجموعہ ہے۔ (یعنی ہر نماز کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے) ہر پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت یاسین اور دوسرت رکعت میں سورت ملک اور ان میں تین مرتبہ سورت اخلاص پڑھیں۔

نماز ادائے حقوق والدین

یہ دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص چار مرتبہ یا آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورت اخلاص تین مرتبہ ، سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھی پھر کہے: ''یا لطیف الطف بِی وبوالدی فِی جَمِيعِ الْأَحْوَال كَمَا تحب وترضی رَبِّ اغْفِر لَهما وارحمهما كَمَا ربیانی صَغِيرا''

دوسری سند کے ساتھ مخدوم قطب عالم شیخ رکن الدین سے مروی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن چاشت کے وقت دو رکعتیں پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور سورت اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے جو شخص یہ نماز ادا کرے گا تو وہ والدین کے تمام حقوق ادا کرنے والا ہو جائے گا۔

نماز صحت نفس

یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز اشراق کے بعد پڑھی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ، سورت والشمس ایک ایک مرتبہ اور سورت اخلاص تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں آیۃ الکرسی اور سورت والضحیٰ ایک ایک مرتبہ اور سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھیں پھر سلام کے بعد کہے: ''اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسألک الصِّحَّة والعصمة وَالْأَمَانَة وَحسن الْخلق والرضی بِالْقدرِ''

نماز حفظ ایمان

یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز ظہر کی دو سنتوں کے بعد ادا کی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے

بعد آیت ''إن ربكُم الّذِی خلق السّمَاوَات وَالأرض فِی سِتّة أيَام '' سے ''إن رَحْمَة الله قريب من المُحْسِنِين ''اور دوسری رکعت میں ''إن الّذِی آمنُوا وَعمِلُوا الصَّالِحَات '' سے سورت کہف کے آخر تک پڑھے اور سلام کے بعد کہے: ''سُبْحَانَ من لم يزل كَمَا هُوَ الآن، سُبْحَانَ من لَا يزَال يكون كَمَا كَانَ وكما هُوَ الآن سُبْحَانَ من لَا يتَغَيَّر بِذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاته وَلَا فِي أَسْمَائِهِ بحدوث الأكوان سُبْحَانَ الدَّائِم الْقَائِم سُبْحَانَ الْقَائِم الدَّائِم سُبْحَانَ الْحَيّ الَّذِي لَا يَمُوت سُبْحَانَ الَّذِي يُمِيت الْخَلَائق وَهُوَ حَيّ لَا يَمُوت سُبْحَانَ الأول المبدئ سُبْحَانَ الْبَاقِي الْمُغنِي سُبْحَانَ من تسمى قبل أَن يُسمى سُبْحَانَ الْعلي الْأَعْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى سُبْحَانَهُ سُبْحَانَهُ، فسبحان الّذِی بِيَدِهِ ملكوت كل شَيْء وَإِلَيْهِ ترجعون وَيَقُول فِي السَّجْدَة فِي الرَّكْعَتَيْنِ ثَلَاث مَرَّات يَا حَيّ يَا قيوم ثبتني على الْإِيمَان''

نماز فتح

یہ چار رکعت ہیں جو نمازِ حفظ ایمان کے بعد پڑھی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''اذا جاء نصر اللہ'' تیرہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ، تیسری رکعت میں نو مرتبہ اور چار مرتبہ سات مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور تین مرتبہ کہے''یا مفتح فتح وَيَا مسبب سَبَب يَا مفرح فرح يَا ميسر يسر رب إِنِّي مغلوب فانتصر ثُمَّ يَقُول إلهي ضَاقَتْ الْمذَاهب إِلَّا إِلَيْك وخابت الآمال إِلَّا لديك وَانْقطع الرَّجَاء إِلَّا مِنْك وَبَطل التَّوَكُّل إِلَّا عَلَيْك لَا ملْجأ وَلَا منجى وَلَا مفر مِنْك إِلَّا إِلَيْك رب لَا تذرني فَردا وَأَنت خير الْوَارِثين ''پھر اپنا ہاتھ سینے پر رکھے اور ستر مرتبہ کہے: ''يَا فتاح أَبْوَاب الآلاء والنعماء ''۔

نماز نور

یہ دو رکعت ہیں جو نمازِ مغرب اور نماز عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت بروج اور دوسری رکعت میں سورت طارق پڑھے سلام کے بعد کہے''یَا حَيّ يَا قيوم يَا نور السَّمَوَات وَالْأَرْض أَسأَلك أَن تصلي على مُحَمَّد وَأَن تنور قلبِي بنور هدايتك ''۔

نماز احیائے قلب

یہ دو رکعت ہیں نماز نور کے بعد ادا کی جائیں گی پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیت

''والٰہکم الٰہ واحد'' پڑھے اور دوسری رکعت میں سورت آلِ عمران پڑھے، نماز سے فراغت کے بعد کہے: ''یَا حَیّ یَا قیوم أسألك أن تحیی قلبِی بِنور معرفتك''

نماز ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ دو رکعت ہیں جو نماز احیائے قلب کے بعد پڑھی جاتی ہیں جو نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جائیں گی اور اگر چاہے تو ان دونوں رکعتوں کو نماز اشراق کے وقت میں ادا کر لے۔ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت الضحیٰ اور دوسری رکعت میں سورت الم نشرح اور گیارہ مرتبہ سورت اخلاص اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھے پھر کہے: ''اللّٰھُمَّ اجزعَنَّا بَیْنك مُحَمَّدًا مَا ھُوَ أھله و مستحقه وَبلغ روحه منا التَّحِیَّة وَالسَّلَام''

رات کے شکرانے کی نماز

یہ دو رکعت ہیں جو نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہیں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''قل یَاَیھا الکافرون'' پانچ مرتبہ اور سلام کے بعد تین مرتبہ کہے: ''اللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمد حمدا دَائِما خَالِدا اِلَی آخر مَا مرد کرہ فِی صَلَاۃ شکر النَّھَار''

نماز کوثر بینائی کے اضافے کے لئے

یہ دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت کوثر تین مرتبہ پڑھے نماز سے فارغ ہونے کے بعد: ''اللّٰھُمَّ متعنی بسمعی وبصری واجعلھما الْوَارِث فِی''

اللہ تعالیٰ کے دیدار کیلئے نمازِ فردوس

پہلی رکعت میں ''رَبنَا تقبل منا أَنَّك أَنْت السَّمِیع الْعَلِیم'' اور دوسری رکعت میں ''رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَة وقنا عَذَاب النَّار'' پانچ مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد کہے: ''اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسأَلكَ الْجنَّة والرؤیة وَأَعُوذ بك من النَّارِ''

نمازِ حفظ ایمان

یہ دو رکعت ہیں جو رات کو پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''رَبَّنَا لَا تزغ قُلُوبنَا'' پوری آیت اور آیت ''فاطر السَّمَاوَات وَالأَرْضِ أَنْتَ وَلِیِّی فِی الدُّنیَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِی

مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِینَ'' اور سلام کے بعد کہے: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا دَائِمًا وَأَسْأَلُكَ قلبا خَاشِعًا وَأَسْأَلُكَ علما نَافِعًا وَأَسْأَلُكَ يَقِينا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ دينا قيمًا وَأَسْأَلُكَ رزقا طيبا وَأَسْأَلُكَ عملا متقبلا وَأَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ من كل بلية وَأَسْأَلُكَ حسن الْعَافِيَةِ ودوام الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ تمام الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ الشُّكْرَ على الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ الْغنى عَن النَّاس بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحم الرَّاحِمِينَ''

نماز قہر نفس

یہ چار رکعت ہیں: جو عشاء کی آخری سنتوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں: پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص، معوذتین (آخری دو سورتیں ایک ایک مرتبہ اور تیسری رکعت میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص اور معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھیں اور بعض کے کہا کہ پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ اور سلام کے بعد چار مرتبہ سجدہ کی حالت میں کہے: ''سُبْحَانَ الْقَدِيمِ الَّذِی لم يزل سُبْحَانَ الْعَلِيمِ الَّذِی لَا يجهل سُبْحَانَ الْجواد الَّذِی لَا يبخل سُبْحَانَ الْحَلِيمِ الَّذِی لَا يعجل وَيَقُول إِحْدَى وَعِشْرِين مرّة يَا رَحِيم''

نماز سعادۃ دارین

یہ دو رکعتیں ہیں جو عشاء اور نماز وتر کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص دس مرتبہ پڑھیں اور سلام کے بعد سو مرتبہ کہے: ''یَا فتاح''

نماز توبہ

یہ دو رکعت ہیں جو نماز وتر کے بعد پڑھی جاتی ہیں، دو رکعتیں نفل کی بیٹھ کر ادا کرے اور دونوں رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پانچ مرتبہ پڑھے نماز ادا کرنے کے بعد کہے: ''اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تعلم مَا فِي سری وعلانيتي فاقبل معذرتي وَتعلم حَاجَتي فاعطني سؤلي وَتعلم مَا فِي نَفسِي فَاغْفِر لي ذُنُوبِي فَإِنَّهُ لَا يغْفر الذُّنُوب إِلَّا أَنْت اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسأَلك إِيمَانًا يُبَاشر قلبي ويقينا صَادِقًا حَتَّى أعلم أَنه لن يُصِيبنِي إِلَّا مَا كتبت لي وَأَسْأَلك رِضَاء بِمَا قسمت

نمازِ انبیاء

یہ چار رکعت ہیں: جو نماز توبہ کے بعد ادا کی جاتی ہیں سورت فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورت اخلاص دس مرتبہ اور دوسری رکعت میں بیس مرتبہ اور تیسری رکعت میں تیس مرتبہ اور چوتھی رکعت میں چالیس مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ کی میں کہے: ''اَللّٰھُمَّ ارزقنی سَعَادَۃَ الدُّنیا وَالْآخِرَۃَ''

نماز قربت

یہ دو رکعتیں ہیں: جو رات کو ادا کی جاتی ہیں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص ستر مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد استغفار کہے اور ستر مرتبہ توبہ کی دعا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ستر مرتبہ درود پڑھے۔

عمر کی زیادتی کی نماز

یہ دو رکعت ہیں، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پانچ مرتبہ یا آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی نماز

یہ دو رکعتیں ہیں جو نماز وتر سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت فتح تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پڑھے۔

نمازِ حاجت

یہ دو رکعت ہیں: جو نماز تہجد کے بعد ادا کی جاتی ہیں، پہلی رکعت میں سورت فاتحہ سات مرتبہ اور سورت ''الکافرون'' ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ سات مرتبہ اور سورت اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد کہے: ''سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہ الْعَظِیم عشہ مَرَّات وَیَقُول یَا غیاث المستغیثین اَغثنا عشہ مَرَّات وَکَذٰلِکَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ علی کل شَیْءٍ قدیر''

نمازِ خضر

یہ دو رکعت ہیں: جو نماز تہجد کے بعد ادا کی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت

امام علیہم الرضوان
اخلاص تین مرتبہ اور سورت فلق تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ اور سورت الناس تین مرتبہ پڑھیں اور سلام کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ میں سات مرتبہ کہے: ''یَا اللہ یَا أحد یَا صمد ''پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔

نمازِ جمعہ

یہ چار رکعت ہیں: یہ نمازِ خضر کے بعد ادا کی جاتی ہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''یا اللہ'' سو مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''یارحمان'' سو مرتبہ اور تیسری رکعت میں ''یارحیم'' سو مرتبہ اور چوتھی رکعت میں ''یاودود'' سو مرتبہ پڑھے۔

نماز سعادۃ اولاد

یہ دو رکعت ہیں جو پہلے دونوں نمازوں کے بعد ادا کی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ واجعلنا لِلْمُتقين إِمَامًا '' اور دوسری رکعت میں ''رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سميع الدُّعَاء '' اور سلام کے بعد پڑھے۔ ''اللَّهُمَّ أسعد أَوْلَادنَا بِفَضْلِك وأنبتهم نباتا حسنا وأصلحهم كَمَا أصلحت بِهِ عِبَادك الصَّالِحين يَا أَرْحم الرَّاحِمِينَ''

نماز حفظِ ایمان

یہ چار رکعت ہیں: جو جمعہ کے دن ادا کی جاتی ہیں، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص میں گیارہ مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو مرتبہ کہے: ''لَا حول وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللہ''

فوت شدہ نمازوں کی قضا کے لئے نمازِ کوثر

یہ نماز جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے ان نمازوں کے لئے جو فوت ہوچکی ہیں جب وہ فوت شدہ نمازوں کو نہ جانتا ہو۔ پس وہ چار رکعت نماز ادا کرے اور نماز پڑھنے والے کہے: میں نے چار رکعت نماز کی نیت کرتا ہوں جو مجھ سے ساری عمر کی نمازیں فوت ہوچکی ہیں ان کی ادائیگی کے لئے۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ پڑھے اور سورت کوثر پندرہ مرتبہ پڑھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے اور استغفار کرے پھر کہے: ''اللَّهُمَّ يَا سَابق الْفَوْت وَيَا

سامع الصَّوْت وَيَا محيي الْعِظَام بعد الْمَوْت صلى على مُحَمَّد وعَلى آل مُحَمَّد وَاجعَل لی فرجا ومخرجا مِمَّا أنا فِيهِ إِنَّكَ تعلم وَلَا أعلم وَأَنت تقدر وَلَا أقدر وَأَنت علام الغيوب يَا معطي العطايا وَيَا غَافِر الْخَطَايَا يَا سبوح يَا قدوس رَبنَا وَرب الْمَلَائِكَة وَالروح رب أغفر وأرحم وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْعلي الْأَعْظَم يَا سَاتِر الْعُيُوب يَا ذَا الْجَلَال وَالإِكْرَام يَا أَرْحم الرَّاحِمِينَ ''

عاشورا کی رات کی نماز

یہ سو رکعت ہیں: ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔

سحر کے وقت کی نماز

عاشوراء کی رات کی نماز ہے یہ چار رکعت نماز ہیں، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکری تین مرتبہ اور سورت اخلاص تیرہ مرتبہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے۔

عاشوراء کے دن کی نماز

اشراق کے وقت کی نماز: یہ دو رکعتیں ہیں، پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکری اور دوسری رکعت میں ''لو أنزلنا هَذَا الْقُرْآن '' آخر سورت حشر تک۔ اور سلام کے بعد کہے: ''يَا أول الْأَوَّلين وَيَا آخر الآخرين لَا إِلَه إِلَّا أَنْت خلقت أول مَا خلقت فِي هَذَا الْيَوْم وتخلق آخر مَا تخلق فِي هَذَا الْيَوْم أَعْطِنِي فِيهِ خير مَا أوليت فِيهِ أنبيائك وأصفيائك من ثَوَاب البلايا وأسهم لنا مَا أَعطيتهم فِيهِ من الْكَرَامَة بِحَق مُحَمَّد عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام ''

عاشوراء کی دن کی نماز

یہ چھ رکعت نماز ہے پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت الشمس اور دوسری رکعت میں سورت ''قدر'' اور تیسری رکعت میں '' اذا زلزلت '' اور چوتھی رکعت میں سورت اخلاص اور پانچویں رکعت میں سورت الفلق، چھٹی رکعت میں سورت الناس پڑھے اور سلام کے بعد سجدہ کرے اور اس میں سورت کافرون سات مرتبہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔

خصماء کی نماز

یہ چار رکعت ہیں جو عاشوراء، رمضان المبارک کے آخری جمعہ، ترویہ کے دن، عیدالاضحیٰ، عرفہ

کے دن اور پندرہ شعبان المبارک کو پڑھی جاتی ہیں اوران کی پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت ''الکافرون'' تین مرتبہ اور سورت اخلاص گیارہ مرتبہ، تیسری رکعت میں سورت تکاثر ایک مرتبہ اور سورت اخلاص گیارہ مرتبہ ،چوتھی رکعت میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور سورت اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔

پندرہ محرم کی نماز

یہ دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ اور سورت ''قل یاَ ایُّھَا الکافرون'' ایک مرتبہ پڑھے۔

صلوٰۃ الاربعاء الآخر

یہ ماہِ صفر کی نماز ہے۔ اور یہ دو رکعتیں ہیں، جو چاشت کے وقت میں ادا کی جاتی ہیں،ان دونوں میں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''قُلِ اللّٰھُمَّ مَالک الْملك'' دو آیتیں ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں ''قُلِ ادْعُوا اللہَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰن'' دو آیتیں پڑھیں اور سلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔ پھر کہے:''اَللّٰھُمَّ اصرف عنی شَرَّ هٰذَا الْيَوْم واعصمی شُؤمه واجعله عَلَیَّ رَحْمَة وبركة وجنبنی عَمَّا أَخَاف فِيهِ من نجوساته و كرباته بِفَضْلِك يَا دَافع الشرور وَيَا مَالك النشور يَا أَرْحم الرَّاحِمِينَ''

رجب کی رات کی نماز (۱)

رجب کی رات مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت ادا کریں ،اس طرح کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص ایک مرتبہ پڑھیں۔

رجب کی رات کی نماز (۲)

رجب کی رات عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اس طرح کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''أَلَمْ نَشْرَحْ'' ایک مرتبہ اور سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھیں، اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ''أَلَمْ نَشْرَحْ'' ایک مرتبہ اور سورت اخلاص ،سورت فلق اور سورت ناس ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔

حضرت اویس قرنی کی طرف منسوب نماز

یہ نماز حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نماز ہے، رجب کی چار اور پانچ اور تین کو پڑھی جاتی ہیں۔ چاشت کے وقت غسل کے بعد چار رکعت اس طرح ادا کریں کہ ان میں جو چاہے پڑھے اور سلام کے بعد: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ الْملك الْحق الْمُبین لَیْسَ کمثله شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیر'' ستر مرتبہ پڑھے۔ پھر چار رکعت ادا کرے ان میں ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت نصر ایک مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد'' اِنَّكَ أَقْوَى مُعِین وَأَهْدٰى دَلِیل بِحَق اِیاك نَعْبُد وَاِیَّاكَ نستعین '' ستر مرتبہ پڑھے۔ پھر چار رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد سورت'' اَلَمْ نَشْرَحْ '' ستر مرتبہ پڑھے اسی طرح یہ نمازیں تیرہ رجب، یا چودہ رجب یا پندرہ رجب اور ستائیس رجب تک پڑھے۔

نمازِ رغائب

یہ نماز اسی طرح ادا کرے جس کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے

دس رجب کی رات کی نماز

دس رجب کی رات کی نماز: یہ دس رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو مرتبہ یہ پڑھے'' سُبْحَانَ اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہ الْعَظِیم ''

استفتاح کے دن کی نماز

یہ نماز رجب کی پندرہ تاریخ کو ادا کی جائے گی اور یہ کہ پچاس رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں وہ سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص اور معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھے۔اس کا وقت نماز اشراق کے بعد۔ اور زوال کے بعد پڑھی آٹھ رکعتیں ہیں۔ اس کی ترتیب یہ ہے کہ آٹھ رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں جو چاہے پڑھے۔ پھر آٹھ رکعتیں ظہر کی نماز کے بعد اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص اور سورت'' کافرون'' پڑھے اور نماز ادا کرنے کے بعد سورت فاتحہ ایک سو مرتبہ پڑھے اور اسی طرح سورت اخلاص اور آیۃ الکرسی دس مرتبہ اور''آمن الرسول'' سے آخر سورت تک دس مرتبہ اور سورت انعام ،سورت کہف ،سورت مریم،

سورت طٰہٰ، آلم السجدہ، یٰس، الصافات، حم السجدہ، سورت دخان، سورت فتح، سورت واقعہ، سورت ملک اور اذا السماء انشقت'' سے قرآن کریم کے آخر تک پڑھے۔ پھر یہ پڑھے ''یا قاضی حوائج الطالبین'' پھر دعائے استفتاح پڑھے۔

یہ تمام نمازیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

ستائیس رجب کی نماز

انہی نمازوں میں ستائیس رجب کی نماز بھی ہے۔ جو بارہ رکعت ہیں ایک سلام کے ساتھ اور چھ سلاموں کے ساتھ (یعنی دونوں طریقے ہیں، ایک ہی سلام کے ساتھ یا چھ سلاموں کے ساتھ یہ نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں) اس کا طریقہ یہ ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد سورت قدر ایک مرتبہ، سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ یہ دعا '' سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہ الْعَظِیم '' پڑھے اور سو مرتبہ درود پاک پڑھے

رجب کے آخری جمعہ کی نماز

انہی نمازوں میں رجب کے آخری جمعہ کی نماز ہے جو درازی عمر کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ یہ بارہ رکعت ہیں جو تین سلاموں کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور ''قل یا یھا الکافرون، قل ھو اللہ احد'' تین مرتبہ، اور سلام کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے: ''یا أجل من کل جلیل وَیَا أعظم من کل عَظِیم وَیَا أعز من کل عَزِیز وَیَا أکرم من کل کریم وَیَا أرحم من کل رَحِیم وَیَا أوحد من کل وَاحِد وَیَا خیر من کل أحد أَنْت رَبِّی لَا رب لی غَیْرك یَا غیاث المستغیثین وَرَجَاءَهُمْ أَغِثْنِی بِفَضْلِك ورحمتك یَا أرحم الرَّاحِمِینَ وَمد عمری مدا فِی خیر وعافیة وهب لی عمرا طَویلا فِی رضاك یَا کریم یَا وهاب یَا رَحِیم یَا تواب وَیَقُول ثَلَاث مَرَّات اسْتَغْفر اللہ الَّذِی لَا إِلَه إِلَّا هُوَ الْحَیّ القیوم واستعصمه واستنصره وَأَتُوب إِلَیْهِ إِنَّه هُوَ التواب الرَّحِیم ''

رجب کی آخری رات کی نماز

ان نمازوں میں رجب کی آخری رات کی نماز ہے جو بارہ رکعتیں ہیں جو چھ سلاموں کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ ان میں جو چاہے پڑھا جائے۔ اور نماز کے بعد سو مرتبہ یہ دعا '' سُبْحَانَ اللہ اللہ اکبر '' پڑھی جائے اور سو مرتبہ استغفار کرے اور سو مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔

شعبان کی راتوں میں پہلی رات کی نماز

ان نمازوں میں شعبان کی راتوں میں پہلی رات کی نماز، یہ کہ وہ بارہ رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے، پھر وہ سحر کے وقت دو رکعتیں نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص سومرتبہ پڑھے، اور رکوع اور سجود میں ''سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلائِكَةِ وَالرُّوحِ سُبْحَانَ من هُوَ قَائِم على كل نفس بِمَا كسبت'' پڑھے۔

شعبان کی پندرہ رات کی نماز

اور ان نمازوں میں سے پندرہ شعبان کی رات کی نماز بھی ہے اور یہ سو رکعتیں ہیں جو پچاس سلاموں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اور ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت اخلاص دس مرتبہ پڑھیں اور ہر چار رکعتوں کے تسبیح کی تراویح پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ سجدہ کرے اور سجدہ میں کہے: ''أعوذ بِوَجْهِك الَّذِی أَضَاءَت بِهِ السَّمَاوَات السَّبع والأرضون السَّبع وتكشفت بِهِ الظُّلُمَات وَصلح عَلَيْهِ أمر الْأَوَّلين وَالآخرين من فجاءة نقمتك وَمن تحول عافيتك وَمن شَرّ كتاب قد سبق أعوذ بعفوك من عقابك وَأَعُوذ برضاك من سخطك وَأَعُوذ بك مِنْك جلّ ثناؤك وَمَا أبلغ مدحك وَلَا أحصی ثَنَاء عَلَيْك أَنْت كَمَا أثنيت على نَفسك يَا ذَا الْجلَال وَالْإِكْرَام سجد لَك سَوَادِي وخيالي وآمن بك فُؤَادِي وَأقر بك لساني وَهَا أَنا ذَا بَين يَديك يَا أعظم كل عَظِيم اغْفِر لی ذَنبی الْعَظِيم فَإِنَّهُ لَا يغفره غَيْرك يَا عَظِيم ثُمَّ يرفع رَأسه من السُّجُود وَيصلى على النَّبِي وَيَقُول اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا من أعظم عِبَادك نَصِيبا فِی كل خير تقسمه على الْعَالمين بِلَا إِلَه إِلَّا أَنْت هَب لی قلبا تقيا نقيا من الشّرك بريا لَا كَافِرًا وَلَا شقيا ثُمَّ يسْجد الثَّانِيَة وَيَقُول فِيهَا أعفّر وَجْهِی فِی التُّرَاب لسيدی وَحق لوجه سَيِّدی أَن تُعفَّر الْوُجُوه لَهُ سجد وَجْهِی الفانی لوجهك الْبَاقِي إلهی إلهی لَا تحرم وَجها خر لَك سَاجِدا'' (الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ)

نماز قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے

نماز، ہر متقی کیلئے رب سے قربت کا ذریعہ ہے حج، ہر کمزور کا جہاد ہے، تدبیر، آدھی زندگی ہے اور محبت آدھی عقل ہے۔

چار چیزیں

چار چیزیں ایسی ہیں جو تھوڑی بھی ہوں تو بہت ہیں آگ، دشمنی، محتاجی اور بیماری۔ مذکورہ فرمان اتنا مفید تر ہے کہ واقعی قبل از وقت، احتیاطی تدابیر اختیار کرنے والا شخص ہی آگ، دشمنی، محتاجی اور بیماری کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔

شیطانی کاموں کا کفارہ

اپنے بھائیوں اور دوستوں سے اچھا سلوک کرنا شیطانی کاموں کا کفارہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جب بندے سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو شیطان کا طریقہ ہے تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اپنے دوست واحباب اور برادران کیساتھ حسن سلوک کرے۔

نیکیوں پر اجر ملتا ہے

بیٹیاں، نیکیاں ہیں اور بیٹے، نعمتیں ہیں (یاد رہے) کہ نیکیوں پر ثواب دیا جاتا ہے اور نعمتوں کا حساب لیا جاتا ہے۔

نعمتوں کا حساب کتاب ہوتا ہے

امام برحق، امام جعفر صادق نے اپنے اس قول میں اتنی پیاری بات فرمائی کہ جس سے لڑکوں اور لڑکیوں کے حوالے سے پائے جانیوالے غلط افکار کا علاج ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ آپ نے سب سے پہلے لڑکیوں اور بیٹیوں کو، نیکیاں فرمایا، جن پر ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

جو شخص ایک نیکی کرے گا تو دس گنا ثواب دیا جائے گا

مگر آپ نے لڑکوں اور بیٹوں کو نعمتوں کے نام سے موسوم کیا اور نعمتوں پر اجر نہیں دیا جاتا بلکہ نعمتوں کا حساب وکتاب لیا جاتا ہے اور نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ تم نے نعمتوں کا حق کیسے ادا کیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائیگا۔

بہترین توشہ

تقویٰ سے بہتر کوئی توشہ نہیں ہے خاموشی سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے' جہالت سے زیادہ کوئی دشمن نقصاندہ نہیں ہے اور جھوٹ سے بڑھکر کوئی بیماری نہیں ہے۔

کوئی بھلائی نہیں

جو شخص اپنے عیب کے وقت حیاء نہ کرے بڑھاپے کے وقت بُرائیوں سے باز نہ آئے اور بن دیکھے اکیلے میں اللہ سے نہ ڈرے تو اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اصل شرم وحیا

اصل حیاء وشرم یہ ہے کہ آدمی گناہ اور عیب دار کاموں کے وقت حیاء کرے اور کم از کم بڑھاپے میں تو جرم اور گناہ سے باز آجائے اسی طرح بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اُسکو خیر وبھلائی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو نصیحت

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت فرمائی: اے میرے پیارے بیٹے: اگر تم کسی سے ملنا چاہتے ہو تو اچھوں سے ملو' بروں سے مت ملو کیونکہ بُرے ایسی چٹان کے مانند ہیں جس سے پانی نہیں نکلتا اور ایسے درخت کی طرح ہیں جس کے پتے ہرے نہیں ہوتے اور ایسی زمین کی طرح ہیں جس سے گھاس نہیں نکلتی' حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال تک اس نصیحت کو نہیں چھوڑے۔

بغیر توبہ کے عبادت

توبہ کے بغیر' عبادت فضول ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت سے پہلے رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ

توبہ کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو (خوش خبری ہے)

واضح ہو کہ اس آیت مبارکہ میں عبادت کرنے والوں کا ذکر بعد میں آیا ہے اور توبہ کرنے والوں کا ذکر پہلے آیا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ توبہ کے ذریعہ بندہ پاکیزہ ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد عبادت کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو پھر عبادت کا نور اُس پاکیزہ بندے کے قلب و بدن پر چڑھ جاتا ہے اسی لیئے فرمایا گیا کہ توبہ پہلے ہے، عبادت بعد میں ہے۔

درویش بہتر ہے یا شکر گزار

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ صبر کرنے والا درویش بہتر ہے یا شکر گذار دولتمند بہتر ہے آپ نے فرمایا صبر کرنے والا درویش شکر گزار دولتمند سے بہتر ہے کیونکہ اس کا دل خدا کیساتھ ہوتا ہے جب کہ شکر گزار دولتمند کا دل اور اُس کا خیال اپنی دولت کیساتھ ہوتا ہے اس لیے صابر فقیر کا درجہ بلند ہے۔

چند منٹ میں مناظرہ ختم کردوں گا

عبدالملک بن مروان نے جب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بجائے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ ابھی کم سن ہیں، ہوسکتا ہے کہ آپ بھی دوسرے علماء کی طرح شکست کھا جائیں، اس لئے مناسب نہیں کہ مجلس مناظرہ منعقد کی جائے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا، تم مت ڈرو، اگر خدا نے چاہا تو میں صرف چند منٹ میں مناظرہ ختم کر دوں گا۔ قدریوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خدا کو بندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں اور نہ خدا کچھ کرسکتا ہے، یعنی خدا کے حکم اور قضا و قدر و ارادہ کو بندوں کے کسی امر میں دخل نہیں، لہٰذا حضرت نے اس کی خواہش پر فرمایا کہ میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم "سورہ حمد" پڑھو، اس نے پڑھنا شروع کی، جب وہ "ایاك نعبد وایاك نستعین" پر پہنچا تو آپ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ اور مجھے اس کا جواب دو کہ جب خدا کو تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہارے کسی معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں تو پھر تم اس سے مدد کیوں مانگتے ہو، یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا اور مجلس مناظرہ برخواست ہوگئی۔ (تفسیر برہان، ج/۱، ص/۳۳)

دینی خدمات

کتاب کی تصنیف سے زیادہ مشکل افراد کی علمی، اَخلاقی اور شخصی تعمیر ہے اور اُستاد کا اِس میں سب سے زیادہ بُنیادی کِردار ہوتا ہے۔ حضرت سیّدنا امام جعفر صادِق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رَہ کر کئی

تلامذہ (شاگرد) اُمّت کے لئے مینارۂ نور بنے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیضان سے فیض یاب ہونے والوں میں آپ کے فرزند امام موسیٰ کاظم، امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ علیہم الرضوان کے نام سرِفہرست ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص ۱۲۵، سیر اعلام النبلا، ج۶،ص ۴۳۶)

قابلِ رشک اوصاف و معمولات

خوش اَخلاقی آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت کا حصہ تھی جس کی وجہ سے مبارک لبوں پر مسکراہٹ سجی رہتی مگر جب کبھی ذکرِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت و تعظیم کے سبب) رنگ زرد ہو جاتا، کبھی بھی بے وضو حدیث بیان نہ فرماتے، نماز اور تلاوت میں مشغول رہتے یا خاموش رہتے، آپ کی گفتگو "فضول گوئی" سے پاک ہوتی۔ (الشفا مع نسیم الریاض، ج۴،ص ۴۸۸ ملخصا)

آپ رضی اللہ عنہ کے معمولاتِ زندگی سے آباء و اجداد کے اَوصاف جھلکتے تھے، آپ کے رویّے میں نانا جان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاف کردینے والی کریمانہ شان دیکھنے میں آتی، گُفتار سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی کا اظہار ہوتا اور کردار میں شجاعتِ حیدری نظر آتی تھی۔

ایک مرتبہ غلام نے ہاتھ دُھلوانے کے لئے پانی ڈالا مگر پانی ہاتھ پر گرنے کے بجائے کپڑوں پر گر گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نہ تو جھاڑا، نہ ہی سزا دی بلکہ اسے معاف کیا اور شفقت فرماتے ہوئے اسے آزاد بھی کر دیا۔ (بحر الدموع،ص ۲۰۲ ملخصاً)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کے چھٹے امام ہیں۔ جہاں عام اہلِ ایمان امامِ صادق رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کا لوہا مانتے ہیں، وہاں بڑے بڑے جید علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کا نہ صرف اعتراف کرتے ہیں بڑے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں۔

حسین بن یزید نوفلی کا نقطۂ نظر

حسین بن یزید نوفلی کہتے ہیں:

سمعت مالك بن انس الفقيه يقول والله ما رات عيني افضل من جعفر ابن محمد زهدا و عبادة و ورعا و كنت اقصده فيكرمني و يقبل علي فقلت له يوما يابن رسول الله ما ثواب من صام يوما من رجب ايمانا و احتسابا فقال وكان والله اذا قال صدق حدثني ابيه عن جده قال، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من صام يوما من رجب ايمانا و احتسابا غفر له فقلت له يا ابن رسول الله في ثواب يوما من شعبان فقال حدثني ابي عن ابيه عن جده قال، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من صام يوما من شعبان ايمانا و احتسابا غفر له۔

حسین بن یزید نوفلی نے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فقیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا کہ کوئی زہد وعلم وفضیلت اور ورع میں جعفر ابن محمد سے برتر ہو، میں ان کے پاس جاتا تھا وہ خندہ پیشانی سے میرا استقبال کرتے تھے اور میری عزت کرتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رجب میں روزہ رکھنے کا کیا ثواب ہے؟ انہوں نے میرے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت نقل کی اور جب بھی وہ کچھ کہتے تھے سچ کہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرے والد نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے جد سے نقل کیا ہے کہ ماہ رجب کے روزہ کا ثواب یہ ہے کہ روزہ رکھنے والے کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ اس کے بعد میں نے ماہ شعبان کے روزے کے بارے میں پوچھا آپ نے اس بار

بھی وہی جواب مرحمت فرمایا۔

ابن شبرمہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ابن شبرمہ کوفے کے نامدار قاضی تھے وہ بہتر ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک سو چوالیس ہجری میں وفات پائی۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں:

ما ذکرت حدیثا سمعته من جعفر ابن محمد الا کاد ان یتصدع له قلبی سمعته یقول حدثنی ابی عن جدی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے جعفر ابن محمد سے حدیث سنی ہو مگر یہ کہ وہ میرے دل میں اتر جاتی تھی، اور وہ اس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے میرے جد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے، اور خدا کی قسم جعفر ابن محمد نے کبھی بھی اپنے والد پر جھوٹ نہیں باندھا اور نہ ان کے والد نے اپنے والد پر جھوٹ باندھا اور نہ اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا۔ یعنی جعفر ابن محمد جو بھی حدیثیں اور روایات بیان کرتے تھے وہ سب صحیح اور سچی ہوتی تھیں۔

ابن ابی لیلی اور حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل کرتے ہیں: محمد بن عبدالرحمان معروف بہ ابن ابی لیلی جو کوفے کے مشہور فقیہ، محدث، مفتی اور قاضی تھے وہ ایک دن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے متعدد سوالوں کے جواب چاہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے انہیں مرحمت فرمادے۔ اس کے بعد ابن ابی لیلی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

اشهد انکم حجج اللہ علی خلقه

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے بندوں پر خدا کی طرف سے حجت ہیں۔

ایک مرتبہ عمرو بن عبید معتزلی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس آیت کی تلاوت کرنے لگا:

الذین یجتنبون کبائر الاثم و الفواحش

اس کے بعد خاموش ہو گیا، امام نے پوچھا کیوں رک گئے تو اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ

قرآن سے مجھے گناہان کبیرہ کے بارے میں آگاہ فرمائیں، امام نے گناہان کبیرہ کو بیان کرنا شروع کیا، امام علیہ السلام کا بیان اس قدر واضح شافی اور قابل فہم اور جامع تھا کہ عمرو بن عبید نے بے اختیار اونچی آواز میں کہا:

هلك من قال برايه و نازعكم في الفضل و العلوم

ہلاک ہوگیا وہ جس نے اپنی رائے کو مقدم رکھا اور آپ سے علم وفضل میں نزاع کیا۔

ابو بحر جاحظ بصری جو تیسری صدی ہجری کے معروف ترین دانشوروں میں سے تھے کہتے ہیں کہ جعفر ابن محمد وہ ہیں جن کے علم وفقہ کا ڈنکا ساری دنیا میں بجتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ آپ کی علمی عظمت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے۔

عمرو ابن مقداد جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے معاصر علما میں سے تھے کہتے ہیں:

كنت اذا نظرت الى جعفر ابن محمد علمت انه من سلالة النبيين وقد رايته واقفا عند الجمرة يقول سلوني سلوني۔

وہ کہتے ہیں کہ میں جب بھی امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہما پر نظر ڈالتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ وہ انبیاء کی نسل سے ہیں، میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ منی کے ایک جمرے پر کھڑے ہوکر لوگوں سے فرماتے تھے کہ ان سے پوچھ لیں سوال کریں اور ان کے بے کراں علم سے فائدہ اٹھائیں۔

ابوالفتح محمد بن ابی القاسم اشعری معروف بہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے:

و هو ذو علم عزيز في الدين و ادب كامل في الحكمة و زهد بالغ في الدنيا و ورع تام عن الشهوات

وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دین میں علم بے کراں، حکمت میں ادب کامل اور دنیا اور اس کے زرق وبرق کے تعلق سے مکمل زھد کے حامل اور شہوات سے بری تھے۔

ابن خلکان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

احد الائمه الاثنى عشر على مذهب الاماميه و كان من سادات اهل البيت و لقب بالصادق لصدق مقالته و فضله اشهر من ان يذكر

وہ لکھتے ہیں کہ مذہب امامیہ کے ایک امام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اھل بیت کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں انہیں سچائی کی بنا پر صادق کا لقب دیا گیا اور ان کی فضلیت اتنی عیاں ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

ابن خلکان کی رائے

ابن خلکان لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کیمیا میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ابوموسیٰ جابر بن حیان طرطوسی ان کے شاگردوں میں سے ہیں

جابر نے ایک ہزار ورق پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں امام جعفر ابن محمد کی تعلیمات تھیں۔

ابن حجر عسقلانی کی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے

ابن حجر عسقلانی جن کا نام شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی مصری شافعی ہے اور جو ابن حجر کی کنیت سے معروف ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

جعفر ابن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ایسے فقیہ ہیں جو نہایت راست گو ہیں۔

ابن حجر کا خیال

ابن حجر کتاب تہذیب التہذیب میں ابی حاتم اور وہ اپنے والد سے کہ نقل کیا ہے کہ لایسال عن مثلہ، ان جیسے کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا (یہ بات سب کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ وہ منبع علم اور سرچشمہ ھدایت ہیں)

وہ مزید لکھتے ہیں: ابن عدی نے کہا ہے:

ھو من ثقات الناس، و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان من سادات اھل البیت فقھا وعلما وفضلا، وقال النسائی فی الجرح والتعدیل ثقہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ثقہ لوگوں میں سے شمار ہوتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر ابن حبان میں ثقہ راویوں میں کیا ہے اور فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ سادات اہل بیت کے فقہاء، علماء اور فضلاء سے تھے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح وتعدیل میں کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے۔

صاحب سیر النبلاء کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق نظریہ

صاحب سیر النبلاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: جعفر ابن محمد بن علی ابن الحسین ریحانۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان کے سامنے بہت سے لوگوں نے زانوئے ادب تہ کیا ہے اور ان سے علمی فیض حاصل کیا ہے۔ ان میں ان کے بیٹے موسیٰ کاظم علیہ السلام، یحیٰ بن سعید انصاری، یزید بن عبداللہ، ابوحنیفہ، ابان بن تغلب،، ابن جریح، معاویہ بن عمار، ابن اسحاق، سفیان، شعبہ، مالک، اسماعیل بن جعفر، وھب بن خالد، حاتم بن اسماعیل، سلیمان بن بلال، سفیان بن عینیہ، حسن بن صالح، حسن بن عیاش، زھیر بن محمد، حفص بن غیاث، زید بن حسن، انماطی، سعید بن سفیان اسلمی، عبدالہ بن میمون، عبدالعزیز بن عمران زھری، عبدالعزیز دراآوردی، عبدالوہاب ثقفی، عثمان بن فرقد، محمد بن ثابت بنانی، محمد بن میمون زعفرانی، مسلم زنجی، یحیٰ قطان، ابوعاصم نبیل وغیرہم

وہ اپنی کتاب میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ جعفر ابن محمد امام بزرگ ہیں جن کا مقام نہایت اعلیٰ ہے وہ نیک اور صادق ہیں۔

دیگر محدثین کے خیالات

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن بدرالدین شافعی معروف بہ ابن حجر ہیتمی امام صادق علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

لوگوں نے آپ سے بہت سے علوم سیکھے ہیں اس یہ علوم مسافروں کے ذریعے ساری دنیا میں پھیل گئے اور ساری دنیا میں جعفر ابن محمد کے علم کا ڈنکا بجنے لگا۔ وہ کہتے ہیں کہ بزرگ علماء جیسے یحیٰ بن سعید، ابن جریح مالک، سفیان ثوری اور سفیان بن عینیہ ابوحنیفہ، اور شعبہ نیز ایوب سجستانی نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔

میر علی ہندی جو کہ اہل سنت کے بزرگ علماء میں شمار ہوتے ہیں اور وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی اور اخلاقی عظمت کے بارے میں کہتے ہیں:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو مکتب فلسفہ بصرہ کے بانی ہیں، واصل بن عطا، جو معتزلہ مسلک کے بانی ہیں یہ لوگ ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے ان کے چشمہ علم سے فیض حاصل کیا ہے اور اسی سے سیراب ہوئے ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ علمائے اسلام کی نظر میں

اپنے آبا و اجداد کی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی صرف شیعہ اور دیگر مسلمانوں سے متعلق ہی نہیں ہے بلکہ آپ پوری انسانیت کے راہبر و رہنما تھے۔ اگر چہ بعض غیر مسلم دانشوروں نے امام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن انہوں نے اپنے مادی نکتہ نظر سے امام کی زندگی کا تجزیہ و تحلیل کیا ہے۔

معروف کتاب (دی سپر مین آف اسلام) اسی محدود اور ناقص نکتہ نظر کا نتیجہ ہے کہ جس میں مصنف نے امام کو بالواسطہ یا بلاواسطہ بطلمیوس کا شاگرد جانا ہے۔

(الامام الصادق، ص ۷۵)

جہاں غیر مسلم دانشوروں نے امام کی شخصیت کے حوالے سے اپنی محدود اور ناقص شناخت کے مطابق بات کی ہے وہاں مذاہب اسلامی کے پیشواوں نے بھی امام کی بے نظیر شخصیت کے حوالے سے اظہار عقیدت کیا ہے۔ البتہ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے ان پیشواؤں اور علماء نے امام کے حوالے سے جو اظہارات کیے ہیں وہ اپنے نکتہ نظر کے مطابق یعنی امام کو معصوم نہ جانتے ہوئے بیان کیے ہیں۔ لہذا ان کی بیان کی ہوئی بعض تعبیرات ایسی ہیں جو مقام امامت کے شایان شان نہیں ہیں۔ اور امام کی ملکوتی اور معنوی شخصیت کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

ہم سب سے پہلے مذاہب اسلامی کے پیشواؤں کا اس حوالے سے بیان اور پھر علماء اہل سنت نے جو کچھ کہا ہے بیان کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن انس، امام شافعی کے استاد تھے اور امام احمد بن حنبل نے دس سال تک ان سے کسب فیض کیا اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شاگردی اختیار کی تو اس طرح سے مذاہب اسلامی کے یہ چاروں امام و پیشوا بالواسطہ یا بلاواسطہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔

عبدالحلیم جندی اپنی کتاب ''الامام الصادق'' میں لکھتے ہیں۔ اگر امام مالک کے لیے فخر ہے کہ شافعی کے استاد تھے یا شافعی کے لیے فخر ہے کہ حنبل کے استاد تھے تو پھر سب سے بڑا فخر امام صادق کے لیے ہے کہ آپ مذاہب اربعہ کے چاروں پیشواؤں کے استاد تھے۔ (الامام الصادق، ص ۱۷۴)

امام نے جہاں اپنے دادا کی علم وحکمت والی میراث کو ان پیشواؤں تک منتقل کیا ہے وہاں ہزاروں دوسرے بھی آپ کے نامی گرامی شاگرد ہیں جنہوں نے آپ سے کسب فیض کیا ہے اور آج علم وتحقیق کی دنیا میں ان کا بہت بڑا نام اور مقام ہے۔

آپ کے ان شاگردوں میں سے بزرگ محدثین سفیان ثوری کہ جو تقویٰ وورع میں تمام اہل عراق سے آگے تھے۔

عمرو ابن عبید (معتزلہ کے بانی)، محمد بن عبدالرحمن، ابن ابی لیلیٰ اور سفیان بن عینیہ اور اہل سنت کے بہت سارے دیگر فقہاء ومحدثین نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔ (شرح نہج البلاغہ، ج۱۔ص۱۸)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں!

ولقد کنت اتی جعفر بن محمد وکان کیثر المذاح والتبسم فاذا ذکر عندہ البنی اخضر واصفر ولقد اختلفت الیہ زمانا وما کنت اراہ الاعلی ثلاث فصال اما مصلیا واما صائما واما یقرء القرآن وما رائیتہ قط یحدث عن رسول اللہ الا علیٰ الطھارۃ ولا یتکلم فی مالا یعنیہ وکان من العلماء الذھا ر الذین یخشون اللہ وما رایت الا یخرج الوسادۃ تحتہ ویجعلھا تحتی۔

میں کچھ عرصہ تک جعفر بن محمد کی خدمت میں مشرف ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ مسکراتے تھے اور زیادہ مزاح فرماتے تھے اور جب بھی آپ کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جاتا تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا۔ پہلے سبز ہوتا پھر سرخ ہو جاتا تھا اور میں جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو ہمیشہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں پایا۔ یا آپ نماز کی حالت میں ہوتے تھے یا روزے میں ہوتے اور یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ اور آپ کبھی بھی وضو کے بغیر رسول خدا سے حدیث نقل نہیں کرتے تھے اور کبھی بے مقصد بات نہیں کرتے تھے آپ ان زاہد عبادت گزاروں اور ان علماء میں سے تھے کہ جن کے دلوں میں خشیت الٰہی ہو۔ اور میں جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اپنا تکیہ اپنے نیچے سے اٹھا کر مجھے دے دیتے تھے۔

خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے نقل ہوا ہے کہ وہ بھی جب رسول اکرم کا نام لیتے تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا اور جب محفل میں موجود لوگ اس کا سبب دریافت کرتے تو آپ فرماتے تھے کہ جو کچھ میں

نے دیکھا ہے اگر آپ بھی دیکھتے تو آپ بھی تصدیق کرتے پھر آپ امام صادق کی اس کیفیت کو بیان کرتے۔ (الامام الصادق، ص ۷۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق سے اس کیفیت کو حاصل کیا ہے۔ امام مالک ایک اور روایت میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''ما رائت شمس ولا سمعت اذن ولا خطر علی قلب بشر افضل من جعفر بن محمد علما وعبادۃ وورعا''۔

جعفر بن محمد سے افضل علم، عبادت اور ورع کے لحاظ سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی کھٹکا۔ (الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج۱، ص ۵۳)

فقہ حنفی کے امام حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق کے علمی مقام ومنزلت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ما راءیت افقہ من جعفر ابن محمد وانہ اعلم الامۃ۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۱۶۶)

میں نے امام جعفر ابن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا اور وہ امت اسلامی میں سے اعلم تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام میں آلوسی زادہ نے مختصر تحفہ اثنا عشریہ میں امام ابوحنیفہ سے قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ ابوحنیفہ کہ جو فخر وافتخار کا مقام ہیں پوری وضاحت سے یہ کہتے ہیں:

''لولا سنتان لہلک النعمان''

اگر وہ دو سال کہ جن میں جعفر ابن محمد سے میں نے علمی استفادہ کیا ہے نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج۱، ص ۵۸)

اگرچہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور کوفہ میں امام جعفر صادق سے کئی ملاقاتیں کی ہیں مگر جن دو سالوں میں آپ نے مسلسل امام سے مدینہ میں کسب فیض کیا اور امام کے علمی سمندر سے بہرہ مند ہوئے یہی دو سال آپ کی نجات کا باعث بنے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا نطقۂ نظر

اہل سنت کے بہت بڑے فقیہ اور محدث شمس الدین ذہبی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے

امام صادق کی علمی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں عباسی خلیفہ منصور دوانیقی نے جعفر بن محمد کو مدینے سے عراق طلب کیا اور امام ابوحنیفہ سے کہا لوگ جعفر بن محمد کے فضائل کے گرویدہ ہوتے جارہے ہیں لہذا تم کچھ مشکل سے مشکل سوالات تیار کرو اور ان سے مناظرہ کرو تاکہ ان کے مقام کو کم کیا جاسکے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں:

منصور دوانیقی مقام حیرۃ میں تھا میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ جعفر ابن محمد منصور کے دائیں جانب تشریف فرما تھے جب میری نظر ان پر پڑی تو ان کے رعب و دبدبے سے میں متاثر ہوا، میں نے ان کو سلام کیا منصور دوانیقی جعفر ابن محمد کی طرف متوجہ ہوا اور کہا، یا ابا عبداللہ یہ شخص ابوحنیفہ ہے۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! وہ پہلے بھی میرے پاس آئے تھے اور میں ان کو پہچانتا ہوں پھر منصور میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوحنیفہ اپنے سوالات کو ابوعبداللہ سے پوچھو۔ میں نے اپنے سوالات بیان کیے اور انہوں نے میرے تمام سوالات کے جواب دیئے اور فرمایا: تم اس مسئلہ میں اس طرح کہتے ہو مدینہ کے لوگ یوں کہتے ہیں۔ اور ہم اس مسئلہ میں اس طرح کہتے ہیں۔

کبھی وہ ان کے قول کو قبول کرتے تھے اور کبھی مخالفت کرتے یہاں تک کہ جعفر ابن محمد نے چالیس سوالات کے اسی تفصیل سے جواب دیئے۔ جب مناظرہ ختم ہوا تو ابوحنیفہ نے امام صادق کی طرف بے اختیار اشارہ کرتے ہوئے کہا

أن اعلم الناس باختلاف الناس

یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا وہ شخص ہے جو مسائل میں علماء کی مختلف آراء اور نظریات سے آگاہ ہو۔ (الامام الصادق والمذاهب الاربعہ، ج ٤، ص ٣٢٥)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق نظریہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام جعفر صادق اس زمانے کے تمام علماء سے زیادہ آگاہی اور علم رکھتے تھے اگرچہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عمر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے، پہلے پیدائش ہوئی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد وفات ہوئی بزرگ ہونے کے باوجود اس انداز سے امام حضرت صادق کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہیں۔

علم اور فقہ سے دنیا کو بھر دیا

ابو بحر جاحظ جو کہ بہت بڑے عالم دین تھے اور دوسری صدی کے آخر میں ان کا دور تھا ایک غیر معمولی ادیب، ایک بہترین جامعہ شناس اور مورخ تھے، ''کتاب الحیوان''، جس کو آپ نے لکھا ہے بہت معروف ہے اور آج بھی یورپ کے سائنس دانوں کے لیے قابل توجہ ہے یہ عالم امام صادق کے آخری دور میں موجود تھے۔ امام کے بارے میں کہا:

''جعفر ابن محمد الذی ملا الدنیا علمه وفقهه ویقال ان ابا حنیفه من تلامذته وکذلك سفیان الثوری وجسك بهما فی هذا الباب''۔

حضرت جعفر ابن محمد وہ ہیں کہ جن کے علم اور فقہ نے دنیا کو پُر کر دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے اور اسی طرح سفیان ثوری بھی آپ کے شاگرد تھے۔ اور ان دونوں کا شاگرد ہونا آپ کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ (رسائل الجاحظ، ص ۱۰۶)

اہل اسلام علماء ومشائخ کی آراء

ذیل میں ہم اہل اسلام کے چند معروف علماء کے امام کے متعلق بیان کیے گئے اقوال کو نقل کرتے ہیں جو انہوں نے امام کے متعلق بیان کیے ہیں۔

محمد شہرستانی ''الملل والنحل'' کے مصنف کہ جن کا شمار فلاسفہ اور متکلمین میں سے ہوتا ہے پانچویں صدی ہجری میں تھے، امام کے بارے فرماتے ہیں۔

''هوذ وعلم عزیر وادب کامل فی الحکمة وزهد فی الدنیا وورع تام عن الشهوات ویفیض علی الموالی له اسرار العلوم ثم دخل العراق ولانازع فی الخلافة احدا ومن غرق فی بحر المعرفة لم یقع فی شط ومن تعلی الی ذروة الحقیقة لم یخف من حط''۔ (الملل والنحل)

آپ کے پاس جوش مارنے والا علم تھا اور حکمت میں کامل ادب تھا دنیا میں زہد اور شہوات سے مکمل دوری تھی آپ نے دوستوں پر مختلف علوم کے اسرار و رموز کا فیض پہنچایا۔ پھر آپ عراق میں داخل ہوئے اور کسی سے خلافت کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا۔ اور معرفت وعلوم کے سمندر میں آپ ایسے غوطہ زن ہو گئے کہ ان مسائل کی طرف توجہ ہی نہ دی اور جو بھی علم ومعرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ کنارے میں نہیں آتا۔ اور جو حقیقت کی چوٹی پر چڑھ جائے وہ نیچے

کرنے سے نہیں ڈرتا۔

اگر چہ شہرستانی نے اس قول میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے کہ خلافت کے بارے کسی سے جھگڑا نہیں کیا اور دوری اختیار کی ہے۔ اگر چہ ہم اس نقطہ نظر کو تسلیم نہیں کرتے مگر چونکہ یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے لہذا اس پر بحث نہیں کریں گے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

''جعفر الصادق نقل الناس عنه ماسارت به الركبان وانتشر صيته في جميع البلدان'' (الصواعق المحرقہ)

یعنی لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اتنی زیادہ احادیث نقل کی ہیں کہ انسان کی فکر وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ علوم پوری دنیا میں زبان زد عام ہو گئے ہیں۔ عمرو ابن ابی المقدام سے روایت نقل ہوئی ہے:

''قال كنت اذانظرت الى جعفر بن محمد علمت انه من سلالة النبيين قد رايته واقفا عند الجمرة يقول سلوني سلوني''۔ (سیر اعلام النبلا، ج ٦، ص ٤٤٠)

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں جب بھی جعفر بن محمد کی طرف نظر دوڑاتا تو جان لیتا کہ آپ انبیاء کی نسل میں سے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا جب آپ ایک پتھر پر کھڑے تھے اور یہ فرما رہے تھے سلونی سلونی۔ مجھ سے پوچھو مجھ سے پوچھو۔

آپ نے اپنے جد امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی طرح یہ دعویٰ کیا ہے سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں مجھ سے علمی مسائل اور مشکلات کے بارے پوچھ لو اور میرے بعد کوئی بھی مجھ جیسی حدیث بیان نہیں کرے گا۔

ابن خلکان میں لکھا ہے کہ

جعفر بن محمد احد الائمه اثنى عشر كان من سادات اهل البيت ولقب بالصادق لصدق مقالته وفضله اشهر من ان يذكر جعفر ابن محمد (وفیات الاعیان، ج ١، ص ٣٠٧)

(اہل بیت کے) بارہ اماموں میں سے ایک اور سادات اہل بیت میں سے تھے اور آپ کی صداقت کی وجہ سے آپ کو صادق کا لقب دیا گیا ہے اور آپ کے فضائل کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مختلف بیویوں سے دس بیٹے بیٹیاں تھے جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت عبداللہ، حضرت اسحاق، حضرت محمد، حضرت عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہم

حضرت ام فروہ، حضرت اسماء، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم

(نورالابصار: ۱۳۳)

حضرت اسماعیل بن جعفر رضی اللہ عنہ

امام اسماعیل، امام جعفر صادق کے بڑے فرزند۔ والد کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کے نام سے ایک فرقہ اسماعیلیہ وجود میں آیا۔ اس کے نزدیک اسماعیل ساتویں امام ہیں۔ نہ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، جیسا کہ اثناعشری عقیدہ ہے۔ اسماعیل، امام جعفر صادق کی وفات سے پانچ سال قبل ہی ۱۴۳ھ/ ۷۶۲ء میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے اور جنت البقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے جبکہ اسماعیلیوں کے نزدیک امام جعفر کی وفات کے پانچ سال بعد بھی امام اسماعیل زندہ تھے۔

(مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مصنف، قاسم محمود، ص۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ افتح کے نام سے معروف امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے ہیں کہ جنہوں نے آپ کی شہادت کے بعد امامت کا دعویٰ کیا اور ان کے پیروکار فتحیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ جو لوگ عبداللہ سے ملحق ہوئے جلدی ہی وہ علوم دینی سے ان کے بے بہرہ ہونے کے سبب پلٹ گئے۔ امامت کا دعویٰ کرنے کے ستر دن بعد عبداللہ کی وفات ہو گئی اور چونکہ وہ لاولد تھے ان کے باقی بچے پیرو بھی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی امامت کی طرف پلٹ گئے۔

سوانح حیات

حضرت عبداللہ، حضرت اسماعیل کے بعد امام صادق علیہ السلام کے دوسرے بیٹے تھے۔

(مفید، الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۰)

ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام تھیں۔ (مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ق، ج۲، ص۲۰۹.)

وہ سر چوڑا۔ (افتح الراس، ابن حزم، جمہرۃ أنساب العرب، ص۵۹)

یا پیر چوڑے۔ (افتح الرجلین، شیخ مفید، ال اِرشاد، ج ۲، ص۲۱۱)

ہونے کی وجہ سے حضرت عبداللہ افطح مشہور ہو گئے۔ شیخ مفید کے نقل کے مطابق، عبداللہ کا مرتبہ امام صادق علیہ السلام کے نزدیک ان کے دوسرے بھائیوں جیسا نہیں تھا کیونکہ انہیں متہم کیا جاتا ہے کہ وہ عقیدہ کے اعتبار سے اپنے والد سے مخالف نظریہ رکھتے تھے اور حشویہ مسلک افراد کے ساتھ نشست و برخاست کرتے تھے اور مرجئہ مذہب کی طرف میلان رکھتے تھے۔ (شیخ مفید، الارشاد، ج ۲، ص۲۱۱)

حضرت عبداللہ کی نسل باقی نہیں بچی۔ (ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص۵۹)

لیکن بعض اسماعیلی وغیر اسماعیلی منابع۔ (ابن حزم، جمہرۃ أنساب العرب، ۵۹)

میں صریحی طور پر ذکر ہوا ہے کہ فاطمی خلفاء پہلے اسماعیل کی جگہ ان کے بھائی حضرت عبداللہ افطح کو اپنا امام اور جد کہتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس بات سے عدول کر لیا اور اسماعیل کی امامت کے قائل ہو گئے۔

حضرت عبداللہ علیہ السلام نے امام صادق علیہ السلام کی شہادت کے ستر روز کے بعد وفات پائی۔

(قاضی نعمان، شرح الاخبار، ج ۳، ص ۳۱۰)

قبرستان باب الصغیر میں ان سے منسوب ایک قبر موجود ہے۔

امامت (جانشینی) کا دعوی

امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے وقت حضرت عبداللہ افطح ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ انہوں نے اس بات کو سند بناتے ہوئے کہ امامت بڑے بیٹے تک پہنچتی ہے، امامت کا دعوی کیا اور شروع میں ایک گروہ نے ان کی امامت (خاندانِ نبوت کی جانشینی) کو قبول بھی کر لیا۔

امام صادق رضی اللہ عنہ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی شہادت سے پہلے عبداللہ افطح کی طرف سے امامت کے دعویٰ سے باخبر کیا تھا اور امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ عبداللہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اس لئے کہ وہ زیادہ دن تک زندہ نہیں رہیں گے۔

(مسعودی، اثبات الوصیۃ، ص۱۹۸)

علمی ضعف

کتب میں ذکر ہوا ہے کہ ان کے دعوی کی صحت کے لئے شیعوں اور اصحاب نے ان سے کچھ سوال دریافت کئے لیکن وہ ان سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے سکے۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ ان کی امامت سے منصرف ہو گئے۔ وہ سوالات کتب ومنابع میں ذکر ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

امام صادق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خراسان سے مدینہ آئے بعض لوگوں کے سوالات جن کے عبداللہ جواب نہیں دے سکے۔ (محدث نوری، متدرک الوسائل، ج ۱۵ ص ۴۶۷.)

ھشام بن سالم اور مومن الطاق نے ان سے ۱۰۰ درہم کی زکاۃ کے سلسلہ میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: دو درہم۔ (نباطی بیاضی، الصراط المستقیم، ج ۲ ص ۱۹۱)

نقل ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ سے سوال کیا گیا: اگر کوئی یہ بغیر شاہد کہ اپنی زوجہ سے کہے: میں نے تمہیں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دی تو کیا وہ طلاق صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ طلاق صحیح ہے۔ (نباطی بیاضی، الصراط المستقیم، ج ۲ ص ۱۹۲)

فطحیہ

حضرت عبداللہ نے امامت کا دعوی کیا تو اس وقت کچھ لوگوں نے ان کی امامت کو قبول کر لیا وہ فتحیہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(سبحانی، بحوث فی الملل والنحل، ج۸، ص۸۷)

امام صادق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ستر روز کے بعد جب عبداللہ کی وفات ہو گئی۔

(شہرستانی، ملل ونحل، ج۱، ص۱۴۸.)

تو ان کے باقی بچے پیرو امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی امامت کی طرف پلٹ گئے۔

حضرت اسحاق بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما

اسحاق بن جعفر امام صادق ؑ کے فرزندوں میں سے تھے اور مؤتمن ان کا لقب تھا۔ان سے روایات منقول ہیں۔وہ اپنے بھائی امام کاظم ؑ کی امامت کے معتقد تھے اور امام کی وصیت کے گواہوں میں سے تھے۔امام رضا ؑ کی امامت کے قائل اور بعض موقعوں پر انکی طرف سے امام کا دفاع کرنے کے بھی شواہد موجود ہیں۔

اسحاق کی بیوی کا نام نفیسہ تھا جو حسن بن زید بن حسن کی بیٹی تھیں اور یہ مصر میں بہت مشہور شخصیت ہیں۔بعض ان کی جائے دفن سمجھتے ہیں۔

نسب

ابو محمد انکی کنیت تھی۔(الاصول فی ذریہ البضعہ البجول ص ۱۲۲)

امانتداری کی وجہ سے ان کا لقب مؤتمن قرار پایا۔(نساجی، ص ۱۳۷)

لوگوں کے سامنے کبھی نہیں ہنستے تھے اس وجہ انہیں اسحاق حزین بھی کہتے تھے۔

(تاج العروس من جواہر القاموس، ج ۱۸، ص ۲۸، الاصول فی ذریہ البضعہ البجول، ص ۹۲، الکواکب المشرقیہ، ج ۲، ص ۲۵۶.)

ان کے باپ کا نام امام جعفر صادق ؑ اور ماں ام ولد (کنیزی) تھیں جن کا نام حمیدہ تھا۔ (رشاد، ج ۲، ص ۲۱۱)

وہ امام موسیٰ کاظم ؑ کے بھائی تھے۔(الاصول فی ذریۃ البضعہ البجول، ص ۱۲۳)

وہ مدینے کے نزدیک عریض نامی گاؤں پیدا ہوئے۔

(الاصول فی ذریۃ البضعہ البجول، ص ۱۲۳)

ازدواج

حضرت اسحاق نے نفیسہ سے شادی کی جو حسن بن زید بن امام حسن ؑ کی بیٹی تھیں۔اسحاق کی نفیسہ کی شادی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شروع میں حسن بن زید ان سے نفیسہ کی شادی پر راضی نہیں تھے۔لیکن ایک رات نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا۔اس طرح اس نے اس شادی پر رضامندی ظاہر کی۔

(عطاردی، ص ۱۰؛ آل بیت النبی فی مصر، ص ۱۰۱ ۱۰۲؛ السیدہ النفیسہ، توفیق ابوعلم، ص ۹۶۹۵)

اولاد

ان کی اولاد کے متعلق اختلاف مذکور ہے۔ بعض نے تین اولادیں شمار کیں اور بعض نے زیادہ ذکر کی ہیں۔ مجموعی طور پر ان کے فرزندوں کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت محمد بن اسحاق بن جعفر، حضرت حسن بن اسحاق بن جعفر، حضرت حسین بن اسحاق بن جعفر (الکواکب المشرقیہ، ج ا ص ۲۵۶)

حضرت جعفر بن اسحاق بن جعفر، حضرت قاسم بن اسحاق بن جعفر

(جمھرۃ أنساب العرب، متن، ص: ۶۰)

نیز حضرت ام کلثوم (المواعظ والاعتبار بذکر الخط و آثار، ج ۴ ص ۳۵، بانوی با کرامت ۸۲ ۱۳) کے نام سے بیٹی مذکور ہے۔

قاسم اور ام کلثوم اسحاق کی سیدہ نفیسہ سے پیدا ہونے والی اولادیں ہیں۔

(المواعظ والاعتبار بذکر الخط و آثار، ج ۴ ص ۳۵، بانوی با کرامت ۸۲ ۱۳)

اسحاق کی نسل حلب، شام اور بعلبک میں نقیب سادات کے درجے پر فائز رہی اور وہ اسحاقیون کے نام سے معروف تھے۔ (معجم القبائل عرب، ج ا ص ۲۰)

ہجرت

اسحاق سال ۱۹۳ میں اپنی بیوی نفیسہ کے ساتھ مصر گئے۔ لوگ جب آنے سے مطلع ہوئے تو ان کے استقبال کیلئے آئے۔ ناسخ التواریخ میں اس سفر کے متعلق لکھا ہے: لوگوں کیلئے ان کا آنا ایک عظیم امر تھا انکی درگاہ عفت اور انکی پناہ ملجاء قرار پائی۔

(ناسخ التواریخ امام کاظم (ع)، ج ۳، ص ۱۲۰، ریاحین الشریعہ، ج ۵، ص ۸۸)

اسحاق نے جمال الدین بن عبداللہ بن جَصّاص کے نام سے تاجر کے گھر سکونت اختیار کی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد ام ہانی کے گھر منتقل ہو گئے اور پھر ابوالسریہ ایوب بن صابر کے گھر چلے گئے۔

بعض مؤلفین لکھتے ہیں: لوگوں نے انکے آنے کا اس قدر استقبال کیا کہ نفیسہ خاتون نے احساس کرنے لگیں کہ ہمارا رہنا صاحب خانہ کیلئے اذیت کا موجب ہے لہذا انہوں نے مصر چھوڑنے کا ارادہ کیا ۔ لوگوں نے مصر کے حاکم سے تقاضا کیا کہ ان کے لئے گھر کا بندوبست کرے پس اس نے ایک گھر ان

کے لئے مخصوص کر دیا۔
(عطاری ص ۱۳۔۲۰۔۲۱، آل بیت النبی فی مصر، احمد ابوکف، ص ۱۰۸)

وفات

اسحاق کی وفات کی دقیق تاریخ معلوم نہیں ہے؛ لیکن کہتے ہیں: اپنی بیوی نفیسہ کی وفات کے بعد ان کی وفات ہوئی؛ نفیسہ خاتون سال ۲۰۸ میں بیمار ہوئیں اور اسی سال فوت ہوئیں۔
(غلام رضا گلی زوارہ، ص ۱۲)

اسحاق اپنی بیوی کی بیماری کے دوران مدینہ میں تھے جب مصر پہنچے تو سیدہ نفیسہ فوت ہو چکی تھیں۔ انہوں نے تہیہ کیا بیوی کا جسد مدینہ لے جائیں لیکن مصر کے لوگوں نے انہیں وہیں دفن کرنے پر اصرار کیا اور اس وقت کے مصر کے حاکم پاس گئے اور اس سے کہا اسحاقکو اس کام سے منع کریں۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لوگوں نے بہت سا مال انکے حوالے کیا پھر بھی وہ اس پر راضی نہیں ہوئے لیکن کہتے ہیں ایک خواب کی وجہ سے اس بات پر راضی ہوئے کہ نفیسہ کو وہیں مصر میں دفن کریں۔ اس خواب میں رسول اکرم نے انہیں حکم دیا کہ انکے اموال قبول نہ کرو لیکن اپنی بیوی کو یہیں اور دفن کرو۔
(نور الابصار فی مناقب آل البیت النبی المختار، ص ۲۵۸؛ آل بیت النبی فی مصر، ص ۱۰۴؛ اسعاف الراغبین، ص ۲۰۷؛ السیدۃ نفیسہ، توفیق ابوعلم، ص ۱۳؛ منتہی الامال، ج ۲، ص ۳۰۰؛ تتمۃ المنتہی، ص ۱۹۵؛ ریاحین الشریعہ، ج ۵)

کہتے ہیں اپنی بیوی کو مصر میں دفن رہے کے بعد اسحاق ساری عمر وہیں رہے وہیں فوت ہوئے اور انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ (الکواکب المشرقیہ، ج ۱، ص ۲۵۶)

خصوصیات

اسحاق ظاہری طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔
(الاصول فی بضعہ الجول، ص ۱۲۳)

شیخ مفید انہیں دانشمند، شائستہ، پارسا اور پرہیزگار کہتے ہیں۔ (ارشاد، ج ۲، ص ۲۱۱)

حضرت محمد ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہ

محمد ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام محمد دیباج، لقب محمد دیباج

ماموں، کنیت علی عارضی تھی۔ دیباج خوبصورت ریشم کو کہتے ہیں۔ ماموں ہر دل عزیز کو کہتے ہیں۔آپ اپنے خاندان میں نہایت خوبصورت نورانی چہرہ والے تھے۔ بہت بڑے بہادر اور سخی تھے۔ دو دنبے روزانہ لنگر عام کے لیے ذبح کرتے تھے۔ مسافر، مسکین، یتیم کو کھانا خود ساتھ کھلاتے تھے۔ لقب ماموں بعض شیرازی سید آپ کو محمد مومن لکھتے ہیں جو غلط ہے۔ لفظ ماموں بمعنی ہر دل عزیز درست ہے۔آپ کے تین صاحبزادے تھے۔جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) سید حسن (۲) سید علی عارضی شاہ (۳) سید قاسم

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

اسم گرامی : حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ

لقب : کاظم

کنیت : ابوالحسن

والد کا نام : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

والدہ کا نام : حمیدہ اندلسی (اسپین کی رہنے والی تھیں)

تاریخ ولادت : ۷/صفر ۱۲۸ھ

جائے ولادت : مدینہ منورہ

عمر مبارک : ۵۵/سال

تاریخ شہادت : ۲۵/رجب

شہادت کی وجہ : آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کر دیا

مزار اقدس : عراق (کاظمین)

اولاد کی تعداد : ۱۹/ بیٹے اور ۱۸/ بیٹیاں

بیٹوں کے نام : (۱) حضرت علی (۲) حضرت ابراہیم (۳) حضرت عباس (۴) حضرت قاسم (۵) حضرت اسماعیل (۶) حضرت جعفر (۷) حضرت ہارون (۸) حضرت حسن (۹) حضرت احمد (۱۰) حضرت محمد (۱۱) حضرت حمزہ (۱۲) حضرت عبداللہ (۱۳) حضرت اسحاق (۱۴) حضرت عبید اللہ (۱۵) حضرت زید (۱۶) حضرت حسن (۱۷) حضرت فضل (۱۸) حضرت حسین (۱۹) حجرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

بیٹیوں کے نام : (۱) حضرت فاطمہ کبریٰ (۲) حضرت لبابہ (۳) حضرت فاطمہ صغریٰ (۴) حضرت رقیہ (۵) حضرت حکیمہ (۶) حضرت ام ابیہا (۷) حضرت رقیہ صغریٰ (۸) حضرت ام جعفر (۹) حضرت لبابہ (۱۰) حضرت زینب (۱۱) حضرت خدیجہ (۱۲) حضرت علیا (۱۳) حضرت آمنہ (۱۴) حضرت حسنہ (۱۵) حضرت بریہہ (۱۶) حضرت عائشہ (۱۷) حضرت ام سلمہ (۱۸) حضرت میمونہ رحمۃ اللہ علیہن اجمعین

حضرت امام موسیٰ کاظم



مختصر تعارف

امام موسیٰ الکاظم، امام جعفر صادق کے فرزند اور اہلِ بیت کے ساتویں امام تھے۔ اسم مبارک موسیٰ کنیت ابوالحسن اور لقب کاظم تھا اور اسی لیے امام موسیٰ کاظم کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے جن کا خاندانی سلسلہ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون ملک بربر کی باشندہ تھیں۔

ولادت باسعادت

سات (۷) صفر ۱۲۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد بزرگوار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سربراہ تھے اور آپ کے فیوض علمی کا دھارا پوری طاقت کے ساتھ بہہ رہا تھا۔

اگرچہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے پہلے آپ کے دو بڑے بھائی حضرت اسماعیل اور حضرت عبد اللہ پیدا ہو چکے تھے مگر اس صاحبزادے کی ولادت سے روحانی امانت (جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس سلسلہ کے افراد میں ایک دوسرے کے بعد چلی آ رہی تھی) کا لائق اور حامل یہی پیدا ہونے والا مبارک بچہ تھا۔

حضرت امام موسی بن جعفر رضی اللہ عنہ کے القاب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام موسی کنیت: ابوالحسن اول، ابوالحسن ماضی، ابوابراہیم، ابوعلی، ابواسماعیل اور آپ رضی اللہ عنہ کے القاب: کاظم، عبد صالح، نفس زکیہ، زین المجتہدین، وفی، صابر، امین اور زاہر ہے۔

ابن شہرآشوب کہتے ہیں: چونکہ آپ رضی اللہ عنہ اخلاق کریمہ کے ساتھ چمک گئے اس لئے ''زاہر'' اور چونکہ غصوں کو پی لیتے تھے اس لئے ''کاظم'' مشہور ہو گئے۔

(مناقب ابن شہرآشوب، ج ۲، ص ۳۸۲، کشف الغمۃ، ج ۲، ص ۲۱۲، الارشاد مفید ص ۲۷۰ وفصول المہمۃ، ص ۲۱۴)

نشوونما اور تربیت

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کے بیس برس اپنے والد بزرگوار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سایۂ تربیت میں

گزرے۔ ایک طرف خدا کے دیے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی بھولی ہوئی یاد کو ایسا تازہ کر دیا کہ انہیں ایک طرح سے اپنا بنالیا اور جس کی بنا پر ملت جعفریہ نام ہو گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بچپن اور جوانی کا کافی حصہ اسی مقدس آغوش تعلیم میں گزارا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے کمالات وفضائل روشن ہو گئے اور امام جعفر صادق نے اپنا جانشین مقرر فرمادیا. باوجود کہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈھتا ہے۔

خاندانِ نبوت کی ذمہ داریاں

۱۴۸ھ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی ,اس وقت سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بذاتِ خود خاندانِ اہلِ بیت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا۔ یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ دیواروں میں چنوا دیے گئے یا قید رکھے گئے تھے۔

خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے اب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لیے آپ نے ایک اخلاقی بوجھ حکومت کے کاندھوں پر رکھ دینے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی کہ اپنی جائداد اور گھر بار کے انتظام کے لیے پانچ اشخاص کی ایک جماعت مقرر فرمائی۔ جن میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ، اپنے بیٹے عبد اللہ فطح (جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بڑے تھے)، چوتھے امام موسیٰ کاظم اور پانچویں ان کی والدہ حمیدہ خاتون تھیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا اور آپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات کی اطلاع منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت کے طور پر اظہار رنج کیا۔ تین مرتبہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ اب بھلا امام جعفر صادق علیہ السلام کا مثل کون ہے؟ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کر دو۔

حاکم مدینہ نے جواب لکھا کہ انہوں نے تو پانچ وصی مقرر کیے ہیں جن سے پہلے آپ خود ہیں۔

یہ جواب پڑھ کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا تو اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے بعد دس برس تک منصور زندہ رہا لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا اور آپ مذہبی فرائض کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے۔ یہ بھی تھا کہ اس زمانے میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا جس سے ۱۵۷ھ میں یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی. اس لیے وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

دور ابتلاء

۱۵۷ھ کے آخر میں منصور دوانقی دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا بیٹا مہدی تخت سلطنت پر بیٹھا. شروع میں تو اس نے بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے عزت واحترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا مگر چند سال کے بعد پھر وہی بنی فاطمہ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور ۱۶۴ھ میں جب وہ حج کے نام سے حجاز کی طرف آیا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے ساتھ مکہ سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔

ایک سال تک اس کی قید میں رہے. پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ان کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا مہدی کے بعد اس کا بھائی ہادی تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک مہینے تک اُس نے سلطنت کی۔

اس کے بعد ہارون رشید کا زمانہ آیا جس میں پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آزادی کے ساتھ سانس لینا نصیب نہیں ہوا

اخلاق واوصاف

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسی مقدس سلسلہ کے ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسان کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا۔ اس لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق واوصاف کا مرقع تھا۔ بے شک یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے. چنانچہ ساتویں امام میں تحمل وبرداشت اور غصہ کو ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب '' کاظم '' قرار پایا گیا جس کے معنی ہیں غصے کو پینے والا. آپ کو کبھی کسی نے

ترشروئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے ۔ مدینے کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں ۔ یہاں تک کہ وہ جناب امیر کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا مگر آپ نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا ۔ جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایات کیں اور یہ کہا کہ ہمیں ضبط کی تاب نہیں ۔ ہمیں اس سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے تو نے فرمایا: '' میں خود اس کا تدارک کروں گا'' اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد خود اس شخص کے پاس اسکی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا اور اپنے طرزِ عمل کو بدل دیا ۔ آپ ؑ نے اپنے ساتھیوں سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے ۔

سب نے کہا: یقیناً آپ ؑ نے جو طریقہ استعمال فرمایا وہی بہتر تھا ۔ اس طرح آپ نے اپنے جدِ بزرگوار امیر کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پہ احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے ۔ بیشک اس کے لیے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ ؑ نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے: '' خبردار یہ عدم تشدد کا طریقہ نااہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا ''

یقیناً ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام موسیٰ کاظم ؑ کو حاصل تھی مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی جواز پیدا کر سکے لیکن اس کی طرف سے اگر کوئی ایسا اقدام ابھی ایسا نہ ہوا تو یہ حضرات بہر حال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے اپنے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے ۔ اسی طرح محمد ابنِ اسمٰعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظم ؑ کی جان لینے کا باعث ہوا ، آپ برابر احسان فرماتے رہے ۔ یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اس نے مدینے سے بغداد کی جانب خلیفہ عباسی کے پاس امام موسیٰ کاظم ؑ کی شکائتیں کرنے کے لیے کیا تھا ۔ ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو لے کر وہ روانہ ہوا تھا ۔ آپ کو زمانہ بہت ناسازگار ملا تھا ۔ نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ واشاعت ممکن تھی .بس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے روشناس کرا سکتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے آپ گفتگو میں ابتداءً بھی نہ فرماتے تھے۔اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے ,اسی لیے عام طور پر آپ کو کثرت عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے "عبد صالح" کے لقب سے یاد جاتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی خاص شہرہ تھا اور فقرائے مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے ہر نماز کے صبح کے تعقیبات کے بعد آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدے میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے۔قرآن مجید اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے۔

ہارون رشید کی خلافت اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مخالفت

۱۷ھ میں ہادی کے بعد ہارون تختِ خلافت پر بیٹھا .سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے سامنے تھے خود اس کے باپ منصور کا رویہ جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا اسے معلوم تھا اس کا یہ ارادہ کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے جانشین کو قتل کر ڈالا جائے یقیناً اس کے بیٹے ہارون کو معلوم ہو چکا ہوگا . وہ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دیے تھے اور شہر بغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا اب ہارون کے لیے ان میں سے کوئی بات مانع نہ تھی .تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے سب سے پہلے تصور پیدا ہو سکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے۔

مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا محتاط اور خاموش طرزِ عمل اور دوسری طرف سلطنت کے اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امام کے خلاف موقع نہیں ملا۔

اس دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحییٰ کا واقعہ در پیش ہوا اور وہ امان دیے جانے کے بعد

تمام عہدو پیمان کوتوڑ کر دردناک طریقے پر پہلے قید رکھے گئے اور پھر قتل کیے گئے۔ باوجودیکہ یحییٰ کے معاملات سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کوکسی طرح کا سروکار نہ تھا بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو حکومت وقت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے مگر عداوتُ بنی فاطمہ کا جذبہ جو یحییٰ ابن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے ابھر گیا تھا اس کی زد سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

ادھر یحییٰ ابن خالد برمکی نے جو وزیر اعظم تھا امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفر ابن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگزشتہ کرنا تھا لیکن بالواسطہ اس کا تعلق امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی. اس لیے ہارون کو کی ضرر رسانی کی فکر پیدا ہوگئی۔ اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ میں آیا۔

اتفاق سے اسی سال امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہارون نے اپنی آنکھ سے اس عظمت اور مرجعیت کا مشاہدہ کی جو مسلمانوں میں امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے متعلق پائی جاتی تھی. اس سے بھی اس کے حسد کی اگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسمٰعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کردیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسمٰعیل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بڑے فرزند تھے اور اس لیے ان کی زندگی میں عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ہوں گے. مگر ان کا انتقال امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوگیا اور لوگوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا. پھر بھی بعض سادہ لوح ساتھی اس خیال پر قائم رہے کہ جانشینی کا حق اسمٰعیل میں منحصر ہے۔ انھوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی امامتِ اہل بیت کو تسلیم نہیں کیا۔

چنانچہ اسماعیلیہ فرقہ مختصر تعداد میں سہی اب بھی دنیا میں موجود ہے۔ محمد، ان ہی اسمٰعیل کے فرزند تھے اور اس لیے امام موسیٰ کاظم سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طور پر امام موسیٰ کاظم کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہرداری کے طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کیے ہوئے تھے۔

ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحییٰ برمکی سے مشورہ لیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اولاد ابوطالب میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسیٰ بن جعفر کے پورے پورے حالات دریافت کروں۔ یحییٰ جو خود عداوتِ بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمد بن اسمٰعیل کا پتہ دیا کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں تو صحیح حالات معلوم ہو سکیں گے چنانچہ اسی وقت محمد بن اسمٰعیل کے نام خط لکھا گیا۔

شہنشاہِ وقت کا خط محمد ابن اسمٰعیل کو پہنچا تو انہوں نے اپنی دنیوی کامیابی کا بہترین ذریعہ سمجھ کر فوراً بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر ان دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا، اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ سامان سفر کرتے۔ مجبوراً اسی ڈیوڑھی پر آنا پڑا جہاں کرم و عطا میں دوست اور دشمن کی تمیز نہ تھی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس آ کر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا، خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد کے سفر کی بنیاد کیا ہے۔ حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا کر قرضدار بہت ہو گیا ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت بسر اوقات کی نکلے اور میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا تمام قرضہ ادا کر دوں گا۔ افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا۔ چلتے وقت رخصت ہونے لگے۔ عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب انہوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو نے فرمایا کہ ''بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میرے بچوں کی یتیمی کے باعث نہ ہونا'' محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کون سی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے، کچھ اور ہدایت فرمایئے۔ آپ نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا۔ جب وہ چلنے لگے تو آپ نے ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم انہیں مصارف کے لیے عطا فرمائے۔ نتیجہ وہی ہوا جو آپ کے پیش نظر تھا۔

محمد ابن اسمٰعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعد یحییٰ کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے مصلحت وقت کی بنا پر بہت تعظیم و تکریم کی گئی۔ اثنائے گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کیے۔

محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں، اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب محمد نے کہا

کہ بالکل اسی طرح جس طرح آپ بغداد میں سلطنت قائم کیے ہوئے ہیں۔

اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلے کے دعوے دار ہیں۔یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحییٰ برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا ہارون کا غیظ وغضب انتہائی اشتعال کے درجے تک پہنچ گیا۔اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا۔خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہ ملا۔اسی شب کو ان کے حلق میں درد پیدا ہوا۔

صبح ہوتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل میں ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسیٰ کاظم کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

پھر ہارون رشید نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا۔دو ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روزانہ کیے۔جب یہ لوگ امام موسیٰ کاظم کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ روضہ رسول پر ہیں۔

ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کی عزت کا بھی خیال نہ کیا۔اس وقت قبر رسول کے نزدیک نماز میں مشغول تھے۔بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت میں ہی قید کر لیا اور ہارون کے پاس لے گئے۔

مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رہنے والوں کی بے حسی اس سے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی۔یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسول کا فرزند روضہ رسول سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا مگر نام نہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز بطور احتجاج بلند کرتا۔

یہ بیس (۲۰) شوال ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے۔ہارون نے اس اندیشے سے کہ کوئی جماعت امام موسیٰ کاظم کو رہا کرنے کی کوشش نہ کرے دو محملیں تیار کرائیں۔ایک میں امام موسیٰ کاظم کو سوار کیا اور اس کو ایک بڑی فوجی جمعیت کے حلقے میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا۔مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے یہ نہایت حسرت ناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکیں اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ سلطنت وقت کی طرف سے قید کر لیے گئے اس سے بیبیوں اور بچوں میں کہرام برپا ہو گیا اور یقیناً امام کے دل پر بھی اس کا جو صدمہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر

مگر آپ کے ضبط وصبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔ معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے یہ راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد سات ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے۔ کامل ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے۔ یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسیٰ ابن جعفر تھا شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم تعمیل مدنظر تھی بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا۔

آخران کے قید کیے جانے کا سبب کیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کو امام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق واوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا اور جتنا اس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپ کی بلندئ اخلاق اور حسنِ کردار کا اثر قائم ہو گیا۔ اپنے ان تاثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا۔

ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ عیسیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اس لیے اس نے امام موسیٰ کاظم کو بغداد میں بلا بھیجا۔ فضل ابن ربیع کی حراست میں دے دیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کر کے یحییٰ برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اخلاق واوصاف کی کشش ہر ایک پر اپنا اثر ڈالتی تھی۔ اس لیے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کا جنازہ بغداد کے پل پر

ہارون رشید نے امام کو گرفتار کر کے بغداد سے بصرہ منتقل کرنے کیلئے کہا اور بصرہ کے گورنر عیسیٰ بن ابوجعفر کو قید کرنے کا حکم دیا تو آپ کو ایک گھر میں قید کر دیا اور اس قید خانہ کے دروازے بند کر دئے گئے اور ان دروازوں کو صرف دو حالتوں میں کھولا جاتا تھا ایک طہارت کیلئے اور دوسرے کھانا دینے کیلئے۔ امام خداوند عالم کی عبادت میں مشغول رہتے تھے دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے، آپ نے قید خانہ میں کوئی جزع وفزع نہیں کی، آپ نے اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا اللہ کی نعمت جانا، آپ اس پر اللہ کا اس طرح شکر ادا کرتے تھے: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا تھا کہ مجھے اپنی عبادت کا کوئی موقع فراہم کر، خدایا! تو نے ایسا کر دیا لہٰذا تیرے لئے ہی حمد وثنا ہے۔

کچھ عرصے بعد ہارون سرکش نے بصرہ کے گورنر عیسیٰ کو امام کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو یہ بات بہت گراں گذری، اس نے اپنے حوالیوں وموالیوں کو بلا کر اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو اُن سب نے

اُس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور اُس نے ہارون کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ مجھے ایسا کرنے سے معاف کیجئے جس کا مضمون کچھ یوں ہے: موسیٰ بن جعفر ایک طولانی مدت سے میرے قید خانہ میں ہیں اور میں تجھ کو اُن کے حالات سے آگاہ کرتا رہا ہوں، اور میری آنکھوں نے اس طویل مدت میں امام کو عبادت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا، اور جو کچھ امام اپنی دعا میں کہتے تھے وہ بھی سنا ہے، انھوں نے کبھی بھی میرے اور تیرے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی کبھی برائی کے ساتھ یاد کیا ہے، وہ ہمیشہ اپنے نفس کیلئے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے ہیں آپ جس کو چاہیں میں ان کو اس کے حوالے کردوں یا ان کو چھوڑ دوں میں ان کو قید کرنے سے پریشان ہو گیا ہوں۔

(حیاۃ الامام موسیٰ کاظم، ج ۲، ص ٤٦٦ ـ مناقب، ج ۲، ص ۲۷۹)

خط ملا تو ہارون نے عیسیٰ کو بلا کر کہا کہ امام کو بغداد میں فضل بن ربیع کے قید خانہ میں منتقل کر دیا جائے جب امام وہاں پہنچے تو اُس نے آپ کو اپنے گھر میں قید کر دیا امام عبادت میں مشغول ہو گئے آپ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نمازیں پڑھتے تھے، فضل امام کی عبادت کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ اپنے اصحاب سے امام کے ذریعہ اللہ کی عظیم اطاعت کے بارے میں باتیں کرتا، عبداللہ قزوینی (جو شیعہ تھے) سے روایت ہے: ابن ربیع فضل کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اُس نے مجھ سے کہا: میرے قریب آو میں اُس کے قریب ہوا تو اُس نے مجھ سے کہا: گھر میں دیکھو۔

جب عبداللہ نے گھر میں دیکھا تو اس سے فضل نے کہا: تم گھر کے اندر کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: میں ایک لپٹا ہوا کپڑا پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

صحیح طریقہ سے دیکھو۔

تو میں نے ایک شخص کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟

نہیں۔

یہ تمہارے مولا و آقا ہیں۔

میرے مولا کون؟

تم میرے سامنے لاعلمی کا اظہار کیوں کر رہے ہو!

میں لاعلمی کا اظہار نہیں کر رہا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے مولا کون ہیں؟

فضل نے کہا یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر ہیں۔۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد ۳، صفحہ ۲۵)

پھر فضل عبداللہ سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی عبادت کے متعلق یوں بیان کرنے لگا: میں نے رات دن میں کوئی ایسا وقت نہیں دیکھا کہ امام کو اُس حالت میں نہ دیکھا ہو جس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے، امام صبح تک نمازیں پڑھتے رہتے ہیں، نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک دعائیں پڑھتے ہیں اس کے بعد زوال آفتاب تک سجدہ میں رہتے ہیں زوال کے وقت کوئی اُن کو آکر بتاتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کب غلام اُن کو آکر کہتا ہے: زوال کا وقت ہو گیا ہے، جب وہ سجدہ سے اٹھتے ہیں تو تجدید وضو کے بغیر پھر نماز پڑھنے لگتے ہیں۔۔۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ سجدوں میں ہرگز نہیں سوتے، نہ ہی آپ پر غفلت طاری ہوتی ہے اور نماز عصر تک آپ اسی طرح رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں تو اس کے بعد آپ سجدہ کرتے ہیں اور سورج کے غروب ہونے تک سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں، جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو آپ سجدہ سے اٹھتے ہیں اور کسی حدث کے صادر ہوئے بغیر نماز مغرب بجالاتے ہیں آپ ہمیشہ نماز عشاء تک نماز اور تعقیباتِ نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد نماز عشاء بجالاتے اور نماز عشا پڑھنے کے بعد آپ کچھ تناول فرماتے، اس کے بعد تجدید وضو کرتے پھر سجدہ میں چلے جاتے اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے تو کچھ دیر کیلئے سوجاتے، اس کے بعد اٹھ کر تجدید وضو کرتے اور طلوع فجر تک نماز پڑھتے اس کے بعد نماز صبح بجالاتے تھے۔۔۔جب سے میرے پاس ہیں اُن کا یہی طریقہ ہے۔۔۔

جب عبداللہ نے فضل کو امام کا یہ اکرام وتکریم کرتے دیکھا تو اس کو امام کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرنے کی یوں تاکید کرنے لگا: اللہ کا تقویٰ اختیار کر، اور اس سلسلہ میں کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے تیری نعمت زائل ہوجائے، اور جان لے! کسی نے کسی کیلئے کوئی برائی نہیں کی مگر یہ کہ اس کی نعمت زائل ہوگئی۔

فضل نے کہا: مجھے کئی مرتبہ آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا لیکن میں نے قبول نہیں کیا، اور تم جانتے ہو کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اگر مجھے قتل بھی کر دیا جائے تو بھی جو انھوں نے مجھ سے کہا وہ انجام نہیں دوں گا۔ (عیون اخبار الرضا، جلد ۱، صفحہ ۹۸۔۹۹۔)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ قید خانہ میں ایک طویل مدت تک رہنے کی وجہ سے ملول و رنجیدہ ہوگئے، اور

آپ نے خدا سے ہارون کے قید خانہ سے نجات عطا کرنے کی التجا کی ،آپ نے رات کی تاریکی میں چار رکعت نماز ادا کی اور خدا سے یہ دعا کی :اے میرے سید و آقا! مجھے ہارون کے قید خانہ سے نجات دے ،اس کے قبضہ سے مجھے چھٹکارا دے ،اے ریت اور مٹی سے درخت کو اُگانے والے ،اے لوہے اور پتھر سے آگ نکالنے والے ،اے گوبر اور خون سے دودھ پیدا کرنے والے ،اے مشیمہ (رحم میں بچہ کی جھلی) اور رحم سے بچہ پیدا کرنے والے ،اے احشاء اور امعاء سے روح کو نکالنے والے مجھے ہارون کے ہاتھ سے نجات دلا دے۔

اللہ نے اپنے ولی کی دعا کو مستجاب کرلیا اور آپ کو باغی ہارون کے قید خانہ سے اس خواب کے ذریعہ رہائی دلائی جو اس نے دیکھا تھا۔

ہارون نے امام کو دوسری مرتبہ گرفتار کر کے فضل بن یحیٰی کے قید خانہ میں ڈال دیا، فضل نے امام کی بہت ہی خاطر و مدارات کی جس کا آپ نے بقیہ دوسرے قید خانوں میں مشاہدہ نہیں کیا تھا، ہارون کے ایک جاسوس نے فضل کے ذریعہ امام کی خاطر و مدارات کی خبر ہارون کو دی ،جس کو سُن کر ہارون طیش میں آگیا، اس نے فضل کو وہاں سے ہٹا کر سو تازیانے لگانے کی خاطر ایک سپاہی روانہ کیا اور جس وقت وہ تازیانے لگانے لگا اس وقت ہارون رشید ،اپنے محل میں تھا وہیں پر وزرا اور لشکر کے سردار اور لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا ، ہارون نے بلند آواز میں کہا :لوگو! فضل بن یحیٰی نے میری اور میرے امر کی مخالفت کی ہے لہٰذا میں اس کو لعنت کا مستحق سمجھتا ہوں اس لئے تم سب اُس پر لعنت کرو۔

چاروں طرف سے مجمع سے فضل پر لعنت و سب و شتم کی آوازیں بلند ہونے لگیں ،وہاں پر یحیٰی بن خالد بھی موجود تھا جو جلدی سے ہارون کے پاس پہنچا اور اُس نے یہ کہکر اس کو خوش کیا :اے امیر المؤمنین فضل سے ایک چیز صادر ہوگئی ہے اور اُس کے لئے تو میں ہی کافی ہوں۔

(مناقب جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

ہارون رشید خوش ہوگیا، اس کا غصہ دور ہوگیا اور اُس نے یہ کہکر اپنی خوشی کا اظہار کیا:
فضل نے ایک امر میں میری مخالفت کی تو میں نے اس پر لعنت کر دی ہے اور اس نے توبہ کرلی تو ہم نے بھی اس کی توبہ قبول کر لی ہے لہٰذا تم سب جاؤ۔

ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی وہ لوگ ہارون کی اس متضاد اور دوہری سیاست کی اطاعت اور تائید کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے :اے امیر المومنین !،ہم اس سے محبت کرتے ہیں جس سے آپ

محبت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں ۔

(مقاتل الطالبین ،صفحہ ۵۰۳ـ ۵۰۴)

ہارون نے امام کو فضل بن یحییٰ کے قید خانہ سے سندی بن شاہک کے قید خانہ میں منتقل کرنے کا حکم دیا، وہ مجوسی اور بہت خبیث جلاد تھا ، نہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ ہی روز قیامت کو مانتا تھا ،اس نے امام پر بے انتہا سختی کی یہاں تک کہ امام کو زہر دیدیا ، جو آپ کے پورے بدن میں سرایت کر گیا ، امام درد والم سے کراہنے لگے یہاں تک آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ،آپ کی شہادت سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا ، آخرت آپ کے نور سے منور ہوگئی ، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر زمانہ کے اُس سرکش ہارون کی طرف سے مصائب وآلام کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹے ، ہارون خاندان نبوت سے بہت زیادہ کینہ وحسد رکھتا تھا اور اُن کا دشمن تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد سرکاری انتظامیہ ہارون کو امام کے قتل سے بریٔ الذمہ قرار دینے کیلئے آپ کی شہادت کے اسباب کے سلسلہ میں تفتیش کرنے لگی ، عمرو بن واقد سے روایت ہے کہ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد سندی بن شاہک کا میرے پاس خط پہنچا اس وقت میں بغداد میں تھا ، میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ میرے ساتھ کوئی برا قصد تو نہیں رکھتا ہے ، میں نے اپنے اہل وعیال کو یہ سب دیکھ کر وصیت کی اور کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، پھر میں سوار ہوکر اس کے پاس پہنچا ، جب اُس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے کہنے لگا: اے ابوحفص شاید آپ ہم سے گھبرا گئے ہیں؟

عمرو نے کہا ، ہاں ۔

سندی نے کہا گھبراؤ نہیں ، خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔

عمرو نے کہا ، میرے اہل وعیال کے پاس ایک قاصد بھیج دے تاکہ وہ با خبر رہیں کہ کوئی بات نہیں ہے ۔

سندی نے حامی بھر لی ۔

جب عمرو مطمئن ہوگیا تو سندی نے اُس سے کہا: اے ابوحفص ! کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں یہاں کیوں بلا بھیجا ہے؟

عمرو نے کہا نہیں ۔

سندی نے کہا ، کیا تم موسیٰ بن جعفر کو جانتے ہو؟

عمرو نے کہا ہاں میں انھیں پہچانتا ہوں اور کچھ زمانہ سے میری اور اُن کی دوستی ہے۔

سندی نے کہا، کیا بغداد میں کوئی یہ قبول کر لے گا کہ تم انھیں جانتے ہو؟

عمرو نے کہا، ہاں۔

پھر عمرو نے اُن لوگوں کے نام بتائے جو امام کو جانتے تھے، سندی نے ان سب کو بلا بھیجا جب وہ آ گئے تو اس نے اُن سے کہا: کیا تم کسی ایسی قوم کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفر کو پہچانتی ہے؟ تو انھوں نے اُس قوم کے نام بتائے جو امام موسیٰ بن جعفر کو پہچانتی تھی تو اُس قوم کو بھی بلایا گیا یہاں تک کہ پوری رات گذر گئی اور نور کا تڑکا ظاہر ہوا تو اس کے پاس پچاس سے زیادہ شاہد جمع ہو چکے تھے اُس نے منشی سے اُن سب کے نام، پتے، کام اور خصوصیات لکھوائے، پھر وہ وہاں سے نکلا کچھ افراد اُس کے ساتھ ساتھ تھے تو اس نے عمرو بن واقد سے کہا: اے ابو حفص کھڑے ہو جاؤ اور موسیٰ بن جعفر کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔

عمرو نے کھڑے ہو کر آپ کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی ہے، اس وقت سندی نے اس جماعت سے مخاطب ہو کر کہا: ان کی طرف دیکھو، وہ اُن کے قریب ہوا اور اُن سے کہا: تم گواہ رہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں؟

ان لوگوں نے کہا: ہاں۔

پھر اس نے اپنے غلام کو امام کے جسم سے لباس اُتارنے کا حکم دیا، غلام نے ایسا ہی کیا، پھر اُس نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تم ان کے جسم پر کوئی ضرب کا نشان دیکھ رہے ہو؟

انھوں نے کہا، نہیں۔

پھر اُن کی گواہی لکھی اور وہ سب پلٹ گئے،

اس کے بعد اس نے فقہا اور بڑی بڑی شخصیتوں کو بلا کر امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے قتل سے ہارون کے بریٔ الذمہ ہونے کی گواہی دلوائی۔

پھر حکومت اور ہارون کے حکم سے امام کی نعش مبارک بغداد کے پُل پر رکھ دی گئی تا کہ دور و نزدیک والے سب دیکھ لیں جب گزرنے والوں کی بھیڑ ہٹی تو امام کا روئے مبارک ظاہر ہوا، ایسا کرنے سے حکومت کا مقصد امام کی اہانت اور شیعوں کو ذلیل و رسوا کرنا تھا،

حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے بڑھ کر حکومتی کارندوں کو حکم دیا گیا کہ وہ بغداد

کی سڑکوں پر نکل کر یہ اعلان کریں: یہ امام موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو موت نہیں آئی۔ دیکھ لیں کہ آج موسیٰ بن جعفر ہلاک ہو گئے ہیں۔

(بحارالانوار، جلد ۱۱، صفحہ ۳۰)

سب سے آخر میں امام سندی بن شاہک کے قید خانے میں رکھے گئے یہ شخص بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا۔ آخر اسی قید میں کوانگور میں زہر دیا گیا۔ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں موسیٰ کاظم کی وفات ہوئی بعد وفات آپ کی نعش کے ساتھ بھی کوئی اعزاز کی صورت اختیار نہیں کی گئی بلکہ جبری طریقے پر توہین آمیز الفاظ کے ساتھ اعلان کرتے ہوئے آپ کی لاش کو قبرستان کی طرف روانہ کیا گیا۔

مگر اب ذرا عوام میں احساس پیدا ہو گیا تھا اس لیے کچھ اشخاص نے امام کے جنازے کو لے لیا۔

اور پھر عزت و احترام کے ساتھ مشایعت کر کے بغداد سے باہر اس مقام پر جواب کاظمین کے نام سے مشہور ہے دفن کیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کرامت سے گم شدہ طشت مل گیا

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صبر و استقامت کی زندہ جاوید اور علم تاباں کی تصویر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات پر اہل علم کی عقلیں حیرت سے دنگ رہ جاتی تھیں۔ حضرت امام احمد بن شافی کہتے تھے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کرامات دیکھ کر عقلیں چکرا جاتی ہیں۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ عیسیٰ مدائنی حج کے لیے گئے اور ایک سال مکہ میں رہنے کے بعد وہ مدینہ چلے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ وہاں بھی ایک سال گزاریں گے، مدینہ پہنچ کر انہوں نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔

مدینہ میں ٹھہرنے کے بعد انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے وہاں آنا جانا شروع کیا، مدائنی کا بیان ہے کہ ایک شب کو بارش ہو رہی تھی اور میں اس وقت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، تھوڑی دیر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے عیسیٰ تم فوراً اپنے مکان پہ چلے جاؤ کیونکہ تمہارا مکان تمہارے اثاثہ پر گر گیا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں" یہ سن کر میں فوراً مکان کی طرف

گیا، دیکھا کہ گھر گر چکا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں۔

صاحبین امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے متاثر

ہارون الرشید بادشاہ نے جیل میں آپکو نظر بند کر رکھا تھا. آپ اہل بیت میں سے تھے. بڑی شان والے تھے. ہارون الرشید اپنی حکومت کیلئے انہیں خطرہ سمجھتے تھے. صحیح معنوں میں بے تاج بادشاہ تھے. ایک دفعہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ (صاحبین) امام کاظمؒ کی خدمت میں گئے. کہ ان سے ملاقات بھی کر لیں گے اور ان سے کچھ مسائل پوچھ کر انکی علمیت کا بھی کچھ اندازہ لگائیں گے. یہ حضرات شام کے وقت انکے پاس گئے. حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا ایک خادم تھا. وہ رات کو گھر چلا جاتا تھا. اور دن کو حضرت کی خدمت میں رہتا تھا. اس خادم نے آکر عرض کیا کہ حضرت میں گھر جا رہا ہوں. اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں میں صبح واپسی پر لے آؤنگا. حضرت نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں آپ چلے جائیں. وہ جب چلا گیا تو حضرت مسکرائے. کہ عجیب بات ہے. اس نے رات کو مرنا ہے. اور یہ کہہ رہا ہے. کہ کوئی کام ہو تو بتلائیں صبح کر کے آؤں گا. حضرات صاحبین حیران ہو گئے. اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہاں تو معاملہ کچھ اور ہے. حضرت تو کسی دوسری دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں. بغیر کچھ پوچھے واپس چلے گئے. اور اپنے ایک شاگرد کو حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے خادم کے دروازے پر چھوڑا. کہ رات کو جو کچھ ہو جائے ہمیں صبح بتلائیں. وہ صبح دوڑتا ہوا آیا کہ وہ خادم رات کو اچانک فوت ہو گئے. یہ تھا کشف حضرت کا. (حاشیہ النبراس علیٰ شرح العقائد)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے اقوال

صالح افراد کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا فلاح اور بہبود کی طرف دعوت دیتا ہے۔علماء کا ادب کرنا عقل میں اضافہ کا سبب ہے۔

جو شخص اپنے غیظ و غضب کو لوگوں سے روکے تو قیامت میں خدا اس کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے گا۔

معرفت الٰہی کے بعد جو چیزیں انسان کو سب سے زیادہ خدا سے نزدیک کرتی ہیں وہ نماز ،والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ،حسد نہ کرنا،خود پسندی سے پرہیز کرنا،فخر ومباہات سے اجتناب کرنا۔

مخلوقات کا نصب العین اطاعت پروردگار ہے۔اطاعت کے بغیر نجات ممکن نہیں۔اطاعت علم کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔علم عقل کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔علم تو بس عالم ربانی کے پاس ہے۔عالم کی معرفت اس کی عقل کے ذریعہ سے ہے

تمہارے نفس کی قیمت تو بس جنت ہے۔بس اپنے کو جنت کے علاوہ کسی اور سے نہ فروخت کرو۔

نعمت اس شخص کے پاس رہتی ہے جو میانہ روی اور قناعت کو اپناتا ہے۔اور جو شخص بے جا مصرف اور اسراف کرتا ہے تو اس سے نعمت دور ہو جاتی ہے۔

امانت داری اور سچائی رزق مہیا کرتے ہیں۔خیانت اور جھوٹ فقر اور نفاق پیدا کرتے ہیں۔

عاقل وہ ہے جسے رزق حلال شکر سے باز نہیں رکھتا اور نہ کبھی حرام اس کے صبر پر غالب آتا ہے۔

علی بن یقطین سے فرماتے ہیں: ظالم بادشاہ کی نوکری کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرو۔

جو شخص حمد و ثنائے پروردگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجے بغیر دعا مانگتا ہے وہ بالکل اس شخص کے مانند ہے جو بغیر ہدف کے تیر چلائے۔

غور فکر کرنا نصف راحت ہے اور لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے کیوں کہ لوگ تمہیں تمہارے عیوب سے آگاہ کریں گے۔ اور یہی لوگ تمھارے حقیقی مخلص ہیں۔

وہ شخص ہم سے نہیں ہے (ہمارا دوست نہیں ہے) جو اپنی دنیا کو دین کے لئے ترک کردے یا اپنے دین کو دنیا کے خاطر ترک کردے۔ (تحف العقول)

خدایا تو مجھے توفیق عطا فرما کہ ہم اپنے امام علیہ السلام کی سیرت کو اپنا سکیں اور تیرے پیغام کو لوگوں تک پہنچا سکیں۔

جو شخص ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (اقوالِ آئمہ)

اطاعت خدا میں مال خرچ کرنے سے پرہیز نہ کرو، ورنہ وہ خدا کی معصیت میں خرچ ہو جائے گا۔

جس طریقے سے زراعت نرم زمین میں ہوتی ہے نہ کہ سخت زمین میں، اسی طرح سے علم وحکمت متواضع انسان کے دل میں پروان چڑھتے ہیں نہ کہ متکبر و جبار کے"۔

مومن ترازو کے دو پلڑوں کے مانند ہے جتنا ایمان میں اضافہ ہو گا اتنا بلاء ومصیبت میں بھی اضافہ ہوگا۔

صبر کرنے والوں کے لئے ایک مصیبت ہے لیکن جزع وفزع کرنے والوں کے لئے دو مصیبتیں ہیں"۔ (تحف العقول)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

روی الراوندی عن موسی بن جعفر عن آبائه عن علی أنه قال سألت النبی - صلی الله علیه وسلم - عن المذی فقال یغسل طرف ذکره

(مختصر التحفة الاثنی عشریه، ج ۱، ص ۲۱۲)

راوندی نے نقل کیا کہ امام موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے آباء سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے آلہ تناسل کے سرے کو دھولے۔

عن موسی بن جعفر عن أبیه عن آبائه عن أسماء بنت عمیس قالت سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول وصالح المؤمنین هو علی بن أبی طالب رضی الله عنه

(تفسیر ثعلبی، ج ۹، ص ۳۴۹)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے وہ ان کے آباء سے وہ حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: (قرآن کریم کے الفاظ) ''صالح المؤمنین'' سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

عن موسی بن جعفر عن جعفر أنه قال ''کان الحسن والحسین یصلیان خلف مروان بن الحکم فقالوا لأحدهما (أی لموسی أو جعفر) ما کان أبوك یصلی إذا رجع إلی البیت؟ فقال والله لا، ما کان یزید علی صلاة (الشیعة والتشیع فرق وتاریخ، ج ۱، ص ۱۲۰)

حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما مروان بن حکم کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے، تو لوگوں نے ان دونوں میں سے یا ایک سے یعنی حضرت موسیٰ کاظم یا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ کے والد جب گھر واپس لوٹے تو نماز ادا کرتے (نماز کا اعادہ کرتے تھے) تو فرمایا: خدا کی قسم! (وہ نماز کا اعادہ) نہیں کرتے تھے اور نہ نماز پر کوئی اضافہ کرتے تھے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْبَقَرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي

جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ زَوَّجَكَ ابْنَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ صُورَةُ عَائِشَةَ قَالَ فَنَهَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي وَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِي ابْنَتَكَ فَأَرِنِيهَا قَالَ فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ هَذِهِ الصُّورَةُ الَّتِي أَرَانِيهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ لِي ابْنَةً صَغِيرَةً لَمْ تَبْلُغْ قَالَ أَرِنِيهَا فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ هَذِهِ الصُّورَةُ الَّتِي أَتَانِي بِهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِيهَا قَالَ زَوَّجْتُكَ بِهَا يَا رَسُولَ اللهِ (الشریعۃ للآجری، ج۵،ص ۲۳۹۷، حدیث نمبر ۱۸۷۷)

امام موسیٰ بن جعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، حضرت عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے اور مجھے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کردی ہے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! بیشک جبریل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری شادی آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کردی ہے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ انہیں دکھائیں۔ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا دکھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ نہیں جن کی تصویر جبریل امین علیہ السلام نے مجھے دکھائی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ایک چھوٹی بیٹی ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ دکھائیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر گئے اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ ہیں جن کی تصویر جبریل امین علیہ السلام نے مجھے دکھائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح میرے ساتھ کردیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا نکاح کردیا۔

حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ نَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ الْهَرَوِيُّ قَالَ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ

بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ إِلَّا عَبْدُ السَّلَامِ، وَلَا يُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ (المعجم الاوسط، ج۸،ص ۲۶۲، حدیث نمبر ۸۵۸۰)

حضرت معاذ نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: حضرت عبدالسلام بن صالح ہروی نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی نے ہمیں بیان کیا: فرمایا: حضرت ابوموسیٰ بن جعفر نے مجھے بیان کیا، فرمایا: حضرت ابوجعفر بن محمد نے مجھے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے والدگرامی سے انہوں نے حضرت علی بن حسین سے، انہوں نے اپنے والدگرامی سے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ایمان، دل کی معرفت، زبان سے اقراراورارکان پرعمل ہے۔

انہوں نے یہ حضرت حضرت موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) رضی اللہ عنہ سے صرف عبدالسلام کے حوالے سے روایت کی ہے اور انہوں نے یہ حدیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس سند سے روایت کی ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ فِي الْجَنَّةِ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ إِلَّا أَخُوهُ عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ تَفَرَّدَ بِهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ (المعجم الصغیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۶۰، ج ۲،ص ۱۶۳)

حضرت علی بن جعفر نے ہمیں بیان کیا کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے، انہوں نے اپنے والدگرامی حضرت جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والدگرامی محمد بن علی سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے، انہوں نے اپنے والدگرامی (امام حسین رضی اللہ عنہ) سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ وہ جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی اوران دونوں کے والدگرامی سے، اوران دونوں کی والدہ ماجدہ سے محبت کی

وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت موسیٰ بن جعفر سے ان کے بھائی حضرت علی بن جعفر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے اور ان کے ساتھ نصر بن علی منفرد ہیں۔

عَن موسى بن جعفر، عَن أبيه، عَن جَدِّه، قال قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم أطعموا حبالاكم اللبان فإن يكن في بطنها ذكر يكن زكي القلب وإن يكن أنثى تحسن خلقها وتعظم عجيزتها (الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲، ص ۶۰۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے حاملہ لوبان کھلاؤ اگر اس کے پیٹ میں لڑکا ہوگا ذہین ہوگا اور اگر اس کے پیٹ میں لڑکی وہ خوبصورت ہوگی اس کی سیرین بڑی ہوگی۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، مُتَّصِلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي اللَّمَمَ، وَيُصِحُّ الْبَصَرَ

(مسند شہاب، ج ۱، ص ۲۰۵)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا سے متصلا روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھانے سے پہلے وضو کرنے سے فقر (غربت) ختم ہوجاتی ہے اور کھانے کے بعد وضو کرنے سے ملامت ختم ہوجاتی ہے اور بینائی صحیح ہوجاتی ہے۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ" أَوَّلُ الْوَقْتِ رِضْوَانُ اللهِ، وَآخِرُ الْوَقْتِ عَفْوُ اللهِ "هَكَذَا رَوَاهُ أَبُو أُوَيْسٍ، عَنْ جَعْفَرٍ وَرُوِيَ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۶۴۰)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: اول وقت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور آخری وقت اللہ تعالیٰ کا عفو ودرگزر ہے۔ اسے ابو یونس نے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے اور حضرت موسیٰ بن جعفر سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے، انہوں نے ان کے دادا سے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ وَأَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ "فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى" (البقرة: ۲۵۶) قَالَ مَوَدَّتُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ

(ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۱ص ۲۲، حدیث نمبر ۴۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے، وہ ان کے آباء اور حضرت ابوحمزہ سے، وہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ "فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى" (تو اس نے پکڑ لیا مضبوط حلقہ) کی تفسیر میں فرمایا: (یہ) ہم اہل بیت کی مودت (محبت) ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ لَمْ يَجِئْ نَبِيٌّ قَطُّ إِلَّا بِصَلَاةِ آخِرِ اللَّيْلِ۔ (ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۱ص ۲۸۲، حدیث نمبر ۹۶۷)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ آباء سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر نبی رات کے آخری حصہ (تہجد) کی نماز ادا کرتا تھا۔

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، قَالَ لَمْ يَجِئْ نَبِيٌّ قَطُّ إِلَّا بِصَلَاةِ آخِرِ اللَّيْلِ۔

(ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۱ص ۲۸۶، حدیث نمبر ۹۸۵)

حضرت حصین نے ہمیں بیان کیا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ آباء سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر نبی رات کے آخری حصہ (تہجد) کی نماز ادا کرتا تھا۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدٌ وَمُسْلِمٌ وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ بْنِ زَيْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ آبَائِهِمْ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَلَا تَصُومُوهَا

(ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۲ص ۱۰۹، حدیث نمبر ۱۷۶۳)

حضرت موسیٰ بن جعفر، محمد، مسلم، یحییٰ بن عبید اللہ، حسن بن یزید، حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر سے روایت ہے وہ ان کے آباء سے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی ایام تشریق میں بھیجا کہ یہ دن کھانے اور پینے کے ہیں ان میں روزہ نہ رکھو۔

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ "وَلَا

تُصَعِّرْ خَدَّكَ" (لقمان) قَالَ التَّكَبُّرُ.

(ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۲، ص ۳۰۱، حدیث نمبر ۲۵۲۱)

حضرت حسین نے ہمیں بیان کیا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے آباء علیہم الرضوان سے روایت کرتے ہیں کہ آیت "وَلا تُصَعِّرْ خَدَّكَ" کی تفسیر میں فرمایا: یہ تکبر ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَفَصْلَ الْخِطَابِ قَالَ عِلْمُ الْقَضَاءِ (ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۲، ص ۳۲۱، حدیث نمبر ۲۶۰۱)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے آباء علیہم الرضوان سے روایت ہے کہ "فصل الخطاب" سے مراد قضاء کا علم ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ بَيْنَ جَاهِلِيَّتَيْنِ لَأُخْرَاهُمَا شَرٌّ مِنْ أُولَاهُمَا

(ترتیب الامالی، الخمیسیۃ للشجری، ج ۲، ص ۳۸۳، حدیث نمبر ۲۸۴۲)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے آباء سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دو جاہلیتوں کے درمیان مبعوث کیا گیا ان دونوں کی دوسری ان دونوں کی پہلی سے زیادہ شر ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيٍّ زَيْنِ الْعَابِدِينَ عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَائِدَةٍ وُضِعَتْ فَحَضَرَ عَلَيْهَا مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ أَوْ أَحْمَدُ إِلَّا قُدِّسَ ذَلِكَ الْمَنْزِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ۔ (فضائل التسمیہ باحمد ومحمد، ج ۱، ص ۳۲)

حضرت موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی محمد باقر رضی اللہ عنہ سے، وہ ان کے دادا حضرت علی زین العابدین سے وہ اپنے واپنے امام حسین رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی کھانا ایسا نہیں کہ اسے رکھا جائے اور اس پر وہ شخص موجود ہو جس کا نام محمد یا احمد ہو مگر اس گھر کو ہر روز دوگنا برکت دی جاتی ہے۔

عن موسى بن جعفر ابن محمد بن على بن الحسين بن على بن أبي طالب، عن أبيه

جعفر، عن أبيه محمد بن على بن الحسين، عن أبيه على، عن أبيه الحسين بن على عن أبيه على بن أبي طالب رضى الله عنهم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من سب الأنبياء قتل، ومن سب أصحابي جلد)

(الاربعون على الطبقات، لعلى بن المفضل القدسى، ج ا ص ٤٦١)

حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اپنے والد گرامی حضرت جعفر (الصادق) سے وہ اپنے والد گرامی حضرت محمد بن علی بن حسین (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے وہ اپنے والد گرامی حضرت علی (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے وہ اپنے والد گرامی امام حسین بن علی سے وہ اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو انبیاء کو برا کہے اس کو قتل کر دیا جائے اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اسے کوڑے لگائے جائیں۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عن عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَكَ ابْنَةَ أَبِي بَكْرٍ، وَمَعَهُ صُورَةُ عَائِشَةَ

(جزء ابی عبداللہ العطار، ج ا ص ۴۳، حدیث نمبر ۴۲)

امام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے، انہوں حضرت عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کردی ہے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام کے پاس حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعِمُوا حُبْلَاكُمُ اللِّبَانَ: فَإِنْ يَكُنْ فِي بَطْنِهَا ذَكَرٌ يَكُنْ ذَكِيَّ الْقَلْبِ، وَإِنْ تَكُنْ أُنْثَى يَحْسُنْ خُلُقُهَا وَتَعْظُمْ عَجِيزَتُهَا

(اربعون حدیثا من الجزء الرابع من کتاب الطب، ج ا ص ۴۷، حدیث نمبر ۳۸، الحاوی للفتاوی، ج ۲ ص ۶۰)

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے والد گرامی سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی حاملہ کو لوبان کھلاؤ پس جس کے پیٹ میں بچہ ہوگا وہ ذہین ہوگا اور اگر اس کے پیٹ میں بچی ہوگی تو وہ حسین ہوگا اور اس کی سیرین بڑی ہوں گی۔

عن موسی بن جعفر مرسلا الصبر على مطلق الأمراض

(کنز العمال، ج ۳، ص ۳۰۲) حدیث نمبر ۶۶۵۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر سے مرسلا روایت ہے کہتمام مصائب پر صبر کرنا چاہیے۔

من قال حين يسمع المؤذن يؤذن مرحبا بالقائلين عدلا مرحبا بالصلاة وأهلا كتب الله له ألفي ألف حسنة، ومحا عنه ألفي ألف سيئة، ورفع له ألفي ألف درجة الخطيب عن موسى بن جعفر عن أبيه عن جده

(کنز العمال، ج ۷، ص ۷۰۵، حدیث نمبر ۲۱۰۲۳)

جو موذن کی آواز سن کر یہ الفاظ کہے "مرحبا بالقائلين عدلا مرحبا بالصلاة وأهلا" اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو کروڑ نیکیاں لکھ دیتا اور دو کروڑ گناہ مٹا دیتا اور دو کروڑ درجات بلند کردیتا ہے۔ خطیب اسے حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہون نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے۔

نعم المال النخل الراسخات في الوحل المطعمات في المحل" الرامهرمزي في الأمثال من طريق علي بن الموصل من أهل وادي القرى - عن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي عن آبائه

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۳۴۲، حدیث نمبر ۳۵۳۱۹)

بہترین مال وہ کھجور کے درخت ہیں جو بارشوں میں زمین پر جمے ہیں اور خشک سالی میں پھل دیتے رہیں۔ رامہرمزی نے الامثال میں علی بن موصل جو وادی قریٰ والوں سے ہیں کی سند کے ساتھ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین سے، انہوں نے اپنے آباء سے روایت کی ہے۔

عن موسى بن جعفر الصادق عن آبائه عن علي رضي الله عنه رفعه إلا أنه قال ولم يزدد

فی الدنیا زهدا مكان هدی (تخریج احادیث احیاء علوم الدین، ج ا ص ۱۷۴)
حضرت موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباء سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کی ہے اور فرمایا: دنیا میں ہدایت کی جگہ ترک دنیا کو زادراہ نہ بنا۔

رواه أبو نعيم و روى ابن النجار عن موسى بن جعفر عن أبيه عن جده ركعتان من عالم أفضل من سبعين ركعة من غير عالم و روى الشيرازي في الألقاب من طريق مالك بن دينار عن الحسن عن أنس عن علي رفعه ركعتان من عالم بالله خير من ألف ركعة من متجاهل بالله. (تخریج احادیث احیاء علوم الدین، ج ۵ ص ۲۳۸۶)

اسے ابونعیم نے نقل کیا ہے اور ابن نجار نے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عالم کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ اور شیرازی نے القاب میں مالک بن دینار کی سند سے حضرت حسن سے ،انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ رکھنے والے کی ہزار رکعتوں سے افضل ہیں۔

روى ابن النجار عن موسى بن جعفر عن أبيه عن جده ركعتان من عالم أفضل من سبعين ركعة من غير عالم رواه الشيرازي في الألقاب من طريق مالك بن دينار عن الحسن عن أنس عن علي رفعه ركعة من عالم بالله خير من ألف ركعة من متجاهل بالله
و روى أبو نعيم من حديث أنس ركعتان من رجل ورع أفضل من ألف ركعة من مخلط
(تخریج احادیث احیاء علوم الدین، ج ٦ ص ۲۴۱۰، حدیث نمبر ۳۸۴۷)

ابن نجار نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے ،انہوں نے اپنے والد گرامی سے ،انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ عالم کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ اسے شیرازی نے القاب میں مالک بن دینار کی سند سے حضرت حسن سے ،انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ عالم باللہ کی ایک رکعت متجاہل باللہ کی ہزار رکعت سے بہتر ہے۔ اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ زاہد

کی دو رکعتیں مخلط کی ہزار رکعت سے افضل ہیں۔

رکعتان من عالم أفضل من سبعین رکعة من غیر عالم (ابن النجار عن موسى بن جعفر عن أبیه عن جده) (جامع الاحادیث، ج ۱۴، ص ۱۴۵، حدیث نمبر ۱۲۷۸۱)

عالم کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ ابن نجار نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے، انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَتَصْدِيقٌ بِالْعَمَلِ .

(تہذیب الآثار مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج ج ۲، ص ۶۹۳، حدیث نمبر ۱۰۲۸)

حضرت موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے، انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے، انہوں نے حضرت محمد بن علی سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین سے، انہوں نے حضرت حسین بن علی سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان دل کی معرفت، زبان کا اقرار اور عمل کے ساتھ تصدیق کا نام ہے۔

عن موسى بن جعفر بن محمد عن أبیه عن جده أن النبی صلى الله علیه وسلم أكل بطیخا بسكر (سبل الهدى والرشاد فی سیرة خیر العباد، ج ۷، ص ۱۹۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تربوز کو شکر کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

عن موسى بن جعفر أنه سئل أكل شیء فی كتاب الله وسنة نبیه أو تقولون فیه؟ فقال بل كل شیء فی كتاب الله وسنة نبیه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(اسمی المطالب فی سیرة امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۹۲۸)

حضرت موسیٰ بن جعفر سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں موجود ہے یا آپ کہتے ہیں کہ اس میں موجود ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں موجود ہے۔

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، قال قال رسول الله۔ صلى الله علیه وَسَلَّمَ۔

خَمْسَۃٌ یُقَسِّیْنَ الْقَلْبَ وَیُنْبِتْنَ النِّفَاقَ فِیہِ، کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الشَّجَرَ، اِسْتِمَاعُ اللَّھْوِ وَاِتْیَانُ بَابِ السُّلْطَانِ، وَاللَّعِبُ بِالصَّوَالِجَۃِ، وَطَلَبُ الصَّیْدِ وَرَمْیُ البندق (تاریخ اربل، ج ۱، ص ۷۱)

حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں دل کو سخت کرتی ہیں اور اس میں نفاق پیدا کرتی ہیں جیسے پانی درخت اگاتا ہے ،لہو ولعب میں مشغول ہونا ، بادشاہ کے دروازے پر جانا، سالی کے ساتھ کھیلنا کرنا اور شکار کی طلب کرنا، ٹاس کرنا۔

عن موسی بن جعفر عن أبیہ جعفر وقد سئل عنہما فقال أبو بکر جدی وعمر ختنی أفترانی أبغض جدی وختنی ؟ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، ج ۱، ص ۶۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے دونوں (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے خاندان کے داماد ہیں ۔مجھ پر بہتان لگاتے ہیں کہ میں اپنے نانا اور خاندان کے داماں سے بغض رکھتا ہوں۔

عن موسی بن جعفر، عن أبیہ، عن جدہ متصلا ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوضوٗ قبل الطعام ینفی الفقر، وبعدہ ینفی الھم ویصح البصر

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے دادا سے متصلا روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے سے پہلے وضو فقر (غربت) کو ختم کر دیتا ہے اور کھانے کے بعد وضو کرنا ہم (غم وحزن) کو دور کر دیتا ہے اور بینائی کو درست کرتا ہے۔

وجاء عن موسی، عن آبائہ مرفوعًا نعم المال النخل الراسخات فی الوحل، المطعمات فی المحل. (میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۲۰۲)

ایک روایت ہے کہ موسیٰ (کاظم) رضی اللہ عنہ اپنے آباء سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ بہترین مال وہ کھجور ہے جو کیچڑ میں زمین میں مضبوطی سے جمی رہے اور خشک سالی میں پھل دے۔

عن موسی بن جعفر عن أبیہ عن علی بن الحسین عن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من سب الأنبیاء قتل ومن سب أصحابی جلد" (لسان المیزان، ج ۴، ص ۱۱۲)

حضرت موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے، انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن حسین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے انبیاء کرام کو برا کہا اس کو قتل کر دیا جائے اور جس نے میرے صحابی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس کو کوڑے لگائے جائیں

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ آبَائِهِ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي القول بالجهل (انساب الاشراف للبلاذری، ج ۲، ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۵۵)

حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اپنے آباء سے روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حکم سے خاموشی میں کوئی بھلائی نہیں۔ جیسے جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

عن موسى بن جعفر، عن أبيه جعفر بن محمد، عن أبيه محمد بن علي، عن أبيه علي بن الحسين، عن أبيه الحسين، عن أبيه علي بن أبي طالب، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما ابن آدم ليومه، فمن أصبح آمنًا في سربه، معافى في جسمه، عنده قوت يومه: فكأنما حيزت له الدنيا (ارشیف منتدی الالوکۃ)

حضرت موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے، وہ اپنے والد گرامی حضرت جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد گرامی محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن حسین سے، انہوں نے حضرت اپنے والد گرامی حسین سے، انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم صرف ایک دن کا رہین ہے پس جس نے اپنے ٹھکانے امن سے صبح کر لی اس حال میں کہ اس کا جسم ہر بیماری سے محفوظ تھا اور اس کے پاس اس دن کی خوراک تھی تو گویا اسے ساری دنیا حاصل ہوگئی۔

عن موسى بن جعفر، عن أبيه، عن آبائه عليهم السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله ظهور البواسير وموت الفجاءة والجذام من اقتراب الساعة

(ارشیف ملتقی اہل الحدیث، ج ۶۴، ص ۵۶)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے وہ ان کے آباء رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بواسیر کا ظاہر ہونا اور اچانک موت اور جذام یہ

قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں۔

عن موسی بن جعفر عن أبيه عن جده - رضی الله عنه - قال قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم: (خلقت أنا وهارون بن عمران ويحيى بن زكريا وعلى بن أبي طالب من طينة واحدة) (ارشیف ملتقی اہل الحدیث، ج۲٦، ص ۳۴۷)

حضرت موسیٰ بن جعفر اپنے والد گرامی سے، وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا علیہم السلام اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک ہی مٹی سے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ علماء ومشائخ کی نظر میں

ابن حجر ہیتمی کی رائے

علامہ ابن حجر الہیتمی، الصواعق المحرقۃ میں لکھتے ہیں:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے لوگوں میں بہت بڑے عابد تھے۔

(الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۰)

علامہ ابوالفرج کا اظہارِ خیال

علامہ ابوالفرج کا کہنا ہے: امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ان کی عبادت ان کی کوشش ان کی محنت کی وجہ سے ان کو (عبد صالح) کہا جاتا تھا۔ (صفۃ الصفوۃ)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

امام ذہبی لکھتے ہیں:

قد كان موسى من أجواد الحكماء و من العباد الأتقياء

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سخاوت مند حکماء اور خدا کے پرہیزگار بندوں میں سے تھے)۔

(میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۰۲)

عابد ترین شخص

تاریخ یعقوبی میں ہے:

كان موسى بن جعفر من اشد الناس عبادة

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے عابد ترین شخص تھے۔

(تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص ۴۱۴)

جمال الدین شافعی کی رائے

جمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (مطالب السوال) کتاب میں اس طرح لکھتے ہیں:

''امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی عبادت مشہور اور اللہ کی اطاعت وعبادت میں محتاط تھے۔ رات سجدے

میں اور صبح کو قیام کی صورت میں گزارتے تھے۔ روز کو صدقہ اور روزے سے تمام کرتے تھے۔

(مسند الامام الکاظم، ج ۱، ص ۶)

شفیق بلخی کا اظہارِ خیال

شفیق بلخی کہتے ہیں:

سنہ ۱۴۹ھ قمری میں حج کے انجام کے لئے نکلا اور قادسیہ پہنچا وہاں میں نے بہت بڑی جمعیت کو دیکھا جو حج انجام دینے کے لئے جانے کو آمادہ تھے جس میں ایک خوبصورت گندمی رنگ کے جوان کو دیکھا جو کمزور تھا اپنے لباس کے اوپر پشمی لباس پہنے ہوئے تھا اور اپنے پاؤں میں نعلین پہنے کنارے بیٹھا ہوا تھا میں نے اپنے آپ سے کہا یہ جوان صوفیوں میں سے ہے وہ چاہتا ہے کہ لوگ راستہ بھر اس کو اپنے سر پر بٹھائے رہیں۔

اس کے نزدیک گیا جیسے ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی انھوں نے فرمایا: شفیق!

اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

زیادہ گمان کرنے سے بچو بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔

شفیق فرماتے ہیں: مجھ کو وہیں پر چھوڑ دیا اور اپنے راستے ہو لئے، میں نے اپنے آپ سے عرض کیا یہ بہت بڑی بات ہے۔ اتنا بڑا کام انجام دیا وہ میرے دل کے اندر کی خبر دے رہا ہے اور میرا نام بھی جانتا ہے یہ بہت ہی نیک اور صالح، خدا کا بندہ ہے میں خود اس کے پاس پہنچوں گا اور اس سے عذر خواہی کروں گا جتنی بھی جلدی کر سکا کہ ان تک پہنچ جاؤں مگر نہیں پہنچ سکا وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے تھے۔ جب میں واقصہ پہنچا تو دیکھا وہ نماز پڑھنے میں مشغول ہیں ان کے جسم کے تمام اعضاء و جوارح لرز رہے تھے اور آنکھوں سے اشک جاری تھا۔ میں نے خود سے کہا یہ وہی شخص ہے۔ میں جاتا ہوں اور ان سے معافی مانگتا ہوں۔ میں کھڑا رہا تا کہ ان کی نماز تمام ہو جائے میں ان کی طرف گیا۔ جیسے ہی انھوں نے مجھے دیکھا فرمانے لگے شفیق! اس آیت کو پڑھو:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدَى

اور بے شک میں مغفرت کرنے والا ہوں اس کی جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر ہدایت حاصل کرے۔

پھر مجھے چھوڑ کر وہ اپنے راستے ہو لئے۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ جوان کوئی بہت بزرگ اور صوفی ہے۔

یہ دوسری مرتبہ ہے کہ اس نے میرے دل کے اندر کی خبر دی ہے۔ جب منزل زبالہ پہنچے، تو دیکھا کہ کنواں کے کنارے ہاتھ میں کوزہ لئے کھڑے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کنویں سے پانی نکالیں۔ کوزہ ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر جاتا ہے وہ حضرت آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہتے ہیں:

انت ربی اذا ظمئت الی الماء و قوتی اذا اردت الطعاما انت

خدایا: اس کوزے کے علاوہ میرے پاس کوزہ نہیں ہے اس کو میرے پاس واپس کردے۔

اس وقت میں نے دیکھا کنویں کا پانی اوپر آیا ہاتھ بڑھا کر کوزے کو پانی سے بھر کر باہر نکالا۔ وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد ریت کے ٹیلے کے پیچھے گئے، اور اس ریت کو ہاتھوں سے کوزے میں ڈالا اور کوزے کو ہلا کر پی جاتے تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام عرض کیا انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کی: خدا نے جو آپ کو زیادہ غذا عنایت کی ہے مجھ کو بھی اس سے مستفید فرمائیں۔

انھوں نے فرمایا: شفیق! مسلسل اللہ تعالی کی ظاہری و باطنی نعمتیں ہمارے شامل حال ہیں۔ اللہ تعالی کے لئے حسن ظن رکھو، کوزے کو میری طرف بڑھایا میں نے کوزے کا پانی پیا دیکھا اس میں خوشبو دار میٹھا شربت ہے۔

اللہ تعالی کی قسم! میں نے کبھی اس سے لذیذ اور خوشبو تر نہیں کھایا تھا اور نہیں پیا تھا۔ سیر بھی ہو گیا اور پیاس بھی ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ کچھ روز تک بھوک ہی نہیں لگی اور نہ پانی پینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اس کے بعد ان کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ مکہ پہنچ گیا۔ اتفاق سے ایک رات میں نے ان کو دیکھا آدھی رات ہے اور وہ نماز پڑھنے میں مشغول ہیں۔ اور تمام خشوع و خضوع کے ساتھ آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ اس طرح وہ صبح تک تھے۔ یہاں تک کہ اذان صبح ہوئی، اور نماز کے لئے بیٹھے اور تسبیح خدا کرنی شروع کر دی اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھے اور نماز صبح پڑھی۔ سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مسجد حرام کی طرف سے باہر چلے گئے۔

میں ان کے آگے بڑھا۔ تو دیکھا کہ ضرورت مند اور محتاج ان کے پاس حلقہ کئے ہوئے جمع ہیں

۔ اور بہت سارے غلام ان کی خدمت میں تیار ہیں ۔ اور ان کے حکم کے منتظر ہیں ۔ ان تمام چیزوں کو اس کے خلاف دیکھ رہا ہوں جو پہلے دیکھ چکا تھا۔

نزدیک اور دور سے لوگ پہنچ کر ان کو سلام کر رہے ہیں۔

ایک آدمی جو ان سے بہت قریب تھا میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں اس نے کہا: یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔

تب میں نے کہا: تب تو اس طرح کے تعجب اور حیرت انگیز کام ان بزرگوار سے ہی ہونگے ۔ (صفۃ الصفوۃ)

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل

اللہ ہم کو کافی ہے اور کیا اچھا کارساز ہے

نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر

اور وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ

نام	:	علی رضا
نام ولدیت	:	حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
لقب	:	رضا
کنیت	:	ابوالحسن
پورا نام	:	امام الحسن علی بن موسیٰ رضا
تاریخ پیدائش	:	۱۱، ذی الحجہ، ۱۴۸ ہجری، ۱۲ اپریل، ۷۷۰ء
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
شہادت	:	۴ ستمبر ۸۱۸ء
عمر	:	۴۸ سال
وجہ شہادت	:	زہر
مدفن	:	سناباد کا علاقہ نوقان
اولاد	:	محمد تقی
والدہ	:	نجمہ
والدہ کی کنیت	:	ام البنین
والدہ کا لقب	:	طاہرہ
بہن/بھائی	:	حسین بن موسیٰ، فاطمہ معصومہ
درجہ امامت	:	آٹھویں امام
استاد	:	حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

حضرت امام علی رضا



مختصر تعارف:

علی نام، رضا لقب اور ابوالحسن کنیت، حضرت امام موسیٰ کاظم والد بزرگوار تھے اور اس لیے آپ کو پورے نام ولقب کے ساتھ یاد کیا جائے تو امام الحسن علی بن موسیٰ رضا کہا جائے گا، والدہ گرامی کی کنیت ام البنین اور لقب طاہرہ تھا۔ نہایت عبادت گزار بی بی تھیں۔

امام علی رضا کی ولادت

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۸ ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے تقریباً ایک ماہ پہلے ۱۵ شوال کو آپ رضی اللہ عنہ کے دادا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو چکی تھی۔ اتنے عظیم حادثہ مصیبت کے بعد جلد ہی اس مقدس مولود کے دنیا میں آجانے سے یقیناً گھرانے میں ایک سکون اور تسلی محسوس کی گئی۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی تربیت

آپ کی نشو ونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ ہوئی اور اس مقدس ماحول میں بچپنا اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئی اور پینتیس برس کی عمر پوری ہوئی۔ اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کاظم عراق میں قید وظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۸ یا ۲۹ برس آپ رضی اللہ عنہ کو برابر پدرِ بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

امام علی رضی اللہ عنہ کی جانشینی

امام موسیٰ کاظم کو معلوم تھا کہ حکومت وقت آپ کو آزادی سے سانس لینے نہ دے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آپ کے آخری عمر کے حصے میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستانِ اہلبیت علیہم السلام کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے رہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا۔ اس لیے آپ نے انہیں آزادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروانِ اہلبیت رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد ہونے والے امام علیہ السلام سے روشناس بنانے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ چنانچہ اولاد علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے جمع فرما کر اپنے فرزند علی رضا رضی اللہ عنہ کی وصایت وجانشینی کا اعلان فرمایا اور ایک وصیت نامہ تحریراً بھی مکمل فرمایا جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی، یہ اہتمام دوسرے ائمہ کے یہاں نظر نہیں آتا۔ صرف ان خصوصی حالات کی بنا پر جن سے دوسرے ائمہ اپنی وفات کے موقع پر دوچار نہیں ہونے والے تھے۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا دور امامت

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی پینتیس برس کی عمر جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور امامت کی ذمہ داری آپ کی طرف منتقل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب بغداد میں ہارون رشید تخت خلافت پر تھا اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ناساز گار تھے۔ اس ناخوشگوار ماحول میں حضرت رضی اللہ عنہ نے خاموشی کے ساتھ شریعتُ حقہ کے خدمات انجام دینا شروع کر دیا۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا علمی کمال

آل محمد رضی اللہ عنہم کے اس سلسلہ میں ہر فرد احادیث کی طرف سے بلند ترین علم کے درجہ پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن سب کو ماننا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو موقع حاصل ہوا ہے تو وہ امام رضا ہیں۔ جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا رضی اللہ عنہ عالمِ آلِ محمد ہیں۔ اپنے دینی مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو اور جو کچھ وہ کہیں اسے یاد رکھو اور پھر حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرما تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمد ابن عیسیٰ القطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان کے جوابات تحریر کیے تھے اکٹھے کیے تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مختلف دور

حضرت امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کاظم کے بعد دس برس ہارون کا دور رہا۔ یقیناً وہ امام رضا رضی اللہ عنہ کے وجود کو بھی دنیا میں اسی طرح پر برداشت نہیں کر سکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو رہنا اس نے گوارا نہیں کیا۔ مگر یا تو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجہ میں قید خانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اس سے حکومتُ وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی اور یا واقعی ظالم کو اپنی بد سلوکیوں کا احساس ہوا اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ایک دن یحییٰ ابن خالد برمکی نے اپنے بعد اثر و رسوخ کے بڑھانے کے لیے یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن موسیٰ بھی اب اپنے باپ کے بعد امامت کے

اسی طرح دعویدار ہیں تو ہارون نے جواب دیا کہ جو کچھ ہم نے ان کے باپ کے ساتھ کیا وہی کیا کم ہے جواب تم چاہتے ہو کہ میں اس نسل ہی کا خاتمہ کروں۔

پھر بھی ہارون رشید کا اہل بیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک تھا اس کی بنا پر عام طور پر سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنھیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہوسکتے تھے اور نہ امام علیہ السلام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آسکتے تھے نہ حضرت علیہ السلام کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا۔ امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرفدار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ میں سے تھا۔ اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا۔ دونوں کی اپس میں رسہ کشی ہارون کے لیے سوہانِ روح بنی رہتی تھی، اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصے جیسے شام، مصر حجاز، یمن وغیرہ محمد امین کے نام کیے گئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران خراسان، ترکستان وغیرہ مامون کے لیے مقرر کیے گئے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہوسکتا تھا جب دونوں فریق ''جیو اور جینے دو'' کے اصول پر عمل کرتے ہوتے۔

لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کارفرما ہو وہاں اگر بنی عباس کے ہاتھوں بنی فاطمہ کے خلاف ہر طرح کے ظلم وتعدی کی گنجائش پیدا ہوسکتی ہے تو خود بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائیاں کرنے کے لیے تیار نظر آتے۔ اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہم تصادم ہو جب ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے جسے بنی فاطمہ علیہم الرضوان اپنے پیش نظر کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کرلیا کرتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اخر چار برس کی مسلسل کشمکش اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم 891ھ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہوگئی۔

ولی عہدی

امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت تو مامون کے نام سے قائم ہوگئی مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین

ننھیال کی طرف سے عربی النسل تھا اور مامون عجمی النسل۔ امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتے تھے بلکہ غم وغصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے۔ دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرف دار تھی اس سے بھی مامون کو ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا۔

اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کر دیے گئے ہوں یا جلاوطن کیے گئے ہوں یا قید رکھے گئے ہوں ان کے بھی موافق ایک جماعت تھی جو اگر حکومت کا کچھ بگاڑ نہ بھی سکتی تب بھی دل ہی دل میں حکومت بنی عباس سے بیزار ضرور تھی۔

ایران میں ابومسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا تھا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین ؑ اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ ہوئے تھے۔ اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا، درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھلی ہی ہوں گی کہ ہم سے کیا کہا گیا تھا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا۔ ممکن ہے کہ ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو۔ اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسا نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا بنایا جائے اور چونکہ طرزِ عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عالمِ طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے۔ اس لیے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اہلِ بیت سے اپنی محبت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی سے اب ''حق بحق دار رسید'' کے مقولے کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلے میں جیسا کہ جناب شیخ صدوق نے تحریر فرمایا ہے۔ اس نے اپنی نذر کی حکایت بھی نشر کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہو گئی تھی اور خراسان میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور میری مالی حالت بھی ابتر تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا تو اس سخت اور دشوار ماحول میں، میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصلی حقدار یعنی اولادِ فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہو اس تک پہنچا دوں۔ اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح

حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس طرز عمل خلوص قلب اور حسن نیت پر مبنی سمجھا جائے۔ یوں تو اہلبیت رضی اللہ عنہم کے جو کھلے اور سخت سے سخت دشمن تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور افضیلت سے واقف تھے ہی اور ان کی شان وعظمت کو جانتے تھے۔

مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوائے محبت اہلبیت رضی اللہ عنہم کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ عوام کو اپنی منشاء کے مطابق چلانے کی کوشش کی تھی۔

ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بھیس میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا اس ولی عہدی کو قبول کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا جیل خانہ چلے جانا، اسی لیے جب امام رضا رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج وصدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ سے روانگی کے موقع پر تھا۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیتابانہ روضہ اقدس کے اندر جاتے تھے اور نالہ وآہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں۔ پھر باہر آتے نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں او پھر دل نہیں مانتا، پھر روضہ اطہر سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔ یہی صورت کئی مرتبہ ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علی رضا کے قریب گیا، تو فرمایا اے محول! میں اپنے جدِ امجد کے روضہ اطہر سے بہ جبراً جُدا کیا جا رہا ہوں۔ اب مجھ کو یہاں واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔

۲۰۰ھ میں حضرت علی رضا مدینہ منورہ سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے، اہل وعیال اور متعلقین سب مدینہ ہی چھوڑ گئے۔ اس وقت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ برس کی تھی۔ آپ بھی مدینہ میں ہی رہے۔ جب حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ مرو پہنچے جو اس وقت دار السلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت وتکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا۔

حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کر دیا۔ مامون کو خلافت سے دست بردار ہونا درحقیقت منظور نہ تھا اور نہ وہ امام علی رضا کو اِسی پر مجبور کرتا۔

چنانچہ جب حضرت علی رضاؓ نے خلافت قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اس نے ولی عہدی کا سوال پیش کیا۔ حضرت علی رضاؓ اس کے بھی انجام سے واقف تھے۔ نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے مذہبی اصول کے خلاف تھا۔

حضرت علی رضاؓ نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جان کا خطرہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو۔ ورنہ حفاظتِ جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے۔

امام علی رضا نے فرمایا یہ ہے تو مجبوراً قبول کرتا ہوں مگر کاروبارِ سلطنت میں میں خود دخل نہ دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک کسی سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی ہو۔

بنی عباس مامون کے اس فیصلے سے قطعاً متفق نہ تھے انھوں نے بہت کچھ دراندازیاں کیں مگر مامون نے صاف کہہ دیا کہ حضرت علی رضاؓ سے بہتر کوئی دوسرا شخص تم بتادو اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

اس سلسلے میں بڑے بڑے مناظرے بھی ہوئے مگر ظاہر ہے کہ امام علی رضاؓ کے مقابلہ میں کس کی علمی فوقیت ثابت ہو سکتی تھی، مامون کا فیصلہ اٹل تھا اور وہ اس سے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کو بدل دیتا۔

یکم رمضان ۲۰۱ بروز پنجشنبہ جلسۂ ولی عہدی منعقد ہوا۔ بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی۔ سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی۔ پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے چاندی کے سکے سرمبارک پر نثار کیے گئے اور تمام ارکانِ سلطنت وملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے، مامون نے حکم دیا کہ حضرت علی رضاؓ کے نام کا سکہ تیار کیا جائے، چنانچہ درہم ودینار پر حضرت امام علی رضا کے نام کا نقش ہوا اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا، جمعہ کے خطبہ میں حضرت علی رضاؓ کا نام داخل کیا گیا۔

اخلاق واوصاف

مجبوری اور بے بسی کا نام قناعت یا درویشی "عصمت بی بی از بے چادری" کے مقول کے موافق اکثر ابنائے دنیا کا شعار رہتا ہے مگر ثروت واقتدار کے ساتھ فقیرانہ زندگی اختیار کرنا بلند مرتبہ مردانِ خدا کا حصہ ہے۔

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان میں سے جو بزرگوار ظاہری حیثیت سے اقتدار کے درجہ پر نہ تھے کیوں کہ ان کی فقیری کو دشمن بے بسی پر محمول کر کے طعن وتشنیع پر آمادہ ہوتے اور حقانیت کے وقار کو ٹھیس لگتی مگر جو بزرگ اتفاقات روزگار سے ظاہری اقتدار کے درجہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے اتنا ہی فقر اور سادگی کے مظاہرہ میں اضافہ کر دیا تاکہ ان کی زندگی غریب مسلمانوں کی تسلی کا ذریعہ بنے اور ان کے لیے نمونہ عمل ہو جیسے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ شہنشاہ اسلام مانے جا رہے تھے اس لیے آپ کا لباس اور طعام ویسا زاہدانہ تھا جس کی مثال دوسرے آئمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے یہاں نہیں ملتی۔

یہی صورت حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی تھی، آپ مسلمانوں کی اس عظیم الشان سلطنت کے ولی عہد بنائے گئے تھے جن کی وسعت مملکت کے سامنے روم وفارس کا ذکر بھی طاقِ نسیان کی نذر ہو گیا تھا۔ جہاں اگر بادل سامنے سے گزرتا تھا تو خلیفہ کی زبان سے آواز بلند ہوتی تھی کہ ''جا جہاں تجھے برسنا ہو برس، بہر حال تیری پیداواری کا اخراج میرے پاس ہی آئے گا۔''

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کا اس سلطنت کی ولی عہدی پر فائز ہونا دنیا کے سامنے ایک نمونہ تھا کہ دین والے اگر دنیا کو پا جائیں تو ان کا رویہ کیا ہوگا۔

یہاں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو اپنی دینی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ضرورت تھی کہ زہد اور ترک دنیا کے مظاہرے اتنے ہی نمایاں تر بنا دیں جتنے تزک واحتشام کے دینی تقاضے زیادہ ہیں چنانچہ تاریخ نے اپنے کو دہرایا اور وہ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے لباس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ آپ نے اپنی دولت سرا میں قیمتی قالین بچھوانا پسند نہیں کیے بلکہ جاڑے میں بالوں کا کمبل اور گرمی میں چٹائی کا فرش ہوا کرتا تھا، کھانا سامنے لایا جاتا تو دربان سائیس اور تمام غلاموں کو بلا کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرماتے تھے۔ آدابِ شاہی کے خوگر ایک بلخی شخص نے ایک دن کہہ دیا کہ حضور رضی اللہ عنہ اگر ان لوگوں کے کھانے کا انتظام الگ ہو جایا کرے تو کیا حرج ہے۔؟

حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالق سب کا اللہ ہے۔ ماں سب کی حوا اور باپ سب کے آدم علیہ السلام ہیں۔ جزا وسزا ہر ایک کی اس کے عمل کے مطابق ہوگی، پھر دنیا میں تفرقہ کس لیے ہو۔

اسی عباسی سلطنت کے ماحول کا ایک جزو بن کر جہاں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک قرابتداری کی نسبت کے سبب اپنے کو خلق خدا پر حکمرانی کا حقدار بنایا جاتا تھا اور اس کے ساتھ کبھی اپنے اعمال وافعال پر نظر نہ کی جاتی تھی کہ ہم کیسے ہیں اور ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ بنی عباس ظلم

وستم اور فسق وفجور میں بنی امیہ سے کم نہ رہے۔ بلکہ بعض باتوں میں ان سے آگے بڑھ گئے اور اس کے ساتھ پھر بھی قرابتِ رسول ﷺ پر افتخار تھا اس ماحول کے اندر داخل ہو کر امام علی رضا علیہ السلام کا اس بات پر بڑا زور دینا کہ قرابت کوئی چیز نہیں اصل انسان کا عمل ہے بظاہر صرف ایک شخص کا اظہار فروتنی اور انکسارِ نفس تھا جو بہرحال ایک اچھی صفت ہے لیکن حقیقت میں وہ اس سے بڑھ کر تقریباً ایک صدی کی عباسی سلطنت کی پیدا کی ہوئی ذہنیت کے خلاف اسلامی نظریہ کا اعلان تھا اور اس حیثیت سے بڑا اہم ہو گیا تھا کہ وہ اب اسی سلطنت کے ایک رکن کی طرف سے ہو رہا تھا۔

چنانچہ امام علی رضا علیہ السلام کی سیرت میں اس کے مختلف شواہد ہیں، ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: خدا کی قسم! آباؤ اجداد کے اعتبار سے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں۔

حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے آباؤ اجداد کو جو شرف حاصل ہوا ہے وہ صرف تقویٰ، پرہیز گاری اور اطاعتِ خدا سے۔

ایک شخص نے کسی دن عرض کی: واللہ! آپ بہترین خلق ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص! حلف نہ اٹھا، جس کا تقویٰ و پرہیز گاری مجھ سے زیادہ ہو وہ مجھ سے افضل ہے۔

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے تھے:

میرے تمام لونڈی اور غلام آزاد ہو جائیں اگر اس کے سوا کچھ اور ہو کہ میں اپنے کو محض رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے اس سیاہ رنگ غلام سے بھی افضل نہیں جانتا (حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اشارہ کیا اپنے ایک غلام کی جانب) ہاں جب عملِ خیر بجالاؤں گا تو اللہ کے نزدیک اس سے افضل ہوں گا۔

یہ باتیں کوتاہ نظر لوگ صرف ذاتی انکسار پر محمول کر لیتے ہوں مگر خود حکومت عباسیہ کا فرماں روا یقیناً اتنا کند ذہن نہ ہوگا کہ وہ ان تازیانوں کو محسوس نہ کرے جو امام علی رضا علیہ السلام کے خاموش افعال اور اس طرح کے اقوال سے اس کے خاندانی نظامِ سلطنت پر برابر لگ رہے تھے۔

اس نے تو بخیال خود ایک وقتی سیاسی مصلحت سے اپنی سلطنت کو مستحکم بنانے کے لیے حضرت علی رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنایا تھا مگر بہت جلد اسے محسوس ہوا کہ اگر ان کی زندگی زیادہ عرصہ تک قائم رہی تو عوام کی ذہنیت میں یک لخت انقلاب ہو جائے گا اور عباسی سلطنت کا تخت ہمیشہ کے لیے الٹ جائے گا۔

مقاصدِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اشاعت

اب امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو تبلیغ حق کے لیے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہو گیا تھا جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قائم کر چکے تھے مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ اہل بیت کے امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے جو خاندانِ اہل بیت کے سربراہ اور بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور اب امام علی رضا رضی اللہ عنہ تو امام روحانی بھی ہیں اور ولی عہد سلطنت بھی۔ اس لیے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔

"مرو" کا مقام ہے جو ایران کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم ہے کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور اہلِ بیت اطہار سے عقیدہ رکھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ امام حسین اور کربلا کے شہداء کی یادیں تازہ ہونے لگیں اور اہل بیت اطہار کی شان وعظمت کے اظہار کے لئے محافل کا انعقاد کیا جانے لگا۔ جہاں لوگ بیٹھتے اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے فضائل وکمالات اور شہدائے کربلا پر ہونے والے مظالم اور اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے صبر واستقامت کا تذکرہ ہونے لگتا۔

شعراء اپنے اشعار کی صورت میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کی منقبت پڑھتے اور شہدائے کربلا کی یادوں میں مرثیے پڑھے جاتے۔

شہادتِ امام علی رضا رضی اللہ عنہ

مامون کی توقعات غلط ثابت ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ آخر امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی جان لینے کے درپے ہو گیا اور وہی خاموش حربہ جو ان اہلِ بیت اطہار کے معزز ومکرم بزرگوں کے ساتھ اس کے پہلے بہت دفعہ استعمال کیا جا چکا تھا کام میں لایا گیا۔ انگور میں جو بطور تحفہ امام علی رضاب کے سامنے پیش کیے گئے تھے زہر دیا گیا اور اس کے اثر سے ۱۷ صفر ۲۰۳ھ میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

مامون نے بظاہر بہت رنج وغم کا اظہار کیا اور بڑے شان وشکوہ کے ساتھ اپنے باپ ہارون رشید کے قریب دفن کیا۔ جہاں مشہد مقدس میں حضرت علی رضا کا مزار پرانوار آج اہل اسلام کی روحانی تربیت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہیں اپنے وقت کا بزرگ ترین دنیوی شہنشاہ ہارون رشید بھی دفن ہے جس کا نام ونشان تک وہاں جانے والوں کو معلوم نہیں ہوتا۔

اولاد

امام کی تعداد اولاد میں شدید اختلاف ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار ج ۱۲، ص ۲۶ میں کئی اقوال نقل کرنے کے بعد بحوالہ قرب الاسناد تحریر کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے دو فرزند تھے۔ ایک امام محمد تقی دوسرے حضرت موسیٰ۔

انوار نعمانیہ ۱۲۷ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کی تین اولاد تھیں۔ انوار الحسینیہ ج ۳، ص ۵۲ میں ہے:

آپ کے تین اولاد تھی۔ مگر نسل صرف امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئی۔

صواعق محرقہ، ص ۱۲۳ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

نوار الابصار، ص ۱۴۵ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد تقی رضی اللہ عنہ۔ حضرت حسن، حضرت جعفر۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت حسین۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم۔

روضۃ الشہداء، ص ۲۳۸ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے پانچ لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ امام محمد تقی رضی اللہ عنہ۔ حضرت حسن، حضرت جعفر۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔ ''عقب اواز بزرگوارش محمد تقی است''

مگر آپ رضی اللہ عنہ کی نسل صرف امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے بڑھی ہے۔

یہی کچھ رحمت للعالمین، ج ۲، ص ۱۴۵ میں ہے۔

جنات الخلود، ص ۳۲ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

روضۃ الاحباب جمال الدین میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے پانچ لڑکے تھے۔

کشف الغمہ، ص ۱۱۰ میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے چھ اولاد تھی ۵ لڑکے ایک لڑکی یہی مطالب السول میں ہے۔

کنز الانساب، ص ۹۶ میں ہے:

اامام علیہم الرضوان

آپ رضی اللہ عنہ کے آٹھ لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں امام محمد تقی، حضرت ہادی، حضرت علی نقی، حضرت حسین، حضرت یعقوب، حضرت ابراہیم، حضرت فضل، حضرت جعفر۔ رضی اللہ عنہم

لیکن علامہ محمد بن محمد نعمان بغدادی المتوفی ۴۱۳ ء ہجری المقلب بہ شیخ مفید، کتاب ارشاد، ص ۲۷۱، ۳۴۵ میں اور ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی المشہدی صاحب مجمع البیان المتوفی ۵۴۸ء کتاب اعلام الوری، ص ۱۹۹ میں تحریر کرتے ہیں:

''کان لہ ضامن الولد ابنہ ابر جعفر محمد بن علی الجواد لا غیر''

حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے علاوہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔

یہی کچھ کتاب عمدۃ الطالب، ص ۱۸۶ میں ہے۔

سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارک

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے شجرہ مبارک کے سلسلہ میں اول آپ رضی اللہ عنہ کا نسبی شجرہ ذکر کیا جارہا ہے بعدازاں روحانی شجرہ کا تذکرہ کیا جائے گا۔

سیّدنا امام علی الرضا بن امام موسیٰ الکاظم بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین السجاد بن سید الشہداء امام حسین بن امیر المؤمنین امیر المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی المرتضیٰ وسیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (سلام اللہ علیہم اجمعین)

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے آئمہ کی ترتیب

(۱) سیّدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ (۲) سیّدنا امام حسن المجتبیٰ (۳) سیّدنا امام حسین (۴) سیّدنا امام زین العابدین (۵) سیّدنا امام محمد باقر (۶) سیّدنا امام جعفر صادق (۷) سیّدنا امام موسیٰ کاظم (۸) سیّدنا امام علی رضا (علیہم الرضوان)

امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ سے ہماری محبت ومودّت کتابِ الٰہی وسُنتِ مُصطفیٰ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قائم کی ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ''(الشوریٰ ۲۳)

''اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے! میں اس (تبلیغِ رسالت) پرتم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے جسے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا:

''وَاَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبِّيْ وَحُبُّ اَهْلِ بَيْتِيْ''

''اور اسلام کی اساس میری اور میرے اہلِ بیت کی محبت ہے''

(تاریخ ابن عساکر، کنز العمال)

جیسا کہ سلاسلِ طریقت میں طریقہ عالیہ قادریہ جو کہ سیّدنا محی الدین شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔اس سلسلہ کو بھی امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے نسبت حاصل ہے۔طریقہ قادریہ دو اطراف سے سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، امام معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ دو نسبتیں رکھتے تھے!

امام علیہم الرضوان

ایک امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے اور دوسری شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے:

سیدنا غوث الاعظم الشیخ محی الدین عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی عن السید ابو سعید المبارک المخرمی عن ابی الحسن علی بن محمد القرشی الھنکاری عن ابو الفرج یوسف الطرطوسی عن عبد الواحد التمیمی عن عبد العزیز التمیمی عن ابوبکر الشبلی عن ابو القاسم جنید البغدادی عن السری السقطی عن معروف الکرخی معروف الکرخی عن سیدنا امام علی بن موسی الرضا عن سیدنا امام موسی الکاظم عن سیدنا امام جعفر الصادق عن سیدنا امام محمد الباقر عن سیدنا امام زین العابدین علی الاوسط السجاد عن سیدنا امام حسین بن علی المرتضی عن سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین

معروف الکرخی عن امام داؤد الطائی عن حبیب العجمی عن امام حسن البصری عن سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین

پہلی سند میں شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جتنے اسمائے مبارکہ ہیں یہ علم حدیث میں مشہور سند ہے جسے ''سلسلۃ الذہب'' کہا جاتا ہے یعنی سونے کی زنجیر۔

شیخ الاسلام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ میں نقل فرمایا ہے کہ کہ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں داخل ہور ہے تھے تو ایک ہجوم زیارت کیلئے موجود تھا جہاں آپ نے یہ سند ''سلسلۃ الذہب'' بیان فرمائی ۔ کشف الخفا میں امام عجلونی نے مسند الفردوس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب آپ نیشا پور میں داخل ہو رہے تھے تو امام الحدیث اسحاق ابن راہو یہ نے آپ کی سواری کی مہار تھام رکھی تھی ۔ محدثین لکھتے ہیں کہ علما نے عرض کیا کہ ہمارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی کوئی حدیث ارشاد فرمائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فقال حدثنی أبی موسی الکاظم عن أبیه جعفر الصادق عن أبیه محمد الباقر عن أبیه زین العابدین عن أبیه الحسین عن أبیه علی بن أبی طالب رضی الله عنهم قال حدثنی حبیبی و قرة عینی رسول الله صلی الله علیه و سلم قال أحمد لو قرأت هذا الإسناد علی مجنون لبرئ من جنته

آپ نے اپنے والد گرامی (امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ) سے لیکر اپنے نانا جان (ﷺ) تک

سند بیان کی۔

''مجھے (یعنی امام علی رضا رضی اللہ عنہ) کو حدیث بیان کی میرے والد موسیٰ کاظم نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد امام جعفر صادقؓ سے، وہ اپنے والد امام محمد باقرؓ سے، وہ اپنے والد امام زین العابدینؓ سے، وہ اپنے والد امام حسینؓ سے، وہ اپنے والد امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے، وہ کہتے ہیں مجھے فرمایا میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے''۔

اور پھر حدیث پاک پڑھی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اس سند پہ (تبصرہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ ''اگر ان روایات کی سند کو پڑھ کر کسی پاگل شخص پہ پھونک دیا جائے تو وہ پاگل پن سے نجات پا جائے گا''۔

(ہم پہ اللہ پاک کا کرم ہے کہ ہم اس سلسلۃ الذہب (سونے کی زنجیر) سے وابستہ ہیں۔)

حدیث ''سلسلۃ الذہب'' متعدد محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت فرمائی ہے: (مثلاً)

(۱) سنن ابن ماجہ

(۲) الشریعۃ ابو بکر محمد بن الحسین الآجُریُّ البغدادی المتوفی: ۳۶۰ ہجری

(۳) معجم الاوسط، امام طبرانی

(۴) الابانۃ الکبریٰ، محدث ابن بطۃ، متوفی ۳۸۷ھ

(۵) حلیۃ الاولیاء، امام ابونُعیم الاصفہانی

(۶) شعب الایمان اور الاعتقاد والھدایہ میں امام بیہقی نے

(۷) امالی ابن بشران

درج بالا میں سیّدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے یہ سند مبارکہ پڑھ کر دَم کرنے کا جو قول نقل ہوا ہے اُن کے علاوہ بھی محدثین نے اس بات کی توثیق و تائید فرمائی ہے، امام ابونُعیم اصفہانی نے یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''وَكَانَ بَعْضُ سَلَفِنَا مِنَ الْمُحَدِّثِينَ إِذَا رَوَى هَذَا الْإِسْنَادَ، قَالَ ۔۔۔ الخ''

''اور ہمارے سلف صالحین محدثین میں سے جب کوئی اس اسناد کو روایت کرتا تو وہ فرماتا: اگر یہ سند کسی پاگل پہ پڑھی جائے تو وہ درست ہو جائے''۔

اس طاہر وطیب سند کیساتھ جو احادیث آپ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائیں وہ یہ ہیں:

بالفاظ امام ابن ماجہ:

''اَلْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔''

''ایمان نام ہے دل سے (اللہ پاک کی) معرفت، اور زبان سے اقرار اور ارکان کیساتھ عمل کا''

بالفاظ امام ابو نُعیم اصفہانی:

''قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنِّي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِي مَنْ جَاءَنِي مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بِالْإِخْلَاصِ دَخَلَ فِي حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ فِي حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي هٰذَا حَدِيثٌ ثَابِتٌ مَشْهُورٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِنْ رِوَايَةِ الطَّاهِرِينَ عَنْ آبَائِهِمُ الطَّيِّبِينَ''

''اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا: بے شک میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو، تم میں سے جو میرے پاس آیا اس حال میں کہ وہ اخلاص سے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت دیتا ہے تو وہ میری پناہ میں آجائے گا، اور جو میری پناہ میں آگیا وہ میرے عذاب سے امان میں آجائے گا''۔

یہ حدیث پاک طاہرین کی روایت سے جو اپنے طیبین آباء سے اس اسناد کے ساتھ کی روایت کی ہے ثابت اور مشہور ہے''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ولادت و تربیت کا احوال بیان کرتے ہوئے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:

''حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) آپ (رضی اللہ عنہ) کا لقب ''رضا'' اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ام ولد نوبیہ، آپ رضی اللہ عنہا کا اسم مبارک ''مسکینہ'' ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک سو اڑتالیس ہجری میں ہوئی اور وہیں پہ آپ رضی اللہ عنہ پروان چڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد، اپنے چچا حضرت اسماعیل، حضرت عبداللہ، حضرت اسحٰق، حضرت علی بن جعفر، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الموالی القرشی اور اہل حجاز کے دوسرے لوگوں سے حدیث پاک کی سماعت فرمائی''۔

خطیب بغدادی مزید لکھتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد میں اس وقت فتویٰ دیتے تھے، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی

عمر مبارک ابھی تقریباً بیس سال تھی،

اور آپ رضی اللہ عنہ خراسان اور اس کے علاوہ کئی ملکوں میں حدیث پاک بیان فرمایا کرتے تھے''

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے کم عمری میں ہی کمالاتِ علمی کے اظہار کا اعتراف محدث ابن جوزی نے بھی اپنی کتاب ''المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك'' میں کیا ہے۔ محدث ابن جوزی لکھتے ہیں:

''وكان يفتي في مسجد رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم وهو ابن نيف وعشرين سنة''

''اور آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسجد میں فتوی دیتے تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت تقریباً بیس سال تھی''۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کی شخصیتِ مبارکہ کا عکس آئمہ کبار کی کتب میں:

محدثِ کبیر امام ابن حبان ''الثقات'' میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''امام علی بن موسیٰ رضا جو کہ علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب ابوالحسن رضی اللہ عنہم ہیں، آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت سادات میں سے اور سب سے عقل مند، ہاشمیوں میں سے اجل اور ان میں سے سب سے عظیم ہیں''۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں ابن جریر الطبری کے حوالہ سے لکھا ہے:

''پس آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی افضل، عالم یا پرہیز گار نہ تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ کا نام آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سے ''رضا'' ہے''۔

سیّد المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ الکوثر کی تفسیر میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ اور دیگر آئمہ اہلِ بیت کو سورہ کوثر کے عملی اظہار کے طور پہ لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

''اور تیسرا قول: کوثر سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مبارک ہے، ائمہ دین نے فرمایا: کیونکہ یہ سورت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے (معاذ اللہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مبارک نہ ہونے پر برا کہا، تو اس کا معانی یہ ہے کہ اللہ پاک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسی نسل عطا فرمائے گا جو مرورِ زمانہ تک قائم و دائم رہے گی، پس تو غور و فکر کر کہ کتنے اہل بیت عظام علیہم الرضوان کو شہید کر دیا گیا، پھر بھی ان سے عالم بھرا ہوا ہے، اور بنی امیہ میں سے کوئی بھی قابلِ اعتبار شخصیت باقی نہ رہی، پھر تو غور و فکر کر کہ ان (اہل بیت عظام علیہم الرضوان) میں کئی اکابر علماء کرام موجود

ہیں جیسا کہ امام باقر، امام صادق، امام موسیٰ، امام رضا رضی اللہ عنہم اور ان کی آل سے نفوسِ زکیہ اور ان کی امثال"۔

محدث ابن جوزی "المنتظم" میں آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں:

"حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں واضح فضل، آپ کے روشن علم، ظاہر تقویٰ، اور خالص زہد، دنیا سے کنارہ کشی اور لوگوں میں آپ کا قبول عام ہونا معلوم ہوا ہے پس یہ تمام چیزیں اس چیز کو واضح کرتی ہیں جس پر تواتر سے خبریں آرہی ہیں، اور (آپ کی تعریف وتوصیف میں) زُبانیں متفق ہیں"۔

القاضی الشیخ یوسف بن اسماعیل نبهانی "جامع کراماتِ اولیاء" میں لکھتے ہیں:

"حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا کاظم ابن جعفر صادق اکابر ائمہ میں سے عظیم شخصیت تھے، امت میں اہلِ بیت (علیہم الرضوان) کا بہت بڑا چراغ، نبوت کا دمکتا ماہتاب، علم وعرفان اور کرم وجوانمردی کا خزانہ اور عظیم القدر ومشہور الذکر تھے۔ اور آپ (رضی اللہ عنہ) کی کرامات شمار سے باہر ہیں"۔

القاضی الشیخ یوسف بن اسماعیل نبهانی مزید لکھتے ہیں:

"شیخ عبداللہ شبراوی اپنی کتاب "اتحاف بحب الاشراف" میں سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ ان کے مناقب بڑے بلند اور صفات بہت عمدہ ہیں، آپ (رضی اللہ عنہ) ہاشمی خاندان کے چشم وچراغ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی جڑ اور اصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات لاتعداد تھیں اور اتنی زیادہ مشہور ہیں کہ اُن میں کس کس کا ذکر کیا جائے"۔

محدث ابن جوزی "المنتظم" میں لکھتے ہیں:

"اور آپ کو رضا کا نام دیا گیا ہے کیونکہ امیر المؤمنین کی طرف سے آپ کو رضا حاصل تھی، اور امیر المؤمنین کے گھر کے افراد اور جو مدینہ منورہ میں تھے اس کے بڑے، لشکر اور جو عام مسلمان تھے ان سب نے آپ (رضی اللہ عنہ) کے دستِ اقدس پہ (ولی عہدی کی) بیعت کی"۔

ابن جوزی مزید لکھتے ہیں:

"مامون نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جانب بلانے کا حکم دیا اور اس نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا

جس طرح کہ اس کا ذکر پہلے گزر گیا۔ جب انہوں (عبّاسیوں) نے دیکھا کہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کی طرف چلی گئی ہے تو انہوں نے (بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے) امام علی بن موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہما کی عیب جوئی کی''۔

جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سے خراسان کی جانب (نیشاپور) میں تشریف لائے جہاں عوام وخواص نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ آپ کی شخصیّت مبارکہ اور کردار سے عامۃ الناس میں آپ کی مقبولیّت کا کوئی اندازہ نہ تھا، جس سے تخت شاہی کے کنگرے کانپنے لگے۔ بعض روایات کے مطابق حاسدین ومنافقین نے ۲۰۳ھ میں طوس کے قصبہ سناباد میں آپ کو زہر کے ذریعے شہید کیا۔ آپ کا مزار مبارک طوس (خراسان) میں بنایا گیا جو کہ موجودہ ایران کا شہر مشہد کہلاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور سے آج بھی لاکھوں لوگ آپ کے فیض و انوار کے چشموں سے سیراب ہوتے ہیں۔

سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی شخصیت اہل سنت کے علماء اسلام کی نظر میں

امام علی رضا رضی اللہ عنہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ ہجری قمری کو مدینہ میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہوئے،

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نجمہ خاتون تھا۔

امام رضا رضی اللہ عنہ کے والدین کی شرافت اور برتری کسی پر پوشیدہ نہیں تھی اور نہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام علی رضی اللہ عنہ اور لقب رضا رکھا گیا۔

۱۸۳ ہجری قمری میں ہارون الرشید کے دور میں امام کاظم رضی اللہ عنہ کو شہید کئے جانے بعد، امام رضا ۳۵ سال کی عمر میں خاندانِ اہلِ بیت کی سربراہی اور امامت اور ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور عالم کائنات کی ہدایت کا ذمہ خداوند کی طرف سے اپنے عہدے لیا۔

۲۰۰ ہجری قمری میں جب مامون عباسی نے امام رضا رضی اللہ عنہ کو خراسان بلوایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے خاندانِ اہلِ بیت کے سربراہ اور روحانی امام کے منصب پر فائز ہوئے ۱۷ سال گزر چکے تھے۔

آخرکار مامون عباسی کے دور حکومت میں امام علی رضا ۲۰۳ ہجری قمری صفر کے مہینے کے آخر میں زہر دینے کی وجہ سے شہید کر دیئے گئے۔

امام اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ علماء و مشائخ نظر میں امام رضا رضی اللہ عنہ کی نورانی اور مقدس شخصیت کا تذکرہ پیش خدمت ہے:

ابی نواس (قرن سوم)

ابن خلکان نے امام علی رضی اللہ عنہ رضا کے مبارک نام کو ذکر کرنے کے بعد، ابی نواس کے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں اشعار کے بارے میں اشارہ کیا ہے کہ:

قيل لی أنت أحسن الناس طرا فی فنون من الكلام النبيه

لك من جيد القريض مديح يثمر الدر فی يدی مجتنيه

فعلام تركت مدح ابن موسى و الخصال التی تجمعن فيه

قلت لا أستطيع مدح إمام كان جبريل خادما لأبيه

وكان سبب قوله هذه الأبيات أن بعض أصحابه قال له ما رأيت أوقح منك ما تركت خمرا ولا طردا ولا

معنی إلا قلت فیه شیئا و هذا علی بن موسی الرضا فی عصرك لم تقل فیه شیئا فقال و الله ما ترکت ذلك إلا إعظاما له و لیس قدر مثلی أن یقول فی مثله ثم أنشد بعد ساعة هذه الأبیات:

مطهرون نقیات جیوبهم تجری الصلاة علیهم أینما ذکروا

من لم یکن علویا حین تنسبه فما له فی قدیم الدهر مفتخر

الله لما برا خلقا فأتقنه صفاکم و اصطفاکم أیها البشر

فأنتم الملأ الأعلی وعندکم علم الکتاب و ما جاءت به السور

مجھے کہا گیا کہ تمہارا کلام سب سے اچھا ہے۔ تیری تعریف کرنے والے بھی بہت زیادہ ہیں، جو بھی تمہارا کلام سنتا ہے گویا وہ گوہر اور موتی اپنے دامن میں جمع کرتا ہے. تم نے اتنے کمالات اور اوصاف کے با وجود کیوں موسیٰ ابن جعفر کے بیٹے کی مدح کو اپنے اشعار میں بیان نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا: جس شخصیت کے باپ کا جبرائیل خادم ہو، مجھ میں اس شخصیت کی مدح بیان کرنے کی طاقت اور جرأت نہیں ہے۔

ابی نواس کے ان اشعار کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن ابی نواس کے ایک دوست نے اس سے کہا کہ میں نے آج تک تم سے زیادہ کوئی گستاخ بندہ نہیں دیکھا، کہ تم نے ہر چیز کے بارے میں شعر کہے ہیں لیکن اس زمانے میں علی بن موسیٰ الرضا جیسی شخصیت کے بارے میں کوئی شعر بھی نہیں کہا؟!

ابی نواس نے جواب دیا کہ: خدا کی قسم میں نے ان کے احترام اور بزرگواری کی وجہ سے ان کے بارے میں اشعار نہیں کہے کیونکہ میں اپنے آپ کو ان کی شان بیان کرنے کے قابل نہیں سمجھتا، پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ان اشعار کو کہا:

وہ پاک فطرت اور پاک دامن ہیں کہ جہاں پر بھی ان کا نام لیا جائے تو، ان پر درود اور سلام بھیجا جاتا ہے۔ جس کا نسب بھی آل علی تک نہ پہنچتا ہو تو اس کے پاس فخر کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ جب خداوند نے مخلوقات کو خلق کیا تو، ان میں سے آپ کے خاندان کو عزت اور بزرگی کے لیے انتخاب کیا، آپ بلند مقام اور اسوہ عمل ہیں کہ جن کے پاس علم کتاب اور قرآن کی تفسیر کا علم ہے۔

(وفیات الاعیان و ابناء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۶۸، ۲۶۹، النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر و القاہرۃ، ج ۲، ص ۱۷۵)

خزرجی (متوفی ۹۳۳ ہجری)

خزرجی انصاری یمنی نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب

الهاشمي أبو الحسن الرضا و كان سيد بني هاشم و كان المأمون يعظمه و يجله

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب ہاشمی، ابو الحسن رضا.

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی ابوالحسن رضا وہ بنی ہاشم کے بزرگ تھے اور مامون عباسی ہمیشہ ان کا بہت احترام اور تعظیم کیا کرتا تھا۔

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی ابوالحسن رضا ہیں۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، ج۱ ص۲۷۸)

مسعودی (متوفی ۳۴۶ ہجری

مسعودی شافعی نے بھی امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی عظمت کو مامون عباسی کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے:

و وصل إلى المأمونُ أبو الحسن علي بن موسى الرضا، و هو بمدينة مَرْوَ، فأنزله المأمون أحسنَ إنزال، و أمر المأمون بجميع خواص الأولياء، و أخبرهم أنه نظر في ولد العباس، و ولد علي رضي الله عنهم، فلم يجد في وقته أحداً أفضَلَ و لا أحَقَّ بالأمر منعلي بن موسى الرضا، فبايَعَ له بولاية العهد، و ضرب اسمه على الدنانير و الدراهم.

اور حضرت علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ مامون کے پاس شہر مرو میں آئے تو اس نے حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کو بہت ہی اچھی جگہ رہنے کے لیے دی، اور اس نے تمام دوستوں اور اپنے نزدیکیوں کو حکم دیا اور ان کو بتایا کہ اس نے تمام بنی عباس اور حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد کو مشاہدہ اور ان کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ اس زمانے میں کوئی بھی علی ابن موسی الرضا سے بڑھ کر مقام امامت کے لیے اہل اور مناسب نہیں ہے۔ اس لیے مامون نے ان کی اپنے ولی عہد کے عنوان سے بیعت کی اور علی ابن موسی کے نام سے سکہ، درہم اور دینار جاری کیے۔

(مروج الذہب، ج۲،ص۴۸)

الجامع الکبیر میں بالکل اسی طرح کی عبارت مندرجہ ذیل کتاب میں بھی نقل ہوئی ہے:

(سیر اعلام النبلاء ج۹، ص۳۹۲)

ابن حبان (متوفی ۳۵۴ ہجری)

محمد بن حبان نے امام علی رضاؑ کے بارے میں اپنی کتاب الثقات میں اس طرح لکھا ہے:

علی بن موسی الرضا و ھو علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب أبو الحسن من سادات أھل البیت و عقلائھم و جلة الھاشمیین و نبلائھم یجب أن یعتبر حدیثه.

حضرت علی بن موسی الرضا کہ جو موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں، انکی کنیت ابوالحسن ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور بنی ہاشم کے بزرگان، عقلاء، نجیب اور باشرافت انسان ہیں کہ ان کی احادیث کو معتبر جاننا واجب ہے۔

(الثقات، ج ۸، ص ۴۵۶)

وہ امام علی رضاؑ کی قبر کی زیارت کے بارے میں کہتے ہیں:

و قبرہ بسناباذ خارج النوقان مشھور یزار بجنب قبر الرشید قد زرته مرارا کثیرة و ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات اللہ علی جدہ و علیه و دعوت اللہ إزالتھا عنی إلا أستجیب لی و زالت عنی تلك الشدة و ھذا شیء جربته مرارا فوجدته کذلك.

اور حضرت علی ابن موسی الرضا کی قبر سناباد کے علاقے نوقان میں مشہور ہے اور اسکی زیارت بھی کی جاتی ہے۔ میں نے انکی قبر کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے اور جب میں طوس میں رہتا تھا تو جب بھی میرے لیے کوئی علمی مسئلہ پیش آتا تھا تو میں فوری امام رضا کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا تھا اور وہاں جا کر اس علمی مسئلے کا حل خداوند سے طلب کرتا تھا تو حتمی اور لازمی طور پر میری دعا قبول اور مشکل حل ہو جاتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ اس بات کو تجربہ کیا ہے اور ہر بار میری مشکل حل ہو جاتی تھی۔ (الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷)

حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ ہجری)

حاکم نیشاپوری امام علی رضاؑ اور انکی زیارت کی فضیلت کے بارے میں کہتے ہیں:

ابو الحسن الامام الشھید استشھد بسناباد من طوس و قال الرضا رضی اللہ عنه «من

زارنی علی بعد داری اتیته یوم القیمة فی ثلث مواطن اخلصه من اهوالها، اذا تطایرت الکتب یمینا و شمالا و عند الصراط و عند المیزان.

حضرت علی بن موسی الرضا ابو الحسن شہید امام ہیں کہ جو سناباد طوس میں شہید ہوئے اور امام علی رضا نے فرمایا ہے کہ جو بھی عالم غربت اور وطن سے دور میری زیارت کرے گا تو میں بھی تین مقام پر اس کے پاس آؤں گا اور اسکو خطرات اور مشکلات سے نجات دوں گا، جب نامہ اعمال کو بعض کے دائیں ہاتھ اور بعض کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پل صراط سے گزرتے وقت، اعمال کے حساب و کتاب کے وقت۔ (تاریخ نیشابور)

سمعانی (متوفی ۵۶۲ ہجری)

سمعانی نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

والرضا کان من أهل العلم و الفضل مع شرف النسب.

حضرت علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ اہل علم و صاحب فضیلت اور شریف النسب انسان تھے۔

(الانساب، ج ۳، ص ۷۴)

ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ہجری)

ابن جوزی امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے علمی قابلیت کے متعلق لکھتے ہیں:

وکان یفتی فی مسجد رسول الله صلی الله علیه و آله و هو بن نیف و عشرین سنة.

اور حضرت علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر فتوی دیا کرتے تھے، حالانکہ انکی عمر اس وقت بیس سال کے نزدیک تھی۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ۱۰، ص ۱۱۹، ۱۲۰)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۴ ہجری)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ عالم شافعی سورہ کوثر کے نازل ہونے کے بارے میں مختلف مباحث کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ کوثر کے مصادیق میں سے ایک مصداق حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد ہے، آپ لکھتے ہیں:

والقول الثالث الکوثر أولاده قالوا لأن هذه السورة إنما نزلت رداً علی من عابه علیه السلام بعدم الأولاد، فالمعنی أنه یعطیه نسلاً یبقون علی مر الزمان، فانظر کم قتل من

أهل البيت، ثم العالم ممتلىء منهم، و لم يبق من بنى أمية فى الدنيا أحد يعبأ به، ثم أنظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر و الصادق و الكاظم و الرضا عليهم السلام و النفس الزكية و أمثالهم.

اور تیسرا قول کوثر کی تفسیر کے بارے میں یہ ہے کہ: کوثر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے، کہا گیا ہے کہ: کیونکہ یہ سورہ ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی ہے کہ جو رسول خدا کو بے اولاد ہونے کے طعنے دیا کرتے تھے۔ پس اس کا یہ معنی ہے کہ خداوند نے رسول خدا کو ایسی اولاد اور نسل عطا فرمائی ہے کہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ آپ خود دیکھو کہ تاریخ میں رسول خدا کے اہل بیت کو کس قدر قتل کیا گیا! لیکن پھر بھی کائنات کے مشرق اور مغرب میں سادات موجود ہیں، اور اس طرف سے بنی امیہ میں سے کوئی بھی قابل ذکر انسان باقی نہیں بچا۔ اور ان سادات میں کس قدر علماء اور بزرگان موجود ہیں، جیسے آئمہ اطہار علیہم الرضوان: امام باقر، امام صادق، امام کاظم اور امام رضا علیہم الرضوان و نفس زکیہ، وغیرہ وغیرہ۔ (التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب، ج ۳۲، ص ۱۱۷)

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی، ۶۰۶ ہجری)

ابن اثیر جزری شافعی نے جامع الاصول میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل کے بارے میں اس طرح لکھا ہے

علی بن موسى الرِّضا هو أبو الحسن، علی بن موسى بن جَعْفَر بن محمد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب الهاشمی، المعروف بالرِّضا و إليه انتهت إمامة الشِّيعة فی زمانه و فضائله أكثر من أن تُحْصى، رحمة الله عليه و رضوانه.

حضرت علی بن موسیٰ الرضا کہ وہ ابو الحسن، علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب اور ہاشمی ہیں کہ جو رضا کے لقب سے مشہور ہیں ... اور انکے زمانے میں شیعہ کی امامت انہی کے پاس تھی، اور انکے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ جن کو شمار کرنا بہت ہی مشکل کام ہے کہ خداوند کی رحمت اور رضوان ان پر ہو۔

(معجم جامع الأصول فی احادیث الرسول، ج ۱۲، ص ۷۱۵)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ ہجری)

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے:

علی الرضی الإمام السید أبو الحسن علی الرضی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین الهاشمی العلوی المدنی و کان من العلم و الدین و السودد بمکان و قد کان علی الرضی کبیر الشأن أهلا للخلافة .

امام علی الرضا امام اور سید، ابو الحسن علی الرضا ہیں کہ جو موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین کے بیٹے اور ہاشمی علوی مدنی ہیں... علم و دین اور شرافت کے لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز تھے، اور علی بن موسی الرضا اتنے بلند مرتبہ تھے کہ جو مقام خلافت اور امت کی رہبری کے لیے اہل اور مناسب تھے۔ (سیر أعلام النبلاء، ج۹ ص ۳۸۷، ۳۹۲)

اسی طرح جہاں اس نے ایک ایک کر کے آئمہ کے اسماء کو ذکر کیا ہے تو وہاں پر امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

و ابنه علی بن موسی الرضا کبیر الشان له علم و بیان و وقع فی النفوس صیره المامون ولی عهده لجلالته.

اور ان (حضرت موسی ابن جعفر) کے بیٹے علی بن موسی الرضا بلند مرتبہ ہیں کہ جو صاحب علم اور بیان تھے کہ جن کا کلام دلوں پر اثر کرتا تھا، مامون نے امام رضا کی عظمت اور جلالت کی وجہ سے ان کو اپنا ولی عہد قرار دیا ہوا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳ ص ۱۲۱)

صفدی (متوفی ۷۶۴ ہجری)

صفدی شافعی نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبو طالب أبو الحسن الرضا و هو أحد الأئمة الاثنی عشر کان سید بنی هاشم فی زمانه.

حضرت علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابی الحسن کہ جن کا لقب رضا تھا... کہ جو بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں اور اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ اور سردار تھے۔ (الوافی بالوفیات، ج ۲۲ ص ۱۵۴)

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۶۸ ہجری)

امام یافعی شافعی نے سال ۲۰۳ ہجری کے حوادث میں امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

و فيها توفى الامام الجليل المعظم سلالة السادة الاكارم أبو الحسن على بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زين العابدين على بن الحسين ابن على بن ابى طالب أحد الائمة الاثنى عشر اولى المناقب الذين انتسبت الامامية اليهم.

سال ۲۰۳ ہجری میں امام بزرگوار نسل سادات کریم ابوالحسن علی بن موسی کہ جو جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کے بیٹے تھے، نے وفات پائی، کہ جو بارہ اماموں میں سے ایک امام کہ جن کے بہت سے فضائل ہیں اور فرقہ امامیہ انہی سے منسوب ہے۔ (مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰)

ابوالمحاسن بردی ظاہری (متوفی ۸۷۴ ہجری)

یوسف بن تغری بردی بن عبداللہ ظاہری حنفی نے بھی سال ۲۰۳ ہجری کے حوادث میں لکھا ہے:

و فيها توفى على الرّضى ابن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب، الإمام أبو الحسن الهاشمى العلوى الحسينى. كان إماما عالما و كان على هذا سيد بنى هاشم فى زمانه و أجلّهم. و كان المامون يعظمه و يبجله و يخضع له و يتغالى فيه.

سال ۲۰۳ ہجری میں علی بن موسی الرضا فرزند موسی الکاظم بن جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب امام ابوالحسن ہاشمی علوی حسینی نے وفات پائی۔ وہ امام اور عالم تھے کہ جو اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ اور سردار تھے، مامون ہمیشہ ان کی عزت اور احترام کرتا تھا اور امام کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لیتا تھا۔ (النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة، ج ۲، ص ۱۷۴، ۱۷۵)

سمہودی (متوفی ۹۱۱ ہجری)

سمہودی شافعی نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

فكان أوحد زمانه جليل القدر.

حضرت علی بن موسی الرضا علم اور تقوی کے لحاظ سے اپنے زمانے میں سب سے منفرد اور بہت عظمت کے مالک تھے۔ (جواہر العقدین، ص ۴۴۶)

قرمانی (متوفی ۱۰۱۹ ہجری)

علامہ قرمانی نے بھی امام علی رضا سے متعلق ایک فصل میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

و کانت مناقبه علیه و صفاته سنية و کراماته کثيرة و مناقبه شهيرة و کان رضی الله عنه قليل النوم، کثير الصوم، و کان جلوسه فی الصيف علی حصير و فی الشتاء علی جلدة شاة.

حضرت علی بن موسی الرضا کے فضائل اور صفات بلند مرتبہ تھے کہ انکی کرامات بہت زیادہ اور مشہور تھیں اور وہ بہت کم سوتے اور زیادہ روزے رکھتے تھے اور وہ گرمیوں میں ایک چٹائی اور سردیوں میں بھیڑ کی کھال پر بیٹھا کرتے تھے۔

(اخبار الدول و آثار الأول فی التاریخ، ج ۱ ص ۳۴۱، ۳۴۴)

شبراوی (متوفی ۱۱۷۱ ہجری)

علامہ شبراوی شافعی نے امام رضا (ع) کے کثیر فضائل اور صفات کے بارے میں لکھا ہے:

کان رضی الله عنه کريما جليلا مهابا موقرا و کانت مناقبه علية و صفاته سنيه و نفسه الشريفة هاشمية و أرومته الکريمة نبوية کراماته أکثر من ان تحصر و أشهر من ان تذکر.

امام علی بن موسی الرضا کریم، بزرگوار، بارعب اور باوقار تھے، ان کے فضائل عالی مرتبہ اور صفات نیک تھیں، وہ شریف النفس اور ہاشمی تھے، انکی زندگی کی روش اور طریقہ، رسول خدا کی زندگی کی روش اور طریقے پر تھی۔ انکی کرامات اتنی زیادہ ہیں کہ انکو شمار کیا جا سکے اور اس قدر مشہور ہیں کہ ذکر کرنے کی محتاج نہیں ہیں۔ (الاتحاف بحب الاشراف، ص ۵۸)

علامہ نبہانی (متوفی، ۱۳۵۰ ہجری)

علامہ نبہانی نے امام علی رضا کو بزرگ آئمہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ:

علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق أحد أکابر الأئمة و مصابيح الأمة، من أهل بيت النبوة و معادن العلم و العرفان و الکرم و الفتوة کان عظيم القدر، مشهور الذکر.

امام علی الرضا فرزند موسی الکاظم بن جعفر الصادق بزرگ آئمہ میں سے ایک ہیں، وہ اس امت کے روشن چراغ ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت، علم، عرفان، کرامت اور مردانگی کا مرکز ہیں کہ جو بہت بزرگوار اور ان کا ذکر بہت مشہور ہے۔ (جامع کرامات الاولیاء، ج ۲ ص ۳۱۱)

علامہ زرکلی (متوفی ۱۴۱۰ ہجری)

علامہ خیر الدین زرکلی نے امام علی رضا علیہ السلام کے مقام کے بارے میں لکھا ہے:

علی الرّضی علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق، أبو الحسن، الملقب بالرضی ثامن الأئمة الاثنی عشر عند الإمامية، و من أجلاء السادة أهل البيت و فضلائهم.

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابی الحسن کہ جن کا لقب رضا تھا، اور جو امامیہ کے بارہ آئمہ میں سے آٹھویں امام ہیں کہ جو بلند مرتبہ سادات اور اہل بیت میں با فضیلت انسان ہیں۔ (الاعلام، ج۵،ص۲۶)

حدیث سلسلۃ الذہب کی داستان

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں حدیث "سلسلۃ الذہب" کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

و لما دخل نيسابور كما في تاريخها و شق سوقها و عليه مظلة لا يرى من و رائها تعرض له الحافظان أبو زرعة الرازی و محمد بن أسلم الطوسی و معهما من طلبة العلم و الحديث ما لا يحصى فتضرعا إليه أن يريهم وجهه و يروی لهم حديثا عن آبائه فاستوقف البغلة و أمر غلمانه بكف المظلة و أقر عيون تلك الخلائق برؤية طلعته المباركة فكانت له ذؤابتان مدليتان على عاتقه و الناس بين صارخ و باك و متمرغ في التراب و مقبل لحافر بغلته فصاحت العلماء معاشر الناس أنصتوا فأنصتوا و استملى منه الحافظان المذكوران فقال حدثنی أبی موسی الكاظم عن أبيه جعفر الصادق عن أبيه محمد الباقر عن أبيه زين العابدين عن أبيه الحسين عن أبيه علی بن أبی طالب رضی الله عنهم قال حدثنی حبيبی و قرة عينی رسول الله صلى الله عليه و سلم قال (حدثنی جبريل قال سمعت رب العزة يقول لا إله إلا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی أمن من عذابی) ثم أرخى الستر و سار فعد أهل المحابر و الدوی الذين كانوا يكتبون فأنافوا على عشرين ألفا۔

و فی رواية أن الحديث المروی (الإيمان معرفة بالقلب و إقرار باللسان و عمل بالأركان) و لعلهما واقعتان قال أحمد لو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبرئ من جنته

جب امام علی بن موسیٰ رضا نیشاپور میں داخل ہوئے تو امام کی سواری رکی اور امام کجاوے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور انکا مبارک چہرہ کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیشاپور کے دو عالم، ابوزرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی اور دوسرے بہت سے طالب علم امام رضا کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ابوزرعہ اور محمد بن اسلم نے گریے کی حالت میں امام سے التماس کی کہ ہمیں اپنا مبارک چہرہ دکھائیں اور اپنے آباء واجداد سے ہمارے لیے ایک حدیث کو نقل کریں۔ اس وقت امام کا اونٹ رک گیا اور امام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ کجاوے کے پردے کو ہٹاؤ تا کہ لوگ امام کے نورانی جمال کو دیکھ سکیں۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بعض بلند آواز سے نعرے لگا رہے تھے، بعض لوگ زمین پر سینے کے بل امام کی سواری کے پیچھے جا رہے تھے اور بعض امام کی سواری کے نیچے سے خاک کو بوسے دے رہے تھے۔

علماء نے لوگوں سے کہا کہ چپ ہو جائیں اور ابوزرعہ اور محمد ابن اسلم نے امام علی رضا علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے لیے ایک حدیث کو بیان کریں، اس پر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: میرے والد موسی بن جعفر نے اپنے والد جعفر صادق سے اور انھوں نے اپنے والد محمد باقر سے اور انھوں نے اپنے والد زین العابدین سے اور انھوں نے اپنے والد حسین سے اور انھوں نے اپنے والد علی بن ابیطالب سے نقل کیا ہے کہ، فرمایا کہ: میرے حبیب اور میری آنکھوں کے نور رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جبرائیل نے میرے لیے روایت کی ہے کہ خداوند نے مجھے ایسا کہا ہے کہ: ''لا الہ الا اللہ'' میرا قلعہ ہے، جو بھی اس کلمے کو کہے گا، وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور جو بھی میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا، وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا، امام رضا اس حدیث کو نقل کر کے کجاوے کا پردہ گرا کر اپنی سواری پر چل پڑے۔ تقریباً ۲۰ ہزار لوگ امام کی اس حدیث کو لکھ رہے تھے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ: ایمان، دل سے معرفت حاصل کرنے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء اور جوارح سے عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

البتہ شاید یہ ہر دو روایات امام رضا سے دو مختلف مقام پر نقل ہوئی ہوں۔

امام احمد کہتے ہیں: اگر ان دو روایات کی سند کو ایک پاگل شخص پر پڑھا جائے تو وہ یقینی طور پر صحیح و سالم ہو جائے گا۔ (الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال والزندقۃ، ج ۲، ص ۵۹۴، ۵۹۵)

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے اقوال

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے''۔

''ہر شئے مقدر ہے یہاں تک کہ عجز اور دانائی''۔

حضرت ابی صلّت نے امام رضی اللہ عنہ کی ایک دُعا روایت فرمائی ہے:

''اللّٰھُمَّ کَمَا سَتَرْتَ عَلَیَّ مَا أَعْلَمُ فَاغْفِرْ لِی مَا تَعْلَمُ وَکَمَا وَسِعَنِی عِلْمُکَ فَلْیَسَعْنِی عَفْوُکَ، وَکَمَا أَکْرَمْتَنِی بِمَعْرِفَتِکَ، فَاشْفَعْھَا بِمَغْفِرَتِکَ یَا ذَا الجَلَالِ وَالإِکْرَامِ''

''اے اللہ! جس طرح تو نے میرے ان گناہوں پہ پردہ ڈالا جو میں جانتا ہوں پس تو ان گناہوں کو بھی معاف فرما جو تیرے علم میں ہیں (اور میں نہیں جانتا) اور جس طرح تیرا علم وسیع ہے تو اسی طرح عفو بھی (مجھ پہ) وسیع فرما، اور جس طرح تُو نے اپنی معرفت کے ساتھ مجھے عزت عطا فرمائی ہے تو اے ذوالجلال والاکرام اپنی مغفرت کے ساتھ (میرے) گناہوں کو معاف فرما''۔

(سیر اعلام النبلا، امام شمس الدین الذہبی)

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قیامت کے دن جس عمل کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا وہ نماز ہے، اگر نماز قبول ہوگئی تو باقی تمام اعمال بھی قبول کر لئے جائیں گے اور اگر نماز قبول نہ کی گئی تو باقی تمام اعمال بھی رد کر دئے جائیں گے''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''للصلاۃ اربعۃ آلاف باب''۔

''نماز کے چار ہزار اجزاء اور شرائط ہیں''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''الصلاۃ قربان کل تقی''۔

''نماز ہر باتقوی اور پرہیزگار شخص کو اللہ تعالیٰ سے نزدیک کر دیتی ہے''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یوخذ الغلام بالصلاۃ وھو ابن سبع سنین''۔

''اپنے بیٹوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے پر مجبور کرو''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن منکر کرے۔ ورنہ بدترین افراد تم پر مسلط ہو جائیں گے اور اس وقت نیک افراد کی دعا اور نفرین بھی قبول نہیں ہوگی''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''من لم یقدر علی ما یکفر به ذنوبه فلیکثر من الصلوۃ علی محمد و آله فانها تهدم الذنوب هدما''۔

''جو شخص اپنے گناہوں کا جبران کرنے سے عاجز ہے اس کو چاہئے کہ کثرت کے ساتھ محمد و آل محمد پر درود بھیجے کیونکہ درود سے اسکے تمام گناہ سوائے حق الناس کے محو اور نابود ہو جائیں گے''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''صاحب النعمة یجب علیه التوسعة علی عیاله''۔

''انسان پر واجب ہے کہ جتنا کر سکتا ہے اتنا اپنے اہل خانہ کی آسانی اور سہولت پر خرچ کرے''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لا یجمع المال الا بخمس خصال، یبخل و آمل طویل و حرص غالب و قطیعة الرحم و ایثار الدنیا علی الآخرة''۔

''دولت جمع نہیں ہوتی مگر پانچ خصوصیات کی وجہ سے: بخیل ہونا، لمبی آرزوئیں رکھنا، دنیا کا حریص ہونا، صلہ رحم نہ کرنا اور آخرت کو دنیا پر فدا کرنا''۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی کرامات

دعائے مصطفیٰ اور امام علی رضا کی ولادت

امام علی رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و برکت سے دنیا میں آئے تھے۔ جب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ جناب حمیدہ نے نجمہ نامی ایک کنیز کو بازار سے خریدا تو، اسی رات انہوں نے رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اس کنیز کو اپنے بیٹے (کاظم رضی اللہ عنہ) کو ہدیہ کے طور پر دے دو، بے شک اس سے ایک ایسا بیٹا دنیا میں آئے گا کہ جو تمام اہل زمین سے افضل ہوگا۔ حمیدہ نے بھی اس خواب پر عمل کیا اور امام نے نجمہ کا نام بدل کر طاہرہ رکھ دیا۔

(احقاق الحق، ج ۱۲، ص ۳۶۴، تاریخ الاسلام والرجال، ص ۳۶۹)

امام علی رضا کی سواری

وفی روایة عبدالسلام بن صالح الهروی قال كنت مع علی بن موسى الرضى عليهما السلام وهو راكب على بغلة شهباء ـ ثم قال أبوالصلت الهروی لا أدری أكانت بغلة أو بغلا (الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، ج ۵، ص ۹۹)

عبدالسلام بن صالح ہروی کی روایت میں ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ شہباء خچر پر سوار تھے۔ پھر ابوالصلب ہروی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ وہ خچر مادہ تھی یا نر تھی۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی مزارِ مقدس پہ اکابر محدثین و علماء کی حاضری

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ''تہذیب التہذیب'' میں مجموعۂ صحاح کی معروف کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' کے مرتبہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل فرماتے ہیں:

''ابوبکر محمد بن مومل کہتے ہیں: میں حدیث والوں کے امام ابوبکر بن خزیمہ، ابن علی ثقفی اور اساتذہ کی ایک جماعت کے ساتھ امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے طوس (موجودہ مشہد) کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے امام ابن خزیمہ کو دیکھا کہ وہ امام رضی اللہ عنہ

کے مزار مبارک کی اس قدر تعظیم کر رہے تھے اور اس کے سامنے اس قدر تواضع اور تضرع و زاری کر رہے تھے کہ ہم حیران رہ گئے۔''

حدیث پاک کی مشہور کتاب ''صحیح ابن حبان'' کے مرتب کنندہ امام ابن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الثقات'' میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی قبر مقدس پہ اپنی حاضری کے معمولات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہ کی قبر سناباد میں نوقان کے باہر مشہور ہے، لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ میں نے بہت زیادہ ان کی زیارت کی ہے، جب تک میں طوس میں رہا مجھ پر کوئی مصیبت نہیں پڑی اور اگر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو میں علی بن موسیٰ الرضا (صلوات اللہ علی جدہ و علیہ) کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ میری مصیبت کو دور فرما دے، اللہ پاک میری دعا کو مستجاب کرتا تھا اور وہ مصیبت مجھ سے دور ہو جاتی تھی اور یہ بات ایسی ہے جس کا میں نے بارہا تجربہ کیا ہے اور ہر مرتبہ میری مصیبت دور ہوئی ہے۔ اللہ پاک ہمیں مصطفےٰ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اہل بیت اطہار (علیہم السلام) کی محبت پر موت دے''۔ آمین ثم آمین۔۔۔!

حمل کے دوران کرامات کا ظاہر ہونا

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے فرمایا ہے: جب میں حاملہ تھی تو اس مدت میں میں بالکل حمل کے وزنی ہونے کا احساس نہیں کرتی تھی اور رات کو سوتے وقت میں اپنے پیٹ سے تسبیح وتہلیل وتقدیس کی آوازوں کو سنا کرتی تھی۔ (مفتاح المعارف، مخطوط، ص ۷۹)

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی دنیا میں تشریف آوری

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں: جب وہ دنیا میں آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سر کو آسمان کی طرف بلند کیا تو اس وقت انکے لب حرکت کر رہے تھے، گویا وہ اپنے خدا سے مناجات کر رہے تھے۔ اسی حالت میں انکے والد محترم آئے اور مجھ سے فرمایا:

''هنيئالك كرامة ربك عزوجل''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر یہ عزت واحترام تم کو مبارک ہو۔

اسی وقت میں نے بیٹے کو انکے والد کو دیا تو انہوں نے بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں

کان میں اقامت کہی اور نہر فرات کے پانی کو گھٹی میں پلایا۔(احقاق الحق، ج ۱۲، ص ۳۴۳)

ہارون مجھ پر غالب نہیں آ سکتا

صفوان ابن یحییٰ نے کہا ہے :امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت اور حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام اپنے والد گرامی کے جانشین بنے تو ہم ہارون کی طرف سے امام علی رضا علیہ السلام کے خلاف دوبارہ ڈر رہے تھے۔اس بات کو ہم نے امام علی علیہ السلام کو بتایا تو امام نے فرمایا:"ہارون اپنی کوششیں جاری رکھے گا لیکن اسکو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔"

صفوان کہتا ہے: میرے لیے ایک قابل اعتماد بندے نے نقل کیا ہے کہ: یحیی بن خالد برمکی نے ہارون الرشید سے کہا کہ: حضرت علی ابن موسی علیہ السلام نے اہلِ بیت اطہار کی امامت کا دعویٰ کر دیا ہے(وہ اس بات سے ہارون کو غصہ دلانا چاہتا تھا) ہارون نے جواب دیا کہ: جو کچھ ہم نے اسکے والد کے ساتھ کیا ہے، وہ کافی ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان سب کو قتل کر دیں ؟!(الفصول المھمہ ،ص ۲۴۵،نور الابصار، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲،ص ۳۱۱)

میری اور ہارون کے دفن ہونے کی جگہ ایک ہی ہوگی

موسی بن عمران نے کہا ہے: ایک دن میں نے حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو مسجد نبوی میں دیکھا، وہاں پر میں نے دیکھا کہ ہارون لوگوں سے خطاب کرنے میں مصروف تھا، امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم اس دن کو دیکھو گے کہ میں اور ہارون ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔

(نور الابصار،ص ۲۴۴، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲،ص ۳۱۲)

امام علی رضا علیہ السلام نے مکہ میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا۔حمزہ بن جعفر ارجانی نے کہا ہے کہ: ہارون الرشید ایک دروازے سے اور حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام دوسرے دروازے سے مسجد الحرام سے باہر نکلے۔اس وقت امام علی رضا علیہ السلام نے ہارون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ: ابھی ہم ایک دوسرے سے دور ہیں، لیکن ہم دونوں کی ملاقات نزدیک ہے۔

اے طوس! بے شک تم مجھے اور اسکو ایک جگہ پر اکٹھا کر دو گے۔(یعنی میں اور ہارون ایک ہی جگہ دفن ہوں گے)(نور الابصار،ص ۲۴۴، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲،ص ۳۱۳)

مامون، امین کو قتل کرے گا

حسین بن یاسر نے کہا ہے: ایک دن امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: بے شک عبداللہ (مامون) اپنے بھائی محمد (امین) کو قتل کرے گا۔ میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا: یعنی عبداللہ بن ہارون، محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، عبداللہ مامون، محمد امین کو قتل کرے گا۔

آپ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق وہی واقع ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔

(نورالابصار، ص ۲۴۳)

تیری بیوی جڑواں بچوں کو جنم دے گی

بکر بن صالح کہتا ہے: میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میری بیوی کہ جو محمد بن سنان کہ جو آپکا خاص محب ہے، کی بہن ہے، وہ حاملہ ہے، مولا آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ خداوند مجھے بیٹا عطا کرے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں دو بچے عطا فرمائے گا۔

جب میں آپ علیہ السلام کے پاس اٹھ کر جا رہا تھا، تو میں نے سوچا کہ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا۔

اسی وقت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ: ایک کا نام علی رکھنا اور دوسرے کا نام ام عمرو رکھنا۔

وہ کہتا ہے کہ جب میں کوفہ اپنے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ میری بیوی نے ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا ہے، ان دونوں کے نام کو جیسے امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا، ویسے ہی رکھا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ ام عمرو کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: تیری نانی کا نام بھی ام عمرو تھا۔

(نورالابصار، ص ۲۴۳، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۳)

جعفر بہت جلد مالدار ہو جائے گا

حسین بن موسی نے کہا ہے: بنی ہاشم کے بعض نوجوان حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ جعفر ابن عمر علوی فقیروں کی سی حالت میں ہمارے پاس سے گزرا۔ ہم میں سے بعض نے اسکو تمسخر آمیز حالت میں دیکھنا شروع کر دیا۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ بہت جلد دیکھو گے کہ اسکی زندگی کی حالت تبدیل ہو جائے گی، اسکا مال زیادہ، اسکے خدمت گذار بہت زیادہ اور اسکا ظاہری حلیہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

حسین بن موسی کہتا ہے: ایک مہینہ گزرنے کے بعد مدینہ کا حاکم تبدیل ہو گیا اور اس نے نئے حاکم کے نزدیک ایک خاص مقام و منزلت حاصل کر لی اور اسکی زندگی جیسا کہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، تبدیل ہو گئی، پھر اسکے بعد ہم جعفر ابن عمر علوی کا احترام اور اسکے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ (نور الابصار، ص ۲۴۳)

خود کو موت کے لیے تیار کرو

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ سعید ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے ایک بندے کو دیکھ کر اس سے فرمایا:

یا عبد اللہ اوص بما ترید و استعد لما لابد منہ فمات الرجل بعد ذلک بثلاثۃ ایام

اے بندۂ خدا! اپنے گھر والوں کو وصیت کرو اور اپنے آپکو اس چیز کے لیے کہ جس سے رہائی ممکن نہیں ہے، تیار کرو۔ راوی کہتا ہے کہ وہ بندہ تین دن کے بعد دنیا سے چلا گیا۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۲۲)

ابو حبیب کی خواب

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ ابو حبیب سے نقل کیا ہے کہ: ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں حجاج کے گھر میں دیکھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک برتن میں مدینہ کی صیحانی نام کی کھجوریں پڑی تھیں۔

آپ نے مجھے ۱۸ کھجوریں ان میں سے دیں اور میں نے ان کو کھا لیا، نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان کھجوروں کا مزہ میرے منہ میں تھا اور میں ہمیشہ آرزو کرتا تھا کہ اے کاش! ان کھجوروں کو دوبارہ کھانا مجھے نصیب ہو۔

۲۰ دن کے بعد امام ابو الحسن علی ابن موسی الرضا رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ آئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا۔ لوگ انکا دیدار کرنے کے گئے، میں بھی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے لیے وہاں گیا، میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور

ان کے سامنے بھی ایک برتن میں مدینہ کی صیحانی نام کی کھجوریں پڑی تھیں۔ میں نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور انھوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے ہاتھ سے اس برتن سے مجھے کچھ کھجوریں دیں، میں نے انکو گنا تو وہ بھی ۱۸ کھجوریں تھیں۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، تھوڑی اور زیادہ کھجوریں مجھے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی تم اس سے زیادہ دیتا۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۲۲، جامع کرامات الاولیا، ج ۲، ص ۳۱۱)

برمکیوں کی حکومت کا تختہ الٹنا

مسافر کہتا ہے کہ: میں مکہ میں سرزمین منی میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک یحیی ابن خالد برمکی چہرے پر نقاب لگائے اور غبار آلود چہرے کے ساتھ اس محفل میں داخل ہوا۔ امام نے ہم سے فرمایا: یہ ایسے بیچارے ہیں کہ انکو پتا ہی نہیں ہے کہ اس سال انکے ساتھ کیا ہوگا۔ مسافر کہتا ہے کہ:

اسی سال برمکیوں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی سچ ثابت ہوگئی۔

مسافر نے مزید کہا کہ: امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور اس سے بھی عجیب تر میں اور ہارون ہیں کہ ہم دونوں میرے ہاتھ کی ان انگلیوں کی مانند ہیں۔

مسافر نے کہا: مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی اس بات کی سمجھ نہ آئی، یہاں تک کہ امام دنیا سے چلے گئے اور انکو ہارون کے ساتھ دفن کیا گیا۔ (نور الابصار، ص ۲۴۳، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲)

میری ولی عہدی زیادہ طولانی نہیں ہوگی

مدینی کہتا ہے: جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ ولی عہدی کے لیے بیعت کرنے کی محفل میں خاص لباس پہنے بیٹھے ہوئے تھے اور خطاب کرنے والے خطاب کر رہے تھے۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ولی عہدی پر بہت ہی زیادہ خوش تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اسکے کان میں فرمایا کہ: اپنا دل میری اس ولی عہدی کے ساتھ نہ لگاؤ، کیونکہ میری ولی عہدی کی مدت زیادہ نہیں ہوگی۔

(الفصول المہمہ، ص ۲۵۶، مفتاح النجاۃ، ص ۱۷۸)

سازشیں کرنے والے رسوااور ناکام ہوں گے

جب مامون نے امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کردیا تو مامون کے نزدیکی دوست اسکے اس کام سے ناراض تھے اور وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہ تک منتقل ہو جائے۔ لہٰذا وہ امام علی رضاؑ کی نسبت اپنے دل میں کینہ ونفرت رکھتے تھے اور ہر وقت فرصت کی تلاش میں رہتے تھے کہ اپنے اس باطنی کینے کو ظاہر کریں۔

اسی وجہ سے انھوں نے آپس میں طے کیا کہ جب بھی امام رضاؑ خلیفہ کے پاس آئیں گے اور جب خادمان پردے کو اٹھائیں گے کہ امام علی رضاؑ اس محفل میں داخل ہوں تو اس وقت کوئی بھی امام علی رضاؑ کو سلام نہ کرے، کوئی انکا احترام نہ کرے اور کوئی بھی پردے کو اوپر نہ اٹھائے، اس ارادے ونیت کے بعد امام علی رضاؑ روزانہ کی عادت کے مطابق اس برآمدے میں داخل ہوئے تو انھوں نے اپنے طے شدہ ارادے کے برخلاف اچانک پردے کو اوپر اٹھایا اور امام آرام سے اس محفل میں داخل ہو گئے۔

اسکے بعد وہ آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے کہ پردے کو کیوں اوپر اٹھایا ہے۔ اسکے بعد انھوں نے پھر طے کیا کل کوئی بھی ایسا نہ کرے۔ دوسرے دن جب امام علی رضاؑ آئے تو انھوں نے سلام تو کیا لیکن کسی نے بھی پردے کو اوپر نہ اٹھایا۔ اسی وقت ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا تو اس نے پردے کو اوپر اٹھایا

اور امام علی رضاؑ آرام سے محفل میں داخل ہو گئے اور واپسی پر بھی ایسا ہی ہوا اور امام آرام سے وہاں سے نکل کر واپس چلے گئے۔ اس ماجرا کے بعد وہ جان گئے کہ امام علی رضا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے ارادہ کیا کہ آج کے بعد ہم سب امام کی ہمیشہ خدمت کیا کریں گے۔ (نورالابصار، ص ۲۴۴، جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲)

امام علی رضاؓ کے سامنے درندہ حیوانات کا رام ہو جانا

زینب کذاب کے واقعے کو بہت سارے علماء نے نقل کیا ہے اور یہ واقعہ امام رضاؑ کی عظمت اور امام کے ولایت تکوینی رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس واقعے کو مختلف انداز سے نقل کیا گیا ہے زینب نامی نے علوی ہونے کا دعوی کیا تب وہ امام علی رضاؑ کے پاس لائی گئی تو آپؑ نے اس کو دیکھ

کر فرمایا کہ وہ علوی نہیں ہے۔ اس عورت نے آپ رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑاتے ہوئے تمسخر آمیز لہجے میں کہا کہ تم میرے نسب کے بارے میں شک کرتے ہو تو میں بھی تمہارے نسب کے بارے شک کرتی ہوں۔

اس دور میں حاکم وقت کے محل میں ایک ایسی جگہ ہوتی تھی کہ جہاں پر درندہ حیوانات کو رکھا جاتا تھا، کیونکہ ان حیوانات کے ذریعے سے ظالموں اور مجرموں سے انتقام لیا جاتا تھا۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حیوانات کے نگہبان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ: یہ ایک جھوٹی عورت ہے اور اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اور یہ نسل علی سے نہیں ہے۔

اگر یہ عورت سچ بول رہی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بدن کا ٹکڑا ہے تو پھر اسکا بدن اور گوشت درندوں پر حرام ہے، پس اسکو درندہ حیوانات کے درمیان لے جاؤ، اگر یہ سچی ہوئی تو حیوانات اسکے نزدیک نہیں جائیں گے اور اگر جھوٹی ہوئی تو حیوانات اسکو چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔

جب اس زینب کذاب نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سنا تو فوری آپ رضی اللہ عنہ سے بے ادبی کے انداز میں کہا: اگر آپ سچے علوی اور امام اہل بیت ہیں تو پہلے آپ حیوانات کے پاس جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً حیوانات کے پنجرے میں داخل ہو گئے۔ سب لوگ اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ حیوانات کے نزدیک گئے تو تمام درندے رام ہو گئے اور ایک ایک کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر اپنی دم کو اطاعت وتسلیم ہونے کی نیت سے زمین پر رکھ دیا اور امام علی رضا رضی اللہ عنہ ہاتھوں اور پیروں کو چومنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پنجرے سے باہر آ گئے اور نگہبان کو حکم دیا کہ اب اس عورت کو پنجرے میں ڈالو۔ اس عورت نے صاف انکار کر دیا۔ اس واقعے کے بعد شہر خراسان میں وہ عورت زینب کذاب کے نام سے مشہور ہو گئی۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۲۰۵)

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا اپنی شہادت کی خبر دینا

جب مامون بیمار ہونے کی وجہ سے عید فطر کی نماز نہ پڑھا سکا تو اس نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس سال آپ عید کی نماز پڑھائیں۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ سفید لباس اور سفید عمامہ پہنے، ہاتھ میں عصا پکڑے اپنے گھر سے باہر نکلے اور راستے میں بلند آواز سے یہ کہہ رہے تھے:

السلام علی ابوی آدم و نوح، السلام علی ابوی ابراهیم و اسماعیل، السلام علی ابوی محمد و علی، السلام علی عباد الله الصالحین۔

لوگ جوق در جوق امام کے پاس آ رہے تھے اور انکے مبارک ہاتھوں کو بوسے دے رہے تھے۔

اسی وقت مامون کو خبر دی گئی کہ اگر امام علی رضا علیہ السلام اسی حالت میں عید کی نماز پڑھانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر حتمی طور پر خلافت تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔ مامون نے جیسے بھی ممکن ہوا، خود کو امام علی رضا علیہ السلام کے پاس پہنچایا اور انہیں عید کی نماز پڑھانے سے منع کر دیا۔

اس وقت آپ علیہ السلام نے مامون کے خادم ہرثمہ ابن اعین، کہ جو اہل بیت کا محب تھا اور امام رضا علی رضا علیہ السلام کا خدمت گذار بھی تھا، کے لیے اہم مطالب کو بیان فرمایا۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ: ایک دن میرے آقا ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ: اے ہرثمہ میں تم کو بعض باتیں بتانا چاہتا ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں تم وہ باتیں کسی دوسرے کو نہ بتانا اور اگر ان باتوں کو تم نے کسی کو بتایا تو قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں، میں تمہارا دشمن ہوں گا۔

ہرثمہ نے کہا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک آپ زندہ ہیں، میں یہ باتیں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اے ہرثمہ! میرا سفر آخرت اور اپنے آباء و اجداد سے ملنے کا سفر بہت نزدیک ہے۔ بے شک میں زہر آلود انگور اور انار کھانے کی وجہ سے دنیا سے جاؤں گا۔ خلیفہ مامون میری قبر اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے بنانا چاہتا ہے، لیکن خداوند ایسا نہیں ہونے دے گا اور زمین بھی اس کام کی اجازت نہیں دے گی اور وہ اس کام کے لیے زمین کو کھودنے کی جتنی بھی کوشش کریں گے، بالکل اس کام میں کامیاب نہیں ہوں گے، اس کام کو تم بعد میں اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لو گے۔

اے ہرثمہ! بے شک میرے دفن ہونے کی جگہ کسی اور طرف ہو گی۔ پس میری وفات اور غسل و کفن کے بعد مامون کو ان باتوں سے آگاہ کرنا، تا کہ وہ مزید اچھے طریقے سے پہچان لے اور مامون سے کہنا کہ جب بھی مجھے تابوت میں رکھیں اور نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوں تو کوئی بھی مجھ پر نماز نہ پڑھے، یہاں تک کہ ایک اجنبی عرب تیزی سے صحرا کی طرف سے میرے جنازے کی طرف آئے گا، اس حالت میں کہ اس عرب کا چہرہ غبار آلود ہو گا اور اسکی سواری گریہ کر رہی ہو گی۔ وہ عرب میرے

جنازے پر نماز پڑھائے گا۔ تم بھی اسکے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو جانا اور نماز کے بعد مجھے اپنی معین جگہ پر دفن کر دینا۔ اے ہرثمہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو اگر تم ان مطالب کو میری وفات سے پہلے کسی کو بتاؤ تو۔

ہرثمہ کہتا ہے: ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ امام علی رضاؑ کی کہی ہوئی تمام باتیں اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ سچ ثابت ہوگئیں۔ اور آپؑ نے مامون کے دربار میں زہر آلود انگور اور انار کھانے کی وجہ سے شہادت پائی۔

ہرثمہ کہتا ہے: امام علی رضاؑ کی ہدایت کے مطابق انکی شہادت کے بعد میں مامون کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ امام علی رضاؑ کے غم میں ہاتھ میں رومال لیے رو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے خلیفہ! اگر تم اجازت دو تو میں نے کچھ باتیں آپکو بتانی ہیں؟ مامون نے اجازت دے دی۔ ہرثمہ نے کہا کہ امام علی رضاؑ نے اپنی زندگی میں مجھے کچھ باتیں بتائیں تھیں اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ جب تک وہ زندہ ہیں، کسی کو نہ بتاؤں۔ اسکے بعد ہرثمہ نے تمام باتیں مامون کو بتادیں۔

جب مامون نے ان تمام باتوں کو سنا تو حیران ہو گیا اور پھر حکم دیا کہ امام علی رضاؑ کے جنازے کو غسل و کفن دے کر نماز کے لیے تیار کرو۔

ہرثمہ کہتا ہے: میں مامون کے ساتھ امام علی رضاؑ پر نماز پڑھنے کے تیار ہو گیا۔ اسی وقت ایک اجنبی شخص ان علامات کے ساتھ کہ جنکا ذکر امام علی رضاؑ نے کیا تھا، صحرا سے جنازے کی طرف آیا، اس نے کسی سے بھی کوئی بات نہ کی اور امام علی رضاؑ پر نماز پڑھا دی۔

مامون نے حکم دیا: پتا کیا جائے کہ وہ کون ہے اور اسکو میرے پاس لایا جائے، لیکن وہ شخص اور اسکا اونٹ ایک دم سے غائب ہو گئے۔

پھر خلیفہ نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے ایک قبر کھودی جائے۔

ہرثمہ نے مامون سے کہا: کیا میں تم کو امام علی رضاؑ کی ساری باتوں سے آگاہ نہیں کیا؟

مامون نے کہا: ہاں، لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا اسکی ساری باتیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں؟

امام علی رضاؑ کے بتانے کے مطابق وہ وہاں قبر نہ کھود سکے، گویا وہاں زمین سخت چٹانوں سے بھی زیادہ سخت ہو گئی تھی، اس حد تک کہ وہاں پر موجود سب لوگ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس طرح سے مامون کو امام علی رضاؑ کی کہی ہوئی بات کے سچ ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور پھر اس نے مجھ

(ہرثمہ) سے کہا: حضرت علی ابن موسی الرضاؒ نے جس جگہ کا تمہیں بتایا ہے، وہ مجھے دکھاؤ۔

ہرثمہ نے اس جگہ کو مامون کو دکھایا اور جونہی ہم نے وہاں سے مٹی کو کھودا تو ایک پہلے سے تیار شدہ قبر ظاہر ہوئی، یہ قبر ان صفات کے ساتھ تھی کہ جن کا خود امام رضاؒ نے پہلے مجھے بتایا تھا۔

جب مامون نے ان تمام حالات کو دیکھا تو حیرت زدہ ہوا۔ اچانک اس قبر میں کھڑا پانی زمین کی گہرائی میں چلا گیا اور وہ جگہ خشک ہوگئی، پھر امام علی رضاؒ کی میت کو قبر میں رکھا اور اس پر مٹی ڈال دی۔

اس واقعے کے بعد مامون نے جن چیزوں کو دیکھا تھا اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا، ہمیشہ تعجب کے ساتھ اسکا ذکر کیا کرتا تھا، اور ساتھ ساتھ افسوس کا بھی اظہار کیا کرتا تھا اور جب بھی میرے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا تھا تو ہمیشہ مجھ سے کہتا تھا کہ ان تمام باتوں کو دوبارہ اسکے لیے بیان کروں، مامون باتیں سنتا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ کہتا تھا:

''انا للہ و انا الیہ راجعون''

(نورالابصار، ص ۲۴۴، الکواکب الدریہ، ج ا ص ۲۵۶)

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات زندگی

نام	:	محمد
والد کا نام	:	امام علی رضا رضی اللہ عنہ
لقب	:	محمد، جواد
کنیت	:	ابوجعفر
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
تاریخ پیدائش	:	۵ رمضان ۱۹۵ ہجری ۱۲ اپریل ۸۱۱ء
بوقت پیدائش دورِ حکومت	:	امین بن ہارون رشید
تاریخ شہادت	:	۲۷ نومبر ۸۳۵ء
عمر مبارک	:	۲۴ سال
جائے شہادت	:	بغداد
وجہ شہادت	:	زہر
مدفن	:	مسجد کاظمیہ
شاگردِ رشید	:	امام علی نقی
پیشہ	:	مذہبی رہنما
اولاد	:	امام علی نقی، موسیٰ مبرقع، حکیمہ خاتون
درجہ امامت	:	نویں امام
والدہ کا نام	:	سبیکہ یا سکینہ

حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ ؑ کا نام محمد بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضی ؑ ہے۔آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب تقی اور جوّاد ہے، یہ دونوں مشہور لقب تھے۔

اسی لیے اسم ولقب کو اکٹھا کریں تو آپ امام محمد تقی ؑ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

چونکہ آپ کو پہلے امام محمد باقر ؑ کی کنیت ابوجعفر ہو چکی تھی۔اس لیے کتب میں آپ کو ابوجعفر ثانی اور دوسرے لقب کو سامنے رکھ کر حضرت جوّاد بھی کہا جاتا ہے۔

والد بزرگوار آپ ؑ کے حضرت امام علی رضا ؑ تھے اور والدہ معظمہ کا نام جناب سبیکہ یا سکینہ تھا۔(من ہی السیدۃ حکیمۃ خاتون؟)

ولادت باسعادت

آپ ؑ کی ۵ رمضان المبارک ۱۹۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی .اس وقت بغداد کے دارلسلطنت میں ہارون رشید کا بیٹا امین تخت حکومت پر تھا۔

نشوونما اور تربیت

یہ ایک حسرت ناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی ؑ کو نہایت کمسنی ہی کے زمانے میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا پڑا۔

انہیں بہت کم ہی اطمینان اور سکون کے لمحات میں باپ کی محبت ,شفقت اور تربیت کے سائے میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا۔

آپ ؑ کو صرف پانچواں برس ہی تھا۔ جب حضرت امام علی رضا ؑ مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا امام محمد تقی ؑ سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام علی رضا ؑ کی وفات ہوگئی۔

دنیا سمجھتی ہوگی کہ امام محمد تقی ؑ کے لیے علمی وعملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔اس لیے اب امام جعفر صادق ؑ کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے گی۔مگر خلق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ، حدیث، تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور سب کو قائل ہوجاتے دیکھا۔

اس کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی ، جب تک وہ مادی اسباب کی بجائے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے ،جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا اور نہ کبھی حل ہوسکتا ہے ۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا علمی لدنی تھا۔

علم لدنی کیا ہے؟

علم لدنی کو علم وہبی، عطائی اور علم ربانی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی خارجی سبب کے خود بخود قلب میں من جانب اللہ آتا ہو۔

قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (الکھف:٦٥)

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم الدنی عطا کیا

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

''یہ آیت علم لدنی کے اثبات میں اصل ہے۔علم لدنی کو علم الحقیقۃ اور علم الباطن بھی کہتے ہیں۔'' (روح المعانی،مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

''والعلم اللدنی وھو الذی لا واسطۃ فی حصولہ بین النفس وبین الباری وانما ھو کالضؤ من سراج الغیب یقع علی قلب صاف فارغ لطیف '' (کذا فی الرسالۃ اللدنیہ،ص ۲۸)

علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اورحق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو،علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے کہ سراج غیب سے قلب صاف وشفاف پر واقع ہوتی ہے۔

(تفسیر معارف القرآن زیر سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۵۱)

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے ہی علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو ملائکہ پر جو منجانب اللہ علوم فائض ہوتے ہیں وہ اسی قسم کے ہوتے ہیں قلب میں عام طور پر جو علم داخل ہوتا ہے وہ حواس ظاہری کے دروازوں سے داخل ہوتا ہے ایسے علم کو علم حصولی اور علم اکتسابی کہتے ہیں اور جب کسی کے قلب میں کوئی دروازہ عالم ملکوت کی طرف کھل جائے اور بلا ان ظاہری دروازوں کے کوئی علم قلب میں پہنچ جائے تو ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جو علم قلب

کے باہر کے دروازہ سے داخل اور حاصل ہو وہ علم حصولی ہے اور جو علم قلب کے اندر کسی باطنی دروازہ سے آئے وہ "علم لدنی" اور "علم وہبی" اور "علم حضوری" کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خضر (علیہ السلام) کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام شریعت کا علم عطا فرمایا تھا۔
(تفسیر معارف القرآن، زیر آیت سورۃ الکہف: آیت نمبر ۶۰)

علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے، اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔ علم لدنی کی تین قسمیں ہیں: وحی، الہام اور فراست۔
(تفسیر تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، الزمر: آیت ۸، بحوالہ مرقاۃ)

اولیاء کا علم حضوری ہے جس کو علم لدنی کہا جاتا ہے اور جس کا تعلق اللہ کی ذات وصفات سے ہوتا ہے تو اس میں خطاء کا امکان نہیں ہوتا ہے وہ وجدانی اور قطعی ہوتا ہے بلکہ اس علم کا درجہ عام قطعی علوم سے اونچا ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذات کا علم حضوری و وجدانی ہوتا ہے کیونکہ خود ہی عالم ہے اور خود ہی معلوم۔ اپنی ذات کو جاننے کے لیے کسی تصور کی ضرورت نہیں پڑتی اور اللہ کی ذات سے تعلق رکھنے والے صوفی کا وجدانی علم اس سے بھی بالاتر ہوتا ہے۔ اللہ تو آدمی سے اتنا قریب ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات سے اتنا قرب نہیں رکھتا۔ اللہ نے فرمایا ہے:

نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔

یعنی ہم تم سے اتنا قرب رکھتے ہیں کہ تم خود اپنے سے اتنا قرب نہیں رکھتے، مگر اے عوامی نظر رکھنے والو! ہم تم کو نظر نہیں آتے۔ پس یہ لدنی علم اولیاء کو پیغمبروں کے توسل سے حاصل ہوتا ہے اگرچہ پیغمبر تک پہنچنے کے درمیانی وسائل کتنے ہی زیادہ ہوں۔ (تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی سورہ الجن، آیت ۲۷)

وحی

اللہ تعالیٰ کا کلام مع الفاظ و معانی بواسطہ جبریل علیہ السلام قلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو وہ وحی اور قرآن کہلاتا ہے۔

اگر بغیر واسطہ جبریل علیہ السلام کے صرف معانی کا القاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوتا ہے وہ ہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور کبھی بغیر واسطہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیدار باری تعالی کے حصول پر علم عطا ہوا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے رب تعالیٰ نے:

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (سورۃ النجم آیت ۱۰)

''اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔''

سے تعبیر فرمایا۔

الہام

الہام کا لغوی معنی ہے پہنچانا:

الہام وہ علم حق ہے جو اللہ تعالیٰ غیبی طور پر اپنے بندوں کے دلوں پر القاء کرتا ہے۔

جس طرح رب تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ (سورۃ سبا آیت ۴۸)

''فرما دیجیے! بے شک میرا رب حق (دلوں پر) القاء کرتا ہے۔''

فراست

فراست اس علم کو کہتے ہیں جو صورتوں کے آثار و علامت کو عقلمندی سے دیکھنے کی وجہ سے غیبی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله''

مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (الحدیث، مفہوماً)

الہام اور فراست دونوں سے ہی غیبی چیزوں پر اطلاع حاصل ہوتی ہے۔

لیکن فراست میں کچھ چیزوں کی صورتوں کی علامات سے وہ علم حاصل ہوتا ہے

اور الہام میں یہ واسطہ نہیں ہوتا بلکہ قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان ہوتا ہے۔

عراق کا پہلا سفر

جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو مامون نے ولی عہد بنایا اور اس کی سیاست اس کی مقتضی ہوئی کہ بنی عباس کو چھوڑ کر بنی فاطمہ سے روابط قائم کیے جائیں اور اس طرح محبانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنی جانب مائل کیا جائے تو اس نے ضرورت محسوس کی کہ خلوص واتحاد کے مظاہرے کے لیے علاوہ اس قدیم رشتے کے جو ہاشمی خاندان میں

سے ہونے کی وجہ سے ہے، کچھ جدید رشتوں کی بنیاد بھی قائم کردی جائے۔ چنانچہ اسی جلسہ میں جہاں ولی عہدی کی رسم ادا کی گئی۔

اس نے اپنی بہن ام حبیبہ کا عقد امام رضاؑ کے ساتھ کیا اور اپنی بیٹی ام الفضل کی نسبت کا امام محمد تقیؑ کے ساتھ اعلان کیا۔ غالباً اس کا خیال تھا کہ اس طرح امام علی رضاؑ بالکل اپنے بنائے جاسکیں گے مگر جب اس نے محسوس کیا کہ یہ اپنے ان منصبی فرائض کو جو رسول کے وارث ہونے کی بنا پر ان کے ذمہ ہیں۔ کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوسکتے اور اب عباسی سلطنت کا رکن ہونے کے ساتھ ان اصول پر قائم رہنا، مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ تو اسے اپنے مفاد سلطنت کی تحفظ خاطر اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ زہر دے کر حضرت امام علی رضاؑ کی زندگی کا خاتمہ کر دے مگر وہ مصلحت جو امام رضاؑ کو ولی عہد بنانے کی تھی یعنی ایرانی قوم اور جماعت شیعہ کو اپنے قبضے میں رکھنا وہ اب بھی باقی تھی اس لیے ایک طرف تو امام رضا علیہ السلام کے انتقال پر اس نے غیر معمولی رنج وغم کا اظہار کیا تاکہ وہ اپنے دامن کو حضرت علی رضاؑ کے خون ناحق سے الگ ثابت کرسکے۔ اور دوسری طرف اس نے اپنے اعلان کی تکمیل ضروری سمجھی کہ جو وہ امام محمد تقیؑ کے ساتھ اپنی لڑکی سے منسوب کرنے کا کرچکا تھا، اس نے اس مقصد سے امام محمد تقیؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف بلوایا۔ اس لیے کہ امام علی رضاؑ کی وفات کے بعد وہ خراسان سے اب اپنے خاندان کے پرانے دار السلطنت بغداد میں آچکا تھا اور اس نے یہ تہیہ کرلیا کہ وہ ام الفضل کا عقد اس صاحبزادے کے ساتھ بہت جلد کردے۔

علماء سے مناظرہ

بنی عباس کو مامون کی طرف سے امام علی رضاؑ کا ولی عہد بنایا جانا ہی ناقابل برداشت تھا امام علی رضاؑ کی وفات سے ایک حد تک انھیں اطمینان حاصل ہوا تھا اور انہوں نے مامون سے اپنے حسب خواہش اس کے بھائی محمد کی ولی عہدی کا اعلان بھی کرادیا جو بعد میں معتصم باللہ کے نام سے خلیفہ تسلیم کیا گیا۔

اس کے علاوہ امام علی رضاؑ کی ولی عہدی کے زمانہ میں عباسیوں کا مخصوص شعار یعنی کالا لباس تبدیل ہوکر سبز لباس کا رواج ہو رہا تھا اسے منسوخ کرکے پھر سیاہ لباس کی پابندی عائد کردی گئی، تاکہ بنی عباس کے روایات قدیمہ محفوظ رہیں۔ یہ باتیں عباسیوں کو یقین دلا رہی تھیں کہ وہ مامون پر پورا قابو پاچکے ہیں۔

مگر اب مامون یہ ارادہ کہ وہ امام محمد تقیؑ کو اپنا داماد بنائے ان لوگوں کے لیے پھر تشویش کا باعث بنا، اس حد تک کہ وہ اپنے دلی رجحان کو دل میں نہ رکھ سکے اور ایک وفد کی شکل میں مامون کے پاس آکر اپنے

جذبات کا اظہار کر دیا، انھوں نے صاف صاف کہا کہ امام رضا کے ساتھ جو آپ نے طریقہ کار استعمال کیا وہی ہم کو ناپسند تھا۔

مگر خیر وہ کم از کم اپنی عمر اور اوصاف وکمالات کے لحاظ سے قابل عزت سمجھے بھی جا سکتے ہیں مگر ان کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ تو ابھی بالکل کم سن ہیں ایک بچے کو بڑے بڑے علما اور معززین پر ترجیح دینا اور اس قدر اس کی عزت کرنا ہرگز خلیفہ کے لیے زیبا نہیں ہے پھر ام حبیبہ کا نکاح جو امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اس سے ہم کو کیا فائدہ پہنچا۔ جواب ام الفضل کا نکاح محمد ابن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

مامون نے اس تمام تقریر کا یہ جواب دیا کہ محمد رضی اللہ عنہ کمسن ضرور ہیں۔ مگر میں نے خوب اندازہ کر لیا ہے۔

اوصاف وکمالات میں وہ اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں اور عالم اسلام کے بڑے بڑے علماء جن کا تم حوالہ دے رہے ہو علم میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم چاہو تو امتحان لے کر دیکھ لو۔ پھر تمہیں بھی میرے فیصلے سے متفق ہونا پڑے گا۔ یہ صرف منصفانہ جواب ہی نہیں بلکہ ایک طرح کا چیلنج تھا جس پر مجبوراً ان لوگوں کو مناظرے کی دعوت منظور کرنا پڑی حالانکہ خود مامون تمام سلاطین بنی عباس میں یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ مورخین اس کے لیے یہ الفاظ لکھ دیتے ہیں:

کان یعد من کبار الفقهاء

یعنی اس کا شمار بڑے فقیہوں میں ہے۔

اس لیے اس کا فیصلہ خود کچھ کم وقعت نہ رکھتا تھا مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ بغداد کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کو امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے بحث کے لیے منتخب کیا۔

مامون نے ایک عظیم الشان جلسہ اس مناظرے کے لیے منعقد کیا اور عام اعلان کرا دیا۔ ہر شخص اس عجیب اور بظاہر غیر متوازی مقابلے کے دیکھنے کا مشتاق ہو گیا جس میں ایک طرف ایک آٹھ برس کا بچہ تھا اور دوسری طرف ایک آزمودۂ کار اور شہرۂ آفاق قاضی القضاۃ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر طرف سے خلائق کا ہجوم ہو گیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ ارکانِ دولت اور معززین کے علاوہ اس جلسے میں نو سو کرسیاں فقط علما وفضلاء کے لیے مخصوص تھیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں اس لیے کہ یہ زمانہ عباسی سلطنت کے شباب اور بالخصوص علمی ترقی کے اعتبار سے زریں دور تھا اور بغداد دار السلطنت تھا جہاں تمام اطراف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کھنچ کر جمع ہو گئے تھے۔ اس اعتبار سے یہ تعداد کسی مبالغہ پر مبنی معلوم نہیں ہوتی۔

مامون نے حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے پہلو میں مسند بچھوائی تھی اور حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ کے سامنے یحییٰ ابن اکثم کے لیے بیٹھنے کی جگہ تھی۔

ہر طرف کامل سناٹا تھا، مجمع ہمہ تن چشم و گوش بنا ہوا گفتگو شروع ہونے کے وقت کا منتظر ہی تھا کہ اس خاموشی کو یحییٰ کے اس سوال نے توڑ دیا جو اس نے مامون کی طرف مخاطب ہو کر کہا تھا۔

جناب کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کروں؟

مامون نے کہا: تم کو خود ان ہی سے اجازت طلب کرنا چاہیے۔

یحییٰ امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔

کیا: آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں؟

فرمایا: تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو۔

یحییٰ نے پوچھا: حالت احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ یحییٰ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کو علمی بلندی سے بالکل واقف نہ تھا۔

وہ اپنے غرور علم اور جہالت سے یہ سمجھتا تھا کہ یہ کمسن صاحبزادے تو ہیں ہی۔

روزمرہ کے روزے نماز کے مسائل سے واقف ہوں تو ہوں مگر حج وغیرہ کے احکام اور حالت احرام میں جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کے کفاروں سے بھلا کہاں واقف ہوں گے۔

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں اس طرح سوال کے گوشوں کی الگ الگ تحلیل فرمائی، جس سے بغیر کوئی جواب اصل مسئلے کا دیے ہوئے۔

آپ کے علم کی گہرائیوں کا یحییٰ اور تمام اہل محفل کو اندازہ ہو گیا۔ یحییٰ خود بھی اپنے کو سبک پانے لگا اور تمام مجمع بھی اس کا سبک ہونا محسوس کرنے لگا۔

آپ نے جواب میں فرمایا: تمہارا سوال بالکل مبہم اور مجمل ہے، یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شکار حل میں تھا یا حرم میں شکار کرنے والا مسئلے سے واقف تھا یا ناواقف، اس نے عمداً اس جانور کو مار ڈالا یا دھوکے سے قتل ہو گیا وہ شخص آزاد تھا یا غلام کمسن تھا یا بالغ پہلی مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس کے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ شکار پرند کا تھا یا کوئی اور۔ چھوٹا یا بڑا۔ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے۔ رات کو یا پوشیدہ طریقہ پر اس نے شکار کیا یا دن دہاڑے اور علانیہ۔ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا۔ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائے جائیں اس مسئلہ کا کوئی ایک معین حکم نہیں بتایا جا سکتا۔

یحییٰ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہوتا بہرحال فقہی مسائل پر کچھ نہ کچھ اس کی نظر بھی تھی، وہ ان کثیر التعداد شقوں کے پیدا کرنے ہی سے خوب سمجھ گیا کہ ان کا مقابلہ میرے لیے آسان نہیں ہے۔

اس کے چہرے پر ایسی شکستگی کے آثار پیدا ہوئے جن کا تمام دیکھنے والوں نے اندازہ کرلیا۔اب اس کی زبان خاموش تھی اور وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا۔

مامون نے اس کی کیفیت کا صحیح اندازہ کر کے اس سے کچھ کہنا بیکار سمجھا اور حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ پھر آپ ہی ان تمام شقوں کے احکام بیان فرمادیجیئے ,تا کہ سب کو استفادہ کا موقع مل سکے۔

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے تفصیل کے ساتھ تمام صورتوں کے جداگانہ جواحکام تھے بیان فرمائے۔

یحیٰی ہکابکا امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کا منہ دیکھ رہا تھا اور بالکل خاموش تھا۔

مامون کو بھی کد تھی کہ وہ اتمام حجت کو انتہائی درجے تک پہنچادے اس لیے اس نے امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر مناسب معلوم ہو تو آپ رضی اللہ عنہ بھی یحییٰ سے کوئی سوال فرمائیں۔

حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ نے اخلاقاً یحییٰ سے یہ دریافت کیا: کیا میں بھی تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں۔

یحییٰ اب اپنے متعلق کسی دھوکے میں مبتلا نہ تھا، اپنا اور امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کا درجہ اسے خوب معلوم ہو چکا تھا۔

اس لیے طرز گفتگو اس کا اب دوسرا ہی تھا۔

اس نے کہا کہ جناب رضی اللہ عنہ دریافت فرمائیں اگر مجھے معلوم ہوگا تو عرض کردوں گا ورنہ خود آپ رضی اللہ عنہ ہی سے معلوم کرلوں گا۔

حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔جس کے جواب میں یحییٰ نے کھلے الفاظ میں اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور پھر امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے خود اس سوال کا حل فرمادیا۔

مامون کو اپنی بات کے بالا رہنے کی خوشی تھی، اس نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا: دیکھوں میں نہ کہتا تھا کہ یہ وہ گھرانا ہے جو قدرت کی طرف سے علم کا مالک قرار دیا گیا ہے۔یہاں کے بچوں کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔مجمع میں جوش وخروش تھا۔سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک جو آپ کی رائے ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور یقیناً ابوجعفر رضی اللہ عنہ محمد ابن علی کو کوئی مثل نہیں ہے۔

مامون نے اس کے بعد ذرا بھی تاخیر مناسب نہیں سمجھی اور اسی جلسے میں امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام الفضل کا عقد کردیا۔

نکاح کے قبل جو خطبہ ہمارے یہاں عموماً پڑھا جاتا ہے وہی ہے جو امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے اس عقد کے موقع پر اپنی زبان مبارک پر جاری کیا تھا، یہی بطور یادگار نکاح کے موقع پر باقی رکھا گیا ہے۔

مامون نے اس شادی کی خوشی میں بڑی فیاضی سے کام لیا، لاکھوں روپیہ خیر و خیرات میں تقسیم کیا گیا اور تمام رعایا کو انعامات وعطیات کے ساتھ مالا مال کیا گیا۔

مدینہ کی طرف واپسی

شادی کے بعد تقریباً ایک سال تک بغداد میں مقیم رہے اس کے بعد مامون نے بہت اہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کر دیا اور امام محمد تقی رضی اللہ عنہ مدینہ میں واپس تشریف لائے۔

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان سے تعلق کے فوائد

اکابرین سلف وخلف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔لوگوں کو ان سے محبت رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے اور خود ان سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔

اس امت کے سید الاکابرین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''صلة قرابة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الی من صلة قرابتی۔''

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے"۔(الشرف المؤبد،ص ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابی اور سابقین اولین میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر من عبادة سنة۔''

"آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"
(الشرف المؤبد،ص ۸۷)

حضرت علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ لازمی طور پر ان کے ساتھ اور ان کے بھائی محمد کے

ساتھ رہیں۔ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قید و بند اصل میں اسی بنا پر تھی اگرچہ ظاہر میں سبب یہ تھا کہ انہوں نے قاضی کا منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔'' (الشرف المؤید، ص ۸۸) ص88)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک سے محبت کرنے کا انداز ہی نرالہ تھا بلکہ اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبت یہاں تک تھی کہ جوش عقیدت و جذبہ محبت میں اہل بیت رسالت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت! آپ لوگوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ حکم خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید میں نازل فرمادیا ہے اور وہ آیت کریمہ یہ ہے:

''قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔''

''اے محبوب! تم فرماؤ کہ میں اس پر تم لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

آل رسول کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہوئے امام شافعی رضی اللہ عنہ اور فرماتے ہیں:

اے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ لوگوں کے لئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں:

''مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں ۔میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں۔''

سادات کرام کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہم ان سے عمدہ بستر، اعلیٰ مرتبے اور بہتر طریقے پر نہ بیٹھیں ۔ان کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح نہ کریں ۔اسی طرح کسی سیدزادی سے نکاح نہ کریں اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم ان کی تعظیم کا حقِ واجب ادا کر سکتے ہیں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کر سکتے ہیں تو پھر ان سے نکاح کر سکتا ہے۔ (برکات آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۲۵۳)

اخلاق و اوصاف

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ اخلاق و اوصاف میں انسانیت کی اس بلندی پر تھے جس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرۂ امتیاز تھی کہ ہر ایک سے جھک کر ملنا، ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اور سادگی کو ہر حالت میں پیش نظر رکھنا۔

غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا اور دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا، مہمانوں کی خاطر داری میں انہماک اور علمی اور مذہبی پیاسوں کے لیے فیصلہ کے چشموں کا جاری رکھنا آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔

اہل دنیا کو جو آپ کے بلندیٔ نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے انھیں یہ تصور ضرور ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا یقیناً اس کے چال ڈھال طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا۔ بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کا آلِ رسول کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا۔ جتنا ان کے صفات سے وہ ہمیشہ اس کے درپے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اور معراج انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلے میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ کسی طرح ٹوٹ جائے ۔اسی کے لیے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام علی رضاؑ کو ولی عہد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ ۔فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کا اندازہ معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادات مندی کے روپ میں تھا مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں میں ایک تھی۔

جس طرح امام حسینؑ نے بیعت نہ کی تو وہ شہید کر ڈالے گئے ۔اسی طرح امام علی رضاؑ ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چل سکے تو آپ کو زہر کے ذریعے سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔

اب مامون کے نقطۂ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام علی رضاؑ کا جانشین تقریباً آٹھ برس کا بچہ ہے جو تین برس سے پہلے باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا۔

حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچے کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومتِ وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

مامون امام علی رضاؑ کو ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا، اس لیے کہ امام علی رضاؑ کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی۔ اس میں تبدیلی اگر نہیں ہوتی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقیؑ جو آٹھ برس کے سن میں قصر حکومت میں نشو ونما پا کر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول

زندگی پر برقرار رہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جوان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے۔ اس وقت کا ہر شخص یقیناً مامون ہی کا ہم خیال ہوگا۔ مگر دنیا تو حیران ہوگئی جب یہ دیکھا کہ وہ آٹھ برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے اس عمر میں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محل شاہی میں قیام سے انکار کردیتا ہے اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتے ہیں۔

اس سے بھی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی مستحکم قوتِ ارادی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عموماً مالی اعتبار سے لڑکی والے کچھ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رہے۔ اس گھر میں نہ سہی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رہے، مگر امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے شادی کے ایک سال بعد ہی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت دینے پر مجبور کردیا۔

یقیناً یہ امر ایک چاہنے والے باپ اور مامون ایسے بااقتدار کے لیے انتہائی ناگوار تھا مگر اسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام محمد تقی رضی اللہ عنہ مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی انداز رہا جو اس سے پہلے تھا۔ نہ پہریدار نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک واحتشام نہ اوقاتِ ملاقات نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤں میں کوئی تفریق۔ زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرات ان کی وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

راویان حدیث دریافت کرتے تھے۔ طالب علم مسائل پوچھتے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی کا جانشین ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امور خانہ داری اور ازواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا تھا ان ہی حدود میں آپ نے ام الفضل کو رکھا۔ آپ نے اس کی مطلق پروا نہیں کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہیں۔

چنانچہ ام الفضل کے ہوتے آپ نے حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی کیا اور قدرت کو اہلِ بیت کی امامت اور جانشینی کو اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھا۔

تبلیغ وہدایت

آپ کی تقریر بہت دلکش اور پرتاثیر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ زمانہ حج میں مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ نے احکام شرع کی تبلیغ فرمائی تو بڑے بڑے علماء دم بخود رہ گئے اور انھیں اقرار کرنا پڑا کہ

ہم نے ایسی جامع تقریر کبھی نہیں سنی۔

بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت علیہم الرضوان کی تعلیم حاصل کی۔آپ کے ایسے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔الہیات اور توحید کے متعلق آپ کے بعض بلند پایہ خطبے بھی موجود ہیں.

عراق کا آخری سفر

۲۱۸ ہجری میں مامون نے دنیا کو خیر باد کہا.اب مامون کا بھائی اور ام الفضل کا چچا موتمن جو امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے بعد ولی عہد بنایا جا چکا تھا تخت سلطنت پر بیٹھا اور معتصم باللہ عباسی کے نام سے مشہور ہوا،اس کے بیٹھتے ہی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے متعلق ام الفضل کے اس طرح کے شکایتی خطوط کی رفتار بڑھ گئی۔جس طرح کہ اس نے اپنے باپ مامون کو بھیجے تھے۔ مامون نے چونکہ تمام بنی عباس کی مخالفتوں کے بعد بھی اپنی لڑکی کا نکاح امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا تھا اس لیے اپنی بات کی صداقت اور کیے کی لاج رکھنے کی خاطر اس نے ان شکایتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں کی بلکہ مایوس کر دینے والے جواب سے بیٹی کی زبان بند کر دی تھی مگر معتصم کو جو امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ولی عہدی کا داغ اپنے سینہ پر اٹھائے ہوئے تھا اور امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کو داماد بنائے جانے سے تمام بنی عباس کے نمائندے کی حیثیت سے پہلے ہی اختلاف کرنے والوں میں پیش پیش رہ چکا تھا۔

اب ام الفضل کے شکایتی خطوں کو اہمیت دے کر اپنے اس اختلاف کو جو اس نکاح سے تھا۔حق بجانب ثابت کرنا تھا,پھر سب سے زیادہ امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی علمی مرجعیت آپ کے اخلاقی اثر کا شہرہ جو حجاز سے بڑھ کر عراق تک پہنچا ہوا تھا وہ بنائے مخاصمت جو معتصم کے بزرگوں کو امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے بزرگوں سے رہ چکی تھی اور پھر اس سیاست کی ناکامی اور منصوبے کی شکست کا محسوس ہو جانا جو اس عقد کا محرک ہوا تھا جس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے یہ تمام باتیں تھیں کہ معتصم مخالفت کے لیے آمادہ ہو گیا۔اپنی سلطنت کے دوسرے ہی سال امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے بغداد کی طرف بلوا بھیجا.حاکم مدینہ عبدالمالک کو اس بارے میں تاکیدی خط لکھا.مجبوراً امام محمد تقی رضی اللہ عنہ اپنے فرزند امام علی نقی رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو مدینہ میں چھوڑ کر بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔

شہادت

بغداد میں تشریف لانے کے بعد تقریباً ایک سال تک معتصم نے بظاہر آپ کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی

مگر آپ کا یہاں کا قیام خود ہی ایک جبری حیثیت رکھتا تھا جسے نظر بندی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے اس کے بعد اسی خاموش حربے سے جو اکثر اس خاندان کے بزرگوں کے خلاف استعمال کیا جا چکا تھا۔ آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا اور ۲۹ ذی القعدہ ۲۲۰ ہجری میں زہر سے آپ کی شہادت ہوئی اور اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پاس دفن ہوئے ۔آپ ہی کی شرکت کا لحاظ کر کے عربی کے قاعدے سے اس شہر کا نام کاظمین (دو کاظم یعنی غصہ کو ضبط کرنے والے) مشہور ہوا ہے۔

اس میں حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے لقب کو صراحۃً سامنے رکھا گیا جبکہ موجودہ زمانے میں اسٹیشن کا نام جوادین (دو جواد المعنی فیاض) درج ہے جس میں صراحۃً حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے لقب کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔ چونکہ آپ کا لقب تقی بھی تھا اور جواد بھی۔

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشاہیرِ اسلام کی آراء

یوں تو آئمہ اہلِ بیت کے فضائل وعظمت کے سبھی قائل ہیں اور آئمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان نے علوم نبوت کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے مگر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان سے فیوض وکمالات کی وافر مقدار حاصل کی ان میں مشاہیر اسلام میں بعض کی امام اہلِ بیت رضی اللہ عنہ کے متعلق آراء آپ رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت اور روحانی شخصیت کو بڑے احسن انداز میں اجاگر کرتی ہیں۔ ذیل میں چند آراء پیش کی جاتی ہیں:

جاحظ (متوفی ۲۵۰ ہجری)

جاحظ کا شمار تیسری صدی کے علماء میں سے ہوتا ہے، اس نے بنی امیہ کے جعلی اور جھوٹے فضائل کا جواب دینے والے دس آئمہ کے اسماء کو ذکر کیا ہے، اور ان میں امام جواد رضی اللہ عنہ کے نام کو بھی ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

و من الذی یعد من قریش ما یعدہ الطالبیون عشرۃ فی نسق؛ کل واحدٍ منهم عالمٌ، زاهدٌ، ناسكٌ، شجاعٌ، جوادٌ، طاهرٌ، زاكٍ، فمنهم خلفاء، ومنهم مرشحون ابن ابن ابن ابن، هكذا إلى عشرة، و هم الحسن (العسكری) بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی، و هذا لم یتفق لبیت من بیوت العرب، و لا من بیوت العجم.

اور وہ کہ جسکا قریش میں شمار ہوتا ہے، وہ بنی ہاشم کی اولاد میں سے ہیں کہ وہ ایک سلسلے میں دس بندے ہیں اور ہر ایک ان میں عالم، زاہد، عابدؔ، شجاع، کریم، پاک و طاہر تھا، ان میں سے بعض خلیفہ تھے اور بعض میں خلیفہ بننے کی صلاحیت اور قابلیت موجود تھی، وہ ترتیب کے ساتھ باپ اور بیٹے تھے، اس طرح سے وہ دس بندے ہوتے ہیں کہ وہ:

حضرت حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم الرضوان اور عربوں میں شرافت اور بزرگی کے لحاظ سے کوئی بھی اس گھرانے کے برابر نہیں ہے۔ (رسائل

الجاحظ، ص ۴۵۳)

ابن عربی (متوفی ۶۳۸ ہجری)

ابن عربی سے نقل کرتے ہوئے، امام جواد علیہ السلام کی مدح کو ایسے لکھا ہے:

و على باب الله المفتوح و كتاب الله المشروح ماهية الماهيات ، مطلق المقيدات ، و سر السريات الوجود ، ظل الله الممدود ، المنطبع فى مرآة العرفان ، و المنقطع مِن نيله حبل الوجدان ، غواص بحر القدم ، محيط الفضل و الكرم ، حامل سر الرسول ، مهندس الأرواح و العقول ، أديب معلمة الأسماء و الشؤون ، فهرس الكاف و النون ، غاية الظهور و الإيجاد ، محمد بن على الجواد (عليه السلام).

اور درود و سلام ہو، خداوند کے کھلے در رحمت پر، خداوند کی تشریح شدہ کتاب پر، موجودات کی حقیقت پر، مقیدات سے مطلق و آزاد، موجودات کے اسرار میں سب سے زیادہ پنہان سرّ، خداوند کی رحمت کا پھیلا ہوا سایہ، آئینہ عرفان و معرفت خدا میں نقش شدہ تصویر، وہ کہ افکار کی پروان و اڑان جس تک نہ پہنچ سکے، خداوند کے بحر بیکران میں غوطہ زن، تمام فضائل و کرامات کا احاطہ کرنے والا، رسول خدا کے اسرار کا حمل کرنے والا، ارواح اور عقلوں کا اندازہ کرنے والا، اسماء اور انکے مراتب کے بارے میں ادب کرنے والا معلم، تمام موجودات کی کھلی ہوئی فہرست، ہدف ایجاد و ظہور موجودات، یعنی محمد بن علی الجواد (علیہ السلام). (شرح احقاق الحق، ج ۲۹، ص ۲۱)

محمد بن طلحہ (متوفی ۶۵۲ ہجری)

محمد بن طلحہ شافعی نے بھی امام جواد علیہ السلام کی مدح میں لکھا ہے:

هذا أبو جعفر محمد الثانى و هو و إن كان صغير السن فهو كبير القدر رفيع الذكر ثم قال و أما مناقبه فما اتسعت حلبات مجالها ، و لا امتدت أوقات آجالها.

اور وہ (امام جواد علیہ السلام) اگر چہ انکی عمر کم تھی، لیکن مقام و منزلت کے لحاظ سے بہت بزرگ اور مشہور تھے، لیکن افسوس کہ اس مقام و منزلت اور فضائل کو مختلف میدانوں میں نشر کرنے کا وقت بہت ہی کم تھا اور یہ فضائل مکمل طور پر لوگوں کے درمیان منتشر بھی نہیں ہو سکے۔ یعنی آپکی زندگی بہت ہی کم تھی۔

(مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۶۷، ۴۶۸)

سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۴ ہجری)

آپ نے امام جواد علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

فصل فی ذکر ولدہ محمد الجواد

ھو محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب و کان علی منھاج ابیہ فی العلم و التقی و الزھد و الجود و لما مات ابوہ قدم علی المامون فاکرمہ و اعطاہ ما کان یعطی اباہ.

یہ فصل ان (امام علی رضا علیہ السلام) کے بیٹے محمد الجواد علیہ السلام کے ذکر کے بارے میں ہے:

وہ محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کا علم، پاکی وطہارت، زہد و دنیا سے دوری، بخشش و عطا کرنا، اپنے والد کی روش وطریقے پر تھا۔ جب انکے والد محترم دنیا سے رخصت ہوئے تو، وہ مامون کے پاس آئے اور جو کچھ وہ ان کے والد کو عطا کرتا تھا، اب امام جواد کو دیتا تھا۔ (تذکرۃ الخواص، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹)

محمد بن عبد الواحد موصلی (متوفی ۶۵۷ ہجری)

امام موصلی شافعی مذہب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام جواد علیہ السلام کا تعارف اس طرح سے بیان کیا ہے:

و ھو الامام التاسع الناطق بالسداد و المتصف بالرشاد و العلم المستفاد، و الفضل المنتشر بین العباد، المکین الامین، وارث النبیین، و خلاصۃ رب العالمین، الکبیر العلم و الحلم، ذو المنطق البلیغ و التبیان، و الفصاحۃ و البیان، و الجواد العامر، و العقل الباھر، الذی لہ من الروایات اعلاھا، و من المناقب اجلھا و اسماھا.

(امام جواد علیہ السلام) (اہل بیت کے) امام نہم اور محکم و پائیدار قول کے بولنے والے، ہدایت کرنے و قابل استفادہ علم دینے میں مشہور، ایسے صاحب فضائل کہ جو فضائل لوگوں کے درمیان منتشر ہو گئے تھے، امانت داری میں عظیم مقام رکھنے والے، انبیاء کے علم کے وارث تھے۔ خداوند کی ذات کا عملی نمونہ اور خلاصہ، صاحب علم لدنی، صبر و حلم میں بلند مقام رکھنے والے، فصیح و بلیغ کلام کرنے والے، ایسے صاحب عقل کہ جو واضح تھے، بالا ترین اور بہترین فضائل اور مناقب کی

روایات انہی کے بارے میں ہیں۔
(مناقب آل محمد المسمی ب النعیم المقیم لعترہ النبا العظیم، ص ۱۴۴)

ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ ہجری)

ابن خلکان نے بھی ان امام جواد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

محمد الجواد أبو جعفر محمد بن علی الرضا بن موسی الکاظم المعروف بالجواد أحد الأئمة الاثنی عشر.

محمد الجواد، (آپ کی کنیت) ابوجعفر محمد بن علی الرضا بن موسی الکاظم ... ہے کہ جو جواد (بہت زیادہ عطاء کرنے والا) کے لقب سے معروف و مشہور ہیں۔ وہ (اہلِ بیت کے) بارہ آئمہ میں سے ایک امام ہیں۔((وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۴، ص ۱۷۵)

ابن تیمیہ حرانی (متوفی ۷۲۸ ہجری)

ابن تیمیہ حرانی نے بھی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی بلند شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

إن محمد بن علي الجواد كان من أعيان بني هاشم و هو معروف بالسخاء و السؤدد و لهذا سمي الجواد

امام جواد رضی اللہ عنہ، بنی ہاشم کے بزرگان میں سے تھے، وہ بزرگی اور بخشش کرنے میں اپنے زمانے میں ضرب المثل بن چکے تھے۔ اسی بخشش اور عطا کرنے کی وجہ سے انکو جواد کا نام دیا گیا تھا۔(منہاج السنۃ النبویۃ، ج ۴، ص ۶۸)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ ہجری)

شمس الدین ذہبی، کہ جو اہل سنت کے بزرگ علماء میں سے ہیں، اس نے امام جواد رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

محمد بن الرضا علي بن الكاظم موسى بن الصادق جعفر بن الباقر محمد بن زين العابدين علي بن الشهيد الحسين ابن أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كان يلقب بالجواد، وبالقانع، وبالمرتضى كان من سروات آل بيت النبي صلى الله عليه و سلم وكان أحد الموصوفين بالسخاء، ولذلك لقب بالجواد.

محمد بن رضا علی بن کاظم موسی بن صادق جعفر بن باقر محمد بن زید العابدین علی بن شہید حسین بن امیر المؤمنین علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا لقب جواد، اور قناعت کرنے والے تھے، رسول خدا کے اہل بیت کے بزرگان میں انکا شمار ہوتا تھا۔ وہ ایسے تھے کہ جو لوگوں میں سخی اور بخشش کرنے والے مشہور تھے، اسی وجہ سے انکو جواد کا لقب دیا گیا تھا۔

(تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج ۱۵، ص ۳۸۵)

صفدی شافعی نے بھی امام ذہبی کی طرح کے کلمات نقل کیے ہیں:

(الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک (متوفی ۷۶۴ ہجری)، الوافی بالوفیات، ج ۴، ص ۷۹)

ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ ہجری):

ابن صباغ نے امام جواد رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

و إن كان صغير السن فهو كبير القدر رفيع الذكر، القائم بالإمامة بعد علي بن موسى الرضا

امام جواد رضی اللہ عنہ اگرچہ انکی عمر کم تھی، لیکن لیکن مقام و منزلت کے لحاظ سے بہت بزرگ اور مشہور تھے، وہ امام رضا کی شہادت کے بعد مقام و منصب امامت پر فائز ہوئے تھے۔

(الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج ۲، ص ۱۰۳)

غیاث الدین بن ہمام الدین حسینی خواندمیر (متوفی ۹۴۲ ہجری)

فارسی کی تاریخ میں مغلوں کے دور سے لے کر آج تک کتاب روضۃ الصفا کے بعد جو کتاب تالیف ہوئی ہے، وہ کتاب حبیب السیر ہے کہ جس کے مصنف کا نام غیاث الدین بن ہمام الدین حسینی خواندمیر ہے، کہ جو دہم ہجری کے علماء میں سے ہے۔

(کتاب حبیب السیر، فضائل آئمہ اطہار علیہم الرضوان، حکام بنی امیہ، خلفائے بنی عباسی)

کتاب حبیب السیر کی جلد دوم میں امام جواد رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں لکھا ہے: "بچپن کے ایام میں ہی نبوت کے گلشن کے پھول کے افعال و کردار سے امامت و بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ دین پروری، علم و دانش کے ایسے آسمان تھے کہ جو محکم و پائیدار تھے۔ شجرہ طیبہ کے ثمر اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح کرم اور سخاوت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔"

(تاریخ حبیب السیر، ج ۲، ص ۹۳)

ابن طولون (متوفی ۹۵۳ ہجری)

شمس الدین محمد بن طولون دمشقی نے بھی ان امام ہمام کے بارے میں لکھا ہے:

تاسعهم انه محمد و هو ابو جعفر محمد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی الله عنهم، المعروف بالجواد و له حکایات و اخبار کثیرة.

آئمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان میں سے وہ نویں امام تھے، وہ ابوجعفر محمد الجواد بن علی الرضا بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں کہ جو جواد کے لقب سے مشہور ہیں،.....ان سے بہت سی روایات اور حکایات نقل ہوئی ہیں۔ (الائمۃ الاثنا عشر، ص ۱۰۳، ۱۰۴)

قرمانی (متوفی ۱۰۱۹ ہجری)

احمد بن یوسف قرمانی نے امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

و أما مناقبه فما امتدت أوقاتها و لا تأخر میقاتها، بل قضت علیه الأقدار الإلهية بقلة بقائه فی الدنیا، فقل مقامه و عاجله حمامه، و لم تطل أیامه غیر أن الله عز و جل خصه بمنقبة شریفة و آیة منیفة.

ان کے فضائل زمانے کے لحاظ سے زیادہ دیر پا موجود نہ رہے، انکی زندگی کے مقرر شدہ ایام میں تاخیر نہ ہوئی اور خداوند کی یہی تقدیر تھی کہ وہ اس دنیا میں بہت کم ایام زندگی گزاریں، انکی زندگی کے ایام زیادہ طولانی نہیں تھے، یعنی امام کی عمر مبارک بہت ہی کم تھی، لیکن اسکے باوجود خداوند نے انکو ایسے فضائل عطا کیے تھے کہ جو انکی ذات کے ساتھ خاص تھے اور علامات بزرگی و شرافت بھی خداوند نے انکو عطا کیں تھیں۔ (اخبار الدول و آثار الاول فی التاریخ، ج ۱، ص ۳۴۶)

عبد الفتاح حنفی ہندی (متوفی ۱۰۹۶ ہجری):

کتاب مفتاح العارف کہ جس کے مصنف علامۃ عارف خواجۃ مولوی عبد الفتاح ابن محمد نعمان حنفی ہندی ہیں، نے لکھا ہے:

كان الإمام محمد بن علي الرضا يكنى بأبي جعفر ، فهو سمي جده الباقر و كنيه ، و لذلك يقال له أبو جعفر الثاني ، و كان عليه السلام صاحب الخوارق و الكرامة من طفوليته.

امام محمد بن علی الرضا، انکی کنیت ابوجعفر کہ انکا نام اور کنیت انکے جدّ امام باقر کی طرح تھا۔ انکو ابوجعفر ثانی کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے بچپن کے ایام سے ہی صاحب کرامات اور بہت حیرت انگیز کام کرنے والے تھے۔ (شرح إحقاق الحق، ج۱۹، ص۵۸۵)

شبراوی شافعی (متوفی ۱۱۷۱ ہجری)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام جواد رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

التاسع من الائمة محمد الجواد و هو ابو جعفر محمد الجواد بن علي الرضا و كراماته رضي الله عنه كثيرة و مناقبه شهيرة.

آئمہ (اہل بیت) میں سے نویں امام، محمد تھے، کہ انکا لقب جواد ہے۔ اور وہ ابوجعفر محمد الجواد امام رضا کے فرزند ہیں۔ انکی کرامات زیادہ، جبکہ فضائل اور مناقب بھی بہت ہی مشہور ہیں۔ (الاتحاف بحبّ الاشراف، ص ۶۴)

شبلنجی (متوفی ۱۳۰۸ ہجری)

شبلنجی شافعی مذہب کے بزرگان میں سے ہے، آپ نے امام جواد رضی اللہ عنہ کی چند کرامات کو ذکر کرنے کے بعد ایسے لکھا ہے:

و لم يزل مشعوفا به لما ظهر له بعد ذلك من فضله و علمه و كمال عقله و ظهور براهنه مع صغر سنه و عزم على تزويجه بابنته ام الفضل.

مامون ہمیشہ ہی انکا دلدادہ تھا، کیونکہ امام نے کم سنی کے باوجود اپنے آپ سے فضل و علم و کمال کو بطور احسن ظاہر کیا تھا، اور اسی وجہ سے اپنی شخصیت کے عظیم ہونے پر دلیل و برہان بھی ثابت کر چکے تھے، اسی وجہ سے مامون نے ان سے اپنی بیٹی ام فضل کی شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۲۹۷)

نبہانی شافعی (متوفی ۱۳۵۰ ہجری)

آپ نے بھی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

محمد الجواد بن علی الرضا أحد أكابر الائمة و مصابيح الامة من ساداتنا أهل البيت.

محمد جواد فرزند علی (بن موسیٰ) الرضا، بزرگ ترین آئمہ (اہل بیت) میں سے اور اس امت کا چمکتا ہوا چراغ ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور ہمارے بزرگان میں سے ہیں۔ (جامع کرامات الاولیاء ص ۱۶۸)

خیرالدین زرکلی (متوفی ۱۴۱۰ ہجری)

زرکلی جو نسب شناس عالم ہیں، آپ نے امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

الملقب بالجواد تاسع الائمة الاثنى عشر عند الاماميه كان رفيع القدر كأسلافه ذكيا طلق اللسان قوى البديهة

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب جواد ہے، وہ اثنا عشری کے نویں امام ہیں۔ اپنے جد کی طرح آپ کا مقام و منزلت بہت بلند تھا۔ وہ ایک ذہین اور آزاد و بے باک بیان اور بہت ہی حاضر جواب تھے۔ (الاعلام، ج ۶، ص ۲۷۲)

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی کرامات

وصال کی خبر

مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب اس کی ضرورت نہیں

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجیے تا کہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔ ۱۴ دن ہو گئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔

آج اپنا سفر ملتوی کر دو

ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسیٰ ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کردو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن عیسیٰ نے کہا کہ میں نے سارا سامان سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کردوں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آ گیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲)۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہو گیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کر ایک وادی میں جا کر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھہر جاؤ میں ابھی آتا ہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب

ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پر آپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا : فرزند رسول ! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن وملال کیوں ہویدا ہیں ارشاد فرمایا کہ اسی وقت بغداد سے واپس آ رہا ہوں وہاں میرے والد ماجد حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ زہر سے شہید کر دیئے گئے ہیں میں ان پر نماز ادا کرنے گیا تھا۔

حجۃ اللہ

قاسم بن عبادالرحمن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اس طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انہیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے قریب آ کر فرمایا کہ اے قاسم بن عبدالرحمن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر ہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کر لیا ہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔

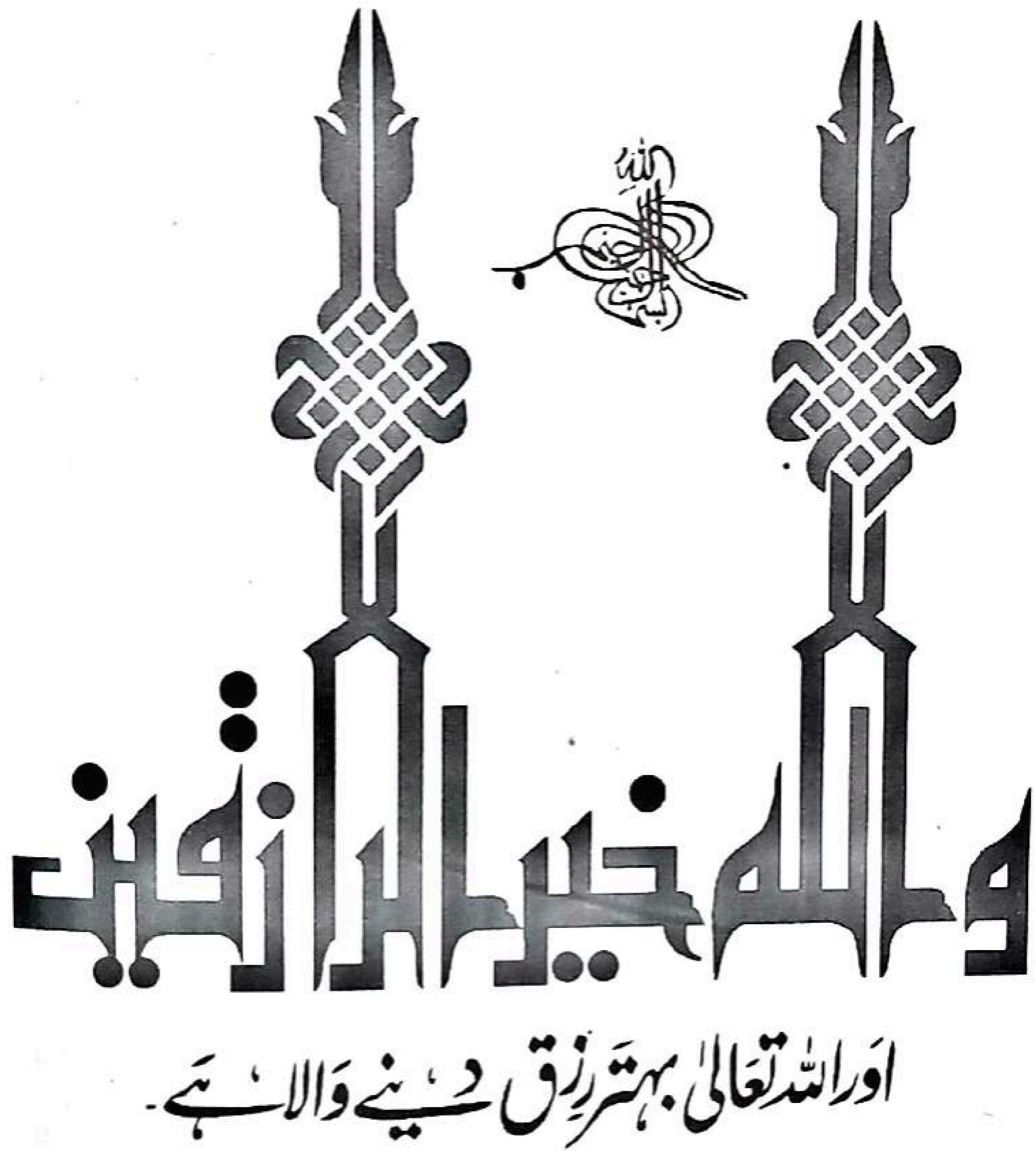
یہ ہے تمہاری پگڑی

قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کر لے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہو سکی جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہوا اڑا لے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ غلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے جو راہ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اسے خدا نے قبول فرمالیا ہے، اے قاسم! اللہ تعالی

نہیں چاہتا جو اس کی راہ میں صدقہ دیے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

ام فضل کی شکائیت

ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی شکایت اپنے والد مامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابوجعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کر رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ حلال خدا کو حرام کردوں انہیں قانون خداوندی اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیرا کیا دخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اور سن تیرا فریضہ ہے کہ تو اپنے شوہر ابوجعفر کو جس طرح ہو راضی رکھ اس تمام خط و کتابت کی اطلاع حضرت کو ہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔


والله خير الرازقين
اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔

حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ

نام	:	علی
نام والد	:	امام علی رضا
لقب	:	نقی
کنیت	:	ابوالحسن
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
تاریخ پیدائش	:	۸ ستمبر ۸۲۹ء
عمر مبارک	:	۳۹ سال
شہادت	:	ا جولائی ۸۶۸
وجہ شہادت	:	زہر
مدفن	:	العکسری مسجد
اولاد	:	حضرت حسن بن علی عسکری
بہن/ بھائی	:	موسیٰ مبرقع
استاد	:	محمد تقی
شاگردِ رشید	:	حسن بن علی عسکری
شعبہ عمل	:	علم حدیث،فقہ
اہلِ بیت میں درجہ امامت	:	دسویں امام

حضرت امام علی نقی



مختصر تعارف

امام علی نقی، محمد تقی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور اہلِ بیت علیہم الرضوان کے دسویں امام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سنہ ۲۲۰ سے ۲۵۴ ہجری یعنی ۳۴ برس تک اہلِ بیت اطہار کی امامت کے منصب پر فائز رہے۔

دوران امامتِ اہلِ بیت آپ کی زندگی کے اکثر ایام سامرا میں عباسی حکمرانوں کے زیر نگرانی گزرے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ متعدد عباسی حکمرانوں کے ہم عصر تھے جن میں اہم ترین متوکل عباسی تھا۔

عقائد، تفسیر، فقہ اور اخلاق کے متعدد موضوعات پر آپ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث منقول ہیں۔

آپ سے منقول احادیث کا زیادہ حصہ اہم کلامی موضوعات پر مشتمل ہیں من جملہ ان موضوعات میں تشبیہ و تنبیہ اور جبر و اختیار وغیرہ شامل ہیں۔

اہلِ بیت اطہار کی امامت کے دوران مختلف علاقوں میں وکلاء تعیین کر کے اپنے پیروکاروں سے رابطے میں رہے اور انہی وکلا کے ذریعے محبانِ اہلِ بیت کے مسائل کو بھی حل و فصل کیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں عبد العظیم حسنی، عثمان بن سعید، ایوب بن نوح، حسن بن راشد اور حسن بن علی ناصر شامل ہیں۔

آپ کا مزار اقدس سامرا میں حرم عسکریین کے نام سے مشہور ہے۔

سن ۲۰۰۶ اور ۲۰۰۷ء میں مختلف دہشت گردانہ حملوں میں اسے تباہ کیا گیا تھا جسے بعد میں پہلے سے بہتر انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔

نام ونسب

اسم مبارک علی رضی اللہ عنہ، کنیت ابو الحسن رضی اللہ عنہ اور لقب نقی رضی اللہ عنہ ہے چونکہ آپ سے پہلے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور امام رضا رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الحسن ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ کو ابوالحسن ثالث کہا جاتا ہے والدہ معظمہ آپ کی سمانہ خاتون تھیں۔

ولادت اور نشو ونما

۰۵ رجب ۲۱۴ ہجری مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ صرف چھ برس اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ ہی زندگی بسر کی، اس کے بعد اس کمسنی ہی کے عالم میں آپ اپنے والد بزرگوار سے جدا ہو گئے۔

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کو عراق کا سفر درپیش ہوا اور وہیں ۲۹ ذیعقد ۲۲۰ ہجری میں حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ کی

شہادت ہوگئی، جس کے بعد اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی امامت کی ذمہ داریاں امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر آگئیں، اس صورت میں سوائے اہلِ بیت اطہار کی آغوش تربیت کے اور کون سا گہوارہ تھا جسے آپ کے علمی اور عملی کمال کی بلندیوں کا مرکز سمجھا جا سکے۔

انقلابات سلطنت

حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے دورِ امامت میں معتصم کا انتقال ہوا اور واثق باللہ کی حکومت شروع ہوئی ۲۳۶ ہجری میں واثق دنیا سے رخصت ہوا اور مشہور ظالم و سفاک دشمن اہل بیت رضی اللہ عنہم متوکل تخت حکومت پر بیٹھا۔

۲۵۰ ہجری میں متوکل ہلاک ہوا اور منتصر باللہ خلیفہ تسلیم کیا گیا، جو صرف چھ مہینہ سلطنت کرنے کے بعد مر گیا، اور مستعین باللہ کی سلطنت قائم ہوئی۔ ۲۵۳ ہجری میں مستعین کو حکوت سے دست بردار ہو کر جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور معتز باللہ بادشاہ ہوا۔ یہی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا آخری بادشاہ ہوا۔ کتاب کے آخری باب میں خلفائے بنی عباس کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا جو آپ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں برسرِ اقتدار رہے۔

آلام و مصائب

معتصم نے خواہ اپنی ملکی پریشانیوں کی وجہ سے جو اسے رومیوں کی جنگ اور بغداد کے دارالسلطنت میں عباسیوں کے فساد وغیرہ کی وجہ سے درپیش تھیں اور خواہ امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی کمسنی کا خیال کرتے ہوئے۔ بہر حال حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعرض نہیں کیا اور آپ سکون و اطمینان کے ساتھ مدینہ منورہ میں اپنے مذہبی فرائض پورے کرنے میں مصروف رہے۔

معتصم کے بعد واثق نے بھی آپ کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔

مگر متوکل کا تخت سلطنت پر بیٹھنا تھا کہ امام علی نقی رضی اللہ عنہ پر تکالیف کا سیلاب امڈ آیا۔ یہ واثق کا بھائی اور معتصم کا بیٹا تھا، اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں اپنے تمام آباواجداد سے بڑھا ہوا تھا۔ اس سولہ برس میں جب سے امام علی نقی رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے آپ کی شہرت تمام مملکت میں پھیل چکی تھی اور تعلیمات اہل بیت علیہم الرضوان کے پروانے اس شمع ہدایت پر برابر ٹوٹ رہے تھے۔

ابھی متوکل کی سلطنت کو چار برس ہوئے تھے کہ مدینے کے حاکم عبد اللہ بن حاکم نے امام علی نقی

علیہ السلام سے مخالفت کا اغاز کیا۔ پہلے تو خود حضرت علی نقی علیہ السلام کو مختلف طرح کی تکلیفیں پہنچائیں پھر متوکل کو آپ کے متعلق اسی طرح کی باتیں لکھیں جیسی سابق سلاطین کے پاس آپ کے بزرگوں کی نسبت ان کے دشمنوں کی طرف سے پہنچائی جاتی تھیں۔

مثلاً یہ کہ حضرت علی نقی علیہ السلام اپنے گردو پیش اسباب سلطنت جمع کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے ماننے والے اتنی تعداد میں بڑھ گئے ہیں کہ آپ جب چاہیں حکومت کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو سکتے ہیں۔

حضرت علی نقی علیہ السلام کو اس تحریر کی بروقت اطلاع ہوگئی اور آپ نے اتمام حجت کے طور پر اسی کے ساتھ متوکل کے پاس اپنی جانب سے ایک خط تحریر فرما دیا جس میں حاکمِ مدینہ کی اپنے ساتھ ذاتی مخالفت کا تذکرہ اور اس کی غلط بیانیوں کا اظہار فرمایا تھا۔

متوکل نے ازاراہ سیاست امام علی نقی علیہ السلام کے خط کو وقعت دیتے ہوئے مدینہ کے اس حاکم کو معزول کر دیا مگر ایک فوجی رسالے کو یحییٰ بن ہرثمہ کی قیادت میں بھیج کر حضرت علی نقی علیہ السلام سے بظاہر دوستانہ انداز میں باصرار یہ خواہش کی کہ آپ مدینہ سے درالسلطنت سامرا تشریف لا کر کچھ دن قیام فرمائیں اور پھر واپس مدینہ تشریف لے جائیں۔

امام علی نقی علیہ السلام اس التجا کی حقیقت سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے یہ نیاز مندانہ دعوت تشریف آوری حقیقت میں جلا وطنی کا حکم ہے مگر انکار کا کوئی حاصل نہ تھا، جب کہ انکار کے بعد اسی طلبی کے انداز کا دوسری شکل اختیار کر لینا یقینی تھا، اور اس کے بعد روانگی ناگزیر تھی۔ یقیناً مدینہ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہونا آپ کے قلب کے لیے ویسا ہی تکلیف دہ ایک صدمہ تھا جسے اس کے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، امام رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام آپ کے مقدس اور بلند مرتبہ اجداد برداشت کر چکے تھے، وہ اب آپ کے لیے ایک میراث بن چکا تھا۔

پھر بھی دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ سے روانگی کے وقت آپ کے تاثرات اتنے شدید تھے جس سے احباب وساتھیوں میں ایک کہرام برپا تھا۔

متوکل کا عریضہ امام علی نقی علیہ السلام میں بڑے اخلاص اور اشتیاق قدم بوسی کا مظہر تھا، فوجی دستہ جو بھیجا گیا تھا وہ بظاہر سواری کے تزک واحتشام اور امام علی نقی علیہ السلام کی حفاظت کا ایک سامان تھا مگر جب حضرت علی نقی علیہ السلام سامرے میں پہنچ گئے اور متوکل کو اس کی اطلاع دی گئی تو پہلا ہی اس کا افسوسناک رویہ یہ تھا کہ بجائے امام علی نقی علیہ السلام کے استقبال یا کم از کم اپنے یہاں بلا کر ملاقات کرنے کے اس نے حکم دیا کہ حضرت علی نقی علیہ السلام

کو ''خاف الصعالیک'' میں اتارا جائے، اس لفظ کے معنی ہی ہیں ''بھیک مانگنے والے گداگروں کی سرائے'' اس سے جگہ کی نوعیت کا پورے طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے یہ شہر سے دور ویرانے میں ایک کھنڈر تھا، جہاں امام علی نقی علیہ السلام کو فروکش ہونے پر مجبور کیا گیا۔

اگرچہ یہ مقدس حضرات خود فقراء کے ساتھ ہم نشینی کو اپنے لیے ننگ و عار نہیں سمجھتے تھے اور تکلیفات ظاہری سے کنارہ کش رہتے تھے مگر متوکل کی نیت تو اس طرز عمل سے بہر حال تحقیر کے سوا اور کوئی نہیں تھی۔

تین دن تک حضرت علی نقی علیہ السلام کا قیام یہاں رہا، اس کے بعد متوکل نے آپ کو اپنے حاجب رزاقی کی حراست میں نظر بند کر دیا اور عوام کے لیے آپ سے ملنے جلنے کو ممنوع قرار دیا۔

بادشاہِ وقت کے احکام نظر انداز

وہی بے گناہی اور حقانیت کی کشش جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قید کے زمانہ میں سخت سے سخت محافظین کو کچھ دن کے بعد آپ کی رعایت پر مجبور کر دیتی تھی اسی کا اثر تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد رزاقی کے دل پر امام علی نقی علیہ السلام کی عظمت کا سکہ قائم ہو گیا اور وہ آپ کو تکلیف دینے کی بجائے آرام و راحت کے سامان بہم پہنچانے لگا۔

مگر یہ بات زیادہ عرصہ تک متوکل سے چھپ نہیں سکتی تھی، اسے علم ہو گیا اور اس نے رزاقی کی قید سے نکال کر حضرت علی نقی علیہ السلام کو ایک دوسرے شخص سعید کی حراست میں دے دیا، یہ شخص بے رحم اور امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ سختی برتنے والا تھا، اسی لیے اب کے تبادلے کی ضرورت نہیں پڑی اور حضرت علی نقی علیہ السلام پورے بارہ برس اس کی نگرانی میں مقید رہے۔ ان تکالیف کے ساتھ جو اس قید میں تھے حضرت علی نقی علیہ السلام شب و روز عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے، دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر نمازیں پڑھنا معمول تھا۔

آپ علیہ السلام کا جسم کتنے ہی قید و بند میں رکھا گیا ہو مگر آپ کا ذکر چار دیواری میں محصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ آپ تو تنگ و تاریک کوٹھڑی میں مقید تھے مگر آپ کا چرچہ سامرے بلکہ شاید عراق کے ہر گھر میں تھا اور اس بلند سیرت و کردار کے انسان کو قید رکھنے پر خلق خدا میں متوکل کے مظالم سے نفرت برابر پھیلتی جا رہی تھی۔

اب وہ وقت آیا کہ فتح بن خاقان باوجود آلِ رسول سے محبت رکھنے کے صرف اپنی قابلیت اپنے تدبر اور اپنی دماغی و عملی صلاحیتوں کی بنا پر متوکل کا وزیر ہو گیا تو اس کے کہنے سننے سے متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کی

قید کونظر بندی سے تبدیل کر دیا اور آپ کو ایک مکان دے کر مکان تعمیر کرنے اور اپنے ذاتی مکان میں سکونت کی اجازت دے دی مگر اس شرط سے کہ آپ سامرے سے باہر نہ جائیں اور سعید آپ کی نقل وحرکت اور مراسلات وتعلقات کی نگرانی کرتا رہے گا۔

اس دور میں بھی امام علی نقی علیہ السلام کا استغنائے نفس دیکھنے کے قابل تھا۔ باوجود دارالسلطنت میں مستقل طور پر قیام کے نہ کبھی متوکل کے سامنے کوئی درخواست پیش کی نہ کبھی کسی قسم کے ترحم یا تکریم کی خواہش کی وہی عبادت وریاضت کی زندگی جو قید کے عالم میں تھی۔

اس نظر بندی کے دور میں بھی رہی۔ جو کچھ تبدیلی ہوئی تھی وہ ظالم کے رویہ میں تھی۔ مظلوم کی شان جیسے پہلے تھی ویسی ہی اب بھی قائم رہی۔ اس زمانے میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ امام علی نقی علیہ السلام کو بالکل آرام وسکون کی زندگی بسر کرنے دی جاتی۔

مختلف طرح کی تکالیف سے آپ علیہ السلام کے مکان کی تلاشی لی گئی کہ وہاں اسلحہ ہیں یا ایسے خطوط ہیں جن سے حکومت کی مخالفت کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ ایسی کوئی چیز ملی نہیں مگر یہ تلاشی ہی ایک بلند اور بے گناہ انسان کے لیے کتنی باعث تکلیف چیز ہے اس سے بڑھ کر یہ واقعہ کہ دربار شاہی میں عین اس وقت آپ کی طلبی ہوتی ہے جب کہ شراب کے دور چل رہے ہیں۔ متوکل اور تمام حاضرین دربار طرب ونشاط میں غرق ہیں۔ اس پرطرہ یہ کہ سرکش، بے غیرت اور جاہل بادشاہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے سامنے جامِ شراب بڑھا کر پینے کی درخواست کرتا ہے۔ شریعت اسلام کے محافظ امام علی نقی علیہ السلام کو اس سے جو تکلیف پہنچ سکتی ہے وہ تیر وخنجر سے یقیناً زیادہ ہے۔

مگر حضرت علی نقی علیہ السلام نے نہایت متانت اور صبر وسکون کے ساتھ فرمایا:

''مجھے اس سے معاف کیجئے، میرا میرے آباواجداد کا خون اور گوشت اس سے کبھی مخلوط نہیں ہوا ہے۔''

اگر متوکل کے احساسات میں کچھ بھی زندگی باقی ہوتی تو وہ اس پر آپ علیہ السلام کے اس حکیمانہ سوال کا ضرور اثر ہوتا، مگر اس نے کہا: اچھا یہ نہیں تو کچھ گانا ہی ہم کو سنایئے۔

حضرت علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

''میں اس فن سے بھی واقف نہیں ہوں۔''

آخر اس نے کہا: آپ کچھ اشعار جس طریقے سے بھی آپ چاہیں بہرحال پڑھیں ضرور پڑھ۔ کوئی

جذبات کی رو میں بہنے والا انسان ہوتا تو اس خفیف الحرکات بادشاہ کے اس حقارت انگیز یا تمسخر آمیز برتاؤ سے متاثر ہو کر شاید اپنے توازن دماغی کو کھو دیتا مگر وہ کوہ حلم و وقار، امام علی نقی علیہ السلام کی ہستی تھی جو اپنے کردار کو فرائض کی مطابقت سے تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ دار تھی، منہیات کے دائرہ سے نکل کر جب فرمائش اشعار سنانے تک پہنچی تو امام علی نقی علیہ السلام نے موعظہ و تبلیغ کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے دل سے نکلی ہوئی پُر صداقت آواز سے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دئے جنہوں نے محفل طرب میں مجلس وعظ کی شکل پیدا کر دی.

باتوا علی قلل الاجبال تحرسهم غلب الرجال فلم تنفعهم القلل

واستنزلوا بعد عز عن معاقلهم واسکنوا حفرا یا بئس ما نزلوا

ناداهم صارخ من بعد دفنهم این الاساور و التیجان والحلل

این الوجوه التی کانت منعمة من دونها تضرب الاستار والکلل

فانصح القبر عنهم حین سائلهم تلک الوجوه علیها الدود یقتتل

قد طال ما اکلوا دهرا و ما شربوا واصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

(مغرور اور مقتدر بادشاہوں اور حاکموں نے) کوہسار کی چوٹیوں پر دن اور راتیں بسر کی۔ اس حالت میں کہ طاقتور فوج ان کی حفاظت میں تھی۔

لیکن وہ کوہسار ان کو موت کے چنگل سے نہ بچا سکے! وہ کچھ مدت کے بعد اس جائے امن اور عزت سے زمیں کے اندر لائے گئے۔

ایک ناپسندیدہ مقام پر ایک گودام میں ان کو جگہ دی گئی۔ جب وہ لوگ خاک میں دفن ہو گئے۔

تو کسی فریاد کرنے والے نے صدا دی: کہاں ہیں وہ تاج، دست بند اور گراں قیمت، فاخرہ لباس؟

کہاں ہیں وہ ناز و نعمت سے پلے ہوئے چہرے جن کے احترام میں قیمتی پردے لٹکائے جاتے تھے؟

ان کی بجائے قبر نے جواب دیا: ان کے چہرے کیڑوں نے پہچان کے قابل نہیں چھوڑے!

انہوں نے بڑا وقت دنیا میں کھایا پیا۔ لیکن زیادہ کھانے پینے کے بعد وہ خود خوراک بن گئے!

اشعار کچھ ایسے حقیقی تاثرات کے ساتھ امام علی نقی علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوئے تھے کہ متوکل کے عیش و نشاط کی بساط الٹ گئی، شراب کے پیالے ہاتھوں سے چھوٹ گئے اور تمام مجمع زار و قطار رونے لگا، یہاں تک کہ خود متوکل ڈاڑھیں مار مار کر بے اختیار رو رہا تھا، جوں ہی ڈارا نا موقوف ہوا۔ اس نے امام علی نقی علیہ السلام کو

رخصت کر دیا اور آپ اپنے مکان پر تشریف لے گئے، ایک اور نہایت شدید روحانی تکلیف جو امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو اس دور میں پہنچی وہ متوکل کے پر تشدد احکام تھے جو نجف اور کربلا کے زائرین کے خلاف اس نے جاری کیے۔

اس نے یہ حکم تمام قلم رو حکومت میں جاری کر دیا کہ کوئی شخص جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت کو نہ جائے۔ جو بھی اس حکم کی مخالفت کرے گا اس کا خون حلال سمجھا جائے گا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے حکم دیا کہ نجف اور کربلا کی عمارتیں بالکل گرا کر زمین کے برابر کر دی جائیں۔ تمام مقبرے کھود ڈالے جائیں اور قبر امام حسین رضی اللہ عنہ کے گرد وپیش کی تمام زمین پر کھیت بو دیے جائیں، یہ ناممکن تھا کہ زیارت کے امتناعی احکام پر اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثار آسانی کے ساتھ عمل کرنے کے لیے تیار ہو جاتے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلسلہ میں ہزاروں بے گناہوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپتی ہوئی نظر آئیں کیا اس میں شک ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقتول کا صدمہ امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے دل پر اتنا ہی ہوا تھا جتنا کسی اپنے ایک عزیز کے بے گناہ قتل کیے جانے کا حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ کو ہو سکتا تھا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ تشدد کے ایک ایسے ماحول میں گھیر رکھے گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ وقت کی مناسبت کے لحاظ سے ان لوگوں تک کچھ مخصوص ہدایات بھی نہیں پہنچا سکتے تھے جو ان کے لیے اس وقت ضروری ہوں۔

یہ اندوہناک صورتِ حال ایک دو برس نہیں بلکہ متوکل کی زندگی کے آخری وقت تک برابر قائم رہی۔

متوکل کے دربار میں حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نقلیں کی جاتی تھی اور ان پر خود متوکل اور تمام اہل دربار ٹھٹے لگاتے تھے۔ یہ ایسا اہانت آمیز منظر تھا کہ ایک مرتبہ خود متوکل کے بیٹے سے رہا نہ گیا، اس نے متوکل سے کہا کہ خیر آپ اپنی زبان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ الفاظ استعمال کریں مگر جب آپ کو ان کا عزیز قرار دیتے ہیں تو ان کم بختوں کی زبان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسی باتوں کو کیونکر گوارا کرتے ہیں اس پر بجائے کچھ اثر لینے کے متوکل نے اپنے بیٹے کا فحش آمیز تمسخر کیا اور دو شعر نظم کر کے گانے والوں کو دیے جس میں خود اس کے فرزند کے لیے ماں کی گالی موجود تھی۔

اشعار گانے والے ان شعروں کو گاتے تھے اور متوکل قہقے لگاتا تھا۔

اسی دور کا ایک واقعہ بھی کچھ کم قابل افسوس نہیں ہے ابن السکیت بغدادی علم نحو ولغت کے امام مانے جاتے تھے اور متوکل نے اپنے دو بیٹوں کی تعلیم کے لیے انھیں مقرر کیا تھا۔ ایک دن متوکل نے ان سے پوچھا

کہ تمہیں میرے ان دونوں بیٹوں سے زیادہ محبت ہے یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ۔ابن السکیت محبت اہل بیت علیہم السلام رکھتے تھے ۔اس سوال کو سن کر بیتاب ہو گئے اور انھوں نے متوکل کی انکھوں میں انکھیں ڈال کر بے دھڑک کہ دیا کہہ امام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ کا کیا ذکر ,مجھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قمبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان دونوں سے کہیں زیادہ محبت ہے۔

اس جواب کا سننا تھا کہ متوکل غصے سے بیخود ہو گیا,حکم دیا کہ ابن السکیت کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے .یہی ہوا اور اس طرح یہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدائی درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان واقعات کا براہ راست جسمانی طور پر حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ سے تو نہ تھا مگر بخدا ان کی ہر ہر بات ایک تلوار کی دھار تھی جو گلے پر نہیں دل پر چلا کرتی تھی ,متوکل کا ظالمانہ رویہ ایسا تھا جس سے کوئی بھی دور یا نزدیک کا شخص اس سے خوش یا مطمئن نہیں تھا۔

حد یہ ہے کہ اس کی اولاد تک اس کی جانی دشمن ہو گئی تھی ,چنانچہ اسی کے بیٹے منتصر نے اس کے بڑے خاص غلام باغر رومی کو بلا کر خود متوکل ہی کی تلوار سے عین اس کی خواب گاہ میں اس کو قتل کرا دیا۔جس کے بعد خلائق کو اس ظالم انسان سے نجات ملی اور منتصر کی خلافت کا علان ہو گیا۔

منتصر نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کے متشدانہ احکام کو یکلخت منسوخ کر دیا۔نجف اور کربلا زیارت کے لیے عام اجازت دے دی اور ان مقدس مزارات کی کسی حد تک تعمیر کرا دی۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس نے کسی خاص تشدد کا مظاہرہ نہیں کیا مگر منتصر کی عمر طولانی نہیں ہوئی .وہ چھ مہینہ کے بعد دنیا سے اٹھ گیا۔

منتصر کے بعد مستعین کی طرف سے امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی خاص بدسلوکی کا برتاؤ نظر نہیں آتا۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے چونکہ مکان بنا کر مستقل قیام اختیار فرما لیا تھا اس لیے یا تو خود آپ ہی نے مناسب نہ سمجھا یا پھر ان بادشاہوں کی طرف سے آپ کے مدینہ واپس جانے کو پسند نہیں کیا گیا ہو ..بہر حال جو بھی وجہ ہو قیام آپ کا سامرہ ہی میں رہا۔

اتنے عرصے تک حکومت کی طرف سے مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے علوم اہلبیت علیہم السلام کے طلبگار ذرا اطمینان کے ساتھ کثیر تعداد میں آپ سے استفادہ کے لیے جمع ہونے لگے جس کی وجہ سے مستعین کے بعد معتز کو پھر آپ سے پرخاش پیدا ہوئی اور اس نے آپ کی زندگی ہی کا خاتمہ کر دیا۔

اخلاق واوصاف

حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ کی سیرت اور اخلاق وکمالات وہی تھے جو اس سلسلۂ ولایت کے ہر فرد کے اپنے اپنے دور میں امتیازی طور پر مشاہدہ میں آتے رہے تھے۔

قید خانے اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت اور ہر حال میں یاد الٰہی ,عبادت ,خلقِ خدا سے استغناء ثبات قدم ,صبر واستقلال مصائب کے ہجوم میں ماتھے پر شکن نہ ہونا دشمنوں کے ساتھ بھی حلم ومروت سے کام لینا ،محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا یہی وہ اوصاف ہیں جو امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی سیرت زندگی میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

قید کے زمانہ میں جہاں بھی آپ رہے آپ کے مصلے کے سامنے ایک قبر کھدی ہوئی تیار تھی۔ دیکھنے والوں نے جب اس پر حیرت ودہشت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دل میں موت کا خیال قائم رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں۔

حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبہ اطاعت اور اس کے حقیقی تعلیمات کی نشر واشاعت کے ترک کر دینے کی خواہش کا ایک خاموش اور عملی جواب تھا۔یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو کہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سر تسلیم خم کرنے پر کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ دنیوی سازشوں میں شرکت یا حکومت وقت کے خلاف کسی بے محل اقدام کی تیاری سے آپ کا دامن اس طرح بری رہا کہ باوجود دار سلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی نظام کے کبھی آپ کے خلاف کوئی الزام صحیح ثابت نہیں ہو سکا اور کبھی سلاطین وقت کو کوئی دلیل آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی نہ مل سکی باوجود یہ کہ سلطنت عباسیہ کی بنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دار السلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا۔

متوکل سے خود اس کے بیٹے منتصر کی مخالفت اور اس کے انتہائی عزیز غلام باغر رومی کی اس سے دشمنی ,منتصر کے بعد امرائے حکومت کا انتشار اور آخر متوکل کے بیٹوں کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ مستعین کے دور حکومت میں یحییٰ بن عمر بن یحییٰ حسین بن زید علوی کا کوفہ میں خروج اور حسن بن زید المقلب بداعی الحق کا علاقہ ,طبرستان پر قبضہ کر لینا اور مستقل سلطنت قائم کر لینا ,پھر دار السلطنت میں ترکی غلاموں کی بغاوت مستعین کا سامرے کو چھوڑ کر بغداد کی طرف بھاگنا اور قلعہ بند ہو جانا۔

آخر کو حکومت سے دستبرادی پر مجبور ہونا او کچھ عرصہ کے بعد معتز باللہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اترنا پھر معتز باللہ کے دور میں رومیوں کا مخالفت پر تیار رہنا، معتز باللہ کو خود اپنے بھائیوں سے خطرہ محسوس ہونا اور موید کی زندگی کا خاتمہ اور موفق کا بصرہ میں قید کیا جانا۔

ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام شورشوں، ان تمام بے چینیوں اور جھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی شرکت کا شبہ تک نہ پیدا ہونا کیا اس طرز عمل کے خلاف نہیں ہے جو ایسے موقعوں پر جذبات سے کام لینے والے انسانوں کا ہوا کرتا ہے۔ ایک ایسے اقتدار کے مقابلے میں جسے نہ صرف وہ حق و انصاف کی رو سے ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کی بدولت انہیں جلاوطنی، قید اور اہانتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔

مگر وہ جذبات سے بلند اور عظمت نفس کا کامل مظہر دینوی ہنگاموں اور وقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنی بے لوث حقانیت اور کوہ سے بھی گراں صداقت کے خلاف سمجھتا ہے اور مخالف پر پس پشت سے حملہ کرنے کو اپنے بلند نقطہ نگاہ اور معیار عمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتا ہے۔

شہادت

معتز باللہ کے دور میں تیسری رجب ۲۵۴ ہجری کو سامرے میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اس وقت آپ کے پاس صرف آپ کے فرزند امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ موجود تھے۔

آپ ہی نے اپنے والد بزرگوار کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے فرائض انجام دیے اور اسی مکان میں جس میں حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ کا قیام تھا۔ ایوان خاص میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا وہیں اب آپ کا مزار پر انوار بنا ہوا ہے اور عقیدت مند زیارت سے شرف یاب ہوتے ہیں۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے علمی فیوض

شاندار جوابات

بادشاہ روم کے استفسار پر نشاندہی کی کہ قرآن مجید کی سورہ فاتحہ میں سات حروف تہجی یعنی ث، ج، خ، ز، ش، ظ اور ف نہیں ہیں کیونکہ ان میں مذموم کیفیات والے الفاظ بھی شامل ہیں مثلاً ث ثبور یعنی ہلاکت، ج سے جحیم یا جہنم، خ سے خسران یا نقصان، ز زقوم ناپسندیدہ پھل، ش سے شقاوت، ظ سے ظلمت یا تاریکی اور ف سے فرقت، لہٰذا پروردگار نے اس بابرکت سورۃ کو جو فاتحہ کتاب بھی ہے ان حروف سے خالی رکھا۔

معاملہ دونوں کے درمیان ہے

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسئلہ جبر وتفویض کا پھر شور اٹھا تو آپ نے کہا" امر بین الامرین " یعنی معاملہ دونوں کے درمیان ہے کہ اختیارات للہ کے دیئے ہوئے ہیں عمل کا ذمہ دار انسان ہے۔ تقریباً ۱۵۰ سال پہلے امام علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا۔ یہ ہے وصل قول کا ثبوت۔

ہندی جادوگر کی گستاخی

دسترخوان پر ہندی جادوگر کی گستاخی کہ مولا کے ہاتھ سے روٹی ہڑپ کر لینا، جواباً قالین کے شیروں نے مجسم ہو کر جادوگر کو نگل گیا۔

درندوں نے امام علی نقی کے قدموں پر سر رکھ دیا

متوکل نے مکاری سے امام رضی اللہ عنہ کو آزمانے کو کہا تمام درندوں نے امام کے قدموں پر سر رکھ دیا اور آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔

طوفان اور برفباری کی پیشین گوئی

مختلف زبانوں سے واقفیت، طوفان اور برفباری کا پیشگی علم اور تیاری۔ ایک نہایت ہی معمولی نسخہ سے متوکل کے زخم کا علاج، اور بادشاہ کو اپنی فوج کا نظارہ دکھا کر مبہوت کر دیا۔

حیرت انگیز اشعار

متوکل کے اصرار پر دنیا کی بے ثباتی پر فی البدیہ اشعار سنائے کہ بلندیوں پر رہنے والے موت کے بعد قبر کے گڑھے میں گرا دیئے جاتے ہیں اور ان کا گوشت پوست کیڑوں کی غذا بنتا ہے، یہ عبرت انگیز اشعار سنکر متوکل بیہوش ہو گیا۔ (تفصیل گزر چکی ہے)

امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی کرامات

بے ادبی کی سزا

علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جس زمانہ میں حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے متوکل کے بیٹنے کی جگہ یعنی کمر کے نیچے جسم کے پچھلے حصہ میں ایک زبردست زہریلا پھوڑا نکل آیا، ہر چند کوشش کی گئی مگر کسی صورت سے شفاء کی امید نہ ہوئی جب جان خطرہ میں پڑ گئی تو متوکل کی ماں نے منت مانی کہ اگر متوکل اچھا ہو گیا تو میں ابن الرضا کی خدمت میں مال کثیر نذر کروں گی اور فتح بن خاقان نے متوکل سے درخواست کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں مرض کی کیفیت ابوالحسن سے بیان کر کے کوئی دواء تجویز کرا لاؤں۔

بکری کی مینگیوں سے علاج

متوکل نے اجازت دی اور ابن خاقان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سارا واقعہ بیان کر کے دوا کی تجویز چاہی، امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کسب غنم" (بکری کی مینگنیاں) لے کر گلاب کے عرق میں حل کر کے لگاؤ، ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا وزیر فتح ابن خاقان نے دربار میں امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی تجویز پیش کی، لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ امامِ اہل بیت ہو کر کیا دوا تجویز فرمائی ہے۔

وزیر نے کہا: اے خلیفہ! تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔

اگر حکم ہو تو میں انتظام کروں خلیفہ نے حکم دیا، دوا لگائی گئی، پھوڑا پھوٹا، متوکل کی آنکھ کھل گئی اور رات بھر پور سویا تین یوم کے اندر شفاء کامل ہو جانے کے بعد متوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی سربمہر تھیلی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوا دی۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۰۷، اعلام الوریٰ ص ۲۰۸)

ایک ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا

ایک مرتبہ عثمان بن سعید، احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی امام نقی رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے۔ ان میں سے احمد بن اسحاق نے اپنی پریشانی ذکر کی کہ ان پر قرض چڑھ چکا ہے۔ آپ نے اس وقت اپنے وکیل ابوعمرو سے کہا کہا نہیں تیس ہزار دینار دے دو۔

ذرا ملاحظ فرمائے کہ یہ کس قدر سخاوت ہے، ایسی سخاوت تو کوئی بادشاہ ہی کرسکتا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کیسی معاشرتی خدمت ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی واقعتاً۔ لوگوں کی حاجات پوری کرنا ان حضرات کی گھٹی میں اس طرح پڑ چکا تھا کہ یہ اپنی عزت و وجاہت کی پرواہ کئے بغیر لوگوں کی خدمت کیا کرتے۔

ایک قیدی کی ضرورت

ایک اعرابی نے آپ کو گھر پر بلایا۔ آپؓ اس کے پاس سرمن رائے کے قریب ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ قید ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسی روز شام کے وقت وہ قید سے رہا ہو کر اپنے گھر پہنچ گیا گھر پہنچ کر اپنے دل میں خیال آیا کہ خرچ کے لیے کچھ نہیں ہے کیا کروں۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کو اس کے دل کی بات معلوم ہوگئی اور آپؓ نے فوراً اس کے پاس چند دینار بھیج دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ تجھے جو ضرورت پیش آئے مجھ سے بیان کرنا اور شرم نہ کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ تیری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

قاضی شہر کی شکایت

علامہ جامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپؓ سے آپ کے ایک ماننے والے نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بغداد کے قاضی شہر کی شکایت کی اور کہا کہ مولا وہ بڑا ظالم ہے ہم لوگوں کو بے حد ستاتا ہے آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں دو ماہ بعد بغداد میں نہ رہے گا راوی کا بیان ہے کہ جونہی دو ماہ پورے ہوئے قاضی اپنے منصب سے معزول ہو کر اپنے گھر بیٹھ گیا (شواہد النبوت)

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کا گھرانہ اور قرآن کریم

امام علی نقیؒ کا گھرانہ وہ گھرانہ ہے کہ جن کے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا ان سے بہتر نہ کوئی قرآن کا سمجھنے والا ہے، نہ اس کی تفسیر جاننے والا ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے یہ نذر مانی کہ "اگر میں اچھا ہو گیا تو راہ خدا میں مال کثیر دوں گا" پھر صحت پانے کے بعد اس نے اپنے علمائے اسلام کو جمع کیا اور ان سے واقعہ بیان کر کے مال کثیر کی تفصیل معلوم کرنا چاہی اس کے جواب

میں ہرایک نے علیحدہ علیحدہ بیان دیا ایک فقیہ نے کہا مال کثیر سے ایک ہزار درہم دوسرے فقیہ نے کہا دس ہزار درہم، تیسرے نے کہا ایک لاکھ درہم مراد لینا چاہئے متوکل ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دربان سامنے آیا جس کا نام "حسن" تھا عرض کرنے لگا کہ حضور اگر مجھے حکم ہوا تو میں اس کا صحیح جواب لادوں متوکل نے کہا بہتر ہے جواب لاؤ اگر تم صحیح جواب لائے تو دس ہزار درہم تم کو انعام دوں گا اور اگر تسلی بخش جواب نہ لا سکے تو سوکوڑے ماروں گا اس نے کہا مجھے منظور ہے اس کے بعد دربان حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت میں گیا امام پاکؑ جو نظر بندی کی زندگی بسر کررہے تھے دربان کو دیکھ کر بولے اچھا مال کثیر کی تفصیل پوچھنے آیا ہے جا اور متوکل سے کہہ دے مال کثیر سے اسی (۸۰) درہم مراد ہے دربان نے متوکل سے یہی کہہ دیا متوکل نے کہا جا کر دلیل معلوم کر، وہ واپس آیا حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید میں محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ والہ سلم کے لیے آیا ہے "لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ" (سورہ توبہ آیت: ۵۲) اے اللہکے رسول! اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد مواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پر کی ہے جب ہم نے ان مقامات کا شمار کیا جن میں خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے تو وہ حساب سے اسی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ لفظ کثیر کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے یہ سن کر متوکل خوش ہو گیا اور اس نے اسی درہم صدقہ نکال کر دس ہزار درہم دربان کو انعام دیا (مناقب ابن شہرآشوب)۔

اسم اعظم کے حروف

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اسم اللہ الاعظم ۷۳ حروف میں ان میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کو دیا گیا تھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے چشم زدن میں ملک سبا سے تخت بلقیس منگوالیا تھا اور اس منگوانے میں ہوا یہ تھا کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اے نوفلی (راوی)! خداوند عالم نے ہمیں اسم عظم کے بہتر حروف دیئے ہیں اس کے بعد امام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی قدرت اور اپنے اذن وعلم سے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ (اصول کافی)

امام علی نقی رضی اللہ عنہ اور علمائے حق

ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ ہجری)

ابن خلکان شافعی المذہب امام ہادی علی نقی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو اس طرح بیان کر رہا ہے:

أبو الحسن العسكري أبو الحسن علي الهادي بن محمد الجواد بن علي الرضا كان قد سعي به إلى المتوكل وقيل إن في منزله سلاحا وكتبا وغيرها من شيعته وأوهموه أنه يطلب الأمر لنفسه فوجه إليه بعدة من الأتراك ليلا فهجموا عليه في منزله على غفلة فوجدوه وحده في بيت مغلق وعليه مدرعة من شعر وعلى رأسه ملحفة من صوف وهو مستقبل القبلة يترنم بآيات من القرآن في الوعد والوعيد ليس بينه وبين الأرض بساط إلا الرمل والحصى فأخذ على الصورة التي وجد عليها وحمل إلى المتوكل في جوف الليل فمثل بين يديه والمتوكل يستعمل الشراب وفي يده كأس فلما رآه أعظمه وأجلسه إلى جنبه.

ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا رضی اللہ عنہ کی کسی نے متوکل کے دربار میں چغلی لگائی کہ امام ہادی رضی اللہ عنہ کے پاس گھر میں اسلحہ کچھ خط اور دوسری چیزیں ہیں جو امام نے اپنے شیعوں سے لی ہیں اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ متوکل نے کچھ ترک سپاہیوں کو اچانک امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ کیا اور انھوں نے رات کو امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے گھر حملہ کر دیا۔ سپاہیوں نے گھر کی بہت تلاشی لی لیکن اُن کو گھر سے کچھ نہ ملا۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ امام علی نقی اکیلے ایک کمرے میں گھر کے لباس میں زمین پر بیٹھے نماز اور تلاوت قرآن میں مصروف ہیں۔ سپاہی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو اُسی حالت میں متوکل کے دربار میں لے گے اس حالت میں کہ متوکل شراب پی رہا تھا۔ امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی ہیبت کو دیکھ کر متوکل نے بے اختیار امام رضی اللہ عنہ کا احترام کیا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۷۲)

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ ہجری)

امام اہل سنت ذہبی امام علی نقی المعروف ہادی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو اس طرح بیان کرتا ہے:

وكذلك ولده الملقب بالهادي شريف جليل.

اسی طرح اس کا (امام جواد رضی اللہ عنہ) بیٹا کہ اس کا لقب ہادی ہے ایک شریف اور باعظمت انسان تھا۔(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۲۱)

اسی طرح ذہبی اپنی کتاب العبر میں بیان کرتا ہے کہ:

وكان فقيها إماما متعبدا.

امام ہادی ایک فقیہ اور عبادت گزار انسان تھے۔

(العبر فی خبر من غبر، ج ۲، ص ۱۲)

امام صفدی (متوفی ۷۶۴ ہجری)

امام صفدی شافعی امام علی نقی المعروف ہادی رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کے بارے میں ایسے نقل کرتے ہیں:

علی بن محمد بن علی بن موسی هو أبوالحسن الهادی بن الجواد بن الرضا بن الكاظم بن الصادق بن الباقر بن زين العابدين، أحد الأئمة الإثنی عشر عند الإمامية كان المتوكل قد اعتل، فقال إن برأت لأتصدقن بمال كثير فلما عوفی، جمع الفقهاء و سألهم عن ذلك، فأجابوه مختلفين فبعث الى علی الهادی عليه السلام فقال يتصدق بثلاثة ثمانين دينار قالوا من أين لك هذا؟ قال لأن الله تعالى قال (لقد نصركم الله فی مواطن كثيرة) (توبه، آیہ:۲۵) و روی أهلنا ان المواطن كانت ثلاثة و ثمانين موطنا

امام علی محمد بن علی بن موسیٰ ابوالحسن ہادی بن الجواد بن رضا بن کاظم بن صادق بن باقر ی بن زین العابدین (اہلِ بیتؑ کے) بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، ایک دن متوکل بیمار ہو گیا اُس نے نذر کی کہ اگر اُسے شفاء مل گی تو وہ بہت زیادہ دینار خدا کی راہ میں صدقہ دے گا۔ جب وہ صحت مند ہو گیا تو اُس نے علماء کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا کہ کتنے دینار صدقہ دے کہ اُس پر لفظ کثیر صدق کرے۔ علماء نے مختلف اقوال بیان کیے۔ متوکل نے ناچار ہو کر امام ہادیؑ سے سوال کیا تو امام نے جواب دیا کہ ۸۳ دینار صدقہ دو۔ علماء نے امام رضی اللہ عنہ کے جواب سے تعجب کیا اور متوکل سے کہا کہ امام علی نقی رضی اللہ عنہ سے پتا کرے کہ اس جواب کی کیا دلیل ہے؟

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ (لقد نصركم الله...) اللہ رب العزت نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے اور ہم اہل بیت رضی اللہ عنہم سے روایات

نقل ہوئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸۳ وہ مقامات ۸۳ مقامات ہیں۔

(الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۴۹)

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۶۸ ہجری)

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ امام علی نقی المعروف الہادی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے بیان کرتے ہیں:

سنة اربع وخمسين ومائتين فيها توفي العسكري أبو الحسن علي الهادي بن محمد الجواد بن علي الرضأ بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق العلوي الحسيني عاش اربعين سنة وكان متعبدا فقيها اماما.

حوادث سن ۲۵۴ ہجری: اس سال میں امام علی نقی المعروف الہادی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے چالیس سال زندگی گزاری۔ امام علی نقی رضی اللہ عنہ ایک عبادت گذار فقیہ اور امام تھے۔

(مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲، ص ۱۵۹، ۱۶۰)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۴ ہجری)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امام علی نقی المعروف الہادی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وأما أبو الحسن علي الهادي وقد كان عابدا زاهدا وهو على التراب ليس دونه حائل.

اور رہے امام ابوالحسن تو وہ (امام) ہادی ایک عابد وزاہد انسان تھے اور وہ زمین پر بیٹھتے تھے اس حالت میں کہ چادر نیچے نہیں بچھاتے تھے یعنی سادگی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۱۵)

ابن صباغ (متوفی ۸۵۵ ہجری)

ابن صباغ مالکی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے شان وعظمت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فضل أبي الحسن علي الهادي قد ضرب على المجرة قبابه و مد على نجوم السماء اطنابه و ما تعد منقبة الا و له أفخرها و لا تذكر مكرمة الا و له فضيلتها و لا تورد محمدة الا و له تفصيلها و جملتها استحق ذلك بما في جوهر نفسه من كرم تفرد بخصائصه فكانت

نفسه مهذبة و اخلاقه مستعذبة و سيرته عادلة و افعاله فاضلة و هو من الوقار و السكون و الطمأنينة و الفقه و النزاهة و الزهادة و النباهة على السيرة النبوية و الشنشنة العلوية و نفس زكية و همة عالية لا يقاربها أحد من الأنام و لا يداينها.

حضرت ابوالحسن المعروف ہادی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی ضرب المثل زمین اور آسمان کے ستاروں میں بیان کی جاتی ہیں۔اور جو فضیلت شمار کی جاتی ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ میں موجود ہے اور کوئی بزرگی جس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور جس کو خوبی کہا جاتا ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ اور منجملہ تمام فضائل وکمالات آپ رضی اللہ عنہ کے وجودِ مسعود میں پائے گئے ہیں آپ رضی اللہ عنہ (اپنے زمانے میں) بزرگی اور کرامت اور اپنی خصوصیات میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات مہذب اور آپ رضی اللہ عنہ کا اخلاق عمدہ تھا آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت عادلانہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی افعال فضیلت وکرامت والے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کا وقار، سکون اور طمانیت، فقہ، نزہت، زہد اور بزرگی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مطابق تھی، آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پاکیزہ اور ہمت بلند تھی اس زمانہ میں ان فضائل وکمالات میں کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ہمسر نہ تھا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کی فضائل وکمالات میں اسے آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی نسبت تھی۔

(الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج ۲،ص ۱۹۷۳، ۱۹۷۴)

امام ابن حجر ہیثمی (متوفی ۹۷۳ ہجری)

ابن حجر ہیثمی علیہ الرحمہ امام علی نقی المعروف امام ہادی رضی اللہ عنہ کی سخاوت وفیاضی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان وارث أبيه علما وسخاء.

آپ رضی اللہ عنہ نے علم وسخاوت کو اپنے والد سے وراثت میں لیا تھا۔

(الصواعق المحرقۃ، ج ۲،ص ۵۹۸)

امام قرمانی (متوفی ۱۰۱۹ ہجری)

احمد بن یوسف قرمانی امام ہادی رضی اللہ عنہ کے نام کو ذکر کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

واما مناقبه فنفیسة واوصافه شریفة.

اور رہے آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب تو وہ نفیس تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اوصاف شریفانہ تھے۔

(اخبار الدول وآثار الاول فی التاریخ، ج ۱، ص ۳۴۹)

شبراوی (متوفی ۱۱۷۱ ہجری)

شبراوی شافعی امام علی نقی المعروف الہادی رضی اللہ عنہ کے نام کو ذکر کرنے کے بعد اشارہ کرتے ہیں کہ امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں:

وکراماته کثیرة.

اور آپ رضی اللہ عنہ کرامات بہت زیادہ ہیں۔

(الاتحاف بحب الاشراف، ص ٦٧)

علامہ زرکلی (متوفی ۱۳۹٦ ہجری)

علامہ زرکلی امام علی نقی رضی اللہ عنہ المعروف امام ہادی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

علی (الملقب بالهادی) ابن محمد الجواد ابن علی الرضی بن موسی بن جعفر الحسینی الطالبی عاشر ائمة الاثنی عشر عند الإمامیة، وأحد الأتقیاء الصلحاء ولد بالمدینة.

حضرت علی (نقی) آپ کا لقب ہادی ہے، ابن محمد جواد بن علی رضا بن موسی بن جعفر حسینی طالبی امامیہ کے نزدیک اہل بیت کے بارہ امامون میں سے دسویں امام ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ صلحا واتقیاء میں سے ایک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (الاعلام، ج ۴، ص ۳۲۳)

امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے اقوال

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من هانت علیه نفسه فلا تامن شره"

"جس نے اپنی شخصیت کو پامال کر دیا اسکے شر سے بچو"۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"الدنیا سوق، ربح فیها قوم و خسر آخرون"

"دنیا ایک بازار ہے جس میں ایک قوم فائدہ اٹھاتی ہے اور دوسری نقصان"۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من جمع لك ودہ و رایه فاجمع له طاعتك"

"جو بھی تم سے دوستی کا دم بھرے اور نیک مشورہ دے تم اپنے پورے وجود کے ساتھ اسکی اطاعت کرو"۔(تحف العقول)

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مَنِ اتَّقَی اللہَ یُتَّقی، وَمَنْ أطاعَ اللہَ یُطاعُ، وَمَنْ أطاعَ الْخالِقَ لَمْ یُبالِ سَخَطَ الْمَخْلُوقینَ، وَمَنْ أسْخَطَ الْخالِقَ فَقَمِنٌ أنْ یَحِلَّ بِهِ سَخَطُ الْمَخْلُوقینَ''

(بحار الانوار، ج ۶۸،ص ۱۸۲)۔

''جو اللہ سے ڈرے گا لوگ اس سے ڈریں گے اور جو اللہ کی اطاعت کرے گا اس کی اطاعت کی جائے گی، اور جو شخص خالق کی اطاعت کرے گا اسے مخلوق کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی اور جو خالق کو ناراض کرے گا وہ مخلوق کی ناراضگی سے بھی روبرو ہونے کے لائق ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''السَّهَرُ أَلَذُّ الْمَنامِ، وَالْجُوعُ یَزیدُ فی طیبِ الطَّعامِ''

(بحار الانوار، ج۶۹،ص ۱۷۲)۔

''شب بیداری نیند کو بے حد لذیذ بنا دیتی ہے اور بھوک غذا کے ذائقہ کو دو چندان کر دیتی

ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لا تَطْلُبِ الصَفا مِمَّنْ كَدِرْتَ عَلَيْهِ، وَلاَ النُصْحَ مِمَّنْ صَرَفْتَ سُوْءَ ظَنِّكَ إِلَيْهِ، فَإِنَّما قَلْبُ غَيْرِكَ كَقَلْبِكَ لَهُ'' (اعلام الدین؛ ابوالحسن دیلمی، ص ۳۱۲ س ۱۴)۔

''جس سے کینہ رکھتے ہو اس سے محبت کی تلاش میں نہ رہو اور جس سے بدگمان ہو اس سے خیر خواہی کی امید نہ رکھو، کیونکہ دوسرے کا دل بھی تمہارے دل کے مانند ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْحَسَدُ ماحِقُ الْحَسَناتِ، وَالزَّهْوُ جالِبُ الْمَقْتِ، وَالْعُجْبُ صارِفٌ عَنْ طَلَبِ الْعِلْمِ داعٍ إِلَى الْغَمْطِ وَالْجَهْلِ، وَالبُخْلُ أَذَمُّ الأَخْلاقِ، وَالطَّمَعُ سَجِيَّةٌ سَيِّئَةٌ''

(بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۹۹ ح ۲۷)۔

''حسد نیکیوں کو تباہ کرنے والا ہے، غرور، دشمنی لانے والا ہے، خود بینی، تحصیل علم سے مانع اور پستی و نادانی کی طرف کھینچنے والی ہے اور کنجوسی بڑا مذموم اخلاق ہے، اور لالچ بڑی بری صفت ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْهَزْلُ فكاهَةُ السُّفَهاءِ، وَصِناعَةُ الْجُهّالِ'' (الدرۃ الباہرہ؛ ص ۴۲، س ۵)

''دوسروں کا مذاق اڑانا بے وقوفوں کا شیوہ اور جاہلوں کا پیشہ ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''النّاسُ فِي الدُّنيا بِالأَمْوالِ وَفِي الأخِرَةِ بِالأَعْمالِ'' (بحارالانوار)۔

''لوگوں کی حیثیت دنیا میں مال سے اور آخرت میں اعمال سے ہے''۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْغَضَبُ عَلى مَنْ لا تَمْلِكُ عَجْزٌ، وَعَلى مَنْ تَمْلِكُ لُؤْمٌ''

(مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۱۱، ح ۱۳۳۷۶)۔

''جس پر تمہارا بس نہیں چلتا اس پر غصہ کرنا عاجزی ہے اور جس پر بس چلتا ہے اس پر غصہ کرنا پستی ہے''۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مختصر تعارف

نام	:	حسن بن علی عسکری
والدگرامی کا نام	:	علی نقی
لقب	:	عسکری
کنیت	:	ابومحمد
والدہ کا نام	:	سلیل
تاریخ پیدائش	:	۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری ۳ دسمبر ۸۴۶ء
عمر مبارک	:	۲۸ سال
جائے پیدائش	:	مدینہ منورہ
تاریخ شہادت	:	۴ جنوری ۸۷۴
جائے شہادت	:	عراق
وجۂ شہادت	:	زہر
مدفن	:	العسکری مسجد
درجہ امامت	:	گیارہویں امام ہیں
نام زوجہ محترمہ	:	نرجس
استاد	:	علی نقی
پیشہ	:	تفسیر قرآن

حضرت امام حسن عسکری



مختصر تعارف

ابو محمد کنیت حسن نام اور سامرہ کے محلہ عسکر میں قیام کی وجہ سے عسکری علیہ السلام مشہور لقب ہے والد بزرگوار حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور والدہ سلیل خاتون تھیں جو عبادت ,ریاضت عفت اور سخاوت کے صفات میں پائے طبقے کے لیے مثال کی حیثیت رکھتی تھیں۔

آپ کی ولادت بروز جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ مطابق ۳ دسمبر ۸۴۶ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(شواہد النبوۃ: ص ۲۱۰، صواعق محرقہ: ص ۱۲۴، نور الابصار: ص ۱۱۰، جلاء العیون: ص ۲۹۵)

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات

علماء فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ / ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری یوم جمعہ بوقت صبح بطن جناب حدیثہ خاتون سے بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو شواہد النبوت ص ۲۱۰ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ،نور الابصار ص ۱۱۰ ،جلاء العیون ص ۲۹۵ ،ارشاد مفید ص ۵۰۲ ،دمعہ ساکبہ ص ۱۶۳۔

آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے فرزند اکبر علیہ السلام کا جو نام رکھا۔امام علی نقی علیہ السلام نے اسی نسبت سے آپ علیہ السلام کا نام "حسن بن علی" رکھا

(ینابیع المودۃ)۔

آپ کی کنیت اور آپ کے القاب

آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں۔

(نور الابصار ص ۱۵۰ ،شواہد النبوت ص ۲۱۰ ،دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۲ ،مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۲۵)

آپ کا لقب عسکری اس لئے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلہ میں بمقام "سر من رائے" رہتے تھے اسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اسے "عسکر" کہنے لگے تھے، اور خلیفہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلوا کر یہیں مقیم رہنے پر مجبور کیا تھا نیز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے امام علی رضا علیہ السلام کو اسی مقام پر نوے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کرا دیا تھا انہیں تمام باتوں کی بنا پر اس مقام کا نام عسکر ہو گیا تھا جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہو گئے۔

(بحارالانوار جلد ۱۲ ص ۱۵۴، وفیات الاعیان جلد ا ص ۱۳۵، مجمع البحرین ص ۲۲ ۳، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳)

چار ماہ کی عمر اور اہلِ بیت اطہار کی امامت کا منصب

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی عمر جب چار ماہ کے قریب ہوئی تو آپ کے والد امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کے لیے اہلِ بیت اطہار کی امامت (جانشینی) کی وصیت کی اور فرمایا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہوں گے اور اس پر بہت سے لوگوں کو گواہ کر دیا۔
(ارشاد مفید ۵۰۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳ بحوالہ اصول کافی)۔

نشوونما اور تربیت

بچپن کے گیارہ سال تقریباً اپنے والد بزرگوار کے ساتھ وطن میں رہے جس کے لیے کہا جاسکتا ہے کہ زمانہ اطمینان سے گزرا۔

اس کے بعد امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو سفر عراق درپیش ہوگیا اور تمام متعلقین کے ساتھ ساتھ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اسی کم سنی کے عالم میں سفر کی زحمتوں کو اٹھا کر سامرا پہنچے۔ یہاں کبھی قید کبھی آزادی مختلف دور سے گزرنا پڑا مگر ہر حال میں آپ اپنے بزرگ مرتبہ باپ کے ساتھ ہی رہے۔ اس طرح باطنی اور ظاہری طور پر ہر حیثیت سے آپ علیہ السلام کو اپنے والد بزرگوار کی تربیت وتعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکا۔

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی امامت کی ذمہ داری

۲۵۴ ہجری میں آپ کی عمر بائیس برس کی تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چار مہینہ قبل آپ کے متعلق اپنے وصی وجانشین ہونے کا اظہار فرما کر اپنے ساتھیوں کی گواہیاں لے لی تھیں۔ اب اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی امامت کی ذمہ داریاں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوں گی۔ جنہیں آپ باوجود شدید مشکلات اور سخت ترین ماحول کے ادا فرماتے رہے۔

سلاطین وقت اور ان کا رویہ

جیسا کہ اس سے پہلے ضمناً بیان ہوا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ان تمام تکالیف اور مصائب میں بھی شریک رہے جو آپ کے والد بزرگوار کو حراست اور نظر بندی کے ذیل میں بھی متعدد بار برداشت کرنا پڑے۔ اس کے بعد جب آپ کا دورِ امامت شروع ہوا ہے تو سلطنت بنی عباس کے تخت پر معتز

باللہ عباسی کا قیام تھا۔

معتز کی معزولی کے بعد مہدی کی سطنت ہوئی۔ گیارہ مہینے چند روز حکومت کرنے کے بعد اس کا خاتمہ ہوا اور معتمد کی حکومت قائم ہوئی، ان میں سے کوئی ایک بادشاہ بھی ایسا نہ تھا جس کے زمانہ میں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو آرام وسکون ملتا، باوجود یہ کہ اس وقت بنی عباس بڑی سخت الجھنوں اور پیچیدگیوں میں گرفتار تھی مگر ان تمام سیاسی مسائل اور مشکلات کے ساتھ ہر حکومت نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو قید و بند میں رکھنا سب سے زیادہ ضروری سمجھا۔

اس کا خاص سبب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تھی کہ میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے اور ان میں سے آخری مہدی آخر الزمان۔

خلفائے بنی عباس خوب جانتے تھے کہ سلسلہ آلِ محمد کے وہ افراد جو رسول کی صحیح جانشینی کے مصداق ہو سکتے ہیں، وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارہویں ہستی امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی ہے اس لیے ان ہی کا فرزند وہ ہو سکتا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی صحیح قرار پا سکے۔

لہٰذا کوشش یہ تھی کہ ان کی زندگی کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے اس طرح کہ ان کا کوئی جانشین دنیا میں موجود نہ ہو۔ یہ سبب تھا کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے لیے اس نظر بندی پر اکتفا نہیں کی گئی جو امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے لیے ضروری سمجھی گئی تھی بلکہ آپ کے لیے اپنے گھر بار سے الگ قید تنہائی کو ضروری سمجھا گیا۔

یہ الگ بات ہے کہ قدرتی انتظام کے تحت درمیان میں انقلاب سلطنت کے وقفے آپ کی قید مسلسل کے بیچ میں تھری رہائی۔ کے سامان پیدا کر دیتے تھے مگر پھر بھی جو بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھتا تھا وہ اپنے پیش رو کے نظریہ کے مطابق آپ کو دوبارہ قید کرنے پر تیار ہو جاتا تھا۔

اس طرح آپ کی مختصر زندگی جو دورِ امامت کے بعد اس کا بیشتر حصہ قید و بند ہی میں گزرا۔ اس قید کی سختی معتمد کے زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی، اگر چہ وہ دیگر سلاطین کی طرح آپ کے مرتبہ اور حقانیت سے خوب واقف تھا۔

چنانچہ جب قحط کے موقع پر ایک مسیحی راہب کے دعوے کے ساتھ پانی برسانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ارتداد کا فتنہ برپا ہوا اور لوگ عیسائیت کی طرف دوڑنے لگے تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے وہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ ہی تھے جو قید خانے سے باہر لائے گئے، آپ نے مسلمانوں کے شکوک کو دور کر کے انھیں اسلام کے جادہ پر قائم رکھا۔

اس واقعہ کا اثر اتنا ہوا کہ اب معتمد کو آپ کے پھر اسی کو قید خانے میں واپس کرنے میں خجالت دامنگیر ہوئی۔ اس لیے آپ کی قید کو آپ کے گھر میں نظر بندی کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا مگر آزادی پھر بھی نصیب نہ ہو سکی۔

سفرائی کا تقرر

ائمہ اہل بیت جس حال میں بھی ہوں ہمیشہ کسی نہ کسی صورت سے امامت کے فرائض کو انجام دیتے رہتے تھے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ پر اتنی شدید پابندیاں عائد تھیں کہ اہلِ بیت اطہار سے محبت رکھنے والے اور تشنگانِ علوم ومعرفت اہل بیت اطہار کے آئمہ سے مسائل دریافت کرتے رہتے تھے اور ان سے گاہے بگاہے علوم شریعت ومعرفت کی تعلیم حاصل کرتے رہے، اور جب عام لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تو اپنی علمی بصارت کے مطابق انہیں جواب دیتے رہتے۔ یہ وہی لوگ ہوتے تھے جنہیں اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے خانوادے اپنا نائب مقرر کرتے تھے اور اگر کہیں انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اہلِ بیت اطہار کے ان عظیم سپوتوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مسائل دریافت کرتے۔ یوں آئمہ اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان علم کی شمع فروزوں کئے ہوئے تھے۔

اور اس سلسلہ میں آئمہ اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے حلقہ ارادت ودرس میں کئی لوگ شامل تھے، کیونکہ چند ایک کا مسلسل آنا حکمرانِ وقت کے لئے گرانی کا باعث تھا اس لئے علم کی شمع کو جلائے رکھنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ لوگ مختلف اوقات اور مختلف دنوں میں الگ الگ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اکتساب علم کرتے۔

ان میں وہ ایام جن میں حکمرانِ وقت کی طرف سے سختی نہ ہوتی تھی لوگ کثرت سے اہلِ بیت اطہار سے اپنی محبت کا اظہار بھی کرتے اور ان سے اکتسابِ علم بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آئمہ اہلِ بیت کا پیشہ دینِ متین کی خدمت ہی رہا ہے۔

ان لوگوں کے ذریعے لوگ اہلِ بیت اطہار کی خدمت میں اپنے اپنے نذرانے بھی پیش کیا کرتے تھے۔

ان بزرگوں کی نگرانی میں وہ ہمیشہ دینی امور کے انصرام اور سادات کی تنظیم و پرورش میں صرف ہوتا رہا اب وہ راز دارانہ طریقہ پر ان ہی نائبوں کے پاس آتا تھا اور یہ امامِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہ سے ہدایت حاصل

کر کے انھیں ضروری مصارف میں صرف کرتے تھے یہ افراد اس حیثیت میں بڑے سخت امتحان کی منزل میں تھے کہ ان کو اس وقت کے حکمرانوں کے جاسوں کی سراغرسانی کا اندیشہ رہتا تھا۔

اسی لیے عثمان بن سعید رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے ابوجعفر محمد بن عثمان رضی اللہ عنہ نے جو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ممتاز نائب تھے اور عین دارلسلطنت بغداد میں مقیم تھے اپنے اس متعلقہ افراد کی آمدورفت کو حق بجانب قرار دینے کے لیے ایک بڑی دکان روغنیات کی کھول رکھی تھی۔ اس طرح حکومت جور کے شدید شکنجہ ظلم کے اندر بھی اہلِ بیت اطہار کے تعلیمی وتربیتی درسگاہوں اور اہلِ بیت اطہار کے گھروں کا نظام چل رہا تھا اور حکومت کا کچھ بس نہ چلتا تھا۔

اخلاق واوصاف

آپ رضی اللہ عنہ اسی سلسلہ ولایت کی ایک لڑی تھے جس کا ہر حلقہ انسانی کمالات کے جواہر سے مرصع تھا علم حلم ,عفووکرم ,سخاوت وایثار سب ہی اوصاف بے مثال تھے۔

عبادت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے میں بھی کہ جب آپ سخت قید میں تھے معتمد نے جس سے آپ کے متعلق دریافت کیا یہی معلوم ہوا کہ آپ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور سوائے ذکرالٰہی کے کسی سے کوئی کلام نہیں فرماتے۔

اگرچہ آپ کو اپنے گھر پر آزادی کے سانس لینے کا موقع بہت کم ملا۔ پھر بھی جتنے عرصہ تک قیام رہا اور دوردراز سے لوگ آپ کے فیض وعطاء کے تذکرے سن کر آتے تھے اور بامراد واپس جاتے تھے۔

آپ کے اخلاق واوصاف کی عظمت کا عوام وخواص سب ہی کے دلوں پر سکہ قائم تھا۔

چنانچہ جب احمد بن عبداللہ بن خاقان کے سامنے جو خلیفہ عباسی کی طرف سے شہر قم کے اوقاف وصدقات کے شعبہ کا افسر اعلیٰ تھا سادات علوی کا تذکرہ آگیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے کوئی حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے زیادہ مرتبہ اور علم وورع ,زہدوعبادت ،وقاروہیبت ,حیاوعفت ,شرف وعزت اور قدرومنزلت میں ممتاز اور نمایاں نہیں معلوم ہوا۔

اس وقت جب امام حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور لوگ تجہیز وتکفین میں مشغول تھے تو بعض گھر کے ملازمین نے اثاث البیت وغیرہ میں سے کچھ چیزیں غائب کر دیں اور انھیں خبر تک نہ تھی کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔

جب تجہیز اور تکفین وغیرہ سے فراغت ہوئی تو آپ نے ان نوکروں کو بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ پوچھتا

ہوں اگر تم مجھ سے سچ سچ بیان کرو گے تو میں تمہیں معاف کردوں گا اور سزا نہ دوں گا لیکن اگر غلط بیانی سے کام لیا تو پھر میں تمہارے پاس سے سب چیزیں برآمد بھی کرالوں گا اور سزا بھی دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے ہر ایک سے ان اشیاء کے متعلق جو اس کے پاس تھیں دریافت کیا اور جب انھوں نے سچ بیان کردیا تو ان تمام چیزوں کو ان سے واپس لے کر آپ نے ان کو کسی قسم کی سزا نہ دی اور معاف فرمادیا۔

علمی مرکزیت

باوجود یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت مختصر ہوئی یعنی صرف اٹھائیس برس مگر اس محدود اور مشکلات سے بھری ہوئی زندگی میں بھی آپ کے علمی فیوض کے دریا نے بڑے بڑے بلند پایہ علماء کو سیراب ہونے کا موقع دیا نیز زمانے کے فلاسفہ کا جو دہریت اور الحاد کی تبلیغ کر رہے تھے مقابلہ فرمایا جس میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

ان میں ایک اسحٰق کندی کا واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص قران مجید کے آیات کے باہمی تناقص کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا تھا۔ یہ خبر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو پہنچی اور آپ موقع کے منتظر ہو گئے۔

اتفاق سے ایک روز ابو اسحٰق کے کچھ شاگرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں کوئی اتنا سمجھدار ادمی نہیں جو اپنے استاد کندی کو اس فضول مشغلے سے روکے جو انھوں نے قران کے بارے میں شروع کر رکھا ہے۔

ان طالب علموں نے کہا: حضور! ہم تو ان کے شاگرد ہیں ,ہم بھلا ان پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں؟

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اتنا تو تم کر سکتے ہو جو کچھ باتیں میں تمھیں بتاؤں وہ تم ان کے سامنے پیش کر دو۔

طالبعلموں نے کہا! جی ہاں ہم اتنا کر سکتے ہیں۔

حضرت نے کچھ آیتیں قران کی جن کے متعلق باہمی اختلاف کا توہم ہو رہا تھا پیش فرما کر ان سے کہا کہ تم اپنے استاد سے اتنا پوچھو کہ کیا ان الفاظ کے بس یہی معنی ہیں جن کے لحاظ سے وہ تناقص ثابت کر رہے ہیں اور اگر کلامِ عرب کے شواہد سے دوسرے متعارف معنیٰ آئیں جن کے بنا پر الفاظ قران میں باہم کوئی اختلافات نہ رہے تو پھر انھیں کیا حق ہے کہ وہ اپنے ذہنی خود ساختہ معنی کو متکلم قرآنی کی طرف منسوب کر کے تناقص واختلاف کی عمارت کھڑی کریں ,اس ذیل میں آپ نے کچھ شواہد کلامِ عرب کے بھی ان طالبعلموں کے ذہن نشین کرائے۔

ذہین طالب علم نے وہ پوری بحث اور شواہد کے حوالے محفوظ کر لیے اور اپنے استاد کے پاس جا کر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد یہ سوالات پیش کر دیے۔

آدمی بہر حال وہ منصف مزاج تھا اس نے طالبعلموں کی زبانی وہ سب کچھ سنا اور کہا کہ یہ باتیں تمہاری قابلیت سے بالاتر ہیں۔ سچ سچ بتانا کہ یہ تمھیں معلوم کہاں سے ہوئیں پہلے تو ان طالب علموں نے چھپانا چاہا اور کہا کہ یہ چیزیں خود ہمارے ذہن میں آئی ہیں مگر جب اس نے سختی کے ساتھ انکار کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تو انھوں نے بتایا کہ ہمیں ابو محمد، حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں بتائی ہیں یہ سن کر اس نے کہا: سوائے اس گھرانے کے اور کہیں سے یہ معلومات حاصل ہی نہیں ہو سکتے تھے۔

پھر اس نے آگ منگوائی اور جو کچھ لکھا تھا، نذر آتش کر دیا ایسے کتنے ہی علمی اور دینی خدمات تھے جو خاموشی کے ساتھ انجام پا رہے تھے اور حکومت وقت جو محافظت اسلام کی دعویدار تھی۔ اپنے عیش وطرب کے نشے میں مدہوش تھی یا پھر چونکتی تھی بھی تو ایسے مخلص حامی اسلام کی طرف سے اپنی سلطنت کے لیے خطرہ محسوس کر کے ان پر کچھ پابندیاں بڑھا دیے جانے کے احکام نافذ کرتی تھی، مگر اس کو ہِ گراں کے صبر و استقلال میں فرق نہ آیا تھا۔

جوامع حدیث میں محدثین اسلام نے آپ کی سند سے احادیث نقل کیے ہیں ان میں سے ایک خاص حدیث شراب خواری کے متعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ شارب الخمر کعابد الصنم شراب پینے والا مثل بت پرست کے ہے۔

اس کو ابن الجوزی نے اپنی کتاب تحریم الخمر میں سند متصل کے ساتھ درج کیا ہے اور ابونعیم فضل بن دکین نے کہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہے جس کی اہلبیت رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک گروہ نے بھی اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، جیسے حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت احسان بن ثابت، حضرت سلمی رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات۔

سمعانی نے کتاب النساب میں لکھا ہے:

ابومحمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم علوی بلاذری حافظ واعظ نے مکہ معظمہ میں امام اہل بیت ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن علی موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ سے احادیث سن کر قلم بند کیے۔

ان کے علاوہ حضرت رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے چند باوقار ہستیوں کے نام درج ذیل ہیں جن میں سے بعض نے حضرت رضی اللہ عنہ کے علمی افادات کو جمع کر کے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں۔

ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سن رسیدہ عالم تھا۔ انھوں نے امام رضا علیہ السلام سے امام حسن عسکری علیہ السلام تک چار اماموں کی زیارت کی اور ان بزرگواروں سے فیوض بھی حاصل کیے وہ امام کی طرف سے نیابت کے درجہ پر فائز تھا۔

داؤد بن ابی زید نیشاپوری امام علی نقی علیہ السلام کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کی صحبت سے شرف یاب ہوئے۔

ابو طاہر محمد بن علی بن بلال۔

ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی بڑے بلند پاۂ عالم بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ جن سے قرب السناد کتاب اس وقت تک موجود ہے اور کافی وغیرہ کے ماخذوں میں سے ہے۔

محمد بن احمد جعفر قمی حضرت علیہ السلام کے خاص نائبین میں سے تھے۔

جعفر بن سہیل صقیل۔ یہ بھی نائب خاص ہونے کا شرف رکھتے تھے۔

محمد بن حسن صفار قمی، بڑے بلند مرتبہ کے عالم متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے بصائر الدرجات مشہور کتاب ہے، انھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں تحریری مسائل بھیج کر ان کے جوابات حاصل کیے۔

ابو جعفر ہامنی برکی نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے مسائل فقہ کے جوابات حاصل کر کے کتاب مرتب کی۔

ابراہیم بن ابی حفص ابو اسحٰق کاتب حضرت علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک کتاب کے مصنف ہیں۔

ابراہیم بن مہر یار مصنف کتاب البشارت۔

احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن داؤد بن حمدان الکاتب الندیم علم لغت و ادب کے مسلّم استاد تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے خاص خصوصیت رکھتے تھے۔

احمد بن اسحٰق الاشعری ابو علی القمی بڑے پایہ کے مستند و مسلّم عالم تھے، ان کی تصانیف میں سے علل الصوم اور دیگر متعدد کتابیں تھیں۔

یہ چند نام بطور مثال درج کیے گئے ہیں اگر تمام ان افراد کا تذکرہ کیا جائے تو اس کے لیے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، خصوصیت کے ساتھ تفسیر قران میں ابو علی حسن بن خالد بن محمد بن علی برقی نے آپ کے افادیت سے ایک ضخیم کتاب لکھی جسے حقیقت میں خود حضرت علیہ السلام ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے یعنی حضرت علیہ السلام

بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے ,علماء نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک سوبیس اجزاء پر مستمل تھی۔

افسوس ہے کہ یہ علمی ذخیرہ اس وقت ہاتھوں میں موجود نہیں ہے۔ممکن ہے وہ اسی سے ماخوذ ہوں لیکن ایک کتاب جو تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے نام سے شائع شدہ موجود ہے اگر وہ مذکورہ بالا ذخیرۂ علمی سے الگ ہے۔اس کا پتہ صرف چوتھی صدی ہجری سے چلتا ہے اور شیخ صدوق محمد بن بابو یہ قمی نے اس کو معتبر سمجھا ہے مگر ان کے پیش روافراد جن سے موصوف نے اس تفسیر کو نقل کیا ہے بالکل مجہول الحال ہیں۔

بہرحال اس تفسیر کے متعلق علامہ رجال مطمئن نہیں ہیں۔ جہاں تک غور کیا جاتا ہے اس کی نسبت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ طرف صحیح نہیں معلوم ہوتی ,ہاں بے شک آپ کا ایک طویل مکتوب اسحٰق بن اسمٰعیل اشعری کے نام اور کافی ذخیرہ مختصر حکیمانہ مقولات اور مواعظ وتعلیمات کتاب تحف العقول میں محفوظ ہے جو اس وقت بھی اہل نظر کے لیے سرمہ چشم بصیرت ہے۔

یہ علمی کارنامے اس حالت میں ہیں جب کہ مجموعی عمر آپ کی ۲۸ برس سے زیادہ نہ ہوسکی اور اپنے والد بزرگوار کے بعد صرف چھ برس امامت کے منصب پر فائز رہے اور وہ بھی ان مشکلات کے شکنجہ میں جن کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

کتاب کے آخر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہم عصر علماء ومشائخ جنہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کیا ہے کا ذکر کیا جائے گا۔

شہادت

اتنے علمی ودینی مشاغل میں مصروف انسان کو کہیں سلطنت وقت کے ساتھ مزاحمت کا کوئی خیال پیدا ہوسکتا ہے مگر ان کا بڑھتا ہو روحانی اقتدار اور علمی مرجعیت ہی تو ہمیشہ ان حضرات کو سلاطین کے لیے ناقابل برداشت ثابت کرتی رہی۔ وہی اب بھی ہوا اور معتمد عباسی کے بھجوائے ہوئے زہر سے ۸ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ میں آپ نے شہادت پائی اور اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس سامرے میں دفن ہوئے جہاں حسن عسکری کا روضہ باوجود ناموافق ماحول کے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرزعمل

جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کے وجود کو ان کے عہد کے بادشاہ اپنی سلطنت اور حکمرانی کی راہ میں روڑا سمجھتے رہے ان کا یہ خیال رہا کہ دنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں کیونکہ یہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اعمال

صالح کے تاجدار ہیں۔

لہٰذا ان کو عام لوگوں کی نظروں سے دور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ انہیں اپنا بادشاہ وقت تسلیم کرلیں گے اس کے علاوہ یہ بغض وحسد بھی تھا کہ ان کی عزت بادشاہ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور یہ کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ انہیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا خاتمہ کریں گے۔

انہیں تصورات کے سبب جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا گیا اور انہیں ہمیشہ مصائب کی آماجگاہ بنائے رکھا اسی طرح آپ کے عہد کے بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا عہد واثق میں آپ کی ولادت ہوئی اور عہد متوکل کے کچھ ایام میں بچپنا گزرا، متوکل جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا اس نے صرف اس جرم میں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی ہے ابن سکیت شاعر کی زبان گدی سے کھنچوالی۔

(ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۴)۔

اس نے سب سے پہلے تو آپ پر یہ ظلم کیا کہ چار سال کی عمر میں ترک وطن کرنے پر مجبور کیا یعنی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو جبراً مدینہ سے سامرہ بلوالیا جن کے ہمراہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو لازماً جانا تھا پھر وہاں آپ کے گھر کی لوگوں کے کہنے سننے سے تلاشی کرائی اور آپ کے والد ماجد کو وحشی جانوروں سے پھڑوا ڈالنے کی کوشش کی، غرضیکہ جو جو سعی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے کی ممکن تھی وہ سب اس نے اپنے عہد حیات میں کر ڈالی اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے کی عادت ادا کرتا رہا اور اس کی مسلسل کوشش یہی رہی کہ ان لوگوں کو سکون نصیب نہ ہونے پائے اس کے بعد مستعین کا جب عہد آیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کو قید خانہ میں رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ سعی پیہم کی کہ کسی صورت سے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو قتل کرادے اور اس کے لیے اس نے مختلف راستے تلاش کیے۔

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ اس نے اپنے شوق کے مطابق ایک نہایت زبردست گھوڑا خریدا، لیکن اتفاق سے وہ کچھ اس درجہ سرکش نکلا کہ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو سواری نہ دی اور جو اس کے قریب گیا اس کو زمین پردے مار کر ٹاپوں سے کچل ڈالا، ایک دن خلیفہ مستعین باللہ کے ایک دوست نے رائے دی کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا جائے کہ وہ اس پر سواری کریں، اگر وہ اس پر کامیاب ہو گئے تو گھوڑا رام ہو جائے گا اور اگر کامیاب نہ ہوئے اور کچل ڈالے گئے تو تیرا مقصد پورا ہو جائے گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن اللہ کی شان کہ جب آپ رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچے تو وہ اس طرح بھیگی بلی بن گیا کہ جیسے وہ کبھی وحشی ہی نہ رہا ہو۔

بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ گھوڑا حضرت ہی کے حوالے کر دے (شواہد النبوت ص ۲۱۰)۔

پھر مستعین کے بعد جب معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی آل محمد ﷺ کو ستانے کی عادت جاری رکھی اور اس کی کوشش کرتا رہا کہ عہد حاضر کے امام زمانہ اور فرزند رسول امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس نے ۲۵۴ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کو زہر سے شہید کرا دیا، یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ جس نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو بے انتہا غم میں مبتلا کر دیا۔

امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ خطرات میں محصور ہو گئے کیونکہ حکومت کا رخ اب آپ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف تھا۔

معتز نے ایک شقی ازلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو دیدیا اس نے آپ کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن آخر میں وہ آپ کا معتقد بن گیا، آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت گزاری اور روزہ داری نے اس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی اور آپ کو دولت سرا تک پہنچا دیا۔

علی بن محمد زیاد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا: جس میں لکھا تھا کہ تم خانہ نشین ہو جاؤ کیونکہ ایک بہت بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے غرضیکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوا اور حجاج بن سفیان نے معتز کو قتل کر دیا۔

(کشف الغمہ ص ۱۲۷)۔

پھر جب مہدی باللہ کا عہد آیا تو اس نے بھی بدستور اپنا عمل جاری رکھا اور حضرت کو ستانے میں ہر قسم کی کوشش کرتا رہا ایک دن اس نے صالح بن وصیف نامی ناصبی کے حوالہ آپ کو کر دیا اور حکم دیا کہ ہر ممکن طریقہ سے آپ کو ستائے۔

صالح کے مکان کے قریب ایک بدترین حجرہ تھا جس میں آپ قید کئے گئے صالح بدبخت نے جہاں اور طریقہ سے ستایا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ کو کھانا اور پانی سے بھی تنگ رکھتا تھا آخر ایسا ہوتا رہا کہ آپ تیمم سے نماز ادا فرماتے رہے۔

ایک دن اس کی بیوی نے کہا: اے دشمن خدا! یہ فرزند رسول ہیں۔ ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کر، اس نے کوئی توجہ نہ کی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بنی عباسیہ کے ایک گروہ نے صالح سے جاکر درخواست کی کہ حسن عسکری ؓ پر زیادہ ظلم کیا جانا چاہئے اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کے اوپر دو ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا ہے جن کا ظلم وتشدد میں جواب نہیں ہے، لیکن میں کیا کروں، کہ ان کے تقویٰ اور ان کی عبادت گذاری سے وہ اس درجہ متاثر ہو گئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں، میں نے ان سے جواب طلبی کی تو انہوں نے قلبی مجبوری ظاہر کی یہ سن کر وہ لوگ مایوس واپس گئے۔

الغرض! مہدی کا ظلم وتشدد زوروں پر تھا اور یہی نہیں کہ وہ امام حسن عسکری ؓ پر سختی کرتا تھا بلکہ یہ کہ وہ ان کے ماننے والوں کو برابر قتل کر رہا تھا۔

ایک دن آپ کے ایک ساتھی احمد بن محمد نے ایک عریضہ کے ذریعہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ ؓ نے تحریر فرمایا: گھبراؤ نہیں کہ مہدی کی عمر اب صرف پانچ دن باقی رہ گئی ہے۔

چنانچہ چھٹے دن اسے کمال ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

(کشف الغمہ ص ۱۲۶)

اپنے عقیدت مندوں میں امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کا دورہ حیات

جعفر بن شریف جرجانی بیان کرتے ہیں:

میں حج سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن عسکری ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے عرض کی کہ آقا! اہل جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار ہیں آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہنچو گے اسی دن شام کو میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ تم انہیں باخبر کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام حسن عسکری ؓ کی تشریف آوری ہوئی آپ نے سب سے ملاقات کی اور سب نے شرف زیارت حاصل کیا، پھر لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں امام حسن عسکری ؓ نے سب کو مطمئن کر دیا اسی سلسلہ میں نصر بن جابر نے اپنے فرزند کو پیش کیا، جو نابینا تھا حضرت حسن عسکری ؓ نے اس کے چہرہ پر دست مبارک پھیر کر اسے بینائی عطا کی پھر آپ اسی روز واپس تشریف لے گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

ایک شخص نے آپ کو ایک خط بلا روشنائی کے قلم سے لکھا آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا اور اس کے باپ کا نام بھی تحریر فرما دیا یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص حیران ہو گیا اور اسلام لایا اور آپ کی ولایت کا معتقد بن گیا۔ (دمعہ ساکبہ ص ۱۷۲)۔

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان اللہ جعل للشر اقفالا و جعل مفاتیح تلك الاقفال الشراب، والکذب شر من الشراب

اللہ تعالیٰ نے شر کے لئے بہت سے قفل قرار دیئے ہیں۔ انکی کنجی شراب ہے اور جھوٹ بولنا شراب سے بھی بدتر ہے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رد المعتاد عن عادته کالمعجز

لوگوں کی غلط عادتیں چھڑا دینا معجزہ کی طرح ہیں۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اشد الناس اجتهادا من ترك الذنوب (بحار ج ۱۷ ص ۲۱۷)

تمام لوگوں میں مجاہد ترین شخص وہ ہے جو گناہ کو ترک کردے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاتمار فیذهب بهاوك، ولا تمازح فیجترء علیك

جدال نہ کرو ورنہ احترام ختم ہو جائیگا، اور ہنسی و مذاق نہ کرو ورنہ لوگ گستاخی سے پیش آئیں گے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لیست العبادة کثرة الصیام و الصلاة، و انما العبادة کثرة التفکر فی امر اللہ

کثرت روزہ و نماز کو عبادت نہیں کہتے بلکہ امر خدا میں تدبر و تفکر کرنا عبادت ہے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من الفواقر التی تقصم الظهر جار ان رای حسنة اطفاها، وان رای سیئة افشاها۔

(تحف العقول ص ۸۸۶)

کمر شکن بلاؤں میں سے ایک وہ ہمسایہ ہے جو جب کوئی اچھائی وخوبی دیکھتا ہے تو چھپاتا ہے اور جب برائی دیکھتا ہے تو اسے فاش کرتا ہے۔

من وعظ اخاه سرا فقد زانه و من وعظ علانیة فقد شانه

جو اپنے مومن بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرتا ہے وہ اس کی شان بلند کر دیتا ہے اور جو علانیہ نصیحت کرتا ہے وہ اس برادرِ مومن کو رسوا کر دیتا ہے۔ (تحف العقول، ص ۵۲۰)

ما اقبح بالمومن ان تکون له رغبه تذله

مومن کے لئے کتنا برا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی خواہش کرے جو اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی ہیں۔ (تحف العقول، ص ۵۲۰)

اقل الناس راحة الحقود (تحف العقول، ص ۵۱۸)

کینہ رکھنے والے کو کبھی آرام نہیں ملتا۔

لایشغلك رزق مضمون عن عمل مفروض

رزق کا ضامن خدا ہے اس لئے تمہارا رزق تمہیں واجبات سے نہ روک دے۔

(تحف العقول عن آل الرسول، ص ۵۱۹)

التواضع نعمة لاتحسد علیه

تواضع ایسی نعمت ہے جس سے کوئی حسد نہیں کرتا۔

(تحف العقول، ص ۵۱۸)

جرأة الولد علیٰ والدہ فی صغرہ تدعوا الیٰ العقوق فی کبرہ

بچپن میں فرزند کی گستاخی بڑے ہوکر اس کے عاق ہونے کا سبب بنتی ہے۔

(بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۳۷۴)

لاتمار فیذهب بهاءك ولاتمازح فیجترء علیك

لڑائی جھگڑے سے انسان کا احترام ختم ہو جاتا ہے اور زیادہ مذاق کرنے سے انسان گستاخ ہو جاتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۷۶، ص ۵۹)

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔

۲۔ اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔

۳۔ تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔

۴۔ بلاوجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔

۵۔ پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا، اور برائیوں کو اچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔

۶۔ یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز، روزے کو ادا کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے بارے میں سوچ بچار کرے۔

۷۔ وہ شخص بدترین ہے جو دومونہا اور دوزبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تو اپنی زبان سے خوش کردے اور جب وہ چلا جائے تو اسے کھا جانے کی تدبیر سوچے، جب اسے کچھ ملے تو یہ حسد کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو قریب نہ پھٹکے۔

۸۔ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۹۔ حسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا۔

۱۰۔ پرہیز گار وہ ہے کہ جو شب کے وقت غور وفکر سے کام لے اور ہر امر میں محتاط رہے۔

۱۱۔ بہترین عبادت گزار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے۔

۱۲۔ بہترین متقی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقاً چھوڑ دے۔

۱۳۔ جو دنیا میں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔

۱۴۔ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھا بوؤ گے تو اچھا کاٹو گے، برا بوؤ گے تو ندامت ہوگی۔

۱۵۔ حرص اور لالچ سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا۔

۱۶۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے برکت ہے۔

۱۷۔ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔

۱۸۔ دنیا کی تلاش میں کوئی فریضہ نہ گنوا دینا۔

۱۹۔ طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیر ممدوح ہے۔

۲۰۔ کوئی کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑ دے گا ذلیل تر ہو جائے گا۔

۲۱۔ میں اپنے ماننے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں دین کے بارے میں پرہیز گاری کو شعار بنالیں خدا کے متعلق پوری سعی کریں اور اس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں، سچ بولیں، امانتیں چاہے مسلمان کی ہوں یا کافر کی، ادا کریں، اور اپنے سجدوں کو طول دیں اور سوالات کے شیریں جواب دیں تلاوت قرآن مجید کیا کریں موت اور خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔

۲۲۔ جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا، دل کا اندھا ہونا ہماری مودت سے غافل رہنا ہے قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے "رب لما حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا" میرے پالنے والے ہم تو دنیا میں بینا تھے ہمیں یہاں اندھا کیوں اٹھایا ہے جواب ملے گا ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا۔ "لوگو! اللہ کی نعمت اللہ کی نشانیاں ہم اہلِ بیت ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے شر نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اولیٰ میں سوہ "ھل اتی" پڑھنا چاہئے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار منہ خربوزہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے (بحارالانوار جلد ۱۴)۔

معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

۲۵۶ ہجری میں معتمد عباسی خلافت مقبوضہ کے تخت پر متمکن ہوا، اس نے حکومت کی عنان سنبھالتے ہی اپنے آبائی طرز عمل کو اختیار کرنا اور جدی کردار کو پیش کرنا شروع کر دیا اور دل سے اس کی سعی شروع کر دی کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے زمین خالی ہو جائے، یہ اگرچہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی بغاوت کا شکار ہو گیا تھا لیکن پھر بھی اپنے مشن سے غافل نہیں رہا" اس نے حکم دیا کہ عہد حاضر میں خاندان رسالت کی یادگار، امام حسن عسکری کو قید کر دیا جائے اور انہیں قید میں کسی قسم کا سکون نہ دیا جائے

آخر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ بلا جرم و خطا آزاد فضا سے قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے اور آپ پر علی بن اوتاش نامی ایک ناصبی مسلط کر دیا گیا جو آل محمد اور آل ابی طالب کا سخت ترین دشمن تھا اور اس سے کہہ دیا گیا کہ جو جی چاہے کرو، تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ابن اوتاش نے حسب ہدایت آپ پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دیں اس نے نہ خدا کا خوف کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کا لحاظ کیا۔

لیکن اللہ رے آپ کا زہد و تقویٰ کہ دو چار دن میں ہی دشمن کا دل موم ہو گیا اور وہ حضرت کے پیروں پر پڑ گیا، آپ کی عبادت گذاری اور تقویٰ و طہارت دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا، آپ کی عظمت و جلالت کی وجہ سے سر جھکا کر آتا اور چلا جاتا، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ دشمن بصیرت آگیں بن کر آپ کا معترف اور ماننے والا ہو گیا (اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

ابو ہاشم داؤد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں اور میرے ہمراہ حسن بن محمد القتفی و محمد بن ابراہیم عمری اور دیگر بہت سے حضرات اس قید خانہ میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ ناگاہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ بھی تشریف لا رہے ہیں ہم نے ان کا استقبال کیا وہ

تشریف لاکر قید خانہ میں ہمارے پاس بیٹھ گئے، اور بیٹھتے ہی ایک اندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر یہ شخص نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ بتا دیتا کہ اندرونی معاملہ کیا ہے اور تم کب رہا ہو گے لوگوں نے یہ سن کر اس اندھے سے کہا کہ تم ذرا ہمارے پاس سے چندمنٹ کے لیے ہٹ جاؤ، چنانچہ وہ ہٹ گیا اس کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ نابینا قیدی نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے حکومت کا جاسوس ہے اس کی جیب میں ایسے کاغذات موجود ہیں جو اس کی جاسوسی کا ثبوت دیتے ہیں یہ سن کر لوگوں نے اس کی تلاشی لی اور واقعہ بالکل صحیح نکلا ابو ہاشم کہتے ہیں کہ ہم قید کے ایام گذار رہے تھے کہ ایک دن غلام کھانا لایا حضرت نے شام کے لیے کھانا نہ لوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ عصر کے وقت قید خانہ سے برآمد ہو گئے۔ (اعلام الوری ص ۲۱۴)۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی شہادت

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کے امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ قید و بند کی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن ابوالادیان سے ارشاد فرماتے ہوئے کہ تم جب اپنے سفر مدائن سے ۱۵/ روز کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے شور و بکا کی آواز آتی ہوگی (جلاء العیون ص ۲۹۹)۔

الغرض امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو بتاریخ یکم ربیع الاول ۲۶۰ ہجری معتمد عباسی نے زہر دلوادیا اور آپ ۸/ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو جمعہ کے دن بوقت نماز صبح خلعت حیات ظاہری اتار کر بطرف ملک جاودانی رحلت فرما گئے" اناللہ وانا الیہ راجعون "۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۴، فصول المہمہ، ارجح المطالب ص ۲۶۴، جلاء العیون ص ۲۹۶، انوار الحسینیہ جلد ۳ ص ۱۲۴)

عہد عسکرئیں کے چند اہم پہلو

آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ۲۵۰ سالہ دور میں آخری ۴۰ سال یعنی ۲۲۰ھ سے ۲۶۰ھ عہد عسکرئین کہلاتا ہے۔

یہ دو امام یعنی امام علی النقی ؑ اور امام حسن عسکری ؑ کے عہد پر محیط ہے۔ یہ دور تاریخ کے ایسے موڑ پر واقع ہے جہاں سے اہم واقعات رونما ہوئے۔

چند اہم خصوصیات کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ یہ دور ایک رواجی سلسلۂ ہدایت اور شریعت وطریقت کی تعلیمات کو عام کرنے کا دور ہے۔ اس عرصہ میں آئمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی ذمہ داری بڑھ گئی تھی کہ ایسے اقدامات کریں جو بتدریج امت مسلمہ کو اسلام کے حقیقی تقاضوں سے ہم آہنگ کریں۔ مسلسل قید و بند اور کڑی نگرانی میں یہ کام اور بھی مشکل تھا۔

۲۔ آئمہ اہلبیت کے لئے یہ زمانہ پریشانی تشویش اور انقلابی تحریکوں کا دور تھا۔ حکومت کے مسلسل سخت رویہ کے خلاف مملکت میں علویوں کی شورشیں پھیل رہی تھیں۔

۳۔ دربار خلافت کی ہیبت ختم ہو رہی تھی خلافت چند لوگوں کے ہاتھوں ایک گیند کی طرح تھی۔ اور بار بار حکومت بدل رہی تھی۔ متوکل نے اس صورت حال پر قابو پانے کے لئے شہر سامرہ کو بطور دارالخلافہ چنا تا کہ حکومت پر لشکری دباؤ کم کیا جائے۔

۴۔ اس دور کے سیاسی مضمرات طبری کے الفاظ میں "بنی عباس کے لئے اس دور کی تاریخ میں بہت کچھ سبق موجود ہیں۔ بنی عباس نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے جس نسلیت اور گروہ بندی سے فائدہ اٹھایا تھا اور جس مرکز گریز قوت نے ۱۳۲ھ میں بنوامیہ کی سلطنت کو ختم کیا تھا تو یہی قوت پورے ایک سو سال بعد ۲۳۲ھ میں عباسی خلیفہ جعفر المتوکل کے دور خلافت میں بنی عباس کے بھی ٹکڑے کر سکتی تھی اور بالآخر یہی ہوا"۔

(تاریخ طبری، باب نہم)

اس زمانہ میں رضائے آل محمد ﷺ کے نام حکومت کے ظلم کے خلاف بہت سی تحریکیں اٹھیں۔ مورخین نے ایسی ۱۸ تحریکوں کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ اپنے الفاظ میں ارشاد حسین ازہر نے "تخت وتاج خلافت" میں بھی سیاسی طور پر اس دور کی اہمیت کا ذکر کیا ہے" بنی عباس کی حکومت بنی امیہ کی قبر پر تیار ہوئی تھی اور بنی عباس نے ان جذبات نفرت سے فائدہ اٹھا کر یہ سلطنت حاصل کی تھی جو بنی امیہ کے بے اعتدالیوں اور دشمنی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مملکت میں جا بہ جا موجود تھے۔لیکن تخت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے مظالم میں بنی امیہ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔"

۶۔ اس دور میں بنی عباس کے مظالم نے ایک نیا رخ اختیار کیا بنی امیہ اور بنی عباس میں دشمنی اہلبیت ایک قدر مشترک ہے دونوں ظالم تھے۔لیکن خلفائے بنی عباس میں اہلبیت سے بیحد دشمنی کی بناء پر متوکل کو یزید ثانی کہتے ہیں۔اس کی حکومت کے ۱۴ سال آئمہ عسکرئین کے لئے سخت ترین زمانہ تھا۔تقابلی طور پر کربلا ایک منزل ہے جہاں ظلم زندوں اور بے جان لاشوں تک محدود رہا۔لیکن متوکل کے ظلم نے کربلا کے مصائب بھلا دیئے۔ظلم کے نت نئے طریقے اختیار کئے گئے اور قبر حسین رضی اللہ عنہ کے انہدام کا منصوبہ بنایا گیا۔

قبر حسین رضی اللہ عنہ کے اطراف کی زمین پر ہل چلادیئے گئے اور چاہتا تھا کہ قبر حسین رضی اللہ عنہ کو منہدم کردیں لیکن ہل چلانے والے جانوروں نے قبر کا رخ نہیں کیا اور نگرانوں کی سختی کے باوجود اپنی جگہ اڑ گئے۔

شائد جانوروں کا شعور بھی ولایت کا عارف ہوتا ہے چاہے بد بخت انسان نہ جانے۔متوکل اپنی فطری شرارت کی بناء پر نئے مظالم سوچتا رہتا تھا انہدام کے منصوبہ میں ناکام ہونے پر ۲۴۴ھ میں قبر حسین رضی اللہ عنہ کو دریا برد کرنے کے لئے نہر علقمہ کا رخ موڑ دیا لیکن پانی مزار کے اطراف حلقہ بنا کر رک گیا زائرین جانتے ہیں کہ قبر کے اطراف کا علاقہ نسبتًا اونچا ہے اور اصل قبر نشیب میں ہے لیکن پانی نے فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کی اور حلقہ بنا کر ٹھہر گیا اور لوگوں کو متحیر کر دیا یہ رقبہ آج تک حائر کہلاتا ہے۔

مسلسل ناکامیوں کے بعد اب مظالم کا رخ زائرین کی طرف موڑ دیا گیا زائرین پرنت نئی پابندیاں عائد کی گئیں جن میں نقد ٹیکس مال متاع کا نقصان، دست و پیر کاٹنا اور حتی کہ سزائے موت بھی شامل تھی۔لیکن زیارت حسین رضی اللہ عنہ کا جوش اور ولولہ کم نہیں ہوا بلکہ اس کا الٹا اثر ہوا۔اور لوگوں نے اپنے نفرت وغصہ کو نعروں اور اشعار کی شکل میں بغداد کے شہر اور مسجد کی دیواروں پر لکھ

کر ظاہر کیا۔

ان تمام نا مساعد حالات میں امام علی نقی رضی اللہ عنہ ایک ستون کی طرح ڈٹے رہے اور اپنے محبوں کو یہ بتلاتے جاتے تھے کہ متوکل مصیبت پر مصیبت ڈھادے تم پرواہ نہ کرو اگر حسین یاد آئیں تو زیارت جامعہ پڑھو۔ آپ نے خود اس زیارت کو تحریر کروایا۔

المختصر یہ کہ یہ دور تاریخی، علمی اور سیاسی اعتبار سے اہم خصوصیات کا حاصل رہا ہے۔

آئمہ عسکرئین کے علمی فیوض

مخلوقات کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کے بعد جہاں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سپرد ہوا وہاں اہل بیت اطہار کے خانوادے اور اولیائے کرام کا سلسلہ بھیجا گیا لیکن اہل بیت اطہار کے آئمہ میں سے کسی بھی امام کو کام کرنے کا موقع میسر نہ ہوسکا۔

ہر امام اپنے پیش رو امام کی طرح ہدایت و رشد اور دعوت الی اللہ اور افہام و تبلیغِ دیں کا منشور عام کرتا رہا قرآن کی اشاعت اور تفسیر، حدیث کی کتابت، عقائد کی تعلیم و تشریح کو بطور فرض منصبی ادا کیا۔

آئمہ عسکرئین کے حوالے سے قید تنہائی اور وطن سے دوری کی وجہ سے ان کے متعلق نسبتاً کم معلومات تک رسائی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ان کے علمی فیوض، کمالات اور کرامات کا احصا مشکل ہے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی فیوض و برکات

۱۔ تدوین حدیث کے لئے بے شمار مواد امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے عہد میں تیار ہوا۔ محدثین اور مفسرین نے کثرت سے آپ سے نقل کیا ہے۔

۲۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے علم بالقرآن کے حوالہ سے ایک فلسفی اسحق کندی کا واقعہ ہے کہ کس طرح امام نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ تناقصات القران لکھنے سے دستبردار کردیا مراد الٰہی اور فہم بندہ میں ٹکراؤ میں صاحب کلام کسی کی سمجھ کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ (تفصیل گزر چکی ہے)

۳۔ علمی اور ثقافتی پہلو کے بارے میں علماء نے کہا کہ آپ سے نقل ہونے والے مختلف علوم و دانش نے کتابوں کے صفحات پر کردیے۔

۴۔ کفر آمیز افکار اور شبہات کی رد میں استدلالی اور منطقی جوابات، مناظرے، علمی بحثیں، بیانات

،خطوط آپ کی کوششوں کے آئینہ دار ہیں ۔ (تاریخ اسلام)

۴۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی علمی فیوض کے ذیل میں درود طوسی کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ بعض عرفاء خواجہ نصیر الدین طوسی کی نسبت سے اس کو درود طوسی کہتے ہیں۔ بر روایت شیخ صدوق اس درود کی اصل دعائے توسل ہے اور ائمہ اہل بیت سے منسوب ہے۔

ہر امام کے لئے مختلف اور مخصوص الفاظ اور القاب کا ذکر ہے۔

۵۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا بہت عالی قدر علمی فیض قرآن کی وہ تفسیر ہے جو عرف عام میں "تفسیر عسکری" کہلاتی ہے۔

بعض محققین کو شک ہے کہ یہ امام سے منسوب کر دی گئی ہے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی شخصیت علمائے کرام کی نظر میں

وجود مقدس و نورانی حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ ایک قول کے مطابق ۱۰ ربیع الثانی، سال ۲۳۲ ہجری قمری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت علی ابن محمد الہادی رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ ایک متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں کہ جنکا نام حدیث تھا۔ ظالم اور غاصب حکومت کی طرف سے ایجاد کردہ حالات کی وجہ سے امام عسکری رضی اللہ عنہ کو شہر سامرا میں سالہا سال ایک فوجی چھاؤنی میں رہنے کی وجہ سے عسکری کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور یہی آپ کا سب سے معروف و مشہور لقب بھی ہے۔ آخر کار زمانے کی بے وفائی، ظالم اور غاصب حکومت کی طرف سے زہر دینے کی وجہ سے یہ مظلوم و مسموم امام ۸ ربیع الاول کو سال ۲۶۰ ہجری کو جام شہادت نوش فرما گئے اور اپنے ذاتی گھر میں، کہ جو آج بھی آپ کا، آپ کے والد گرامی، حضرت نرجس خاتون اور بی بی حکیمہ خاتون (رضی اللہ عنہم) کا نورانی و مقدس حرم مطہر ہے، دفن کیے گئے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی نورانی و بابرکت شخصیت کو علمائے کرام کی نظر میں بیان کریں گے:

جاحظ (متوفی ۲۵۰ ہجری)

جاحظ تیسری صدی کا اہل سنت کا عالم ہے۔ وہ بنی امیہ کے فخر کرنے کو ردّ کرتے ہوئے، دس آئمہ کے اسماء کو ذکر کرتا ہے کہ امام عسکری رضی اللہ عنہ کا نام بھی ان آئمہ میں ذکر کرتا ہے اور ان کی اسطرح تعریف و مدح کرتا ہے کہ:

و من الذی یعد من قریش ما یعدہ الطالبیون عشرۃ فی نسق، کل واحدٍ منھم عالمٌ، زاھدٌ، ناسکٌ، شجاعٌ، جوادٌ، طاھرٌ، زاکٍ، فمنھم خلفاء، و منھم مرشحون ابن ابن ابن ابن، ھکذا إلی عشرۃ، و ھم الحسن العسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی، و ھذا لم یتفق لبیت من بیوت العرب، و لا من بیوت العجم.

اور جو قریش میں سے شمار ہوتا ہے، وہ بنی ہاشم کی اولاد میں ہیں کہ ایک ہی سلسلے میں وہ دس

امام تھے کہ ان میں سے ہر ایک عالم، زاہد، عبادت گزار، شجاع، سخی و بخشش گر و پاک فطرت تھا کہ ان میں سے بعض خلیفہ تھے اور بعض خلافت وخلیفہ بننے کی قابلیت وصلاحیت رکھتے تھے کہ وہ ترتیب کے ساتھ باپ اور بیٹا تھے (یعنی ہر پہلا امام اپنے سے بعد والے امام کا باپ تھا، سوائے امام حسن اور امام حسین کے) اور اسطرح وہ دس بندے ہوتے ہیں کہ وہ: حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) ہیں، اور یہ فخر عرب اور عجم کے گھرانوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا ہے۔ (رسائل الجاحظ، ص ۴۵۳)

محمد بن طلحہ (متوفی ۶۵۲ ہجری)

محمد بن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب السؤول میں امام عسکری رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

أبي محمد الحسن بن علي رضي الله عنه الإمام الحسن الخالص و أما مناقبه فاعلم أن المنقبة العليا و المزية الكبرى التي خصه الله عزو جل بها ، و قلده فريدها ، و منحه تقليدها ، و جعلها صفة دائمة لا يبلي الدهر جديدها ، و لا تنسى الألسن تلاوتها و ترديدها ، أن المهدي محمد نسله ، المخلوق منه ، و ولده المنتسب إليه، و بضعته المنفصلة عنه.

ابو محمد حسن ابن علی، امام حسن عسکری انکے فضائل ومناقب ایسے بلند وعالی تھے کہ جو خداوند نے ان کو عطا کیے ہوئے تھے۔ وہ ایسے زندہ فضائل تھے کہ زمانہ بھی ان کو پرانا نہ کر سکا اور اپنوں وغیروں کی زبانوں سے وہ فضائل فراموش نہ ہو سکے۔ (امام) مہدی رضی اللہ عنہ اسی امام کی نسل سے ہیں، انکے بیٹے اور انکے بدن کا ٹکڑا ہیں۔ (مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول رضی اللہ عنہم، ص ۴۷۵،۴۷۶)

سبط ابن الجوزی (متوفی ۶۵۴ ہجری)

سبط بن جوزی حنفی نے امام عسکری رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

هو الحسن بن علي بن محمد بن علي بن موسى الرضا بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابی طالب گ و كان عالماً ثقة. تذکرۃ الخواص، ص ۳۶۲)

حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی الرضا بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ایک عالم اور مورد اعتماد انسان تھے۔

ابن صباغ (متوفی ۸۵۵ ہجری)

ابن صباغ مالکی نے بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں بیان کیا ہے:

أبو محمد الحسن الخالص بن على العسكرى الإمام القائم بعد أبى الحسن على بن محمد ابنه أبو محمد الحسن لاجتماع خلل الفضل فيه و تقدمه على كافة أهل عصره فيما يوجب له الإمامة و يقضى له بالمرتبة من العلم و الورع و النزاهة و كمال العقل و كثرة الأعمال المقربة الى الله تعالى ثم لنص أبيه عليه و اشارته الخلافة اليه.

ابو محمد حسن بن علی عسکری، اپنے والد ابوالحسن علی الہادی کے بعد امام بنے۔ ان کے فضائل و مناقب حد سے زیادہ تھے۔ منصب امامت اور حکومت کے لیے تمام شرائط جیسے علم، شجاعت، زہد، عقل، عصمت، سخاوت سب ان میں پائی جاتی تھیں اور بہت سے نیک اعمال کہ جو ایک انسان کو خداوند کے نزدیک کرتے ہیں، وہ امام عسکری میں دوسرے انسانوں کی نسبت بطور کامل موجود تھے اور اسکے علاوہ انکے والد محترم امام ہادی کی طرف سے، انکی امامت اور جانشینی کے بارے میں واضح طور پر نص اور انکے کلام میں اشارے بھی موجود تھے۔ (الفصول المہمۃ فی معرفۃ الأئمۃ)

فضل اللہ بن روز بہان (متوفی ۹۲۷ ہجری)

فضل بن روز بہان خنجی شافعی کہ جو ایک متعصب عالم تھا، اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں صلوات کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اللهم صل و سلم على الإمام الحادى عشر، المقتدى الرضى المجتبى الوفى المقتفى فى العبادة آثار النبى و الولى و المسخر لعسكر الملائكة بالعزم القوى النور الجلى، البدر الوضى ذى القدر العلى و المجد البهى و العز السنى وارث الإمامة من الوصى والد الحجة الصفى و ولد النبى الزكى أبى محمد الحسن العسكرى ابن على النقى المتوفى فى شبابه بالبلاء المدفون عند أبيه بسر من رأى.

خدایا گیارویں امام پر سلام اور صلوات بھیج، کہ جو پیشوا، خداوند ان سے راضی، خدا کے انتخاب شدہ، اپنے عہد پر وفا کرنے والے، اپنی عبادت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی پیروی کرنے والے، خداوند کے ولی، پختہ و قوی عزم و ارادے کے ساتھ ملائکہ کے لشکر کو تسخیر کرنے

والے، نور واضح خداوند. بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے، انکی عزت و بزرگی انتہائی جلال و کمال والی ہے، اور وہ حضرت اپنے وصی کی طرف سے امامت کے عہدے کے وارث تھے، اور وہ برگزیدہ حجت خدا کے والد گرامی اور پاکیزہ رسول خدا کے فرزند ہیں، اور انکی کنیت حضرت ابومحمد اور انکا لقب عسکری ہے، وہ جوانی میں مصائب و بلا میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے اور وہ اپنے والد کے ساتھ شہر سامرا میں دفن ہیں۔ (وسیلۃ الخادم الی المخدوم)

ابن حجر ہیثمی (متوفی ۹۷۳ ہجری)

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الصواعق محرقہ میں امام عسکری علیہ السلام کے بارے میں اور امام کی بہلول کے ساتھ گفتگو کو اس طرح لکھا ہے کہ:

أبو محمد الحسن الخالص و جعل ابن خلكان هذا هو العسكري ولد سنة اثنتين و ثلاثين و مائتين و وقع لبهلول معه أنه رآه و هو صبي يبكي و الصبيان يلعبون فظن أنه يتحسر على ما في أيديهم فقال اشتري لك ما تلعب به فقال يا قليل العقل ما للعب خلقنا فقال له فلماذا خلقنا قال للعلم و العبادة فقال له من أين لك ذلك قال من قول الله عزو جل (أفحسبتم أنما خلقناكم عبثا و أنكم إلينا لا ترجعون) المؤمنون ۱۵ ثم سأله أن يعظه فوعظه بأبيات ثم خر الحسن مغشيا عليه فلما أفاق قال له ما نزل بك و أنت صغير لا ذنب لك فقال إليك عني يا بهلول إني رأيت والدتي توقد النار بالحطب الكبار فلا تتقد إلا بالصغار و إني أخشى أن أكون من صغار حطب نار جهنم.

ابومحمد حسن خالص.....ان اور بہلول کے درمیان یہ واقعہ ہوا کہ بہلول نے امام کو جب دیکھا تھا تو وہ بہت چھوٹے بچے تھے، بہلول نے دیکھا کہ دوسرے بچے کھیل رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں۔ بہلول نے سوچا کہ بچوں کھلونوں سے کھیل رہے ہیں اور امام کے پاس کھلونے نہیں ہیں، اس لیے وہ رو رہے ہیں۔ بہلول نے کہا میں تمہارے لیے بھی وہی کھلونے خریدوں گا۔ ابومحمد حسن نے فرمایا: اے بہلول اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھیلنے کے لیے خلق نہیں کیا۔ بہلول نے کہا: تو پھر خدا نے ہمیں کس لیے خلق کیا ہے؟ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم اور عبادت کرنے کے لیے خلق کیا ہے۔ بہلول نے کہا: اس بات کو تم کیسے اور کہاں سے کہہ رہے ہو؟ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

أفحسبتم أنما خلقناکم عبثا و انکم إلینا لا ترجعون۔

کیا تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو بیہودہ خلق کیا ہے اور تم نے ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا ؟ سورہ مؤمنون آیہ ۱۱۵۔

پھر نے اس چند نصیحتیں کیں، بہلول نے بھی امام کو اس آیت کے بارے میں چند اشعار پڑھ کر سنائے، ان اشعار کو کہ جو قیامت و آخرت کے بارے میں تھے، امام عسکری نے سنے تو وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے اور جب ہوش میں آئے تو بہلول نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے کہا کہ آپ تو ابھی چھوٹے ہیں، یہ آیات آپ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، بچے تو کوئی گناہ نہیں کرتے، آپ اس آیت کو سن کر کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ امام نے اس سے کہا: اے بہلول کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ بڑی لکڑیوں کو آگ لگانا چاہتی ہیں تو وہ پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو جلاتی ہے تا کہ بڑی لکڑی کو بھی آگ لگ جائے، اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میں جھنم کی ان چھوٹی چھوٹی لکڑیوں میں سے نہ ہوں۔ (الصواعق المحرقۃ)

حضرمی (متوفی ۱۰۴۷ ہجری)

احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی شافعی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی کرامات کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

ابو محمد الحسن الخالص بن علی العسکری، کان عظیم الشان جلیل المقدار ووقع له مع المعتمد لما حبسه کرامه ظاهرة مشهورة.

(وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل، مخطوط، ص ۲۰۲)

ابو محمد حسن خالص ابن علی عسکری، وہ بہت عظیم شان اور بلند مرتبہ انسان تھے، اور جب معتمد نے انکو زندان میں ڈالا تو ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں کہ جو مشہور ہیں۔

شبلنجی (متوفی ۱۳۲۲ ہجری)

شبلنجی شافعی عالم اہل سنت نے امام حسن عسکری علیہ السلام کا نام ذکر کر کے اس کے ذیل میں امام کی ایک کرامت کو بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

فی ذکر مناقب الحسن الخالص بن علی الهادی بن محمد الجواد الاولی هی جامعة الکرامات حدث أبو هاشم داود بن قاسم الجعفری قال کنت فی الحبس الذی فی الجوسق

ـ أنا و الحسن بن محمد، و محمد بن إبراهيم العمري، و فلان و فلان خمسة أو ستة ـ إذ دخل علينا أبو محمد الحسن بن علي العسكري، و أخوه جعفر، فخففنا بأبي محمد، و كان المتولي للحبس، صالح بن يوسف الحاجب، و كان معنا في الحبس رجل أعجمي، فالتفت إلينا الإمام أبو محمد الحسن العسكري، و قال لنا سرا لولا أن هذا الرجل فيكم، أخبرتكم متى يفرج الله عنكم ؟، و هذا الرجل قد كتب فيكم قصة إلى الخليفة، يخبره فيها بما تقولون فيه، و هي معه في ثيابه، يريد الحيلة في إيصالها إلى الخليفة، من حيث لا تعلمون، فاحذروا شره.

قال أبو هاشم فما تمالكنا أن تحاملنا جميعا على الرجل، ففتشناه فوجدنا القصة مدسوسة معه في ثيابه، و هو يذكرنا فيها بكل سؤ، فأخذناها منه وحذرناه، و كان الإمام الحسن يصوم في السجن، فإذا أفطر أكلنا معه من طعامه

قال أبو هاشم فكنت أصوم معه، فلما كان ذات يوم، ضعفت عن الصوم، فأمرت غلامي فجاء لي بكعك، فذهبت إلى مكان خال من الحبس، فأكلت و شربت، ثم عدت إلى مجلسي مع الجماعة، و لم يشعر بي أحد، فلما رآني تبسم و قال أفطرت، فخجلت، فقال لا عليك يا أبا هاشم، إذا رأيت أنك ضعفت، و أردت القوة، فكل اللحم، فإن الكعك لا قوة فيه، و قال عزمت عليك أن تفطر ثلاثا، فإن البنية إذا أنهكها الصوم، لا تتقوى إلا بعد ثلاث

قال أبو هاشم ثم لم تطل مدة الإمام أبي محمد بن علي في الحبس بسبب أن قحط الناس في سر من رأى (سامراء) قحطا شديدا، فأمر الخليفة المعتمد على الله بن المتوكل بخروج الناس إلى الاستسقاء، فخرجوا ثلاثة أيام يستسقون، فلم يسقوا، فخرج الجاثليق في اليوم الرابع إلى الصحراء، و خرج معه النصارى و الرهبان، و كان فيهم راهب، كلما مد يده إلى السماء هطلت بالمطر، ثم خرجوا في اليوم الثاني و فعلوا كفعلهم في أول يوم، فهطلت السماء بالمطر، فعجب الناس من ذلك، و داخل بعضهم الشك، وصبا بعضهم إلى دين النصرانية، فشق ذلك على الخليفة، فأنفذ إلى صالح بن يوسف أن أخرج أبا محمد من الحبس، و ائتني به.

فما حضر الإمام أبو محمد الحسن عند الخليفة قال له أدرك أمة محمد (صلى الله

علیه و سلم)، فيما لحقهم من هذه النازلة العظيمة

فقال الإمام أبو محمد دعهم يخرجون غدا اليوم الثالث، فقال الخليفة

لقد استغنى الناس عن المطر، فما فائدة خروجهم

قال الإمام لأزيل الشك عن الناس، و ما وقعوا فيه

فأمر الخليفة الجاثليق و الرهبان أن يخرجوا أيضا في اليوم الثالث، على جاري عادتهم، و أن يخرج الناس، فخرج النصارى، و خرج معهم الإمام أبو محمد الحسن، و معه خلق من المسلمين، فوقف النصارى، على جاري عادتهم يستسقون، و خرج راهب معهم، و مد يده إلى السماء، و رفعت النصارى و الرهبان أيديهم أيضا كعادتهم، فغيمت السماء في الوقت، و نزل المطر

فأمر الإمام أبو محمد الحسن بالقبض على يد الراهب، و أخذ ما فيها، فإذا بين أصابعه عظم آدمي، فأخذه الإمام أبو محمد الحسن، و لفه في خرقة، و قال لهم استسقوا فانقشع الغيم، و طلعت الشمس، فتعجب الناس من ذلك

فقال الخليفة ما هذا يا أبا محمد، فقال الإمام هذا عظم نبي من الأنبياء، ظفر به هؤلاء من قبور الأنبياء، و ما كشف عن عظم نبي من الأنبياء تحت السماء، إلا هطلت بالمطر، فاستحسنوا ذلك، و امتحنوه، فوجدوه كما قال

فرجع الإمام أبو محمد الحسن إلى داره في سر من رأى ، و قد أزال عن الناس هذه الشبهة، و سر الخليفة و المسلمون من أجله، و أقام الإمام أبو محمد الحسن بمنزله معظما مكرما، و صلات الخليفة و إنعاماته تصل إليه في كل وقت

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب اور کرامات کے بارے میں ہے کہ:

اول: وہ کرامات کا مجموعہ ہیں، ابو ہاشم داود بن قاسم جعفری نے کہا ہے کہ: ہم قلعے والے زندان میں تھے کہ ابو محمد حسن بن علی عسکری اور انکا بھائی جعفر بھی وہاں آئے، زندان کا نگران صالح ابن یوسف تھا، ہمارے ساتھ زندان میں ایک غیر عربی بندہ بھی تھا۔ ابو محمد امام عسکری نے جب ہمیں دیکھا تو مخفی طور پر ہمیں کہا کہ: اگر یہ بندہ ادھر نہ ہوتا تو میں تم کو بتاتا کہ تمہاری یہاں سے رہائی کب ہوگی، اس بندے نے تمہارے بارے میں خلیفہ کو خط لکھا ہے اور اس میں تمہارے

خلاف تمہاری ساری باتوں کو بھی لکھا ہے، اس نے خط کو اپنے کپڑوں میں چھپایا ہے اور اب وہ سوچ رہا ہے کہ اسکو کس طرح سے خلیفہ تک پہنچائے، وہ تھوڑا خطرناک ہے پس تم اس سے تھوڑی احتیاط سے رہا کرو۔

ابو ہاشم نے کہا کہ: ہم چند بندوں نے اسکو پکڑ کر اس کے لباس کی تلاشی لی اور ہم نے دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑوں میں خط کو چھپایا ہوا تھا اور اس نے ہمارے خلاف سب کچھ لکھا ہوا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس سے لے پھاڑ دیا اور اس دن کے بعد ہم نے اس کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی۔ امام حسن عسکری زندان میں روزہ رکھا کرتے تھے اور افطار کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔

ابو ہاشم نے کہا کہ: اس دفعہ جب حضرت ابو محمد زندان میں آئے تو وہ زیادہ عرصہ زندان میں نہ رہے کیونکہ سامرا میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تھے، خلیفہ معتمد نے حکم دیا کہ سارے لوگ صحرا میں جمع ہو کر بارش ہونے کی دعا کریں۔ سارے لوگوں نے مسلسل تین دن صحرا میں جمع ہو کر دعائیں کیں لیکن بارش نازل نہ ہوئی۔ چوتھے دن مسیحیوں کا بڑا رہنما جاثلیق، نصاریٰ اور راہبوں کے ساتھ مل کر صحرا میں گیا۔ ان میں سے ایک راہب جب بھی آسمان کی طرف اپنے ہاتھ دعا کے لیے بلند کرتا تو فورا بہت ہی زیادہ بارش برسنا شروع ہو جاتی تھی۔ اس سے بعد والے دن بھی جاثلیق نے اسی ترتیب کے ساتھ دعا کی تو اس قدر زیادہ بارش ہوئی کہ قحط زدہ لوگوں کو اب بارش کی ضرورت نہ رہی۔ اس بات پر لوگوں نے بہت تعجب اور حیرت کا اظہار کیا اور بعض مسلمان اپنے دین اور مذہب کے سچا ہونے میں شک و تردید کا شکار ہو گئے اور انکی توجہ مسیحی مذہب کی طرف زیادہ ہونے لگ گئی۔ یہ بات خلیفہ کو بہت بری لگی اور اس نے ناچار ہو کر صالح ابن یوسف کو حکم دیا کہ ابو محمد حسن کو زندان سے آزاد کر کے میرے پاس لے کر آؤ۔ جب ابو محمد خلیفہ کے پاس آئے تو خلیفہ نے ان سے کہا کہ: تمہارے دادا کی امت گمراہ ہو رہی ہے، اس کا کچھ کرو۔ امام نے فرمایا: جاثلیق اور راہبوں سے کہو کہ کل منگل والے دن صحرا میں آ جائیں۔ خلیفہ نے کہا کہ اب تو صحرا میں جانے کا فائدہ ہی نہیں ہے کیونکہ اب لوگوں کو بارش کی ضرورت نہیں ہے۔ امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تا کہ لوگوں اور مسلمانوں کے شک و تردید کو ختم کر کے ان کو حقیقت سے آگاہ کر سکوں۔ خلیفہ کے حکم کے مطابق جاثلیق اور راہب منگل والے دن صحرا میں

حاضر ہو گئے۔

ابو محمد امام عسکری رضی اللہ عنہ بھی بہت سے لوگوں کے ساتھ صحرا میں آئے۔ اس وقت مسیحیوں اور راہبوں نے بارش کے لیے دعا کی۔ آسمان پر بادل آئے اور بارش برسنا شروع ہو گئی۔ امام عسکری نے فرمایا کہ: اس راہب کے ہاتھ کو پکڑو اور جو کچھ اس نے ہاتھ میں چھپایا ہوا ہے، اس کو باہر نکالو۔ جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک ہڈی کو چھپایا ہوا تھا۔ امام نے اس سے ہڈی کو لے ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا اور پھر راہبوں سے کہا کہ اب بارش کے لیے دعا کریں۔ انھوں جونہی ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کیا، تو بادل آسمان سے غائب ہو گئے اور سورج نکل آیا۔ لوگوں نے بہت تعجب کیا۔

خلیفہ نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ ہڈی کیا اور کس کی ہے؟ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کے ایک نبی کی ہڈی ہے کہ جوان لوگوں نے انبیاء کی قبروں سے نکالی ہے اور جب بھی اللہ کے نبی کی ہڈی ظاہر ہوتی ہے تو فوراً بارش ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

خلیفہ نے امام عسکری رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعریف کی اور بہت خوش ہوا اور اس ہڈی کو آزمایا تو دیکھا کہ ویسے ہی ہے کہ جس طرح امام فرما رہے ہیں۔ یہی واقعہ باعث بنا کہ امام عسکری رضی اللہ عنہ کو زندان سے آزاد کر دیا گیا اور وہ سامرا میں اپنے گھر چلے گئے اور لوگوں کو بھی اس شک اور تردید سے نجات مل گئی۔ اس کام سے خلیفہ اور سب مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اس موقع پر امام عسکری رضی اللہ عنہ نے فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے، اپنے زندان والے ساتھیوں کی رہائی کے لیے خلیفہ سے بات کی اور خلیفہ نے فوری طور پر ان سب کی رہائی کا حکم دے کر سب کو آزاد کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ابو محمد حسن اپنے گھر میں بڑے احترام سے رہتے تھے اور خلیفہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً امام کے لیے ہدیئے بھی بھیجے جاتے تھے۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار)

ابو الہدی آفندی (متوفی ۱۳۲۸ ہج):

افندی اہل سنت کا شام کا رہنے والا عالم تھا، اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں کا ذکر کرتے ہوئے، امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا نام بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ:

قد علم المسلمون فی المشرق و المغرب أن رؤساء الاولیاء آئمة الاصفیاء من بعده

علیه الصلاة و السلام من ذریته و أولاده الطاهرین یتسلسلون بطناً بعد بطن و جیلاً بعد جیل الی زمننا هذا، و هم الاولیاء، الاولیاء بلا ریب، و قادتهم الی الحضرة القدسیة المحفوظة من الدنس و العیب و من فی الاولیاء الصدر الاول بعد الطبقة المشرفة بصحبة النبی الکریم کالحسن و الحسین و الباقر و الکاظم و الصادق و الجواد و الهادی و التقی و النقی و العسکری.

مشرق اور مغرب میں رہنے والے سب مسلمان جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنے والے بزرگ اولیاء اور آئمہ، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں کہ جو اس زمانے سے لے کر اب تک نسل در نسل آئے ہیں۔ کسی شک کے بغیر مسلمانوں کے اولیاء اور آئمہ خداوند کی پاک بارگاہ میں ہیں کہ جو ہر طرح کی ناپاکی اور عیب سے پاک ہیں، اور وہ اولیاء کہ جو صدر اسلام اور اسکے بعد رسول خدا کے ساتھ تھے، جیسے حسن، حسین، باقر، کاظم، صادق، جواد، ہادی، نقی اور عسکری (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔ (شرح إحقاق الحق، ج ۲۱ ص ۶۴۱)

یوسف بن اسماعیل النبہانی (متوفی ۱۳۵۰ ہجری)

علامہ نبہانی نے امام عسکری علیہ السلام کی شخصیت اور انکی زیارت کے بارے میں لکھا ہے:

الحسن العسکری أحد آئمة ساداتنا آل البیت العظام و ساداتهم الکرام۔ رضی الله عنهم أجمعین۔ و قد رأیت له کرامة بنفسی و هی انی سنة 1296 هجریة سافرت الی بغداد من بلدة کوی سنجق، احدی قواعد بلاد الأکراد و کنت قاضیاً فیها ففارقتها قبل أن أکمل المدة المعینة لشدة ما وقع فیها من الغلاء و القحط، اللذین عما بلاد العراق فی تلک السنة فسافرت علی الکلك، و هو ظروف یشدون بعضها إلی بعض، و یربطون فوقها الأخشاب، و یجلسون علیها، فلما وصل الکلك قبالة مدینة سامراء، و کانت مقر الخلفاء العباسیین فأحببنا أن نزور الإمام الحسن العسکری، و خرجنا لزیارته، فحینما دخلت علی قبره الشریف حصلت لی روحانیة لم یحصل لی مثلها قط و هذه کرامة له، ثم قرأت ما تیسر من القرآن، و دعوت بما تیسر من الدعوات و خرجت.

حسن عسکری اہل بیت سادات کے آئمہ میں سے ایک امام ہیں۔ میں نے خود ان سے ایک کرامت کو دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال ۱۲۹۶ ہجری کو میں عراق کے کرد علاقے کے ایک شہر کوی

سنجق سے بغداد سفر پر گیا۔ میں اس شہر میں قاضی تھا اور اپنی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی میں اس شہر سے مہنگائی اور قحط کی وجہ سے ہجرت کر کے وہاں سے بغداد چلا گیا، اور میں نے کلک (لکڑی سے بنی ہوئی کشتی کی طرح کی ایک سواری ہے) کے ذریعے سفر کرنا شروع کیا۔ جب میری کلک شہر سامرا کے نزدیک پہنچی تو میرا دل چاہا کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کروں۔ کلک وہاں کھڑی ہوئی اور میں امام کی زیارت کے لیے چلا گیا اور جب میں امام کے مقبرے میں داخل ہوا تو ایک ایسی روحانی حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ ویسی حالت جب میں نے شہر موصل میں حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت تھی تو مجھ پر رقت طاری ہوئی تھی، اور یہ امام عسکری کی طرف سے ایک کرامت تھی، پھر اسی روحانی حالت کے ساتھ میں نے امام کے حرم میں قرآن کی تلاوت کی، دعا مانگی اور پھر وہاں سے اپنی کلک کے پاس چلا گیا۔

(جامع کرامات الأولیاء، ج ۲، ص ۲۱، ۲۲)

زرکلی (متوفی ۱۳۹۶ ہجری)

خیرالدین زرکلی نے امام عسکری رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:

الحسن بن علی الهادی، بن محمد الجواد الحسینی الهاشمی أبو محمد، الإمام الحادی عشر عند الإمامیة ولد فی المدینة، و انتقل مع أبیه (الهادی) إلی سامراء (فی العراق) و کان اسمها (مدینة العسکر) فقیل له العسکری ۔ کأبیه نسبة إلیها و بویع بالإمامة بعد وفاة أبیه و کان علی سنن سلفه الصالح تقی و نسکا و عبادة.

حسن بن علی ہادی بن محمد جواد حسینی الہاشمی ابومحمد، امامیہ کے گیارویں امام ہیں۔ وہ مدینہ میں دنیا میں آئے اور اپنے والد امام ہادی کے ساتھ عراق کے شہر سامرا منتقل ہوئے کہ اس جگہ کو عسکری شہر کہا جاتا ہے۔ انکے والد کی وفات کے بعد، انکی امام کے طور پر بیعت کی گئی۔ وہ اپنے آباء و اجداد کی نیک سیرت پر متقی اور ایک عابد انسان تھے۔ (الاعلام، ج ۲، ص ۲۰۰)

عارف احمد عبدالغنی

عارف احمد عبدالغنی نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

کان من الزهد و العلم علی امر عظیم.....،

وہ زہد اور علم کے لحاظ سے ایک عظیم مقام پر فائز تھے۔ (الجوہر الشفاف فی انساب السادة الاشراف)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی

نام	:	محمد یا احمد
والد کا نام	:	عبداللہ
نسب	:	حسنی سادات
لقب	:	خلیفۃ اللہ، مہدی
علامات	:	قبل از خروج دجال، عبداللہ سفیانی کا ظہور، بغداد اور بصرہ کی تباہی، رمضان میں بے ترتیب چاند گرہن، آسمان سے ہیبت ناک چیخ، ماہ ذوالحج، یوم الحج۔
نسب	:	محمد یا احمد بن عبداللہ، حسنی سادات

مسلمانوں کے نزدیک قیامت سے قبل حضرت مہدی کی آمد یقینی سمجھی جاتی ہے۔(سنن ابی داؤد)

حضرت مہدی امت میں ایک مجدد کامل اور ایک عادل کا درجہ رکھتے ہیں۔اہل سنت کے ہاں معصوم ذات صرف انبیائے کرام کی ذات ہے۔

حضرت امام مہدی آخر الزمان رضی اللہ عنہ

نام ولقب

مہدی کا نام نامی محمد یا احمد ہے جبکہ مہدی ان کا نام نہیں، لقب ہے، بمعنی ہدایت یافتہ۔ مکمل باادب نام کے ساتھ لقب ''حضرت امام مہدی علیہ اسلام'' ہے۔

شجرہ نسب

حضرت مہدی حسنی سادات میں سے ہوں گے۔ ان کا نام نامی محمد یا احمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔
(صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، السنن الواردۃ فی الفتن، باب ماجاء فی المہدی)

اکثر علما اہل سنت حضرت محمد بن عبداللہ المہدی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سادات میں سے ظہور ہونے کو مستند مانتے ہیں۔ ابو داؤد اور دیگر کتب احادیث کی روایات نیچے ملاحظہ فرمائیں ابو اسحاق کہتے ہیں کہ:

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا بیٹا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا، سردار ہے۔ عنقریب اسکی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا، وہ اخلاق و عادات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوگا، ظاہری شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہ ہوگا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینے کا واقعہ بیان فرمایا۔" (سنن ابو داؤد)

مہدی والد کی طرف سے حسن کی اولاد سے اور والدہ کی طرف سے حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، کتاب المہدی)

علامہ سید برزنجی لکھتے ہیں کہ:

"مجھے ان کی والدہ کے نام کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ملی۔ البتہ بعض حضرات نے والدہ کا نام آمنہ تحریر کیا ہے۔"

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي، مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۲۸۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مہدی میرے خاندان میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔''

حضرت مہدی کا حلیہ وصفات

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ۔

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۲۸۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "حضرت مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے، روشن وکشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے۔ وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے جس طرح سے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، وہ سات برس تک زمین پر برسر اقتدار رہیں گے۔"

یعنی امت کو ان کے دور میں جن امور کی ضرورت ہوگی اور جو چیزیں اس کی کامیابی اور برتری کے لیے ضروری ہوں گی اور پوری روئے زمین کے مسلمان بے تحاشا قربانیاں دینے کے باوجود محض ان چند چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو رہے ہوں گے۔

حضرت مہدی کو قدرتی طور پر انکا ادراک ہوگا۔

وہ ان کوتاہیوں کی تلافی اور ان چند مطلوبہ صفات کو با آسانی اپنی کرامت کے لیے مثالی کردار ادا کریں گے۔

چند سالوں میں وہ سب کچھ کرلیں گے جو صدیوں سے مسلمانوں سے بن نہ پڑ رہا ہوگا۔

وہ پہلے سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔

چالیس (۴۰) سال کی عمر میں امت مسلمہ ان کو اپنا قائد بنائے گی۔

ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے کفر کے برپا کردہ مظالم کے خلاف وہ عظیم جہاد شروع کرے گی جس کا اختتام عالمی خلافت اسلامی کے قیام پر ہوگا۔

حضرت مہدی کا حاضرانہ تعارف

دعوائے مہدویت اور حقیقی مہدویت میں آگ اور پانی کا تضاد ہے۔

حسنی سادات

مہدویت ایک روحانی منصب ہے۔ایک مشہور مقولہ ہے:

"تصوف کے میدان میں مدعی کی سزا پھانسی ہے۔"

حسنی سادات کوظہور مہدی کا انعام ملا ہی اس لیے ہے کہ وہ اپنے جائز دعوے اور حق سے دستبردار ہو گئے تھے اب سچے مہدی کے لیے دعوے کے ذریعے یہ عظیم منصب انہیں حاصل ہوگا۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نواسہ رسول سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاویہ کے حق میں حکومت سے دستبردار ہو گئے تھے اور محض مسلمانوں میں صلح اور اتفاق کی خاطر اپنا یہ جائز حق چھوڑ دیا تھا۔اس کے بدلے جب آخرزمانے میں امت کواتفاق واتحاد کی ضرورت ہوگی تو اللہ انہی کی اولاد میں سے ایک مجاہد لیڈر عالمی سطح پر خلافت کے قیام کے لیے منتخب فرمائیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتے ہیں۔چنانچہ محدود علاقے میں خلافت چھوڑنے کے بدلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عالمی خلافت کا انعام ملے گا۔

جس طرح پیغمبر حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک نبی بھیجے جو"خاتم الانبیاء" تھے۔اس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے بہت سے اولیاء آئے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک ہی بہت بڑے ولی آئیں گے جو"خاتم الاولیاء" ہوں گے۔(مرقاۃ المصابیح، ج ۱۰، ص ۱۴۷)

سچے حضرت مہدی کی علامات

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو یہ صلاحیت عطا فرما دے گا۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی، مسند احمد بن حنبل عشرہ مبشرہ بالجنۃ)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالغنی دہلوی فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اچانک ان کو امارت اور خلافت کی یہ صلاحیت عطا فرما دے گا۔(انجاح الحاجۃ علی ہامش ابن ماجہ)

علامہ ابن کثیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وتوفیق سے سرفراز فرما کر پہلے انہیں (حقیقت کا) الہام کریں گے اور اس مقام سے آشنا کریں گے جس سے وہ پہلے ناواقف تھے۔

(النہایۃ فی الفتن والملاعم)

مولانا بدر عالم میرٹھی فرماتے ہیں:

ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب حضرت مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر انکا تعارف عوام وخواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ اس لیے مصائب وآلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن اس لفظ (یصلحہ اللہ فی لیلۃ) نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیت الٰہیہ کے ماتحت اوجھل رکھی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت کا قریب آئے گا تو ایک ہی شب میں ان کے اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آجائیں گی۔ گویا یہ بھی ایک کرشمہ قدرت کا ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرت الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کر دے گی جن کے بعد انکا مہدی ہونا خود ان پر اور تمام دنیا پر بھی منکشف ہوجائے گا۔ (ترجمان السنۃ)

درج بالا حدیث واقوال کی روشنی میں یہ باتیں واضح ہوتیں ہیں:

جھوٹے مہدی کی سب سے بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ خود مہدی ہونے کا دعویٰ کرے۔

حضرت مہدی کو بڑی صلاحتیں اللہ تعالیٰ اسی ایک رات کو عنایت کرے گا۔

حضرت مہدی کا ظہور

حضرت مہدی کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہوگا جب امت کو شدید مشکلات سے دو چار ہوگی اور ہر طرف مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جاچکا ہوگا۔ چنانچہ ان کے ظہور کے وقت کی علامات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہیں۔

مسلم ممالک کی اقتصادی ناکہ بندی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ وقت قریب ہے جب عراق والوں کے پاس روپے اور غلہ آنے پر پابندی لگادی جائے گی۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ پابندی کس کی جانب سے ہوگی؟ تو انہوں سے فرمایا عجمیوں (غیر عرب) کی جانب سے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب اہل شام پر بھی یہ پابندی لگادی جائے گی۔ پوچھا گیا کہ یہ روکاوٹ کس کی جانب سے ہوگی؟ فرمایا اہلِ روم (مغرب والوں) کی جانب سے۔ پھر فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

ہے کہ میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لپ بھر بھر کے دیگا اور شمار نہیں کرے گا نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً اسلام اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹے گا جس طرح کے ابتداء مدینہ سے ہوئی تھی حتیٰ کہ ایمان صرف مدینہ میں رہ جائے گا پھر آپ نے فرمایا کہ مدینہ سے جب بھی کوئی بے رغبتی کی بنا پر نکل جائے گا تو اللہ اس سے بہتر کو وہاں آباد کردے گا۔ کچھ لوگ سنیں گے کہ فلاں جگہ پر ارزانی اور باغ وزراعت کی فراوانی ہے تو مدینہ چھوڑ کر وہاں چلے جائیں گے۔ حالانکہ ان کے واسطے مدینہ ہی بہتر تھا کہ وہ اس بات کو جانتے نہیں۔" (صحیح مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيزَهَا وَدِرْهَمَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا، ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ ، قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ۔

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۰۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ایک وقت آئے گا) جب عراق اپنے پیمانے اور روپے روک دے گا اور شام اپنے مدوں اور اشرفیوں کو روک دے گا اور مصر اپنے اردبوں اور اشرفیوں کو روک دے گا پھر (ایک وقت آئے گا جب) تم ویسے ہی ہوجاؤ گے جیسے شروع میں تھے (یعنی یہ تمام دولت تم سے چھین لی جائے گی) (احمد بن یونس کہتے ہیں) زہیر نے یہ بات (زوردینے کے لئے) تین بار کہی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے گوشت وخون (یعنی ان کی ذات) نے اس کی گواہی دی۔

عرب کی بحری ناکہ بندی

حضرت کعب سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: مشرقی سمندر دور ہوجائے گا اور اس میں کوئی کشتی بھی نہ چل سکے گی، چنانچہ ایک بستی والے دوسری بستی میں نہ جا پائیں گے اور یہ جنگ عظیم کے وقت میں ہوگا اور جنگ عظیم حضرت مہدی کے وقت میں ہوگی۔

مشرقی سمندر سے یہاں (بحر عرب) مراد ہے، دور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس تک پہنچنا دشوار ہو جائے گا، جس کی وجہ سے وہاں آمد ورفت بند ہوجائے گی۔

حج کے موقع پر منیٰ میں قتل عام

حضرت عمرو ابن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذی القعدہ کے مہینے میں قبائل کے درمیان میں کشمکش اور معاہدہ شکنی ہوگی چنانچہ حاجیوں کو لوٹا جائے گا اور منیٰ میں جنگ ہوگی۔ بہت زیادہ قتل عام اور خون خرابا ہوگا یہاں تک کہ عقبہ جمرہ پر بھی خون بہ رہا ہوگا۔ نوبت یہاں تک آئے گی کہ حرم والا (مہدی) بھی بھاگ جائیں گے اور (بھاگ کر) وہ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں آئینگے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ اگر چہ وہ (مہدی) اس کو پسند نہیں کر رہے ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اگر آپ نے بیعت لینے سے انکار کیا تو ہم آپ کی گردن اڑا دیں گے۔ پھر بیعت کریں گے، بیعت کرنے والوں کی تعداد اہل بدر کے برابر ہوگی۔ ان (بیعت کرنے والوں سے زمین وآسمان والے خوش ہوں گے۔ (صحیحین)

مستدرک کی دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں: جب لوگ بھاگے بھاگے حضرت مہدی کے پاس آئیں گے تو اس وقت مہدی کعبہ سے لپٹے ہوئے رو رہے ہوں گے۔ (عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں) گویا میں ان کے آنسو دیکھ رہا ہوں۔

چنانچہ لوگ (مہدی سے کہیں گے) آیئے ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ (مہدی) کہیں گے افسوس! تم کتنے ہی معاہدوں کو توڑ چکے ہو اور کس قدر خون خرابا کر چکے ہو، اس کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بیعت کرلیں گے۔ (عبداللہ ابن عمرو) نے فرمایا (اے لوگو!) جب تم انہیں پالو تو تم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلینا کیونکہ وہ دنیا میں بھی" مہدی ہیں اور آسمان میں بھی مہدی ہیں"۔

حضرت مہدی کا تصور اسلام میں احادیث کی بنیادوں پر امتِ مسلمہ اور تمام دنیا کے نجات دہندہ کی حیثیت سے پایا جاتا ہے۔ ان کے آخرت یا قرب قیامت کے نزدیک نازل ہونے کے بارے میں متعدد روایات پائی جاتی ہیں۔

امام مہدی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ارشادات تمام مستند کتب مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ میں ملتے ہیں۔

حدیث کے مطابق ان کا ظہور قیامت کے نزدیک ہوگا۔ ان کے وجود کے بارے میں مسلمان متفق ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ قیامت کے نزدیک اسلامی حکومت قائم کر کے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ ایک ایسے شخص کے بارے میں عقائد تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں ملتے ہیں جو آخرِ دنیا میں خدا کی سچی حکومت قائم کرے گا اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ایسے شخص

کے بارے میں متعدد مذاہب میں پیشینگوئیاں بھی ملتی ہیں اور الہامی کتب میں بھی یہ ذکر شامل ہے۔

مسلمانوں کے عقائد کے مطابق یہ شخص امام مہدی ہوں گے اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کا ظہور بھی ہوگا اور یہ دونوں علیحدہ شخصیات ہیں۔ ان کی آمد اور ان کی نشانیوں کی تفصیل حدیث میں موجود ہے پھر بھی اب تک مہدویت کے کئی جھوٹے دعویدار پیدا ہوئے اور فنا ہو گئے۔ سچے مہدی کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا دعوی کریں گے نہ اعلان۔

ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔

اگر دنیا کی عمر ختم ہوگئی ہو اور قیامت میں صرف ایک دن باقی رہ گیا ہو تو خدا اس دن کو اتنا لمبا کر دے گا کہ اس میں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کی حکومت قائم ہو سکے گی جو میرا اہم نام ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کا وجود

امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصور اسلام سے پہلے بھی قدیم کتب میں ملتا ہے۔ زرتشتی، ہندو، مسیحی، یہودی وغیرہ سب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کے ختم ہونے کے قریب ایک نجات دہندہ کا ظہور ہوگا جو دنیا میں ایک انصاف پر مبنی حکومت قائم کرے گا۔ یہ تصور مسلمانوں میں اس لیے نہیں آیا کہ اس سے پہلے یہ موجود تھا بلکہ یہ عقیدہ احادیث سے ثابت ہے۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے وجود کے بارے میں اسلامی کتب میں صراحت سے احادیث ملتی ہیں جو حد تواتر تک پہنچتی ہیں۔

عقیدہ اہلِ سنت

علمائے اہل سنت کے مطابق امام مہدی رضی اللہ عنہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے۔

ان کا نام محمد ہوگا اور کنیت ابو القاسم ہوگی۔ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے مگر پیدا ہونے کے بعد وہ باقاعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر کفار و مشرکین سے جنگ کریں گے اور ایک اسلامی حکومت قائم کریں گے۔

ان کی پیدائش قیامت کے نزدیک ہوگی۔ اور ان کا ظہور مشرق سے ہوگا اور بعض روایات کے مطابق مکہ سے ہوگا۔ ان کے ظہور کی نشانیاں بھی کثرت سے بیان کی گئی ہیں۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث اہل سنت کی کتب میں موجود ہیں۔

جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَهْدِیُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۸۵)

مہدی میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَهْدِیُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۸۶)

(امام) مہدی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مہدی میرے خاندان سے ہیں۔ وہ انقلاب لائیں گے۔ اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وجور سے پر ہو چکی ہوگی۔

(مسند احمد، مقدمہ ابن خلدون)

اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں۔ اس بارے میں ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ روایات مصدقہ ہیں۔ (منہاج السنہ، از ابن تیمیہ)

امام مہدی رضی اللہ عنہ پر تحریر کتب

امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اکثر کتب احادیث میں موجود ہے تاہم بعض آئمہ حدیث نے اس پر مستقل کتب تحریر فرمائی ہیں جن میں چند ایک کا نام قابلِ ذکر ہے۔

کتاب المہدی از امام ابوداؤد

علامات المہدی از جلال الدین السیوطی

القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر از ابن حجر

البیان فی اخبار صاحب الزمان از علامہ ابوعبداللہ ابن محمد یوسف الشافعی

مہدی آل رسول از علی ابن سلطان محمد الہراوی الحنفی

ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون، ابوالفیض سید احمد بن محمد بن صدیق غماری، شافعی، ازہری، مغربی، (متوفی ۱۳۸۰ھ) مطبوعہ ترقی دمشق ۱۳۴۷

ابراز الوہم من کلام ابن حزم، احمد بن صدیق غماری مؤلف قبل، مطبوعہ ۱۳۴۷ مطبوعہ ترقی دمشق۔

الاحتجاج بالاثر علی من انکر المہدی المنتظر ، جامعہ مدینہ کے استاد شیخ حمود بن عبداللہ تویجری، یہ کتاب شیخ ابن محمود قاضی قطری کی کتاب کے جواب میں تحریر ہوئی ہے۔ جلد اول ۱۳۹۴ وجلد دوم ۱۳۹۶ ریاض۔سعودی عرب۔

الی مشیخۃ الازھر، شیخ عبداللہ سبتی عراقی۔ یہ کتاب سعد محمد حسن المہدویۃ فی الاسلام کی جواب میں تحریر ہوئی ہے۔مطبوعہ ۱۳۷۵ھ دارالحدیث بغداد۔

.تحقیق النظرفی أخبار الامام المنتظر، ابن خلدون کے دعوٰوں کے جواب میں شیخ محمد عبدالعزیز بن مانع نے لکھے اور ۱۳۸۵ھ کو شائع ہوئی ہے۔

.الرد علی من کذّب بالاحادیث الصحیحۃ الواردۃ فی المہدی، جامعہ اسلامی مدینہ منورہ کے استاد اور اس کے تعلیمی بورڈ کے رکن عبدالمحسن العباد، نے لکھی ہے

.الوھم المکنون فی الردّ علی ابن خلدون، ابوالعباس بن عبد المؤمن، مغربی۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ولادت

اہل سنت کے مطابق امام مہدی کی ولادت ابھی نہیں ہوئی اور یہ پیدائش آخری زمانے میں قیامت سے کچھ پہلے ہوگی۔ البتہ ان کا تعلق جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوگا۔ ان کا نام محمد ہوگا۔ اور کنیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ابوالقاسم ہوگی۔

القاب وخطابات

حوالوں میں دی گئی قدیم کتب میں ان کے کئی القاب ملتے ہیں۔ جن میں سے مہدی سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کا اصل نام محمد ہے مگر مہدی اس قدر مشہور ہے کہ اسے ہی ان کے نام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے القاب وخطابات یہ ہیں:

مہدی ہدایت پائے ہوئے۔

القائم کھڑا ہونے والا۔ یہ لقب اوپر دی گئی حدیث میں ہے جس میں ان کے بارے میں یہ لقب استعمال کیا گیا ہے۔

المنتظر : جن کا انتظار کیا جارہا ہے۔

53

صاحب زمان: اپنے زمانہ کے امام

امام عصر یا امامِ زمانہ: یہ بھی صاحب الزمان کے ہم معنی ہے۔

علامات ظہور

حضرت مہدی کے ظہور کی بے شمار علامات کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ ان میں سے بعض پوری بھی ہو چکی ہیں۔ ان علامات میں سے کچھ حتمی ہیں اور کچھ غیر حتمی۔ حتمی علامات سے مراد وہ علامات ہیں جن کا بروایت پورا ہونا ضروری ہے۔ کچھ ان کے ظہور سے کافی پہلے وقوع پزیر ہوں گی اور کچھ ظہور کے نزدیک۔ یہاں ان میں سے کچھ درج کی جاتی ہیں۔

سب سے مشہور علامت دجال کا خروج ہے۔ یہ ذکر تورات میں بھی ملتا ہے۔ (صحیح مسلم)

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ یعنی زمین کی گردش میں فرق واقع ہونا۔

قواعد علم نجوم وفلکیات کے برخلاف رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور پندرہ کو سورج گرہن لگے گا۔ (اسلام میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصور)

سفیانی کا خروج۔ یہ ابو سفیان کی اولاد سے ایک شخص ہوگا اور ماں کی طرف سے بنو کلب سے ہوگا۔ جو بے شمار لوگوں کو قتل کرے گا۔ اس کا پورا لشکر بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا۔ بیداء مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک جگہ ہے۔ (کتاب الفتن، اسلام میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصور، سنن ابی داؤد)

مشرق کی طرف سے ایک عظیم آگ کا تین یا سات روز تک جاری رہنا۔

(سنن ابی داؤد)

بغداد اور بصرہ کا تباہ ہونا۔ اور عراق پر روپے اور غلہ کی پابندی لگنا۔

(مستدرک، للحاکم، الخلیفۃ المہدی)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے بعد

حضرت مہدی کا ظہور مکہ مکرمہ سے ہوگا اور لوگ رکن و مقام ابراہیم کے درمیان میں ان سے بیعت کریں گے۔ (الخلیفۃ المہدی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (الخلیفۃ المہدی، صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دجال کا قتل ہوگا اور بیت المقدس فتح ہوگا۔ (الخلیفۃ المہدی)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے حالات کا جائزہ

اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آخرزمانے میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور برحق اور صدق ہے، اور اس قدر روایات سے ثابت ہے جن پر تواتر معنوی کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ سینکڑوں سال پہلے پیدا نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ کسی غار میں روپوش ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے طے کردہ نظام کے مطابق وہ اپنے وقتِ مقررہ پر پیدا ہوں گے، وہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے، نجیب الطرفین سید ہوں گے، ان کا نام نامی محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا، جس طرح صورت و سیرت میں بیٹا باپ کے مشابہہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ شکل و شباہت میں اور اخلاق و شمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہہ ہوں گے، وہ نبی نہیں ہوں گے نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے لہٰذا ان کی نبوت پر ایمان لانے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایات کم ازکم ۲۷ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہیں، یہ تعداد ایسی ہے کہ اس پر تواتر کی تعریف صادق آسکتی ہے۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوگی اور وہ وہیں پلے بڑھیں گے۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظاہر ہونے پر ہمارے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، نیز ظہور مہدی اور خود امام مہدی ہمارے عقائد میں سے کسی عقیدے میں تبدیلی کا تقاضا نہیں کریں گے، البتہ وہ احیاءِ سنت کی جانب خوب متوجہ ہوں گے۔

ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ کے موقع پر امام مہدی کی بیعت و معاونت کرنا قرآن وسنت کی پیروی کے مخالف نہیں ہوگا بلکہ اس کے عین مطابق ہوگا۔

جس سال امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہونا ہوگا، اس سال حج امیر کے بغیر ہوگا، منیٰ میں کسی بات پر لوگوں کے درمیان جھگڑا ہوگا جس کا انجام قتل و غارت گری پر ہوگا، حجاج کرام کو لوٹا جائے گا اور جمرۂ عقبہ کے پاس خوب خونریزی ہوگی، اسی دوران پوری دنیا سے سات بڑے بڑے علماء بغیر کسی سابقہ تیاری کے مکہ مکرمہ آپہنچیں گے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کریں گے، تاکہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں اور فتنوں کا خاتمہ ہو، جب یہ

علماء امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور علامات واوصاف سے یہ کچھ زیادہ مشکل نہ ہو گا، تو ان سے اپنی بیعت کی درخواست کریں گے، امام مہدی رضی اللہ عنہ پہلے تو تردد کا اظہار کریں گے اور اس ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کریں گے لیکن جب ان علماء کا اصرار بڑھ جائے گا تو امام مہدی رضی اللہ عنہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت لیں گے، پھر اسی دن عشاء کی نماز کے بعد عمومی بیعت ہو گی اور امام مہدی رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے بعد کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے ان کی خونریز جنگیں ہوں گی، حتی کہ جنگِ عظیم (جنگِ قسطنطنیہ) سے فارغ ہونے کے بعد دجال کا خروج ہو جائے گا، جسے قتل کرنے کیلئے حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، نزول عیسی علیہ السلام کے بعد حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کا کام چونکہ پورا ہو چکا ہو گا، اس لیے وہ حکومت وسلطنت اور دیگر تمام امور حضرت عیسی علیہ السلام کے سپرد کر کے ان کے تابع ہو جائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہو گی، بیعت خلافت کے وقت ان کی عمر چالیس سال ہو گی، ان کی خلافت کے سات سال دشمن سے جنگوں اور ملکی انتظامات میں گذریں گے، آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسی علیہ السلام کی معیت میں گذرے گا، اس حساب سے آپ رضی اللہ عنہ کی عمر انچاس سال ہو گی، بعدازاں امام مہدی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو جائے گی، حضرت عیسی علیہ السلام نماز جنازہ پڑھائیں گے اور ان کی تدفین عمل میں آئے گی، ان کی وفات طبعی ہو گی اور انہیں بیت المقدس میں سپرد خاک کیا جائے گا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے اور بعد کے حالات

ظہور مہدی علیہ الرضوان اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے قبل فتنے بہت بڑھ چکے ہوں گے آپ فتنوں کو ختم کریں گے اور آپ کے زمانہ میں آپس میں محبت و الفت کا وہ رنگ ہوگا جو حضرات صحابہ کے دور میں تھا اور تمام مسلمان آپس میں بھائیوں کی طرح رہیں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کی خلافت پوری دنیا میں ہوگی اور وہ پوری دنیا کے حکمران ہوں گے جس کی مدت ۷ سال سے ۹ سال تک کے درمیان ہوگی۔ حضرت امام مہدی کی شناخت کے لیے ایک علامت یہ بھی ہوگی کہ ان سے لڑنے کے لیے ایک لشکر روانہ ہوگا اور جب وہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے گا تو اس پورے لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ مقام بیداء میں لشکر کے زمین میں دھنس جانے کی روایات امام مسلم اور امام ابن ماجہ دونوں نے تخریج کی ہیں۔

(مسلم شریف حدیث نمبر ۷۲٤۰ تا ۷۲٤٤، ابن ماجہ)

سفیانی اور اس کے لشکر کی تفصیل یہ ہے کہ وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ کی اولاد میں سے ایک اموی شخص ہوگا جس سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کے زمانے میں مسلمانوں کا بالعموم اور علماء و فضلاء کا بالخصوص قتل عام ہوگا لیکن یہ فتنہ زیادہ دیر تک نہیں رہے گا کیوں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہوگا جس کی علامت یہ ہوگی کہ سفیانی بیت اللہ کو منہدم کرنے کی نیت سے روانہ ہوگا لیکن جب یہ اپنے لشکر سمیت بیداء نامی جگہ جو حرمین کے درمیان ہے پہنچے گا تو پورا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

اس لشکر کا زمین میں دھنسنا فتنہ سفیانی کی نشانی ہوگی اور سفیانی کا خروج دراصل امام مہدی کے ظہور کی علامت ہوگا اور اس سلسلے میں بہت سی احادیث تواتر معنوی کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

(التعلیق الصبیح جلد ٦ صفحہ ۲۰۰)

اور اس پورے لشکر میں سے صرف ایک شخص زندہ بچے گا جو لوگوں کو آ کر لشکر کے زمین میں دھنس جانے کی خبر دے گا۔

یہی نہیں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے قبل صرف سفیانی کا خروج ہوگا بلکہ بہت سے اور لوگ بھی خروج کریں گے چناں چہ کچھ لوگ مصر سے خروج کریں گے، کچھ مغربی جانب سے اور کچھ جزیرہ العرب سے

گویا اس وقت ساری دنیا کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کفر پوری قوت سے مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہوگا اور چہار اطراف سے مرکز عالم اور مرکز اسلام خانہ کعبہ پر حملے کی تیاریاں شروع ہو جائیں گی اور اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد امام مہدی کا ظہور ہو جائے گا حضرت امام مہدی کے زمانے میں اکثر یہودی مسلمان ہو جائیں گے جس کی وجہ یہ ہوگی کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تابوت سکینہ مل جائے گا جس کے ساتھ یہودیوں کے بڑے اعتقادات وابستہ ہیں اس لیے وہ اس تابوت کو حضرت امام مہدی کے پاس دیکھ کر مسلمان ہو جائیں گے۔

مغرب کی طرف سے کئی جھنڈوں کا نمودار ہونا اور اس لشکر کا سردار قبیلہ کندہ کا ایک آدمی ہوگا چناں چہ نعیم بن حماد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ، ترجمہ: " امام مہدی کے ظہور کی علامت وہ چند جھنڈے ہیں جو مغرب کی طرف سے آئیں گے اور ان کا سردار قبیلہ کندہ کا ایک لنگڑا شخص ہوگا۔ (کتاب الفتن صفحہ ۲۳۰)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تائید اور امت مسلمہ کی عزت و شرافت اور اس کی عنداللہ مقبولیت کی سب سے اہم دلیل وہ نماز ہوگی جو حضرت عیسی علیہ سلام حضرت امام مہدی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔
(بخاری شریف ۳۴۴۹، مسلم ۳۹۲۔)

لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منصب و نبوت پر کوئی حرف نہیں آئے گا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

علامہ سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی مدت ختم ہونے میں صرف ایک دن بچے گا تب بھی اللہ ایک آدمی بھیج کر رہے گا جو نام اور اخلاق میں میرے مشابہہ ہوگا اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی'' (الحاوی جلد ۲ صفحہ ۷۶)

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مشرق کی طرف سے ایک قوم سیاہ جھنڈوں کے ساتھ آئے گی اور وہ لوگ مال کا مطالبہ کریں گے، لوگ ان کو مال نہیں دیں گے تو وہ لڑیں گے اور ان پر غالب آ جائیں گے اب وہ لوگ ان کے مطالبہ کو پورا کرنا چاہیں گے تو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ اس مال کو میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے حوالے کر دیں گے جو زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے لوگوں نے پہلے اسے ظلم و ستم سے بھرا ہوگا سو تم میں سے جو کوئی اس کو پائے تو اس کے پاس آجائے اگر چہ برف پر چل کے آنا پڑے (ایضا صفحہ ۲۴۰)

ظہور مہدی رضی اللہ عنہ پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ایک علامت وقت کا انتہائی تیز رفتاری سے گزرنا بھی ہے جس کی وجہ بظاہر بے برکتی کا پیدا ہو جانا ہوگا۔

سنن ترمذی کی ایک روایت ہے: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمانہ قریب نہ جائے سال مہینہ کے برابر، مہینہ ہفتہ کے برابر، ہفتہ دن کے برابر، دن ایک گھنٹہ کے برابر اور ایک گھنٹہ آگ کا شعلہ سلگنے کے برابر نہ ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری نے امام خطابی کا یہ قول نقل فرمایا ہے: ''ایسا امام مہدی رضی اللہ عنہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا دونوں کے زمانے میں ہوگا، میں کہتا ہوں کہ آخری قول ہی زیادہ ظاہر ہے کیوں کہ یہ معاملہ خروج دجال کے وقت پیش آئے گا اور دجال کا خروج ان دونوں بزرگوں کے زمانے میں ہوگا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور ظہور کا اجمالی تذکرہ

متواتر احادیث کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا، وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، قرب قیامت ان کا ظہور ہوگا اور وہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کے پھریرے لہرائیں گے۔

ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بارے میں مروی احادیث صحیح اور قابل حجت ہیں۔ اس حوالے سے چند ایک ائمہ دین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد عقیلی (م: ۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

وفی المهدی احادیث جید

''امام مہدی کے بارے میں عمدہ احادیث موجود ہیں۔'' (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۳، ص ۲۵۴)

امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

والاحادیث فی التنصیص علی خروج المهدی اصح اسنادا، وفیها بیان کونه من عترة النبی صلی الله علیه وسلم

''امام مہدی کے خروج کے بارے میں احادیث صحیح سند والی ہیں۔ ان میں یہ وضاحت بھی ہے کہ امام مہدی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ہوں گے۔'' (تاریخ ابن عساکر، تہذیب التہذیب لابن حجر: ج ۹، ص ۱۲۶)

ابن تیمیہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

والاحادیث التی یحتج بها خروج المهدی احادیث صحیحة

''جن احادیث سے امام مہدی کے خروج پر دلیل لی جاتی ہے، وہ احادیث صحیح ہیں۔''

(منہاج السنۃ لابن تیمیہ: ج ۴،ص ۹۵)

ابن القیم (۶۹۱۔۷۵۱ھ) نے لکھا ہے:

وهذا الاحادیث اربعة اقسام، صحاح وحسان وغرائب وموضوعة

''یہ احادیث چار قسم کی ہیں جن میں سے صحیح بھی ہیں، حسن بھی ہیں، غریب بھی ہیں اور موضوع بھی۔'' (المنار المنیف لابن القیم :ص ۱۴۸)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن ادریس کتانی (۱۲۷۴۔۱۳۴۵ھ) اس بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں:

والحاصل ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متواترة

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہدی منتظر کے بارے میں وارد احادیث متواتر ہیں۔''

(نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر للکتانی،ص ۴۷)

علامہ شمس الدین ابوالعون محمد بن احمد بن سالم سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۱۴۔۱۱۸۸ھ) لکھتے ہیں:

من اشراط الساعة التی وردت بها الاخبار وتواترت فی مضمونها الآثار

''امام مہدی کا ظہور قیامت کی ان علامات میں سے ہے جن کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور جن کے بارے میں متواتر آثار مروی ہیں۔''

(لوامع الانوار البہیۃ للسفارینی: ج ۲،ص ۷۰)

علامہ محمد امین بن محمد مختار شنقیطی (۱۳۲۵۔۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

وقد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرة روایتها عن المختار صلی الله علیه وسلم بمجیء المهدی، وانه من اهل بیته

''امام مہدی کے آنے اور ان کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہونے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ومشہور احادیث مروی ہیں۔''

(الجواب المقنع المحرر للشینقیطی،ص ۳۰)

امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کے مناقب

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي.

(سنن ترمذی، کتاب الفتن، حدیث نمبر ۲۲۳۰، مسند امام احمد حدیث نمبر۳۵۷۱، مسند بزار، حدیث نمبر ۱۸۰۳، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۳۶۴)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جائے جس کا نام میرے نام کے مطابق (یعنی محمد ہوگا)۔'' اسے امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ.

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۲۸۴، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی، حدیث نمبر ۴۰۸۶، مسند الفردوس، حدیث نمبر ٦٦٧٠)

''سیدہ ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری نسل اور فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔''

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَ نَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم كَمَا سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ صلی الله علیه وآله وسلم يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا.

(سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر ۴۲۹۰)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام رکھا ہے اور عنقریب اس کی نسل سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا اور اس کا نام تمہارے نبی کے نام کے موافق رکھا جائے گا اور سیرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہوگا۔ مگر صورت میں مشابہ نہ ہوگا۔ پھر حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے واقعہ بیان فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔"

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی، حدیث نمبر ۴۰۸۵، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۶۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۶۴۴، مسند بزار، حدیث نمبر ۶۴۴)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی ہم میں سے ہوگا۔ یعنی اہل بیت میں سے، اللہ تعالیٰ اسے ایک رات میں (خلافت ومہدیت کی) صلاحیت عطا فرما دے گا۔"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ نَحْنُ وَلَدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وَ حَمْزَةُ وَ عَلِيٌّ وَ جَعْفَرٌ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ الْمَهْدِيُّ. (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج مہدی، حدیث نمبر ۴۰۸۷)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود فرماتے سنا ہے کہ ہم حضرت عبد المطلب کی اولاد اھلِ جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میں حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی علیہم السلام۔"

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی علامات

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما فَقَالَ يُوْشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ قَفِيْزٌ وَلَا دِرْهَمٌ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ. قَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ، يَمْنَعُوْنَ ذَاكَ، ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ أَهْلُ الشَّامِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ دِيْنَارٌ وَلَا مُدٌّ، قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَاكَ. قَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّوْمِ ثُمَّ سَكَتَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَكُوْنُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهُ عَدًّا قَالَ قُلْتُ لِأَبِي نَضْرَةَ وَ أَبِي الْعَلَاءِ أَتَرَيَانِ أَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَا لَا.

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، حدیث نمبر ۲۹۱۳، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۴۴۴۶، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۶۸۲)

"حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی

خدمت میں تھے کہ انہوں نے فرمایا: قریب ہے وہ وقت جب اھلِ شام کے پاس نہ دینار لائے جاسکیں گے اور نہ ہی غلہ، ہم نے پوچھا یہ بندش کن لوگوں کی جانب سے ہوگی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رومیوں کی طرف سے۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری امت کے آخری دور میں ایک خلیفہ (مہدی) ہوگا جو مال لبالب بھر بھر کے دے گا، اور اسے شمار نہیں کرے گا۔ اس حدیث کے راوی الجریری کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے شیخ) ابونضرہ اور ابو العلاء سے دریافت کیا: کیا آپ حضرات کی رائے میں حدیثِ پاک میں مذکور خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں؟ تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: نہیں، (یہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کے علاوہ ہوں گے)۔''

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ يَلِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي قَالَ عَاصِمٌ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَلِيَ. (سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی المهدی، حدیث نمبر ۲۲۳۱، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۵۷۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اھلِ بیت میں سے ایک شخص خلیفہ ہوگا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اتنا دراز فرمادے گا یہاں تک کہ وہ شخص (یعنی مہدی علیہ السلام) خلیفہ ہو جائے۔''

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَأُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا.

(سنن ابی داود، کتاب المهدی، حدیث نمبر ۴۲۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۶۴۸)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا (تو اللہ تعالیٰ اسی کو دراز فرما دے گا اور) میرے اہل بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو پیدا فرمائے گا۔ جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ (ان سے پہلے) ظلم سے بھری ہوگی۔''

عَنْ ثَوْبَانَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقْتَتِلُ كَنْزَكُمْ ثَلَاثَةٌ

كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيْفَة، ثُمَّ لا يَصِيْرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُوْنَكُمْ قَتْلاً لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لاَ أَحْفَظُهُ فَقَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْحَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِي.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المهدی، حدیث نمبر ۴۰۸۴، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۲۴۴۱، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۴۳۲)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ پرچموں (کا قافلہ) آتے ہوئے دیکھو تو اس میں ضرور شامل ہو جانا اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا مَهْدِيًا حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا. (مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۴۱۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم سے اس کے امام مہدی حکم وعدل ہونیکی حالت میں ملاقات کرے گا وہ عیسیٰ ابن مریم صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ موقوف کردے گا اور لڑائی اپنے اوزار رکھ دے گی۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَنْزِلُ بِأُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ بَلَاءٌ شَدِيْدٌ مِنْ سُلْطَانِهِمْ لَمْ يُسْمَعْ بَلَاءٌ أَشَدُّ مِنْهُ حَتَّى تَضِيْقَ عَنْهُمُ الْأَرْضُ الرَّحْبَةُ وَحَتَّى تُمْلَأَ الْأَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا لَا يَجِدُ الْمُؤْمِنُ مَلْجَأً يَلْتَجِئُ إِلَيْهِ مِنَ الظُّلْمِ فَيَبْعَثُ اللهُ عزوجل رَجُلًا مِنْ عِتْرَتِي فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا، يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ لَا تَدَّخِرُ الْأَرْضُ مِنْ بَذْرِهَا شَيْئًا إِلَّا أَخْرَجَتْهُ وَلَا السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا إِلَّا صَبَّهُ اللهُ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا يَعِيْشُ فِيْهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ أَوْ ثَمَانٍ أَوْ تِسْعٍ تَتَمَنَّى الْأَحْيَاءُ الْأَمْوَاتَ مِمَّا صَنَعَ اللهُ عزوجل بِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ خَيْرِهِ. (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۴۳۸)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: آخری زمانے میں میری امت پر ان کی قدرت سے زیادہ بلائیں نازل ہوں گی۔ اس سے شدید بلاء پہلے نہ سنی گئی ہوگی۔ یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو جائے گی اور زمین ظلم وستم سے بھر جائیگی۔ مومن کوئی ایسا ٹھکانہ نہ پائے گا۔ جہاں وہ ظلم کی فریاد لیکر جائے پس اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی کو بھیجے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ پہلے ظلم وستم سے بھری تھی۔ زمین وآسمان میں رہنے والے اس سے راضی (خوش) ہونگے زمین اپنے اندر پڑنے والا ہر دانہ اُگائے گی اور اللہ تعالیٰ آسمان میں موجود ہر قطرے کو موسلا دھار (بارش) کی صورت میں برسائے گا۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال رہے گا اور زندہ لوگ اللہ کے اس کرم کے سبب جو اہل زمین پر کیا مردوں کی تمنا ہوگی (کاش وہ زندہ ہوتے)۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حَدَّثَنِي خَلِيلِي أَبُوالْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَيَضْرِبُهُمْ حَتَّى يَرْجِعُوْا إِلَى الْحَقِّ، قُلْتُ وَ كَمْ يَمْلِكُ ـ قَالَ خَمْسًا وَ اثْنَتَيْنِ ـ (مسند ابو یعلی، حدیث نمبر ۶۳۳۵، مجمع الزوائد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر نہ ہونگے جو لوگوں کا مقابلہ کریں گے حتی کہ وہ حق کی طرف رجوع کرلیں گے'' میں نے عرض کی۔ وہ کتنا عرصہ بادشاہ رہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ اور دو (یعنی سات سال)''۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَقُوْلُ بِسُنَّتِي، يُنْزِلُ اللهُ لَهُ الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ بَرَكَتِهَا، تُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنْهُ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَ ظُلْمًا، يَعْمَلُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَبْعَ سِنِيْنَ، وَيَنْزِلُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ. (معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۱۰۷۵)

''حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر ہونگے جو میری سنت کی بات کریں گے، اللہ رب العزت ان کے لئے آسمان سے بارش برسائے گا اور زمین ان

کیلئے اپنی برکات نکال دے گی (یعنی اپنے خزانے اگل دے گی)۔ زمین ان کے ذریعے عدل و انصاف سے بھر جائیگی جس طرح پہلے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ وہ اس امت پر سات سال تک حکومت کریں گے اور بیت المقدس میں نزول فرمائیں گے۔''

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَيَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الرُّوْمِ أَرْبَعُ هُدَنٍ تَقُوْمُ الرَّابِعَةُ عَلَى يَدِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ هِرَقْلَ يَدُوْمُ سَبْعَ سِنِيْنَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ عَبْدِ آلاَفِ يُقَالُ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ بْنُ خَيْلَانَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ إِمَامُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ قَالَ مِنْ وَلَدِي ابْنِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً كَأَنَّ وَجْهَهُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ فِي خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ أَسْوَدُ عَلَيْهِ عِبَاءَتَانِ قُطْوَانِيَتَانِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ بَنِي إِسْرَائِيْلَ يَمْلِكُ عِشْرِيْنَ سَنَةً يَسْتَخْرِجُ الْكُنُوْزَ وَ يَفْتَحُ مَدَائِنَ الشِّرْكِ. (معجم کبیر، حدیث نمبر ۷۴۹۵)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آل ہرقل سے ہوگا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا جس کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار، اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا، اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا، بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص، وہ بیس سال حکومت کرے گا، زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

(صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم، حدیث نمبر ۳۲۶۵، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر ۱۵۵، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۸۰۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم لوگوں کا اس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا۔ جب تم میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' (متفق علیہ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ وَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ علیه السلام فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسی بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر ۱۵۶، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۸۱۹، سنن کبریٰ للبیہقی، مسند ابی عوانہ، حدیث نمبر ۳۱۷)

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے ایک جماعت قیام حق کے لیے کامیاب جنگ قیامت تک کرتی رہے گی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان مبارک کلمات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر میں (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر، ان سے عرض کرے گا تشریف لایئے ہمیں نماز پڑھایئے اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے (اس وقت) میں امامت نہیں کروں گا۔ تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت امامت سے انکار فرما دیں گے اس فضیلت و بزرگی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہے)۔''

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی الله عنه مَرْفُوْعًا، قَالَتْ أُمُّ شَرِيْكٍ بِنْتِ أَبِي الْعَكَرِ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ. قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمُ ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرَى لِيَتَقَدَّمَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيْسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيْمَتْ فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال، حدیث نمبر ۴۰۷۷)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ ایک صحابیہ ام شریک بنت ابی العکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عرب اس وقت کہاں ہوں گے۔ (مطلب یہ ہے کہ اہل عرب دین کی

حمایت میں مقابلے کے لیے کیوں سامنے نہیں آئیں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عرب اس وقت کم ہوں گے اور ان میں بھی اکثر بیت المقدس (یعنی شام) میں ہوں گے اور ان کا امام و امیر ایک رجل صالح (مہدی) ہوگا جس وقت ان کا امام نماز فجر کے لیے آگے بڑھے گا۔ اچانک (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اسی وقت (آسمان سے) اتریں گے۔ امام پیچھے ہٹے گا تا کہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے ہی لیے اقامت کہی گئی ہے تو ان کے امام (مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔''

نوٹ: (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہیں اور حدیث میں جو''امامهم رجل صالح'' کے الفاظ آئے ہیں تو اس سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں جیسا کہ اس کا ذکر صراحتاً بھی آیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ الْمَهْدِيُّ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَ هُوَ الَّذِي يَؤُمُّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عليهما السلام. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۶۴۹)

''امام ابن سیرین سے روایت ہے کہ (امام) مہدی اسی امت میں سے ہوں گے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی امامت سرانجام دیں گے۔''

امام مہدی رضی اللہ عنہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ تُمْلَأُ الْأَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ عِتْرَتِي فَيَمْلِكُ سَبْعًا أَوْ تِسْعًا فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا. (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۱۶۸۳، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۶۸۳)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (آخری زمانہ میں) زمین جور وظلم سے بھر جائے گی تو میری اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا اور سات سال یا نو سال خلافت کرے گا (اور اپنے زمانۂ خلافت میں) زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ جور وظلم سے بھر گئی ہوگی۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَنْزِلُ بِأُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ بَلَاءٌ شَدِيْدٌ مِنْ سُلْطَانِهِمْ لَمْ يُسْمَعْ بَلَاءٌ أَشَدُّ مِنْهُ حَتّٰى تَضِيْقَ عَنْهُمْ

الْأَرْضَ الرَّحْبَةَ، وَحَتّٰى يَمْلَأَ الْأَرْضَ جَوْرًا وَ ظُلْمًا لَا يَجِدُ الْمُؤْمِنُ مَلْجَأً يَلْتَجِئُ إِلَيْهِ مِنَ الظُّلْمِ فَيَبْعَثُ اللهُ عزوجل مِنْ عِتْرَتِي فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا، يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَ سَاكِنُ الْأَرْضِ، لَا تَدَّخِرُ الْأَرْضُ مِنْ بَذْرِهَا شَيْئًا إِلَّا أَخْرَجَتْهُ وَلَا السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا إِلَّا صَبَّهُ اللهُ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا، يَعِيْشُ فِيْهَا سَبْعَ سِنِيْنَ أَوْ ثَمَانٍ أَوْ تِسْعٍ، تَتَمَنَّى الْأَحْيَاءُ الْأَمْوَاتَ مِمَّا صَنَعَ اللهُ عزوجل بِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ خَيْرِهِ.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۴۳۸)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پھر ویسا ہی بھر دیگا جیسا وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے رہنے والے سب ان سے راضی ہوں گے، آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی و ظلم کی حالت میں گذر گئے ہیں کاش وہ بھی اس سماں کو دیکھتے اسی برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہیں گے۔''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ إِنْ قَصُرَ فَسَبْعٌ وَإِلَّا فَثَمَانٌ وَإِلَّا فَتِسْعٌ تُنْعَمُ أُمَّتِي فِيْهَا نِعْمَةً لَمْ يُنْعَمُوْا مِثْلَهَا يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا، وَلَا تَدَّخِرُ الْأَرْضُ شَيْئًا مِنَ النَّبَاتِ، وَالْمَالُ كُدُوْسٌ يَقُوْمُ الرَّجُلُ يَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ، أَعْطِنِي فَيَقُوْلُ خُذْهُ.(معجم اوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۵۴۰۶)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک مہدی ہوگا (ان کی مدت خلافت) اگر کم ہوئی تو سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ میری امت اُن کے زمانہ میں اس قدر خوش حال ہوگی کہ اتنی خوش حالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے (حسب ضرورت) موسلا دھار بارش برسائے گا اور زمین اپنی تمام پیداوار کو اگا دے گی۔ ایک شخص کھڑا ہو کر مال کا سوال کرے گا تو مہدی کہیں گے (اپنی حسب خواہش خزانہ میں جا کر) خود لے لو۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَمِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ الْمَهْدِيُّ أَمْ مِنْ غَيْرِنَا ؟ فَقَالَ

لاَ، بَلْ مِنَّا، يَخْتِمُ اللهُ بِهِ الدِّيْنَ كَمَا فَتَحَ بِنَا، وَ بِنَا يُنْقَذُوْنَ مِنَ الْفِتْنَةِ كَمَا أُنْقِذُوْا مِنَ الشِّرْكِ، وَبِنَا يُؤَلِّفُ اللهُ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ بَعْدَ عَدَاوَةِ الْفِتْنَةِ، كَمَا أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ بَعْدَ عَدَاوَةِ الشِّرْكِ، وَ بِنَا يُصْبِحُوْنَ بَعْدَ عَدَاوَةِ الْفِتْنَةِ إِخْوَانًا كَمَا أَصْبَحُوْا بَعْدَ عَدَاوَةِ الشِّرْكِ إِخْوَانًا فِي دِيْنِهِمْ. (معجم اوسط، للطبرانی، حدیث نمبر ۱۵۷)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں) عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا (امام) مہدی ہم آلِ محمد میں سے ہوں گے یا ہمارے علاوہ کسی اور سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہم ہی میں سے ہوں گے۔ اللہ رب العزت ان پر (سلطنت) دین اسی طرح ختم فرمائے گا جیسے ہم سے آغاز فرمایا ہے اور ہمارے ذریعے ہی لوگوں کو فتنہ سے بچایا جائیگا جس طرح انہیں شرک سے نجات عطا فرمائی گئی ہے اور ہمارے ذریعے ہی اللہ انکے دلوں میں فتنہ کی عداوت کے بعد محبت و الفت پیدا فرمائیگا۔ جس طرح اللہ نے شرک کی عداوت کے بعد انکے دلوں میں (ہمارے ذریعے) الفت پیدا فرمائی اور ہمارے ذریعے ہی فتنہ (وفساد) کی عداوت کے بعد لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے، جس طرح وہ شرک کی عداوت کے بعد اس دین میں بھائی بھائی بن گئے ہیں۔''

عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَكَرَ الْمَهْدِيَّ فَقَالَ لَيَمْلَأَنَّ الْأَرْضَ قِسْطًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا.

(مسند بزار، حدیث نمبر ۳۳۲۰، مجمع الزوائد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اگر ان کی مدت خلافت کم ہوئی تو سات برس ہوگی ورنہ آٹھ یا نو سال ہوگی وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ جس طرح اس سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔''

امام مہدی رضی اللہ عنہ خلیفۃ اللہ ہیں

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ يَكُوْنُ اخْتِلاَفٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُوْنَهُ، وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُوْنَهُ، بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَالِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ وَ عَصَائِبُ أَهْلِ

الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهُ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَ ذَالِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيْمَةَ كَلْبٍ فَيَقْسِمُ الْمَالَ، وَيَعْمَلُ فِيالنَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَيُلْقِي الْإِسْلَامَ بِجِرَانِهِ إِلَى الْأَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ.

رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ تِسْعَ سِنِيْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ سَبْعَ سِنِيْنَ

(سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر ۴۲۸۶، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۶۷۳۱، مستدرک، للحاکم، حدیث نمبر ۸۳۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۲۲۳)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا ایک شخص (یعنی مہدی اس خیال سے کہ کہیں لوگ مجھے نہ خلیفہ بنا دیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے۔ مکہ کے کچھ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی پہچان لیں گے) ان کے پاس آئیں گے اور انہیں (مکان) سے باہر نکال کر حجرِ اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت (خلافت) کر لیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملکِ شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لئے روانہ ہوگا (جو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی) مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء (چٹیل میدان) میں زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا (اس عبرت خیز ہلاکت کے بعد) شام کے ابدال اور عراق، کے اولیاء آ کر آپ سے بیعتِ خلافت کریں گے۔ بعد ازاں ایک قریشی النسل شخص (یعنی سفیانی) جس کی ننہال قبیلۂ کلب میں سے ہوگی خلیفۂ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجے گا۔ یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی (جنگ) کلب ہے اور خسارہ ہے اس شخص کے لئے جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم ہو جائے گا (یعنی دنیا میں پورے طور پر اسلام کا رواج و غلبہ ہوگا) بحالتِ خلافت، (امام) مہدی دنیا میں سات سال اور دوسری روایات کے اعتبار سے نو سال رہ کر وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔'' اس حدیث کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض محدثین نے کہا ہے کہ حضرت ہشام سے نو سال مروی ہے اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سات سال مروی ہے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ یَقُوْلُ لَایَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِماً حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً، کُلُّھُمْ تَجْتَمِعُ عَلَیْهِ الْاُمَّةُ فَسَمِعْتُ کَلَاماً مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ اَفْھَمْهُ، قُلْتُ لِاَبِی مَایَقُوْلُ؟ قَالَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ.

(سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر ۴۲۷۹)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء ہوں گے۔ ان تمام پر امت مجتمع ہوگی پھر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ) گفتگو سنی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں نے اپنے باپ سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرما رہے ہیں؟ میرے باپ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ''وہ تمام (بارہ خلفاء) قریش سے ہوں گے۔'' اس کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ یَقُوْلُ لَایَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزاً اِلَی اثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَةً قَالَ فَکَبَّرَ النَّاسُ وَ ضَجُّوْا، ثُمَّ قَالَ کَلِمَةً خَفِیَّةً قُلْتُ لِاَبِی یَا اَبَتِ مَا قَالَ؟ قَالَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ. (سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر ۴۲۸۰، ۴۲۸۱)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دین بارہ خلفاء کے آنے تک غالب رہے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اس پر) لوگوں نے (بلند آواز) سے ''اللہ اکبر'' کہا اور شور برپا ہوگیا پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ آواز میں ایک کلمہ فرمایا: میں نے اپنے باپ سے عرض کیا: اباجان! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ (انہوں نے بتایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب (بارہ خلفاء) قریش میں سے ہونگے۔''

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُبَایَعُ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِی بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ کَعِدَّةِ اَھْلِ بَدْرٍ. فَیَاْتِیْهِ عَصَبُ الْعِرَاقِ وَ اَبْدَالُ الشَّامِ. (مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۳۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۲۲۳)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ایک شخص (مہدی) سے رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل بدر کی تعداد کے مثل (یعنی 313) افراد بیعت خلافت کریں گے۔ بعد ازاں اس امام کے پاس عراق کے

اولیاء اور شام کے ابدال (بیعت کے لئے) آئیں گے۔''

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ یَکُوْنُ فِی اُمَّتِی خَلِیْفَةٌ یَحْثِی الْمَالَ فِی النَّاسِ حَثْیًا لَا یَعُدُّهُ عَدًّا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَیَعُوْدَنَّ.

(مستدرک، للحاکم، حدیث نمبر ۸۴۰۰)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لبالب بھر بھر کے تقسیم کرے گا۔ شمار نہیں کرے گا۔ (یعنی سخاوت اور دریا دلی کی بناء پر شمار کئے بغیر کثرت سے لوگوں میں عطیات تقسیم کریں گے) اور قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کی قدرت میں میری جان ہے، بالتحقیق (غلبہ اسلام کا دور) ضرور لوٹے گا (یعنی امرِ اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد ان کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کرلے گا)''۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا رَأَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَائْتُوْهَا فَإِنَّ فِیْهَا خَلِیْفَةَ اللهِ الْمَهْدِیَّ.

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۲۴۴۱، مستدرک، للحاکم، حدیث نمبر ۸۵۳۱)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خراسان کی طرف آتے ہوئے کالے جھنڈے جب دیکھو تو ان کے پاس آنا کیونکہ ان میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔'' اس حدیث کو امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَتَطْلَعُ عَلَیْکُمْ رَایَاتٌ سُوْدٌ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ، فَائْتُوْهَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِیْفَةُ اللهِ الْمَهْدِیُّ.

مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۳۴۷۰)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم پر خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے طلوع ہوں گے پس تم ان جھنڈوں کی طرف آؤ خواہ تمہیں برف پر لڑھک کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ پس بے شک وہ اللہ تعالی کے خلیفہ حضرت مہدی علیہ السلام ہوں گے۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ وَعَلَی رَأْسِهِ عِمَامَةٌ، فَیَأْتِی مُنَادٍ یُنَادِی هٰذَا الْمَهْدِیُّ خَلِیْفَةُ اللهِ فَاتَّبِعُوْهُ.

(مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۸۹۲۰)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ان کے سر پر عمامہ ہوگا پس ایک منادی یہ آواز بلند کرتے ہوئے آئے گا کہ یہ مہدی ہیں جو اللہ کے خلیفہ ہیں۔ سو تم ان کی اتباع و پیروی کرو۔''

سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَشِيْنَا أَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ نَبِيِّنَا حَدَثٌ فَسَأَلْنَا نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ إِنَّ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِيَّ يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ تِسْعًا زَيْدٌ الشَّاكُّ، قَالَ قُلْنَا وَ مَا ذَاكَ قَالَ سِنِيْنَ قَالَ فَيَجِيْئُ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ، أَعْطِنِي أَعْطِنِي قَالَ فَيَحْثِي لَهُ فِي ثَوْبِهِ مَا اسْتَطَاعَ أَنْ يَحْمِلَهُ.

(سنن ترمذی، کتاب الفتن، حدیث نمبر ۲۲۳۲، مسند احمد بن حنبل، حدیث ۱۱۱۷۹)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وقوع حوادث کے خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں امام مہدی ہوں گے جو پانچ سات یا نو تک حکومت کریں گے (زید راوی حدیث کو ٹھیک مدت میں شک ہے) میں نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اس عدد سے مراد) سال ہیں۔ ان کا زمانہ ایسی خیر و برکت کا ہوگا کہ ایک شخص ان سے آکر سوال کرے گا اور کہے گا کہ اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے، مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ امام مہدی ہاتھ بھر بھر کر اس کو اتنا مال دے دیں گے جتنا وہ اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہوگا۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ صعَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ إِنْ قُصِرَ فَسَبْعٌ وَ إِلاَّ فَتِسْعٌ تُنْعَمُ أُمَّتِي فِيْهِ نِعْمَةٌ لَمْ يُنْعَمُوْا مِثْلَهَا قَطُّ تُؤتِي الْأَرْضُ أُكُلَهَا لَا تَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوْسٍ يَقُوْمُ الرَّجُلُ يَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ، أَعْطِنِي فَيَقُوْلُ خُذْ.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المھدی، حدیث نمبر ۴۰۸۳، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۶۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۶۳۸)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نو سال تک رہے گا۔ ان کے زمانے میں میری امت اتنی خوشحال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوشحال نہ ہوئی ہوگی۔ زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار ان کے لئے نکال کر رکھ دے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اس زمانے میں کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح پڑا ہوگا حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔ وہ فرمائیں گے (جتنا مرضی میں آئے) اٹھالے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ يَسْقِيهِ اللهُ الْغَيْثَ، وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا، وَيُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا، وَتَكْثُرُ الْمَاشِيَةُ وَتَعْظُمُ الْأُمَّةُ يَعِيْشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا يَعْنِي حِجَجًا.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۶۷۳)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخری دور میں مہدی پیدا ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار باہر نکال دے گی اور وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دیں گے۔ ان کے زمانہ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت اور امت کی عظمت ہوگی (وہ خلافت کے بعد) سات سال یا آٹھ سال زندہ رہیں گے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي فُلَانٌ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّ الْمَهْدِيَّ لَا يَخْرُجُ حَتَّى تُقْتَلَ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ، فَإِذَا قُتِلَتِ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ غَضِبَ عَلَيْهِمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ فَأَتَى النَّاسُ الْمَهْدِيَّ فَزَفُّوْهُ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ إِلَى زَوْجِهَا لَيْلَةَ عُرْسِهَا، وَهُوَ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَتُمْطِرُ السَّمَاءُ مَطَرَهَا، وَتُنْعَمُ أُمَّتِي فِي وِلَايَتِهِ نِعْمَةً لَمْ تَنْعَمْهَا قَطُّ. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۳۷۶۵۳)

''امام مجاہد (مشہور تابعی) ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''نفس زکیہ'' کے قتل کے بعد ہی خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔ جس وقت نفس زکیہ قتل کردیے جائیں گے تو زمین و آسمان والے ان قاتلین پر غضب ناک ہوں گے۔ بعد ازاں لوگ (امام) مہدی کے پاس

آئیں گے اور انہیں دلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کریں گے اور (امام) مہدی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (ان کے زمانہ خلافت میں) زمین اپنی پیداوار کو اُگا دے گی اور آسمان خوب برسے گا اور میری امت پر ان کی ولایت و سلطنت میں اس قدر نعمتیں نازل ہوں گی کہ اتنی نعمتوں سے اسے پہلے کبھی نہیں نوازا گیا ہوگا۔''

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی صفات ومناقب

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزَّبِيْدِيِّ رضى الله عنه، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِيِّ يَعْنِي سُلْطَانَهُ.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی، حدیث نمبر ۴۰۸۸، مسند بزار، حدیث نمبر ۳۷۸۴، معجم اوسط، حدیث نمبر ۲۸۵، مجمع الزوائد، الحاوی للفتاویٰ)

''حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی جانب سے لوگوں کا ظہور ہوگا جو امام مہدی کی حکومت کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے۔''

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ يَسْقِيْهِ اللهُ الْغَيْثَ وَ تُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَ يُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا وَ تَكْثُرُ الْمَاشِيَةُ وَ تَعْظُمُ الْأُمَّةُ يَعِيْشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا يَعْنِي حِجَاجًا.

(مستدرک للحاکم، حدیث نمبر ۸۶۷۳، الحاوی للفتاویٰ للسیوطی)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخری دور میں مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا جسے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے خوب نوازے گا اور زمین بھی اپنے خزانے اگل دے گی اور وہ مال کی بالکل ٹھیک تقسیم کرے گا اور (اس کے دور میں) مویشیوں کی بہتات ہوگی اور میری امت کی خوب تعظیم ہوگی وہ (اپنی خلافت میں) سات یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔''

عَنْ جَعْفَرٍ رضى الله عنه قَالَ يَقُوْمُ الْمَهْدِيُّ سَنَةَ مِائَتَيْنِ.

(الفتن لابی نعیم بن حماد، حدیث نمبر ۹۵۳، الحاوی للفتاویٰ للسیوطی)

''حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام سن دوسو (۲۰۰ھ) میں

ظاہر ہوں گے۔'' اس حدیث کو امام نعیم بن حماد نے روایت کیا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ رضی اللہ عنہ قَالَ يَمْلِكُ بَنُو الْعَبَّاسِ حَتّٰى يَأْتِيَنَّ النَّاسَ مِنَ الْخَيْرِ، ثُمَّ يَتَشَعَّثُ أَمْرُهُمْ فِي سَنَةِ خَمْسٍ وَ تِسْعِيْنَ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا إِلَّا جُحْرَ عَقْرَبٍ فَادْخُلُوا فِيْهِ فَإِنَّهُ يَكُوْنُ فِي النَّاسِ شَرٌّ طَوِيْلٌ، ثُمَّ يَزُوْلُ مُلْكُهُمْ سَنَةَ سَبْعٍ وَتِسْعِيْنَ أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِيْنَ، وَيَقُوْمُ الْمَهْدِيُّ فِي سَنَةِ مِائَتَيْنِ. (کتاب الفتن، لابونعیم، حدیث نمبر ۵۹۹، الحاوی للفتاوی، للسیوطی)

''حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عباس لوگوں پر حکومت کریں گے یہاں تک کہ انہیں ہر طرح کی خبر ملے گی، پھر ان کی حکومت کا شیرازہ سن پچانوے ہجری میں بکھر جائے گا، پس اس وقت اگر تم کسی بچھو کا بل بھی پاؤ تو اس میں داخل ہو جانا کیونکہ اس وقت لوگوں میں ایک کبھی نہ ختم ہونے والا شر بپا ہوگا، پھر سن ستانوے یا ننانوے میں ان کی حکومت ختم ہو جائے گی اور پھر سن دو سو (۲۰۰ھ) میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔'' نوٹ: اس حدیث کو امام ابو نعیم اور امام سیوطی نے روایت کیا ہے یہ الفاظ امام سیوطی کے ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ يَمْلِكُ الْمَهْدِيُّ سَبْعَ سِنِيْنَ وَشَهْرَيْنِ وَأَيَّامٍ.
(کتاب الفتن لابی نعیم، حدیث نمبر ۱۱۳۰، الحاوی للفتاوی، للسیوطی)

''محمد بن حمیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: امام مہدی علیہ السلام سات سال دو ماہ اور کچھ دن حکومت کریں گے۔''

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ يَظْهَرُ الْمَهْدِيُّ بِمَكَّةَ عِنْدَ الْعِشَاءِ، وَ مَعَهُ رَايَةُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ قَمِيْصُهُ وَ سَيْفُهُ وَ عَلَامَاتٌ وَ نُوْرٌ وَبَيَانٌ، فَإِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ نَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَقُوْلُ أُذَكِّرُكُمُ اللهَ أَيُّهَا النَّاسُ وَمُقَامُكُمْ بَيْنَ يَدَي رَبِّكُمْ فَقَدِ اتَّخَذَ الْحَجَرَ وَبَعَثَ الْأَنْبِيَاءَ، وَأَنْزَلَ الْكِتَابَ، وَآمُرُكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تُحَافِظُوْا عَلَى طَاعَتِهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَأَنْ تُحْيُوْا مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ، وَتُمِيْتُوْا مَا أَمَاتَ، وَتَكُوْنُوْا عَلَى الْهُدَى، وَوُزَرَاءَ عَلَى التَّقْوَى، فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ دَنَا فَنَاؤُهَا وَزَوَالُهَا، وَ آذَنَتْ بِالْصِّرَامِ، فَإِنِّي أَدْعُوْكُمْ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ، وَالْعَمَلِ بِكِتَابِهِ، وَإِمَاتَةِ الْبَاطِلِ، وَإِحْيَاءِ سُنَّتِهِ، فَيَظْهَرُ فِي ثَلَاثِمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا عَدَدَ أَهْلِ بَدْرٍ عَلَى غَيْرِ مِيْعَادٍ قَزَعًا كَقَزَعِ الْخَرِيْفِ، رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ أُسْدٌ بِالنَّهَارِ، فَيَفْتَحُ اللهُ لِلْمَهْدِيِّ أَرْضَ الْحِجَازِ، وَيَسْتَخْرِجُ مَنْ كَانَ فِي السِّجْنِ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، وَتَنْزِلُ

الرَّايَاتُ السُّوْدُ الْكُوْفَةَ، فَيَبْعَثُ اللهُ بِالْبَيْعَةِ إِلَى الْمَهْدِيِّ، وَيَبْعَثُ الْمَهْدِيُّ جُنُوْدَهُ فِي الْآفَاقِ، وَيُمِيْتُ الْجَوْرَ وَأَهْلَهُ، وَتَسْتَقِيْمُ لَهُ الْبُلْدَانُ، وَيَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةَ.

(کتاب الفتن، لابی نعیم، حدیث نمبر ۹۹۹، الحاوی للفتاویٰ للسیوطی)

''حضرت ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کا عشا کے وقت مکہ میں ظہور ہوگا اور اُن کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (عطا کردہ) جھنڈا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ مبارک اور تلوار ہوگی (اس کے علاوہ دیگر) علامات، نور اور واضح بیان ہوگا۔ پس آپ جب عشاء کی نماز ادا کرلیں گے بآوازِ بلند ندا دیں گے: اے لوگو! میں تمہیں اللہ اور اس کے حضور تمہارے کھڑے ہونے کی یاد دلاتا ہوں۔ جس نے اپنی شان کے لائق اپنے مقام کو لازم پکڑا اور (لوگوں کی اصلاح کے لئے) انبیاء مبعوث کئے اور کتابیں نازل کیں اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو لازم پکڑو اور اس طریقہ کو زندہ کرو جسے قرآن نے زندہ کیا اور اس طریقے کو ختم کرو جسے قرآن نے ختم کیا ہے اور ہدایت کے راستہ میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جاؤ اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون بن جاؤ۔ پس بے شک دنیا تباہی اور بربادی کے دہانے پر ہے اور میں تمہیں ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی کتاب پر عمل کرنے، باطل کو ختم کرنے، سنت کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں۔ پس آپ علیہ السلام کا ظہور اصحاب بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ لوگوں میں ہوگا جو بغیر کسی معینہ وقت کے آئیں گے اور خریف کے پتوں کی طرح دنیا میں بکھرے ہوئے ہوں گے جو رات کے وقت راہبوں کی طرح ہوں گے لیکن دن کے وقت شیروں کی طرح ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ امام مہدی علیہ السلام کے لئے ارض حجاز کو فتح کرے گا اور وہ بنو ہاشم کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ جہاد کے لئے نکالیں گے۔ اور وہ سیاہ جھنڈوں کے ساتھ سرزمین کوفہ میں اتریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ امام مہدی کو اذنِ بیعت عطا فرمائے گا اور وہ اپنے لشکروں کو پوری دنیا میں پھیلا دیں گے اور ظلم اور ظالموں کو ختم کریں گے۔ پس تمام ممالک ان کے زیر سایہ ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا۔''

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمَهْدِيُّ رَجُلٌ مِنْ

وَلَدِی، لَوْنُہُ لَوْنٌ عَرَبِیٌ، وَ جِسْمُہُ جِسْمٌ إِسْرَائِیْلِیٌ، عَلَی خَدِّہِ الْأَیْمَنِ خَالٌ کَأَنَّہُ کَوْکَبٌ دُرِّیٌ یَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا، یَرْضَی فِی خِلَافَتِہِ أَھْلُ الْأَرْضِ وَ أَھْلُ السَّمَاءِ وَالطَّیْرُ فِی الْھَوَاءِ یَمْلِکُ عِشْرِیْنَ سَنَةً. (مسند الفردوس، للدیلمی، حدیث نمبر ۶۶۶۷)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا رنگ عربی اور ان کی جسمانی ساخت اسرائیلی ہوگی۔ انکے دائیں رخسار پر تل ہوگا گویا وہ نور افشاں ستارہ ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی ان کی خلافت پر اھلِ زمین اور اھلِ آسمان سب راضی ہوں گے اور فضا میں پرندے بھی راضی (خوش) ہوں گے اور وہ بیس سال حکومت کریں گے۔''

امام مہدی کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے

امام مہدی قیامت کے شرائط میں سے ایک ہیں اسی لئے محدثین نے شرائط الساعۃ یعنی قیامت کی شرطوں کے باب میں امام مہدی کا ذکر کیا ہے کہ جیسے دیگر قیامت کے علامات ہیں اسی طرح امام مہدی بھی قیامت کے علامات سے ہیں۔

علامہ خیر الدین آفندی حنفی المتوفی ۱۳۱۷ھ لکھتے ہیں: امام مہدی قرب قیامت مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت المقدس کی طرف ہجرت کریں گے اور لوگ آپ کی بیعت مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان یعنی حطیم میں عاشورہ کی رات میں کریں گے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام مہدی کی امداد کیلئے تین ہزار فرشتے آئیں گے اور آپ کے پاس ملک شام سے ابدال اور مصر سے نجباء اور مشرق سے جماعتوں کی جماعتیں آئیں گی اور آپ سے بیعت کریں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنے اسلامی لشکر کو لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور آپ کے لشکر کے مقدمہ پر جبریل علیہ السلام ہوں گے اور میمنہ اور میسرہ پر بھی ملائکہ مقربین سے ہوں گے اور اصحاب کہف رضی اللہ عنہم بھی آپ کے لشکر میں شمولیت کریں گے۔ جب امام مہدی لشکر لے کر روانہ ہوں گے۔ اس لشکر کا نام سفیانی لشکر ہوگا۔ یہ لوگ خالد بن یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہوں گے اور یہ خالد لمبے سر والا چیچک کے چہرے والا اور سفید آنکھوں والا تھا۔ یہ لشکر ایک چٹیل میدان میں زمین میں غرق ہوجائیگا۔

ملا علی قاری حنفی نے بحوالہ محدث تورپشتی ذکر کیا ہے کہ یہ میدان حرمین شریفین کے درمیان ہے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ، ج۵،ص۱۸۱)

جب یہ لشکر غرق ہو جائیگا اور صرف ایک آدمی ان سے بچے گا جو ان کی ہلاکت کی خبر لوگوں تک پہنچائے گا اس لشکر کا تباہ ہونا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی کرامت ہوگا۔ جب لوگوں کو اس کرامت کا علم ہوگا تو اور لوگ بھی آپ کے لشکر میں شامل ہوتے جائیں گے۔ نیز ابدال و اولیاء کی جماعت جن کی تعداد ستر سے چالیس شام میں رہتے ہیں اور تیس دوسرے مقامات میں جب ان سے کوئی وفات پاتا ہے تو دوسرے مسلمانوں میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو ابدال کہتے ہیں۔ یہ بھی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوں گے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں رضا بالقدر والقضاء اور بری باتوں

سے زبان کو روکنا اور اللہ تعالیٰ کیلئے غصہ کرنا پایا جائے وہ ان شاء اللہ ابدال ہوگا۔

علامہ غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو شخص روزانہ تین بار یہ دعا پڑھے۔

اللھم اغفر لامة محمد اللھم ارحم امة محمد اللھم تجاوز عن امة محمد

تو ان شاء اللہ ابدال ہوگا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں دنیا کے حکمران شامل ہوں گے اور حاکم، بادشاہ اطاعت قبول کریں گے اور آپ جب دمشق میں پہنچیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کیلئے نکلیں گے تو امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کریں گے اور امام مہدی جب فوت ہوں گے تو عیسیٰ علیہ السلام آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور بیت المقدس میں آپ کو دفن کریں گے۔ (غایۃ المواعظ، ص ۷۸)

اور امام مہدی کی وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زندہ رہیں گے اور ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح کریں گے۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ یمن کے قبیلہ حذام کی عورت سے نکاح کریں گے۔ دولڑکے ہوں گے ایک کا نام محمد ہوگا اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا اور آپ جب فوت ہوں گے تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور میں دفن کیا جائیگا۔ (عطر الوردی، ص ۷۳)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کا قرب قیامت پیدا ہونا اور آپ کا ظاہر ہونا چونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے لہٰذا اہل سنت و جماعت کے نزدیک آپ کے ظہور پر عقیدہ رکھنا واجب اور ضروری ہے۔

علامہ ابوالقاسم سہیلی نے شرح سیرت حلبیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ اور انکار کفر ہے۔ نیز علامہ سفارینی نے لکھا ہے۔

فالایمان بخروج المھدی واجب کما ھو مقرر عند اھل العلم ومدون فی عقائد اھل السنة والجماعة۔ (الرد علی من کذب۔ ص ۱۵)

کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور پر ایمان لانا واجب ہے جیسے کہ اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد میں موجود ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ستکون فتنة یحصل الناس منھا کما یحصل الذھب فی المعدن، فلا تسبوا أھل الشام،

وسبوا ظلمتهم، فإن فيهم الأبدال، وسيرسل الله تعالى إليهم سيباً من السماء فيغرقهم، حتى لو قاتلهم الثعالب غلبتهم، ثم يبعث الله عزوجل عند ذلك رجلاً من عترة الرسول صلى الله عليه وسلم في اثنى عشر ألفا إن قلوا، وخمسة عشر ألفا إن كثروا، أمارتهم أو علامتهم أمت أمت على ثلاث رايات يقاتلهم أهل سبع رايات ليس من صاحب راية إلا وهو يطمع بالملك، فيقتتلون ويهزمون، ثم يظهر الهاشمي فيرد الله إلى الناس إلفتهم ونعمتهم، فيكونون على ذلك حتى يخرج الدجال.

''عنقریب فتنہ نمودار ہوگا۔لوگ اس سے ایسے کندن بن کر نکلیں گے جیسے سونا بھٹی میں کندن بنتا ہے۔تم اہل شام کو برا بھلا نہ کہو بلکہ ان پر ظلم کرنے والوں کو برا بھلا کہو کیونکہ اہل شام میں ابدال ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے بارش نازل کرے گا اور ان کو غرق کر دے گا۔اگر لومڑیوں جیسے مکار لوگ بھی ان سے لڑیں گے تو وہ ان پر غالب آ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ایک شخص کو کم از کم بارہ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار لوگوں میں بھیجے گا۔ ان کی علامت امت امت ہوگی۔ وہ تین جھنڈوں پر ہوں گے۔ ان سے سات جھنڈوں والے لڑائی کریں گے۔ ہر جھنڈے والا بادشاہت کا طمع کرتا ہوگا۔ وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے، پھر ہاشمی غالب آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف ان کی الفت اور محبت و مودّت لوٹا دے گا۔وہ دجال کے نکلنے تک یونہی رہیں گے۔''

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: حدیث نمبر ۸۶۵۸)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس بارے میں حافظ ابن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

المهدي الذي يكون في آخر الزمان، وهو أحد الخلفاء الراشدين والأئمة المهديين، وليس بالمنتظر الذي تزعم الروافض، وترتجي ظهوره من سرداب في سامراء، فإن ذاك مالا حقيقة له، ولا عين ولا أثر. (النہایۃ فی الفتن والملاحم لابن کثیر: ج۱ ص۴۹)

''اس سے مراد وہ مہدی ہیں جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ وہ ایک خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ امام ہوں گے۔ان سے مراد وہ مہدئ منتظر نہیں جس کے بارے میں رافضی لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور سامراء کے ایک مورچے سے اس کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ اس

کے بارے میں کوئی روایت واثر ہی موجود ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:

فیخرج المهدی، ویکون ظهوره من بلاد المشرق، لا من سرداب سامرا، کما یزعمه جهلة الرافضة من أنه موجوده فيه الآن، وهم ينتظرون خروجه آخر الزمان، فإن هذا نوع من الهذيان، وقسط كبير من الخذلان، وهوس شديد من الشيطان، إذلا دليل عليه ذلك ولا برهان، لا من كتاب ولا سنة ولا من معقول صحيح ولا استحسان

"امام مہدی نکلیں گے۔ ان کا ظہور مشرق کے علاقے سے ہوگا، سامراء کے مورچے سے، جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ امام مہدی اس غار میں اب موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ ایک قسم کی بے وقوفی، بہت بڑی رسوائی اور شیطان کی طرف سے شدید ہوس ہے کیونکہ اس بات پر کوئی دلیل و برہان نہیں، نہ قرآن سے، نہ سنت رسول سے، نہ عقل سے اور نہ قیاس سے۔" (النہایۃ فی الفتن والملاحم لابن کثیر: ج۱ ص۵۵)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

هذا الحديث دلالة على أنه لا بد من وجود اثنى عشر خليفة عادل وليسوا هم بأئمة الشيعة الاثنى عشر فإن كثيرا من أولئك لم يكن لهم من الامر شئ، فأما هؤلاء فإنهم يكونون من قريش يلون فيعدلون وقد وقعت البشارة بهم في الكتب المتقدمة ثم لا يشترط أن يكون متتابعين بل يكون وجودهم في الأمة متتابعا ومتفرقا، وقد وجد منهم أربعة على الولاء وهم أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم ثم كانت بعدهم فترة ثم وجد منهم من شاء الله، ثم قد يوجد منهم من بقى في الوقت الذى يعلمه الله تعالى، ومنهم المهدى الذى أسمه يطابق أسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنيته كنيته يملأ الأرض عدلا وقسطا كما ملئت جورا وظلما.

"اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ عادل خلیفہ ضرور ہوں گے۔ ان سے مراد شیعوں کے بارہ امام نہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی حکومت تھی ہی نہیں جبکہ جن بارہ خلفاء کا حدیث میں ذکر ہے، وہ قریش سے ہوں گے جو حاکم بن کر عدل کریں گے۔ ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں بھی بشارت موجود ہے۔ پھر ان کا پے در پے آنا ضروری نہیں بلکہ امت میں ان کا

وجود پے در پے بھی ہوگا اور وقفے وقفے سے بھی۔ ان میں سے چار پے در پے آئے۔ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے بعد وقفہ ہوا اور پھر جتنے اللہ نے چاہے آئے، پھر ان میں سے جتنے باقی ہیں، وہ اللہ کے علم میں وقت مقررہ پر ضرور آئیں گے۔ انہی میں سے امام مہدی ہوں گے جن کا نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے مطابق ہوگی۔ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔" (تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۵۶۸، ۵۶۹، زیر آیت سورۂ نور)

ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

ولا تقوم الساعة حتى تكون ولايتهم لا محالة، والظاهر أن منهم المهدى المبشر به فى الأحاديث، بذكره انه يواطىء اسمه اسم النبى صلى الله عليه وسلم واسم ابيه اسم ابيه فيملا الارض عدلا وقسطا كما ملئت جوراً وظلماً، وليس هذا بالمنتظر الذى يتوهم الرافضة وجوده ثم ظهوره من سرداب سَامرّاء فإن ذلك ليس له حقيقة ولا وجود بالكلية، بل هو من هَوَسِ العقول السخيفة، وَتَوَهُّم الخيالات الضعيفة، وليس المراد بهؤلاء الخلفاء الاثنى عشر الأئمة الاثنى عشر الذين يعتقد فيهم الاثنا عشرية من الروافض، لجهلهم وقلة عقلهم وفى التوراة البشارة بإسماعيل، عليه السلام، وأن الله يقيم من صُلُبِه اثنى عشر عظيما، وهم هؤلاء الخلفاء الاثنا عشر المذكورون فى حديث ابن مسعود، وجابر بن سَمُرة، وبعض الجهلة ممن أسلم من اليهود إذا اقترن بهم بعض الشيعة يوهمونهم أنهم الأئمة الاثنا عشر، فيتشيع كثير منهم جهلا وسَفَها، لقلة علمهم وعلم من لقنهم ذلك بالسنن الثابتة عن النبى صلى الله عليه وسلم

"بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ان بارہ خلیفوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انہی میں سے امام مہدی ہوں گے جن کے بارے میں احادیث میں یہ موجود ہے کہ ان کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے مطابق (محمد) اور ان کے والد کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کے مطابق (عبداللہ) ہوگا۔ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ امام مہدی سے مراد وہ امام منتظر نہیں جس کے بارے میں رافضی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اب موجود ہے اور سامراء کے مورچے سے اس کا ظہور ہوگا۔

اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا قطعاً کوئی وجود ہے بلکہ یہ گندی ذہنیت کی ہوس اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ بارہ امام نہیں جن کا اثنا عشری رافضی اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ تورات میں اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے بارہ عظیم لوگ پیدا کرے گا۔ یہ وہی بارہ خلفاء ہیں جن کا ذکر سیدنا ابن مسعود اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ یہودیت سے توبہ کر کے اسلام لانے والے بعض جاہل لوگوں سے جب کوئی شیعہ ملتا ہے تو وہ ان کو دھوکا دیتا ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے بارے میں کم علم ہوتے ہیں اور ان کو ایسی تلقین کرنے والے بھی کم علم ہوتے ہیں۔"

(تفسیر ابن کثیر: ج ۳،ص ۵۰۴، زیر آیت سورۂ مائدہ)

55

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی شناخت احادیث کریمہ کی روشنی میں

امام مہدی رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

مدینہ طیبہ کے اندر پیدا ہوں گے۔

والد کا نام عبداللہ ہوگا۔

ان کا اپنا نام محمد ہوگا اور لقب مہدی۔

چالیس سال کی عمر میں ان کو مکہ مکرمہ حرم کعبہ میں شام کے چالیس ابدالوں کی جماعت پہچانے گی۔

وہ کئی لڑائیوں میں مسلمان فوجوں کی قیادت کریں گے۔

شام جامع دمشق میں پہنچیں گے، تو وہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد پہلی نماز حضرت مہدی علیہ الرضوان کے پیچھے ادا کریں گے۔

حضرت مہدی علیہ الرضوان کی کل عمر ۴۹ سال ہوگی، چالیس سال بعد خلیفہ بنیں گے، سات سال خلیفہ رہیں گے، دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت میں رہیں گے، ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائیں گے۔

''ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون'' (مشکوٰۃ: ۴۱۷)

پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

تدفین کے مقام کے متعلق احادیث میں صراحت نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے بیت المقدس میں تدفین لکھی ہے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أحمد، وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ مَاجَهْ، ونعيم بن حماد فِي الْفِتَنِ عَنْ علي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المهدي مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ

امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی تربیت ایک رات میں ہی کردے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أبو داود، ونعيم بن حماد، والحاكم عَنْ أبي سعيد قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المهدي مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ

امام ابو داؤد، نعیم بن حماد اور امام حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ ہم سے ہوں گے ان کی پیشانی روشن ہوگئی اور سیدھی ناک والے ہوں گے وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوگئی تھی، وہ سات سال تک حکومت کریں گے۔

وَأَخْرَجَ أبو نعيم عَنْ أبي سعيد قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المهدى مِنَّا، أَجْلَى الْجَنْبَيْنِ أَقْنَى الْأَنْفِ

امام ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہوں گے ان کے دونوں اطراف اجلے اور سیدھی ناک والے ہوں گے۔

وَأَخْرَجَ أبو نعيم عَنْ أبي سعيد عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ المهدى مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ، رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي أَشَمُّ الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

حضرت انو بعیم نے نقل کیا ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت سے ہوں گے، میری امت سے ایک شخص سیدھے ناک والا ہوگا وہ زمین جو عدل وانصاف بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری تھی۔

وَأَخْرَجَ (ك) أبو داود وَابْنُ مَاجَهْ وَالطَّبَرَانِيُّ والحاكم عَنْ أم سلمة سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ المهدى مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فاطمة

امام ابو داؤد، ابن ماجہ، امام طبرانی، امام حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: امام مہدی رضی اللہ عنہ میری عترت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں گے۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهْ، وأبو نعيم عَنْ أَنَسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ سَبْعَةٌ وَلَدُ عبد المطلب سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وحمزة وعلى وجعفر والحسن والحسين والمهدى

امام ابن ماجہ اور ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہم سات عبدالمطلب کے اولاد سے اہل جنت کے سردار ہوں گے ۔ میں ، حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت جعفر ،امام حسن، امام حسین اور امام مہدی رضی اللہ عنہما۔

وَأَخْرَجَ (ك) أبو داود، وَالطَّبَرَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ، حَتَّى يُبْعَثَ فِيهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا

امام ابوداؤد، امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا باقی نہیں رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا دن لمبا کردے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی اہلِ بیت سے ایک شخص مبعوث ہوگا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور ان کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔

وَأَخْرَجَ (ك) أحمد وأبو داود، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي

امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی نے نقل کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں، دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص عرب کا حکمران نہ بن جائے ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْأَفْرَادِ، وأبو نعيم والحاكم عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ تَعَالَى رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي، فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا

حضرت ابن ابی شیبہ، طبرانی اور دارقطنی نے افراد میں اور امام ابونعیم اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ختم نہیں ہوگی

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث نہ ہو یہاں کہ ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور ان کے والد کا نام میرے والد کے نام سے ہوگا پس وہ زمین کو عدل وانصف سے بھر دیں گے، جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔

وَأَخْرَجَ (ك) الطَّبَرَانِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا لَيْلَةٌ لَمَلَكَ فِيهَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا باقی نہ رہے گی یہاں تک کہ ایک رات اس دنیا کا میرے اہل بیت سے ایک شخص حکمران نہ ہو۔

وَأَخْرَجَ (ك) أحمد، وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وأبو داود عَنْ على، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللهُ تَعَالَى رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَأُهَا عَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور امام ابوداؤد نے نقل کیا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمانہ باقی نہ رہے گا مگر ایک دن باقی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم وستم سے بھری تھی۔

وَأَخْرَجَ أبو داود، ونعيم بن حماد فِي الْفِتَنِ، عَنْ على أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الحسن، فَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمَّى اسْمَ نَبِيِّكُمْ، يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْقِصَّةَ وَزَادَ يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

امام ابوداؤد، امام نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسا کہ ان کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکھا، عنقریب میرے صلب سے ایک شخص نکلے گا ان کا نام تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوگا وہ تخلیق وخلق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قصہ کا ذکر فرمایا اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھری تھی۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ مَاجَهُ، وَالطَّبَرَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُونَ للمهدى سُلْطَانَهُ

امام ابن ماجہ، امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: مشرق سے لوگ نکلیں گے وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی موافقت کریں گے وہ ان کے سردار (بادشاہ) ہوں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) الْبَزَّارُ والحارث بن أبي أسامة وَالطَّبَرَانِيُّ عَنْ قرة المزنى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَمْلَؤُنَّ الْأَرْضَ جَوْرًا وَظُلْمًا، فَإِذَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا بَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنِّي، اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي، فَيَمْلَأُهَا عَدْلًا وَقِسْطًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، فَلَا تَمْنَعُ السَّمَاءُ شَيْئًا مِنْ قَطْرِهَا، وَلَا الْأَرْضُ شَيْئًا مِنْ نَبَاتِهَا، يَمْكُثُ فِيهِمْ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا، فَإِنْ أَكْثَرَ فَتِسْعًا

امام بزار اور حارث بن ابی اسامہ، امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت قرہ مزنی سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: زمین ظلم وستم سے ضرور بھر جائے گی، جب زمین ظلم وستم سے بھر جائے گی تو اللہ تعالیٰ میں مجھ سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام کے ساتھ اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھری تھی پس آسمان کسی چیز کو برسانے سے نہیں روکے گا اور زمین کسی چیز کو اگانے سے نہیں روکے گی پس وہ زمین میں سات یا آٹھ یا اس سے زیادہ نو سال تک رہیں گے۔

وَأَخْرَجَ أبو نعيم عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ المهدى وَعَلَى رَأْسِهِ عِمَامَةٌ فِيهَا مُنَادٍ يُنَادِي هَذَا المهدى خَلِيفَةُ اللهِ فَاتَّبِعُوهُ

امام ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ ظاہر ہوں گے اور ان کے سر پر عمامہ ہوگا اور ایک منادی ندا کرے گا یہ امام مہدی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کی اتباع (پیروی) کرو۔

وَأَخْرَجَ (ك) أبو نعيم والخطيب فِي تَلْخِيصِ الْمُتَشَابِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ المهدى، وَعَلَى رَأْسِهِ مَلَكٌ يُنَادِي إِنَّ هَذَا المهدى فَاتَّبِعُوهُ

ابو نعیم، خطیب نے تلخیص المتشابہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: : حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا اور ان کے سر پر ایک فرشتہ ہوگا وہ ندا کرے گا یہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو۔

وَأَخْرَجَ (ك) الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، والحاكم عَنْ أم سلمة قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ عِدَّةُ أَهْلِ بَدْرٍ، فَيَأْتِيهِ عَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَأَبْدَالُ أَهْلِ الشَّامِ، فَيَغْزُوهُ جَيْشٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ

امام طبرانی کے معجم اوسط میں اور امام حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رکن (حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل بدر کی تعداد کے برابر لوگ بیعت کریں گے پس اہل عراق سے ان پر عصائب آئیں گے اور اہل شام سے ابدال پس اہل شام سے ایک لشکر ان کے ہمراہ جنگ کرے گا یہاں تک کہ وہ مقام بیداء میں دھنس جائیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ علی، فَقَالَ سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِ هَذَا فَتًى يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَعَلَيْكُمْ بِالْفَتَى التَّمِيمِيِّ فَإِنَّهُ يُقْبِلُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَهُوَ صَاحِبُ رَايَةِ المهدى

امام طبرانی نے معجم اوسط میں نقل کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اس نوجوان کی پشت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا پس جب تم انہیں دیکھو تو تم پر اس تمیمی نوجوان کی اطاعت لازم ہے، پس مشرق کی طرف سے ایک شخص آئے اور وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اٹھانے والا ہوگا۔

وَأَخْرَجَ (ك) الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، عَنْ أم حبيبة سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يُرِيدُونَ رَجُلًا عِنْدَ الْبَيْتِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ

امام طبرانی نے معجم اوسط نے نقل کیا ہے: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ مشرق کی طرف سے لوگ نکلیں گے، وہ بیت اللہ کی جانب

جانے کا ارادہ کریں گے جب وہ بیداء کے مقام پر پہنچیں گے تو وہ زمین میں دھنس جائیں گے۔

وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وأبو نعيم، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَقُولُ بِسُنَّتِي، يُنْزِلُ اللهُ لَهُ الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ بَرَكَتِهَا، تُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنْهُ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَعْمَلُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَبْعَ سِنِينَ، وَيَنْزِلُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ

امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابو نعیم نے نقل کی ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میرے اہلِ بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو میری سنت پر عمل کرے گا آسمان سے اللہ تعالیٰ ان کے لئے بارش نازل ہوگی اور زمین ان کے لئے اپنی برکتیں نکالے گی وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وستم سے بھری تھی۔ وہ اس امت میں سات سال کام کرے گا اور بیت المقدس میں اتریں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أبو يعلى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي خَلِيلِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَيَضْرِبُهُمْ حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَى الْحَقِّ، قُلْتُ وَكَمْ يَمْلِكُ؟ قَالَ خَمْسًا وَاثْنَيْنِ

حضرت ابو یعلی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں مجھ سے میری خلیل حضرت ابو قاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان کی، فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہلِ بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا وہ ان میں احکام نافذ کریں گے یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں گے، میں نے عرض کی: وہ کتنا عرصہ حکومت کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچیس سال۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي سعيد، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ، يُعْطِي الْحَقَّ بِغَيْرِ عَدَدٍ

ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو سعید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ظاہر ہوں گے جو بغیر تعداد کے حق عطا فرمائیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي سعيد قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ

مِنْ أَهْلِ بَيْتِي عِنْدَ انْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ، وَظُهُورٍ مِنَ الْفِتَنِ، يَكُونُ عَطَاؤُهُ حَثْيًا

ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں میرے اہل بیت سے ایک شخص ظاہر ہوں گے اور فتنوں کو ظہور ہوگا اور ان کی عطا کشادہ ہوگی۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْمُصَنَّفِ عَنِ ابن سيرين قَالَ المهدى مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُوَ الَّذِي يَؤُمُّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن سیرین سے روایت ہے، فرماتے ہیں اس امت کے مہدی وہ ہیں جو حضرت عیسیٰ بن مریم سلام اللہ علیہما کی امامت کرائیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، وَعُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَقَالَ إِذَا خُسِفَ بِالْجَيْشِ بِالْبَيْدَاءِ فَهُوَ عَلَامَةُ خُرُوجِ المهدى

نعیم بن حماد اور عمرو بن شبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں جب بیداء کے مقام پر ایک لشکر دھنس جائے گا تو وہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی علامت ہوگی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مَنْ وَلَدِ حسن مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، لَوِ اسْتَقْبَلَ بِهِ الْجِبَالَ لَهَدَّهَا، وَاتَّخَذَ فِيهَا طُرُقًا

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے مشرق کی جانب سے ایک شخص نکلے جو اگر اس کے سامنے پہاڑے آئیں گے تو وہ انہیں گرادے اور ان میں کئی راستے بنالے گا۔

وَأَخْرَجَ أبو نعيم عَنْ أَبِي أمامة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الرُّومِ أَرْبَعُ هُدَنٍ، يَوْمَ الرَّابِعَةِ عَلَى يَدَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ هِرَقْلَ، يَدُومُ سَبْعَ سِنِينَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ إِمَامُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ المهدى مِنْ وَلَدِي ابْنُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، كَأَنَّ وَجْهَهُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، فِي خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ أَسْوَدُ، عَلَيْهِ عَبَاءَتَانِ قَطَوَانِيَّتَانِ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ بَنِي إِسْرَائِيلَ، يَسْتَخْرِجُ الْكُنُوزَ، وَيَفْتَحُ مَدَائِنَ الشِّرْكِ

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور روم کے

درمیان چار دن پرسکون ہوں گے(جنگ نہیں ہوگی) چوتھے دن اہل ہرقل سے تمہارے سامنے ایک شخص آئے گا وہ سات سال رہے گا تو ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اس دن لوگوں کا امام کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مہدی میری اولاد سے ہوں گے ان کی عمر چالیس سال ہوگی، گویا ان کا چہرہ چمکتا ہوا موتی ہوگا اور اس نے دائیں رخسار میں ایک سیاہ تل ہوگا اور ان پر دو قطوانی عبا ہوں گی اور گویا کہ وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں سے ہوگا وہ خزانے نکالے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ تَجَاذَبُ الْقَبَائِلُ، وَعَامَئِذٍ يُنْهَبُ الْحَاجُّ، فَتَكُونُ مَلْحَمَةٌ بِمِنًى حَتَّى يَهْرُبَ صَاحِبُهُمْ، فَيُبَايَعُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَهُوَ كَارِهٌ، يُبَايِعُهُ مِثْلُ عِدَّةِ أَهْلِ بَدْرٍ، يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد گرامی سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذی قعدہ میں قبائل باہم جھگڑا کریں گے اور اس سال حاجیوں میں جھگڑا ہوگا اور وہ منی میں جنگ ہوں گی یہاں تک کہ ان کا امیر چلا جائے گا پس ان سے رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے گی جب وہ اس کو ناپسند کریں گے اس دن اہل بدر کی تعداد کے مطابق لوگ ان کی بیعت کریں گے ان سے زمین وآسمان والے لوگ راضی ہوں گے۔

عَنْ حذيفة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المهدى رَجُلٌ مِنْ وَلَدِي، وَجْهُهُ كَالْكَوْكَبِ الدُّرِّيِّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: مہدی رضی اللہ عنہ میری اولاد سے ہوں گے ان کا چہرہ چمکتے ستارے کی طرح ہوگا۔

عَنْ حذيفة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المهدى رَجُلٌ مِنْ وَلَدِي، لَوْنُهُ لَوْنٌ عَرَبِيٌّ، وَجِسْمُهُ جِسْمٌ إِسْرَائِيلِيٌّ، عَلَى خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ كَأَنَّهُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا، يَرْضَى فِي خِلَافَتِهِ أَهْلُ الْأَرْضِ وَأَهْلُ السَّمَاءِ، وَالطَّيْرُ فِي الْجَوِّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: مہدی میری اولاد

سے ایک شخص ہوں گے ان کا رنگ عربی ہوگا اور ان کا جسم اسرائیلی جسم ہوگا اور ان کی دائیں رخسار پر تل ہوگا گویا کہ وہ چمکتا ستارہ ہے۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسا زمین ظلم سے بھری ہوگی ان کی خلافت پر زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے راضی ہوں گی۔

وَأَخْرَجَ (ك) ابْنُ جَرِيرٍ فِي تَهْذِيبِ الْآثَارِ، وَفِيهِ وَوَلِيُّكُمُ الْجَابِرُ خَيْرُ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، الْحَقُوهُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ المهدی، واسمه محمد بن عبد الله، يَخْرُجُ إِلَيْهِ الْأَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ، وَعُصَبُ أَهْلِ الْمَشْرِقِ، كَأَنَّ قُلُوبَهُمْ زُبَرُ الْحَدِيدِ، رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ لُيُوثٌ بِالنَّهَارِ

ابن جریر نے تہذیب الاثار میں نقل کیا ہے اور اس میں ہے تمہارا مددگار امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتر شخص جابر ہوگا تم مکہ میں اس کے ساتھ مل جاؤ پس وہ مہدی ہوگا اور اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا شام سے اس کی طرف ابدال آئیں گے اور اہم مشرق کی طرف سے عصبہ آئیں گے گویا ان کے دل لوہے کے ٹکڑے ہوں گے اور راتوں کو عبادت کرنے والے اور دن کو شیر ہوں گے۔

عَنِ ابن عمرو قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ المهدی مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَرْعَةُ

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہدی رضی اللہ عنہ ایک گاؤں سے ظاہر ہوں گے جس کو کرعہ کہا جاتا ہے۔

عَنِ الحسين أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لفاطمة المهدی مِنْ وَلَدِكِ

امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مہدی رضی اللہ عنہ تیری اولاد سے ہوں گے۔

عَنِ الحسين أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْشِرِي يَا فاطمة، المهدی مِنْكِ

امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تمہیں خوشخبری ہو مہدی رضی اللہ عنہ تم سے ہوں گے۔

عَنْ علی الهلالی أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لفاطمة وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنَّ مِنْهُمَا - يَعْنِي مِنَ الحسن والحسين - مَهْدِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِذَا صَارَتِ الدُّنْيَا هَرْجًا وَمَرْجًا، وَتَظَاهَرَتِ الْفِتَنُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَأَغَارَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَلَا كَبِيرٌ يَرْحَمُ صَغِيرًا، وَلَا صَغِيرٌ يُوَقِّرُ كَبِيرًا، بَعَثَ اللهُ عِنْدَ ذَلِكَ مِنْهُمَا مَنْ يَفْتَحُ حُصُونَ الضَّلَالَةِ، وَقُلُوبًا غُلْفًا، يَقُومُ بِالدِّينِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، كَمَا قُمْتُ فِي أَوَّلِ الزَّمَانِ، وَيَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

حضرت علی ہلالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، بیشک ان دونوں میں سے یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اس امت کے امام مہدی رضی اللہ عنہ مبعوث ہوں گے، جب دنیا قتل وغارت سے بھر جائے گی اور فتنے ظاہر ہوں گے اور راستے کٹ جائیں گے اور بعض بعض سے غیرت کرے گا اور بڑے چھوٹے پر رحم نہ کرے گا اور چھوٹا بڑے کی عزت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے انہیں مبعوث فرمائے گے جو گمراہی کے قلعے فتح کریں گے اور ان کے دلوں پر پردے ہوں گے آخری زمانہ میں لوگ دین پر عمل کریں گے جیسے اول زمانہ میں کرتے تھے۔ اور وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

وَأَخْرَجَ (ك) الطَّبَرَانِيُّ عَنْ عوف بن مالك أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِيءُ فِتْنَةٌ غَبْرَاءُ مُظْلِمَةٌ، ثُمَّ يَتْبَعُ الْفِتَنُ بَعْضُهَا بَعْضًا حَتَّى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُقَالُ لَهُ المهدي، فَإِنْ أَدْرَكْتَهُ فَاتَّبِعْهُ، وَكُنْ مِنَ الْمُهْتَدِينَ

.امام طبرانی نے نقل کیا ہے:: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اندھیری گرد وغبار کے فتنے آئیں گے پھر بعض فتنے بعض کے پیچھے آئیں گے یہاں تک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا اسے مہدی کہا جائے گا پس جب تم اسے پاؤ تو ان کی اتباع کرو اور ہدایت پانے والوں میں شامل ہو جاؤ

وَأَخْرَجَ (ك) نعيم عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ عَلَامَةُ خُرُوجِ المهدي إِذَا خُسِفَ بِجَيْشٍ فِي الْبَيْدَاءِ فَهُوَ عَلَامَةُ خُرُوجِ المهدي

نعیم نے نقل کیا ہے: حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے، فرماتے ہیں: امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی علامت ہے کہ بیداء کے مقام پر لشکر دھنس جائے گا۔ پس یہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی علامت ہے۔

وَأَخْرَجَ (ك) نعيم عَنْ أَبِي قبيل قَالَ اجْتِمَاعُ النَّاسِ عَلَى المهدي سَنَةَ أَرْبَعٍ وَمِائَتَيْنِ

نعیم نے نقل کیا ہے کہ ابو قبیل سے روایت ہے، فرماتے ہیں لوگوں کا اجماع ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی عمر چوبیس سال ہوگی۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُحَرَّمِ

يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَلَا إِنَّ صَفْوَةَ اللهِ فُلَانٌ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، فِي سِنِّهِ الضَّرَبُ وَالْمَعْمَعَةُ

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: محرم میں آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ خبردار اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ فلاں ہے۔ پس ان کی بات غور سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ اس کے دانتوں میں خلا ہوگا اور چمک ہوگی۔

وَأَخْرَجَ (ك) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ إِذَا قُتِلَ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ، وَآخِرُهُ تُقْتَلُ بِمَكَّةَ صَنِيعَةً نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ أَمِيرَكُمْ فُلَانٌ وَذَلِكَ المهدى الَّذِى يَمْلَأُ الْأَرْضَ خِصْبًا وَعَدْلًا

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: جب پاکیزہ لوگوں کو قتل کیا جائے گا اور ان کا آخری جسے مکہ مکرمہ میں قتل کیا جائے گا وہ صنیعہ ہوگا تو آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ تمہارا امیر فلاں ہے اور وہ مہدی ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ يَكُونُ فُرْقَةٌ وَاخْتِلَافٌ حَتَّى يَطْلِعَ كَفٌّ مِنَ السَّمَاءِ، وَيُنَادِى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ أَمِيرَكُمْ فُلَانٌ

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، فرماتے ہیں: لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف ہوگا یہاں تک کہ آسمان سے ایک ہتھیلی طلوع ہوگی اور اعلان کرنے والا آسمان سے اعلان کرے گا، بیشک تمہارا امیر فلاں ہے۔

وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِذَا الْتَقَى السفياني والمهدى لِلْقِتَالِ يَوْمَئِذٍ يُسْمَعُ صَوْتٌ مِنَ السَّمَاءِ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ أَصْحَابُ فُلَانٍ -يَعْنِي المهدى- وَقَالَتْ أسماء بنت عميس إِنَّ أَمَارَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ أَنَّ كَفًّا مِنَ السَّمَاءِ مُدَلَّاةٌ، يَنْظُرُ إِلَيْهَا النَّاسُ

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں سفیان اور امام مہدی رضی اللہ عنہ میں جنگ ہوگی اس دن آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی کہ خبردار اللہ تعالیٰ کے دوست فلاں کے ساتھی ہیں، یعنی حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں اور حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ اس دن امارت ہوگی کہ آسمان سے ایک ہتھیلی رہنمائی کرے گی لوگ اس کی طرف دیکھیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُبْعَثُ المهدى بَعْدَ إِيَاسٍ، وَحَتَّى يَقُولَ النَّاسُ لَا

مهدى، وَأَنْصَارُهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَدَدُهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ رَجُلًا عَدَدُ أَصْحَابِ بَدْرٍ، يَسِيرُونَ إِلَيْهِ مِنَ الشَّامِ حَتَّى يَسْتَخْرِجُوهُ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ مِنْ دَارٍ عِنْدَ الصَّفَا، فَيُبَايِعُوهُ كُرْهًا، فَيُصَلِّي بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْمَقَامِ، يَصْعَدُ الْمِنْبَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: امام مہدی رضی اللہ عنہ ناامیدی کے بعد مبعوث ہوں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ کوئی مہدی نہیں اور ان کے انصار اہل شام سے ہوں گے اور ان کی تعداد پانچ سو دس افراد ہوں گے ان کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد ہوگی اور وہ شام کی طرف جائیں گے یہاں تک کہ وہ صفاء پہاڑی کے پاس بطن مکہ میں نکلیں گے، ان کی بیعت کی جائے گی اس حال میں کہ انہیں ناپسند ہوگی، وہ ان کے ساتھ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کریں گے اور وہ منبر پر چڑھ جائیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ يُبَايَعُ المهدى بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، لَا يُوقِظُ نَائِمًا وَلَا يُهْرِيقُ دَمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: امام مہدی رضی اللہ عنہ کی رکن (حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے گی۔ وہ نیند سے جاگتے ہوں گے اور خون نہ بہایا جائے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ المهدى مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَيَسْتَخْرِجُهُ النَّاسُ مِنْ بَيْنِهِمْ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَهُوَ كَارِهٌ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف نکلیں گے پس لوگوں ان کے درمیان سے نکلیں گے اور وہ مقامِ ابراہیم اور رکن (حجر اسود) کے درمیان ان کی بیعت کریں گے حالانکہ وہ اس کو ناپسند کریں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ على قَالَ إِذَا خَرَجَتِ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنَ السفيانى الَّتِي فِيهَا شعيب بن صالح تَمَنَّى النَّاسُ المهدى، فَيَطْلُبُونَهُ فَيَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ رَايَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَيْأَسَ النَّاسُ مِنْ خُرُوجِهِ لِمَا طَالَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَلَايَا، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ انْصَرَفَ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَحَّ الْبَلَاءُ بِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ، وَبِأَهْلِ بَيْتِهِ خَاصَّةً

فَهُوَ بَاغٍ بَغَى عَلَيْنَا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں جب سفیان سے سیاہ جھنڈے نکلے جن میں شعیب بن صالح تھا لوگوں نے امام مہدی رضی اللہ عنہ کی آرزو کی تو انہوں نے ان کا مطالبہ کیا تو وہ مکہ مکرمہ سے نکلے اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد کہ لوگوں نے امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے بعد جب ان پر بہت زیادہ مصائب نازل ہوئے تھے۔ تو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کی طرف رخ کیا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! بلائیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہیں اور اہلِ بیت کے قریب ہیں اور خاص کر ان کے قریب ہیں جنہوں نے ان میں سے ہم سے بغاوت کی۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ كعب قَالَ قَتَادَةُ المهدى خَيْرُ النَّاسِ، أَهْلُ نُصْرَتِهِ وَبَيْعَتِهِ مِنْ أَهْلِ كُوفَانَ وَالْيَمَنِ وَأَبْدَالِ الشَّامِ، مُقَدِّمَتُهُ جِبْرِيلُ، وَسَاقَتُهُ مِيكَائِيلُ، مَحْبُوبٌ فِي الْخَلَائِقِ، يُطْفِئُ اللهُ بِهِ الْفِتْنَةَ الْعَمْيَاءَ، وَتَأْمَنُ الْأَرْضُ حَتَّى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَتَحُجُّ فِي خَمْسِ نِسْوَةٍ مَا مَعَهُنَّ رَجُلٌ، لَا تَتَّقِي شَيْئًا إِلَّا اللهَ، تُعْطِي الْأَرْضُ زَكَاتَهَا وَالسَّمَاءُ بَرَكَتَهَا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ کہتے ہیں مہدی لوگوں میں سے بہترین ہوں گے اور ان کی نصرت اور ان کی بیعت کرنے والے کوفہ، یمن سے ہوں گے اور شام کے ابدال ہوں گے اور ان کے آگے جبریل علیہ السلام ہوں گے اور ان کے ایک جانب حضرت میکائیل ہوں گے اور وہ لوگوں میں محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے فتنہ کو ختم کرے گا اور زمین کو امن والا بنائے گا یہاں کہ عورتیں حج کریں گی کہ پانچ عورتوں کے ساتھ ایک مرد ہوگا ، وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز سے نہیں ڈریں گے، زمین انہیں اپنی زکوٰۃ ادا کرے گی اور آسمان انہیں اپنی برکتیں دے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ كعب قَالَ إِنِّي أَجِدُ المهدى مَكْتُوبًا فِي أَسْفَارِ الْأَنْبِيَاءِ، مَا فِي عَمَلِهِ ظُلْمٌ وَلَا عَيْبٌ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں انبیائے کرام کے اسفار میں امام مہدی کا تذکرہ موجود پاتا ہے کہ ان کے عمل میں نہ کوئی ظلم ہوگا اور نہ کوئی عیب ہوگا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ طَاوُسٍ قَالَ إِذَا كَانَ المهدى يَبْذُلُ الْمَالَ، وَيَشْتَدُّ عَلَى الْعُمَّالِ، وَيَرْحَمُ

الْمَسَاكِينَ

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہا امام مہدی رضی اللہ عنہ مال خرچ کریں گے اور عمال پر سختی کریں گے اور مساکین پر رحم کریں گے

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَهْدِيُّ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک رات میں ہی امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اصلاح (تربیت) فرمادے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ وَلَجَ الْبَيْتَ، وَقَالَ وَاللهِ مَا أَدْرِي أَدَعُ خَزَائِنَ الْبَيْتِ وَمَا فِيهِ مِنَ السِّلَاحِ وَالْمَالِ، أَوْ أُقَسِّمُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ امْضِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَسْتَ بِصَاحِبِهِ، إِنَّمَا صَاحِبُهُ مِنَّا شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ، يُقَسِّمُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا ہے کہ بیت اللہ کے خزانے اور جو اس میں اسلحہ اور مال ہے میں کہاں خرچ کروں یا انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کردوں تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! کرگزریئے، حالانکہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔ ان کا ساتھی ایسا نہیں ہے۔ یہ کام کرنے والا ہم قریش میں سے ایک نوجوان کرے گا۔ جو آخری زمانہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کرے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حِمْيَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ يَمْلِكُ المهدى سَبْعَ سِنِينَ وَشَهْرَيْنِ وَأَيَّامًا

امام محمد بن حمیر اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سات سال دو ماہ اور چند دن حکومت کریں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ كعب قَالَ يَمُوتُ المهدى مَوْتًا، ثُمَّ يَلِي النَّاسَ بَعْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فِيهِ خَيْرٌ وَشَرٌّ، وَشَرُّهُ أَكْثَرُ مِنْ خَيْرِهِ، يَغْصِبُ النَّاسَ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْفُرْقَةِ بَعْدَ الْجَمَاعَةِ، بَقَاؤُهُ قَلِيلٌ، يَثُورُ بِهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَقْتُلُهُ

حضرت کعب سے روایت ہے امام مہدی رضی اللہ عنہ طبعی موت فوت ہوں گے پھر ان کے متصل ان کے اہل بیت سے ایک شخص آئے گا جس میں خیر وشر دونوں ہوں گی اور اس کا شر اس کی خیر سے زیادہ ہوگا اور وہ لوگوں سے غصب کرے گا اور لوگوں کو جماعت کے بعد فرقہ کی طرف بلائے گا اور اس کی بقا تھوڑی ہوگی اور ان کی اہل بیت میں ایک شخص نکلے گا اور وہ اسے قتل کردے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنِ الوليد عَنْ معمر قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا القحطاني بِدُونِ المهدی

حضرت ولید بن معمر سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قحطانی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہوں گے

وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَعْدَ الْجَبَابِرَةِ الجابر، ثُمَّ المهدی، ثُمَّ المنصور، ثُمَّ السُّلَّمُ، ثُمَّ أَمِيرُ الْعُصَبِ

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، فرمایا: جابر لوگوں کے بعد ایک جابر آئے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ پھر منصور پھر سلم آئے پھر عصب کا امیر۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ سليمان بن عيسى قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ المهدی يَمْكُثُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ يَمُوتُ، ثُمَّ يَكُونُ مِنْ بَعْدِهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِ تُبَّعٍ، يُقَالُ لَهُ المنصور، يَمْكُثُ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُقْتَلُ، ثُمَّ يَمْلِكُ الْمَوْلَى يَمْكُثُ ثَلَاثَ سِنِينَ، ثُمَّ يُقْتَلُ، ثُمَّ يَمْلِكُ بَعْدَهُ هشيم المهدی ثَلَاثَ سِنِينَ وَأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةَ أَيَّامٍ

حضرت سلیمان بن عیسیٰ سے روایت ہے، فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ بیت المقدس کو چودہ سال تک رہیں گے پھر ان کا وصال ہوجائے گا اور ان کے بعد قوم تبع سے ایک شخص آئے گا اسے منصور کہا جائے گا وہ گیارہ سال بیت المقدس میں رہیں گے پھر وہ شہید کردیا جائے گا پھر ایک غلام حکومت کرے گا وہ تین سال رہے گا پھر اسے ماردیا جائے گا پھر اس کے بعد ہیثم مہدی آئے گا وہ دو سال چار ماہ اور دس دن تک رہیں گے۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ كعب قَالَ يَكُونُ بَعْدَ المهدی خَلِيفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ قَحْطَانَ أَخُو المهدی فِي دِينِهِ، يَعْمَلُ بِعَمَلِهِ، وَهُوَ الَّذِي يَفْتَحُ مَدِينَةَ الرُّومِ، وَيُصِيبُ غَنَائِمَهَا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل یمن قحطان سے ان کا ایک

خلیفہ ہوگا جو ان کا دینی بھائی ہوگا اور وہ ان جیسا عمل کرے گا اور وہ روم کے شہر کو فتح کرے گا اور مال غنیمت حاصل کرے گا۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَيْضًا عَنْ قيس بن جابر الصدفى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ القحطانى بَعْدَ المهدى وَمَا هُوَ دُونَهُ

حضرت قیس بن جابر صدفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قحطانی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد ہوں گے اور وہ ان کے علاوہ ہوں گے

أَخْرَجَ (ك) ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْمُصَنَّفِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَة »يَكُونُ فِي أُمَّتِي المهدى إِنْ طَالَ عُمُرُهُ أَوْ قَصُرَ عُمُرُهُ، مَلَكَ سَبْعَ سِنِينَ، أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ، أَوْ تِسْعَ سِنِينَ فَيَمْلَأُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، وَتُمْطِرُ السَّمَاءُ مَطَرَهَا، وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ بَرَكَتَهَا، وَتَعِيشُ أُمَّتِي فِي زَمَانِهِ عَيْشًا لَمْ تَعِشْهُ قَبْلَ ذَلِكَ

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں نقل کیا ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت سے مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے اگر ان کی عمر لمبی ہوئی یا ان کی عمر تھوڑی ہوئی وہ سات سال یا آٹھ سال یا نو سال حکومت کریں گے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وزیادتی سے بھری ہوگی اور آسمان بارش برسائے گا اور زمین اپنی برکتیں نکالے گی اور میری امت ان کے زمانہ میں اس طرح زندگی گزارے گی کہ انہوں نے اس سے پہلے اس طرح زندگی نہیں گزاری ہوگی۔

وَأَخْرَجَ (ك) أَبُو عَمْرٍو الدَّانِي فِي سُنَنِهِ عَنْ حذيفة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَفِتُ المهدى وَقَدْ نَزَلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، كَأَنَّمَا يَقْطُرُ مِنْ شَعْرِهِ الْمَاءُ، فَيَقُولُ المهدى تَقَدَّمْ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَيَقُولُ عِيسَى إِنَّمَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ لَكَ، فَيُصَلِّي خَلْفَ رَجُلٍ مِنْ وَلَدِي الْحَدِيثَ

حضرت ابوعمر دانی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ التفات کریں اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا، گویا کہ ان کے بالوں سے پانی

کے قطرے گر رہے ہوں گے اور امام مہدی علیہ السلام کہیں گے آگے بڑھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں کہ آپ کے لئے اقامت کہی گئی ہے پس آپ وہ میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔(الحدیث)

وَأَخْرَجَ (ك) ابن الجوزی فِی تَارِيخِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْأَرْضَ أَرْبَعَةٌ مُؤْمِنَانِ وَكَافِرَانِ، فَالْمُؤْمِنَانِ ذُو الْقَرْنَيْنِ، وَسُلَيْمَانُ، وَالْكَافِرَانِ نمرود، وبخت نصر، وَسَيَمْلِكُهَا خَامِسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي

ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،فرمایا؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا؛ اللہ تعالیٰ چار لوگوں کوزمین پر حکمرانی عطا کی دومومن اوردو کافر پس دومومن ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اوردو کافر نمرود اور بخت نصر اور عنقریب میری اہل بیت میں سے ایک پانچویں شخص کوزمین کا مالک بنائے گا (یعنی ان کی حکومت پوری روئے زمین پر ہوگی)

وَأَخْرَجَ (ك) الدَّانِي عَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُونُ فِي رَمَضَانَ صَوْتٌ، وَفِي شَوَّالَ مَعْمَعَةٌ، وَفِي ذِي الْقَعْدَةِ تُحَارِبُ الْقَبَائِلُ، وَعَلَامَتُهُ يُنْهَبُ الْحَاجُّ، وَتَكُونُ مَلْحَمَةٌ بِمِنًى تَكْثُرُ فِيهَا الْقَتْلَى، وَتَسِيلُ فِيهَا الدِّمَاءُ حَتَّى تَسِيلَ دِمَاؤُهُمْ عَلَى الْجَمْرَةِ، حَتَّى يَهْرُبَ صَاحِبُهُمْ، فَيُؤْتَى بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ فَيُبَايَعُ وَهُوَ كَارِهٌ، وَيُقَالُ لَهُ إِنْ أَبَيْتَ ضَرَبْنَا عُنُقَكَ، يَرْضَى بِهِ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ

امام دانی نے نقل کیا ہے:

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے،فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: عنقریب رمضان میں ایک آواز آئے گی اورشوال میں فتنے اورجنگیں ہوں گی اور ذی قعدہ میں قبائل باہم لڑائی کریں گے اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ حاجیوں کو لوٹ لیا جائے گا اور منی میں جنگ ہوگی اورقتل وغارت گری زیادہ ہوگی، اوراس میں خون بہے گا، یہاں تک کہ ان کے خون جمرہ پر بہے گا یہاں تک کہ انہیں میں سے ایک شخص بھاگ کھڑا ہوگا اور وہ رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان اسے لایا جائے گا اوران کی بیعت کی جائے گی اور وہ اس کو ناپسند کریں گے اوران سے کہا جائے گا اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم تمہاری گردن اڑادیں گے اور

ان سے زمین وآسمان والے راضی ہوں گے۔

نعیم نے نقل کیا ہے:

عَنْ کعب قَالَ یَطْلُعُ نَجْمٌ مِنَ الْمَشْرِقِ قَبْلَ خُرُوجِ المهدی، لَهُ ذَنَبٌ یُضِیءُ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے مشرق سے ایک دمدار ستارہ طلوع ہوگا جو بہت روشن ہوگا۔

اور نعیم نے حضرت شریک سے نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا؛ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ

أَنَّهُ قَبْلَ خُرُوجِ المهدی یَنْکَسِفُ الْقَمَرُفِی شَهْرِ رَمَضَانَ مَرَّتَیْنِ

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے ماہِ رمضان میں چاند کو دوبار گرہن لگے گا۔

ابوغنم کوفی نے کتاب الفتن میں نقل کیا ہے:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ قَالَ وَیْحًا لِلطَّالَقَانِ، فَإِنَّ لِلّٰهِ فِیهِ کُنُوزًا لَیْسَتْ مِنَ الذَّهَبِ وَلَا فِضَّةً، وَلٰکِنْ بِهَا رِجَالٌ عَرَفُوا اللهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ، وَهُمْ أَنْصَارُ المهدی آخِرَ الزَّمَانِ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: دو طالق کے لئے ہلاکت ہے پس اللہ تعالیٰ کے اس میں کنز ہیں۔ وہ سونے اور چاندی میں سے نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ایسے شخص ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہوں گے جیسا کہ اس کی معرفت کا حق ہے اور وہ آخری زمانے میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے انصار ہوں گے۔

ابوبکر اسکاف نے فوائد الاخبار میں نقل کیا ہے:

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَذَّبَ بِالدَّجَالِ فَقَدْ کَفَرَ، وَمَنْ کَذَّبَ بالمهدی فَقَدْ کَفَرَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دجال کے آنے کی تکذیب کی اس نے کفر کیا اور جس نے امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی تکذیب کی اس نے کفر کیا۔

وَفِی (ك) الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِیثِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا المهدی طَاوُسُ أَهْلِ الْجَنَّةِ

مسند فردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا) حضرت امام مہدی اہلِ جنت کے مور ہوں گے۔

ابوعمرو دانی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي تُقَاتِلُ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ، يَنْزِلُ عَلَى المهدى، فَيُقَالُ تَقَدَّمْ يَا نَبِيَّ اللهِ فَصَلِّ بِنَا، فَيَقُولُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أُمَرَاءُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا؛ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت حق پر رہتے ہوئے جہاد کرے گی یہاں تک کہ بیت المقدس میں طلوع فجر کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ ظاہر ہوں گے اور (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) کہا جائے گا تو وہ کہیں گے اے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں تو وہ اس امت کے بعض بعض کے امیر ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ المهدى شَابٌّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ

ابن مندہ نے تاریخ اصبہان میں نقل کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت میں سے نوجوان ہوں گے۔

وابن الأثير فِي النِّهَايَةِ فِي حَدِيثٍ على أَنَّهُ ذَكَرَ المهدى مِنْ وَلَدِ الحسن

ابن اثیر نے النہایہ میں حدیث میں ذکر کیا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔

(تَنْبِيهَاتٌ) الْأَوَّلُ عَقَدَ أبو داود فِي سُنَنِهِ بَابًا فِي المهدى، وَأَوْرَدَ فِي صَدْرِهِ حَدِيثَ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک باب باندھا ہے اور انہوں نے اپنی کتاب کی ابتداء میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:) یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلفاء ہوں گے ان تمام پر امت کا اجماع ہوگا۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَشَارَ بِذٰلِكَ إِلَى مَا

قَالَہُ الْعُلَمَاءُ أَنَّ المھدی أَحَدَ الِاثْنَیْ عَشَرَ فَإِنَّہُ لَمْ یَقَعْ إِلَی الْآنِ وُجُودُ اثْنَیْ عَشَرَ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلَی کُلٍّ مِنْھُمْ

ایک روایت میں ہے کہ دینِ عزیز میں بارہ خلفاء ہوں گے جو تمام کے تمام قریش سے ہوں اسی طرف اشارہ ہے جو علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بارہویں خلیفہ ہیں پس اب ان بارہ آئمہ پر امت کا اجماع ہے۔(العرف الوردی فی اخبار المھدی للسیوطی)

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''عن النواس بن السمعان رضی اللہ عنه قال قال رسول صلی اللہ علیه وآله وسلم اذ بعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مهرو ذتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین فیطلبه حتی ید رکه بباب لد فیقتله''

(مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائیں گے۔ وہ دمشق کی جامع مسجد کے سفید مشرقی مینار پر اتریں گے۔ وہ دو زرد چادریں پہنے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ پھر وہ دجال کی تلاش میں نکلیں گے۔ تا آنکہ اسے باب لد کے مقام پر پائیں گے۔ پھر اسے قتل کردیں گے۔''

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بطور معجزہ ان کے منہ کی ہوا حد نگاہ تک پہنچے گی اور اس سے کافر مریں گے۔

آسمان سے نازل ہونے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

''عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء وامامکم منکم'' (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص:۳۰۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری خوشی کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ جبکہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔''

(یعنی امام مہدی تمہارے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ باوجود نبی و رسول ہونے کے امام مہدی کی اقتداء کریں گے)''

۱......اس حدیث میں لفظ من السماء کی صراحت ہے۔

۲......اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

نزول عیسی علیہ السلام کی علامتیں

"قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمن عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال الانبياء اخوة لعلات امهاتهم شتی و دينهم واحد وانی اولی الناس بعيسی بن مريم لانه لم يكن نبی بينی وبينه وانه نازل فاذا رائيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان رائسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوالناس الی الاسلام ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فی زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين سنة ثم يتوفی ويصلی عليه المسلمون"

(و كذا رواه ابوداؤد كذا فيتفسير ابن كثير ج ۱ ص ۵۷۸، زیر آیت و ان من اهل الكتاب، قال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، رواه ابوداؤد واحمد باسناد صحیح، فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۷)

"امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی اصول شریعت سب کا ایک ہے اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے۔ رنگ ان کا سرخ اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی۔ صلیب کو توڑیں گے۔ جزیہ کو اٹھائیں گے۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو نیست و نابود کردے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہوجائے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپ کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح

ہیں۔اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں مرے۔زندہ ہیں۔

''عن الحسن (مرسلاً) قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیٰمة'' (اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر آل عمران ج۱ ص ۳۶۶)

''امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں مرے۔زندہ ہیں اور وہی دن قیامت سے قبل واپس تشریف لائیں گے۔''

نزول عیسی علیہ السلام

حضرت عیسی علیہ السلام کا زمین پر اترنا اور قیامت کے دن قبر میں سے ایک ساتھ اٹھنا۔

''عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رضی الله عنهما''

(رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا، کتاب الاذاعہ ص ۱۷۷، مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔(اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔قیامت کے دن میں مسیح بن مریم کے ساتھ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔''

'حدثنی المثنی قال ثنا اسحاق قال ثنا ابن ابی جعفر عن ابیه عن الربیع فی قوله تعالیٰ (الم الله لا اله الا هو الحی القیوم) قال ان النصاریٰ اتوا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخاصموه فی عیسیٰ بن مریم وقالوا له من ابوه وقالوا علی الله الکذب والبهتان لا اله الا هو لم یتخذ صاحبة ولا ولدا فقال لهم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الستم تعلمون انه لایکون ولد الا هو یشبه اباه قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شئی یکلؤه ویحفظه ویرزقه قالوا بلیٰ قال فهل یملك عیسیٰ من ذلك

شیئا قالوا لا قال الستم تعلمون ان الله عزوجل لا یخفی علیه شئ فی الارض ولا فی السماء قالوا بلیٰ قال فهل یعلم عیسیٰ من ذلك شیا الا ما علم قالوا لا قال فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان عیسیٰ حملته امرأة کما تحمل المرأة ثم وضعته کما تضع المرأة ولدها ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم الطعام ویشرب الشراب و یحدث الحدث قالوا بلیٰ قال فکیف یکون هذا کمازعمتم قال فعرفوا ثم ابوا الا حجودا فانزل الله عزوجل الم الله لا اله الا هوالحی القیوم''

(تفسیر ابن جریر ص ۱۶۳ ج ۳)

''حضرت ربیع سے ''الم الله لا اله الا هو الحی القیوم'' کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ ﷺ نے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ ہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟ (مراد کہ اگر حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں، تو ان کو اللہ ہی کا بیٹا کہنا چاہئے) حالانکہ خدا وہ ہے جو لاشریک ہے۔ بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ (یعنی جب یہ تسلیم ہوگیا کہ بیٹا، باپ کے مشابہ ہوتا ہے) تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون و چگون ہے۔ ''لیس کمثله شئی ولم یکن له کفواً احد'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار حیی لا یموت ہے۔ یعنی زندہ ہے۔ کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے۔ (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصاریٰ نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم کرنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شے

پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا ہاں بے شک! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا؟ نصاریٰ نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نہ کھانا کھاتا ہے۔ نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی تھے، پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک! ایسا ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟'' نصاریٰ نجران نے حق کو خوب پہچان لیا۔ مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

''الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''

دجال لعین

دجال یا مسیح دجال مسلمانوں کے نزدیک اس شخص کا لقب ہے جو قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک اور قرب قیامت یعنی آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ امام رازی لکھتے ہیں:

''وأمّا المسيح الدجّال فإنما سُمّي مسيحاً لأحد وجهين أولهما لأنه ممسوح العين اليمنى، وثانيهما لأنه يمسح الأرض أي يقطعها في زمن قصير لهذا قيل له دجّال لضربه في الأرض وقطعه أكثر نواحيها، وقيل سُمّي دجّالاً من قوله دَجَلَ الرجلُ إذا موّه ولبّس'' (امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر کبیر)

دجال کا تعارف

دجال قوم یہود سے ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال وصفہ وما معہ، حدیث نمبر: ۷۲۹۳)

ہر نبی علیہ السلام نے اس کے فتنہ سے اپنی اپنی (قوموں) امتوں کو ڈرایا ہے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے فتنہ کو انتہائی وضاحت سے بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ بہت سی نشانیاں اور اس سے بچاؤ کے طریقے اپنی امت کو سمجھا دیے ہیں۔ احادیث نبویہ میں ''دجال'' کا کوئی اصلی نام نہیں آیا، اسلامی اصطلاح میں اس کا لقب ''دجال'' ہے اور یہ لفظ اس کی پہچان اور علامت بن گیا ہے۔ اس کا فتنہ بہت سخت ہوگا چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کوئی بھی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم جلد سوم: حدیث نمبر ۲۸۷۲)

دجال لفظ کا مادہ

دجال لفظ کا اصل مادہ د، ج، ل۔ دجال کا لفظ اس مادے سے فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ دجل کا معنی ہے ڈھانپ لینا، لپیٹ لینا۔ دجال اس لیے کہا گیا کیونکہ اس نے حق کو باطل سے ڈھانپ دیا ہے یا اس لیے کہ اس نے اپنے جھوٹ، ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے اپنے کفر کو لوگوں سے چھپالیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی فوجوں سے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اسے دجال کہا گیا ہے اس لقب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (دجال اکبر بہت بڑے فتنوں والا ہے) وہ ان فتنوں کے ذریعے اپنے کفر کو ملمع سازی کیساتھ پیش کریگا اور اللہ کے بندوں کو شکوک وشبہات میں ڈال دیگا نیز یہ کہ اس کا فتنہ عالمی فتنہ ہوگا۔

''دجال'' عربی زبان میں جعل ساز، ملمع ساز اور فریب کار کو بھی کہتے ہیں۔ ''دجل'' کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کو کہتے ہیں۔ دجال کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب اس کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف ہوگا۔ اس کے ہر فعل پر دھوکا دہی اور غلط بیانی کا سایہ ہوگا۔ کوئی چیز، کوئی عمل، کوئی قول، اس شیطانی عادت کے اثرات سے خالی نہ ہوگا۔

تین عالمی مذاہب

دنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب (اسلام، یہودیت، مسیحیت) کے ماننے والے جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک ہستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لیے نجات دہندہ اور مسیحا ثابت ہوگی۔ ہر آسمانی دین میں اس مسیح موعود کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ناموں کی ان وجوہات میں کوئی تضاد نہیں۔ اس قسم کے تمام فضائل ہی ان میں جمع تھے لہٰذا یہ تمام وجوہات اپنی جگہ درست ہیں اور دجال کا خروج حتمی ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم من كذب بالدجال فقد كفر، و من كذب بالمهدى فقد كفر۔

(عقد الدرر فی اخبار المنتظر، ج۱ ص۳۶)

جس نے دجال کے وجود اور خروج کو جھٹلایا وہ کافر ہے اور جس نے مہدی کو جھٹلایا وہ کافر ہے۔

مسیح الدجال

''دجال'' کو احادیث میں مسیح الدجال بھی کہا گیا ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۸۴)

دجال اکبر کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟ بہت سے اقوال میں سے سب سے زیادہ واضح قول یہ کہ: دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ کہ اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔

''بے شک دجال بالکل بند آنکھ والا ہوگا اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی۔''

(صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۶۶، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال، حدیث نمبر: ۲۹۳۴)

دجال کے جھوٹے ہونے کی علامات

وہ آنکھوں سے نظر آ رہا ہوگا (حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے)۔

وہ کانا ہوگا حالانکہ تمہارا رب کانا نہیں ہوگا۔

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک ف ر'' یعنی کفر لکھا ہوگا جو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنہ الدجال وخروج عیسیٰ، حدیث نمبر: ۴۰۷۷، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۸۷۶۸)

دجال کا شخصی خاکہ

رسول مقبول ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں کہ اس دوران انہیں دجال دکھایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ بھاری بھرکم جسم، سرخ رنگت، گھنگھریالے بال اور ایک آنکھ سے نابینا ہے۔ اس کی آنکھ لٹکے ہوئے انگور کے دانے جیسی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث نمبر: ۶۷۰۹)

ظہور دجال

وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستہ پر نمودار ہوگا۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنہ الدجال وخروج عیسیٰ، حدیث نمبر: ۴۰۷۷)

تاہم احادیث کی روشنی میں کسی خاص جگہ کو دجال کے ظہور کے لیے مختص نہیں کیا گیا، جیسے ماہ رمضان کی شب قدر کی رات کا خاص تعین نہیں کیا گیا۔

دجال کا برپا کردہ فساد

دجال اپنے ظہور کے بعد ہر طرف فتنہ وفساد برپا کریگا۔ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۸۷۶۸)

اس کے برپا کردہ فساد کی شدت کا اندازہ حدیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے:

"پس مسلمان شام کے جبل دخان کی طرف بھاگ جائیں گے اور دجال وہاں آکر ان کا محاصرہ کرلے گا۔ یہ محاصرہ بہت سخت ہوگا اور ان کو بہت سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر فجر کے وقت عیسیٰ ابن مریم نازل ہونگے۔ وہ مسلمانوں سے کہیں گے: "اس خبیث کذاب کی طرف نکلنے سے تمہارے لیے کیا چیز مانع ہے؟ مسلمان کہیں گے کہ یہ شخص جن ہے لہٰذا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔"

(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۱۴۹۵۴)

شارحین حدیث کا فرمانا ہے کہ دجال کی شعبدہ بازی مسمریزم وغیرہ کو دیکھ کر شاید بعض مسلمانوں کو اس کے جن ہونے کا گمان ہو یا ممکن ہے مسلمان یہ بات بطورِ تشبیہ کے کہیں کہ اس کی حرکتیں اور ایذا رسانیاں جنات کی طرح ہیں۔

وہ لوگ جو اس انتظار میں ہیں کہ گدھے کے ساتھ جکڑا ہوا دجال ایک جزیرے سے نکلے گا، اس طرح کہ گدھے پر سوار ہوگا اور مخلوق اس کے پیچھے چلے گی، تو مجھے افسوس کہ وہ کبھی دجال کو دیکھ نہ سکیں گے اور قیامت کو جب دجال کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یاللعجب! اس کو تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا مگر اس کو سمجھے نہ تھے، مگر افسوس کہ اس وقت کچھ نہ ہو سکے گا۔ دجال نکلا اور زمین کا چکر لگا کر ختم بھی کر چکا اور زمین پر اپنے خلیفے چھوڑ گیا اور دنیا کو ابھی تک خبر بھی نہیں ہے۔ آج دنیا میں سوائے چند گمنام بندوں کے تمام ابنائے آدم دجال کے بندے ہیں۔ خدا سے بیزار، خدائی دین سے بیزار، خدائی تعلیم سے بیزار، یاد رکھیئے! دجال کو بے پناہ قوت حاصل ہے کہ آدمی کو مار بھی سکتا ہے زندہ بھی کر سکتا ہے، جو بھی اس کے سامنے سر اٹھاتا ہے اسے مار دیتا ہے اور پھر جلا کر دنیا کو دکھاتا ہے اور دیکھنے والوں کا اعتقاد اس میں ہو جاتا ہے جو لوگ جدید فرہاد کی بے پناہ قوتوں سے ناآگاہ ہیں وہ بے شک اندھے ہیں وہ کبھی دجال کو دیکھ نہ سکیں گے۔ وہ اپنے اندھے دماغ کو نچوڑ نچوڑ کر دیکھیں گے حتیٰ کہ دردِ سر میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ سمجھ نہ سکیں گے۔ شبِ قدر ہر سال ایک دفعہ آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ معراج بھی ہر سال دہرایا جاتا ہے مگر کتنے لوگ ہیں جنہوں نے شب قدر کو دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں، جن کی بشارت انجیل نے دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور اس دنیا میں اپنا کام سرانجام کر کے چلے گئے مگر نصاریٰ ابھی تک انتظار میں بیٹھے ہیں کہ نبی آخر الزمان ابھی پیدا ہوگا اور آپ اگر دنیا کے ایک سرے سے ڈھونڈھنا شروع ہو جائیں اور گننا شروع ہو جائیں، تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ تھک کر ہار جائیں گے مگر آپ کو صاحب ایمان بمشکل ملے گا۔ صاحب ایمان کی یہ علامت ہے کہ وہ اس دجالیت کے بھنور میں گرفتار نہ ہو جس کا بدن اس دنیا میں ہو اور جس کا دل عالمِ عقبیٰ میں ہو، جسے موت یاد ہو اور جو دنیاوی ضروریات کو محض زندگی گزارنے کے لیے حاصل کرتا ہو اور جو اللہ پر توکل رکھتا ہو۔ آپ گاؤں میں رہتے ہیں تو گاؤں میں نظر دوڑایئے، کوئی صاحبِ ایمان بمشکل ملے گا، اگر آپ شہر میں ہیں تو شہر میں ڈھونڈھیئے۔ اگر آپ چین میں ہیں، جاپان میں ہیں، عرب میں ہیں، ہند میں ہیں، پاکستان میں ہیں، ایشیا میں ہیں، یورپ میں، امریکا میں، افریقہ میں ہیں، آسٹریلیا میں، نیوزی لینڈ میں ہیں یا کسی دوسری غیر معروف بستی میں ہیں، آپ کو صاحب ایمان بمشکل نظر آئے گا، سب دنیا

سارا جہان دجال کے فتنے میں مبتلا ہے۔ ساری کائنات اسی بھنور میں گرفتار ہے، جس دل کو کھول کے دیکھو، اسی آزار میں مبتلا ہے۔ جس سر کو غور سے دیکھو اسی دشت میں سرگرداں ہے، جس آنکھ کو دیکھو، اسی فکر میں حیران ہے، کوئی نہیں، جسے لمحہ بھر تسکین آئی ہو، کوئی نہیں، جس نے کبھی موت کو یاد کیا ہو، کوئی نہیں، جس نے کبھی انسان کے انجام پہ غور کیا ہو، ٹائی نہیں، کوٹ نہیں، پتلون نہیں، بینک بیلنس نہیں، یہی آوازیں ہیں جو کان میں آتی ہیں، یہی باتیں ہیں جو ہر سو ہر جا نظر آتی ہیں، مسجدیں ویران ہیں، سینما آباد ہیں، قبر بھولی ہوئی ہے، موت بھولی ہوئی ہے، خدا یاد نہیں، کوئی دل عشقِ خدا، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یاد نہیں، ہائے اللہ کے وہ پیارے بندے، اس کی دنیا میں وہ بے چارے بندے، وہ فقیر، وہ عباد، وہ ولی، وہ درویش، وہ امین، وہ خدا دوست، خدا پرست، وہ دانش مند، وہ دن دنیا میں، اور راتیں مسجدوں میں بسر کرنے والے نجیب، آج ناپید ہیں، وہ مراقبے، وہ شب زندہ داریاں، وہ بے قراریاں، وہ نالہ ہائے نیم شبی، وہ فغانیں، وہ نالے وہ سجود، وہ خدا ترسیاں، وہ کہاں ہیں، وہ کیا ہوئیں۔ وہ کہاں گئیں، ابن آدم سے وہ دولت چھن گئی۔ ہائے افسوس، وہ چاندنی رات کو قبرستانوں میں خموش بیٹھنے والے بندے، وہ اندھیری رات میں گوشہء مسجد میں بیٹھ کر خدا یاد کرنے والے بندے کہاں گئے۔ آسمان حیران آنکھوں سے زمین کو دیکھتا ہے۔ کہ ہو کیا گیا ہے۔ خاک مسکین آسمان کی طرف دیکھتی ہے کہ ہو کیا گیا ہے۔ فرشتے خاموش ہیں کہ خدایا ہو کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آزردہ ہیں کہ یا رب ہو کیا گیا ہے۔ ذاتِ باری آشفتہ و غضبناک ہے کہ اے ناشکرے انسان! اے خاک کے پتلے! ہم نے تمہیں زمین اور آسمانوں میں ممتاز کیا۔ ہم نے تمہیں حیوانات سے جنات سے ملائکہ سے ممتاز کیا۔ ہم نے تمہیں ساری کائنات سے ممتاز کیا۔ تیرے لیے ہم نے ابلیس کو مردود کیا۔ تیرے لیے ہم نے اسے اپنی بارگاہ سے راندۂ درگاہ کیا۔ تیرے آگے ہم نے فرشتوں کو سجدہ کروایا۔ آج تو اسی ابلیس کے بہکاوے میں آ کر ہم سے غداری کرتا ہے۔ آج تو اسی ابلیس کا مرید ہے۔ وہی ابلیس تیرا معبود ہے۔ آج تو ہم سے سرکشی کرتا ہے۔ اے ناشکرے انسان! ہم تجھے اس سرکشی کی سزا دیں گے۔ یہی دنیا جس سے تجھے بہت محبت ہے۔ تجھے اس میں خوار کریں گے اور آخرت بھی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اے کاہِ جو میں پڑنے والے گدھے! تجھ کو اور تیرے شیطانوں کو سرنگوں لٹکائیں گے اور تجھے کہیں گے کہ بھلا اب ان شیطانوں کو! اپنی مدد کے لیے بلاؤ اور اپنی سرکشی کا مزا چکھو، آج بلیس خوش ہے کہ اپنے مقصد کو پہنچ گیا، جس آدم کے سبب اسے جنت سے نکالا گیا۔ اس سے جنت چھین لی گئی۔ آج اسی آدم کی اولاد کو اسی خدا سے باغی کر دیا۔ جس نے اسی آدم کے لیے ابلیس کو جنت سے نکالا تھا۔ راندۂ بارگاہ کر دیا تھا۔ آج دنیا میں تعلیم بہت ہے مگر عقل نام کو

نہیں، آج دنیا میں زر واناج بہت ہے مگر کوئی سیر نہیں ہوتا۔ آج خوشیوں کے سامان بہت ہیں مگر خوشی ناپید ہے۔

دجال کی دعوت

دجال اپنے آپ کو سب سے پہلے نبی کہے گا، پھر خدائی کا دعویٰ کریگا۔ اپنے پیدا کردہ زبردست شکوک وشبہات میں انسانیت کو پھانستا چلا جائے گا۔ اپنے آپکو دجال نہیں بلکہ خدا کہے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھ کر اس کے پاس آئے گا اور پھر اسکے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرے گا۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث نمبر: ۴۳۲۱)

دجال اکیلا نہیں ہوگا بلکہ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی ہوں گے۔ یعنی یہ ایک عالم گیر فتنہ ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشاد ہے:

"دجال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی۔"

(مسند احمد، مسند شامیین، حدیث نمبر: ۱۷۲۲۶)

"دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہونگے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی بقیہ احادیث الدجال، حدیث نمبر: ۲۹۴۴)

یہود کے ہاں اس مسیح کو آل داؤد میں سے مانا جاتا ہے۔ حقیقتاً یہودی جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ وہی دجال ہوگا۔

دجال کی طاقت

اللہ رب العزت نے دجال کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہوا ہوگا تاہم وہ اس کا استعمال برائی اور شر پھیلانے میں کرے گا۔ دجال کی طاقتوں کا اندازہ ذیل میں موجود احادیث سے ملتا ہے۔

اس کے پاس آگ اور پانی ہوں گے۔ (جو) آگ (نظر آئے گی وہ) ٹھنڈا پانی ہوگا اور (جو) پانی (نظر آئے گا وہ) آگ (ہوگی)

(صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر: ۳۲۶۶)

اس (دجال) کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا (مطلب یہ کہ اس کے پاس پانی اور غذا

وافر مقدار میں ہوں گے)۔ نبیؐ نے فرمایا ان باتوں کے لیے وہ نہایت حقیر ہے لیکن اللہ اسے اس کی اجازت دے گا (تا کہ لوگوں کو آزمایا جا سکے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں یا دجال پر)۔(صحیح المسلم، کتاب الآداب، باب جواز قولہ لغیر ابنہ ، حدیث نمبر: ۲۱۵۲، صحیح بخاری، کتاب الفتن ، باب ذکر الدجال، حدیث نمبر: ۶۷۰۵)

اور پھر دجال اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا۔ جو اس کی آگ میں پڑے گا، اس کو یقیناً اس کا صلہ ملے گا اور اس کا بوجھ کم کر دیا جائے گا۔ لیکن جو اس کے دریا میں اترے گا، اس کا بوجھ برقرار رہے گا اور اس کا صلہ اس سے چھین لیا جائے گا۔

(ابوداؤد، کتاب الفتن ، باب ذکر الفتن ودلائلھا، حدیث نمبر: ۴۲۴۶)

ہم نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! وہ اس زمین پر کتنی تیزی سے چلے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طرح ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الفتن ، باب ذکر الدجال، حدیث نمبر: ۷۲۹۳ ، ابن ماجہ، کتاب الفتن ، باب فتنہ دجال وخروج عیسیٰ، حدیث نمبر: ۴۰۷۵)

وہ (دجال) ایک گدھے پر سوار ہوگا۔ اس (گدھے) کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا فاصلہ ہوگا۔ (مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۴۹۵۴)

اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شیاطین کو بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۸۶)

وہ ایک بدّو سے کہے گا۔ اگر میں تمہارے باپ اور ماں کو تمہارے لیے دوبارہ زندہ کروں تو تم کیا کرو گے؟ کیا تم شہادت دو گے کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ بدّو کہے گا: ہاں! چنانچہ دو شیاطین اس بدّو کے ماں اور باپ کے روپ میں اس کے سامنے آجائیں گے اور کہیں گے: ہمارے بیٹے اس کا حکم مانو یہ تمہارا خدا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن ، باب فتنہ دجال، حدیث نمبر: ۴۰۷۷)

دجال آئے گا لیکن اس کے لیے مدینہ میں داخل ہونا ممنوع ہوگا۔ وہ مدینہ کے مضافات میں کسی بنجر (سیم زدہ) علاقے میں خیمہ زن ہوگا۔ اس دن بہترین آدمی یا بہترین لوگوں میں سے ایک اس کے پاس آئے گا اور کہے گا: میں تصدیق کرتا ہوں تم وہی دجال ہو جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ دجال لوگوں سے کہے گا: اگر میں اسے قتل کر دوں اور پھر زندہ کر دوں تو کیا تمہیں میرے دعویٰ میں کوئی شبہ رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں! پھر دجال اسے قتل کر دے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ وہ آدمی کہے گا اب میں تمہاری حقیقت کو پہلے سے زیادہ بہتر جان گیا ہوں۔ دجال کہے گا: میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، ابواب فضائل المدینۃ، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، حدیث نمبر: ۱۷۸۳)

درج بالا احادیث کی روشنی میں

اس کا قبضہ تمام زندگی بخش وسائل مثلاً پانی، آگ اور غذا پر ہوگا۔

اس کے پاس بے تحاشہ دولت، اور زمین کے خزانے ہونے۔

اس کی دسترس تمام قدرتی وسائل پر ہوگی مثلاً ''بارش، فصلیں، قحط اور خشک سالی وغیرہ''۔

وہ زمین پر اس طرح چلے گا جیسے ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ اس کے گدھے (سواری) کے کانوں کے درمیان ۴۰ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

وہ ایک نقلی جنت اور دوزخ اپنے ساتھ لائے گا۔

اس کی اعانت و مدد شیاطین کریں گے۔ وہ مردہ لوگوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے گفتگو کریں گے۔

وہ زندگی اور موت پہ (ظاہری طور پر) قدرت رکھے گا۔

زندگی اور موت پر اس کا اختیار محدود ہوگا کیونکہ وہ اس مومن کو دوبارہ نہیں مار سکے گا۔

دجال کا قیام

''دجال کہاں ہے؟'' یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ خود اسی حدیث شریف میں جس میں دجال کے موجودہ مقام کا تذکرہ ہے، ذکر ہے کہ آپ ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق آپؐ کی حیات مبارکہ میں ہوگئی تھی جس پر آپ نے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا:

"جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا؟'' لوگوں نے کہا: ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لیے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کے لیے اکٹھا کیا ہے، بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کیلئے جمع کیا ہے تمیم داری پہلے عیسائی تھا۔ وہ آیا۔ اس نے بیعت کی اور اسلام میں داخل ہوگیا۔ اس نے مجھے ایسا واقعہ سنایا جو ان باتوں سے تعلق رکھتا ہے جو میں تمہیں دجال کے بارے میں بتایا کرتا ہوں۔

اس نے مجھے بتایا کہ وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ ایک بحری جہاز میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں مہینہ بھر انہیں ادھر آدھر دھکیلتی رہیں یہاں تک وہ ایک جزیرے میں پہنچ گئے۔ اس

وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ جزیرے میں داخل ہوئے تو انہیں ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کچھ پتا نہ چل رہا تھا۔

انہوں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو تو کیا چیز ہے؟

اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں۔

انہوں نے پوچھا: ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''اے لوگو! خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے تجسس سے انتظار کر رہا ہے۔''

بیان کرنے والا بتاتا ہے جب اس نے آدمی کا ہم سے ذکر کیا تو ہمیں خوف لاحق ہوا کہ یہ جانور شیطان نہ ہو۔ پھر ہم تیزی سے چلے اور خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں ہم نے بھاری بھر کم قد کاٹھ کا ایک آدمی دیکھا جس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک بندھی ایک لوہے کی زنجیر تھی اور اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے تھے۔

ہم نے پوچھا ''تیرا ستیاناس ہو تو کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''میرا پتا تمہیں جلد چل جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

ہم نے کہا کہ ہم عرب سے آئے ہیں۔ ہم جہاز میں سوار ہوئے۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ مہینہ بھر لہریں ہمیں دھکیلتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس جزیرے کے کنارے لے آئیں۔ ہم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ یہاں ہمیں ایک جانور ملا جس کے بدن پر بہت بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: ''تیرا ستیاناس ہو، تو کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''میں جساسہ ہوں۔''

ہم نے پوچھا: ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق سے انتظار کر رہا ہے۔ ہم تیزی سے تمہاری طرف آئے ہیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔''

اس نے کہا: ''مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ۔''

ہم نے کہا: اس نخلستان کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اس کے درختوں پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟''

ہم نے کہا: ''ہاں آتے ہیں!''

اس نے کہا: ''وہ زمانہ قریب ہے جب ان درختوں پر پھل نہیں آئیں گے۔''

اس نے پوچھا: ''مجھے طبریہ کی جھیل کے بارے میں بتاؤ۔''

ہم نے پوچھا: ''اس کی کون سی بات جاننا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا: ''کیا اس میں پانی ہے؟''

ہم نے کہا: ''ہاں! اس میں بہت پانی ہے۔''

وہ بولا: ''اس کا پانی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔''

پھر اس نے کہا: ''مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ۔''

ہم نے پوچھا: ''کون سی بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟''

زنجیر میں جکڑے آدمی نے کہا: ''کیا چشمہ میں پانی ہے اور لوگ اس پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں؟''

ہم نے کہا: ''اس میں بہت پانی اور شہر کے رہنے والے اس سے کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔''

پھر اس نے پوچھا: ''مجھے نبی الامیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاؤ۔ اس نے کیا کیا ہے؟''

ہم نے کہا: ''وہ مکہ سے نکل کر یثرب (مدینہ) میں آ گئے ہیں۔''

اس نے پوچھا: ''کیا عربوں نے اس کے ساتھ جنگ کی؟''

ہم نے کہا: ''ہاں!''

اس نے پوچھا: ''اس نے ان کے ساتھ کیا کیا؟''

ہم نے بتایا کہ وہ اردگرد کے عربوں پر غالب آ چکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

اس پر اس نے کہا: ''کیا واقعی ایسا ہو چکا ہے؟''

ہم نے کہا: ''ہاں!''

اس پر اس نے کہا: ''ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اس کی اطاعت قبول کر لیں۔ اب میں تمہیں

اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں دجال ہوں۔ مجھے عنقریب خروج کی اجازت مل جائے گی'' "

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب قصة الجساسہ، حدیث نمبر: ۲۹۴۲)

یہ واقعہ سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا (لاٹھی) منبر پر مار کر فرمایا: "یہ ہے طیبہ۔ یہ ہے طیبہ (یعنی مدینہ منورہ)'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم کو یہی بتایا کرتا تھا۔ جان لو کہ دجال شام کے سمندر (بحیرۂ روم) میں ہے یا یمن کے سمندر (بحیرۂ عرب) میں ہے۔ نہیں! وہ مشرق میں ہے! مشرق میں! اور اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔"

(کتاب الفتن لنعیم بن حماد، باب خروج الدجال وسیرة، حدیث نمبر: ۱۵۲۷)

احتیاطی تدابیر

اپنی امت کو نبی آخر زماں ﷺ نے فتنہ دجال سے بچنے کی احتیاطی تدابیر سکھلائی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"فتنوں کے درمیان سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہوگا جو چھپا رہے اور پاک وصاف رہے۔ اگر سامنے آئے تو کوئی اسے پہچان نہ سکے اور اگر سامنے نہ ہو تو کوئی اس کا حال احوال نہ پوچھے۔ اور لوگوں میں سب زیادہ بدنصیب وہ خطیب ہوگا جو بلند آواز سے فصیح وبلیغ خطبہ دے گا۔ اور وہ سوار ہوگا جو سواری کو تیز دوڑنے پر مجبور کرے گا۔ ان فتنوں کے شر سے وہی نجات پائے گا جو سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح خلوص سے دعا مانگے گا۔" (کتاب الفتن لنعیم بن حماد، بدایة الجزء الرابع، حدیث نمبر: ۷۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"ایک وقت آئے گا مسلمان کا بہترین مال وہ بھیڑ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹی اور بارش کے مقامات پر چلا جائے گا تاکہ وہ اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگ جائے۔" (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب التعرب فی الفتنہ، حدیث نمبر: ٦٦٧)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر نے اپنی مشہور تصنیف ''فتح الباری'' میں لکھا ہے:

"سلف الصالحین میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ فتنوں کے زمانے میں صاحب ایمان آدمی عام لوگوں سے کنارہ کش ہوکر علیحدگی اختیار کرے یا نہ؟ بعض حضرات ایمان بچانے کیلئے گوشہ نشینی یا پہاڑوں میں نکل جانے کی اجازت دیتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ شہروں میں رہ کر فتنوں کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے۔۔۔۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب فتنہ عام نہ ہو، لیکن اگر فتنہ عام ہوجائے تو پھر فتنہ

زدہ لوگوں سے علیحدگی اور تنہائی کو ترجیح دی گئی ہے۔"
(فتح الباری، کتاب الفتن، باب التعرب فی فتنہ، تحت حدیث رقم: ۶۶۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے عبداللہ بن عمرو! اگر تو ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے درمیان رہ گیا تو پھر کیا کرے گا؟۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے عہدو پیمان اور امانتوں کو ضائع کر دیا، پھر وہ ایسے ہو گئے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرلیا۔ انہوں نے پوچھا: ''ایسے وقت میرے لیے کیا حکم ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔۔۔۔''عام لوگوں کو چھوڑ کر خاص لوگوں کے ساتھ مل جانا''"

(سنن ابی داوٗد، کتاب الملاحم، باب الامر و نہی، حدیث نمبر: ۴۳۴۴، مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابہ، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما، حدیث نمبر: ۷۰۴۹ مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابہ، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما، حدیث نمبر: ۷۰۶۳ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب التثبت فی الفتنہ، حدیث نمبر: ۳۹۵۷)

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اللہ پر توکل کر کے پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ دجال کی علانیہ بغاوت کی جائے۔

فتنوں کے وقت گوشہ نشینی (یعنی تنہائی) کو ترجیح دی جائے۔

اللہ والوں کے زیادہ قریب ہو جائے۔ تاکہ فتنوں سے محفوظ ہو۔

سورۃ الکہف کی تلاوت

"دجال کے فتنوں سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورۃ الکہف کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے بچالیتی ہے۔"

(سنن ابی داوٗد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث نمبر: ۴۳۲۳، صحیح مسلم، باب فضائل القرآن و ما یتعلق بہ، باب فضائل سورۃ الکہف و آیت الکرسی، حدیث نمبر: ۸۰۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"تم میں سے جس کسی کے سامنے دجال آجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔" (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۸۶۷۸، طبرانی، حدیث نمبر: ۷۵۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۷۶۴۴)

فتنوں کے وقت مومن کی خوراک

حدیث کا راوی کہتا ہے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان دنوں کون سی چیز لوگوں کیلئے حیات بخش ہوگی!" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تسبیح (سبحان اللہ کہنا)، تحمید (الحمدللہ) کہنا، تکبیر (اللہ اکبر) کہنا، کھانے پینے کی جگہ ان کے اندر سرایت کر جائے گی۔" (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال، حدیث نمبر: ۴۰۷۷)

دجال کی رسائی

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک دجال چار مسجدوں، مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد طور سینا اور مسجد اقصیٰ کے سوا ہر گھاٹ پر پہنچے گا۔" (کتاب الفتن لنعیم بن حماد، باب المعقل من الدجال، حدیث نمبر: ۱۵۷۸، مسند احمد، حدیث، رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر: ۲۳۶۸۴)

مدینہ کا محاصرہ

حضرت محجن ابن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک دن) لوگوں سے خطاب کیا چنانچہ تین مرتبہ (یہ) فرمایا: یوم الخلاص و مایوم الخلاص یوم الخلاص و مایوم الخلاص۔ کسی نے عرض کیا: یہ یوم الخلاص کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دجال آئے گا اور احد پہاڑ پر چڑھے گا پھر اپنے دوستوں سے کہے گا کیا اس قصر ابیض (سفید محل) کو دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد کی مسجد ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی جانب آئے گا تو اس کے ہر راستے پر ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ایک فرشتہ کو مقرر پائے گا۔ چنانچہ سبخۃ الجرف کی جانب آئے گا اور اپنے خیمے پر ضرب لگائے گا۔ پھر مدینہ منورہ کو تین جھٹکے لگیں گے۔ جس کے نتیجے میں ہر منافق مرد و عورت اور فاسق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر اس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ اس طرح مدینہ (گناہ گاروں سے) پاک ہوجائے گا۔ اور یہی یوم الخلاص (چھٹکارے یا نجات کا دن) ہے۔" (مستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص: ۵۴۶)

دجال کے ہاتھوں مرنے والوں کا رتبہ

نعیم بن حماد کی روایات ہیں:

''جولوگ دجال کے یا اس کے لوگوں کے ہاتھوں شہید ہوں گے، ان کی قبریں تاریک اندھیری راتوں میں چمک رہی ہونگی۔''
(کتاب الفتن لنعیم بن حماد، باب مابقی من الاعماق وفتح القسطنطینیہ، جزو ۲، ح ۱۳۸۲)

ایک اور روایت ہے کہ ان کا شمار افضل ترین شہداء میں ہوگا۔
(کتاب الفتن لنعیم بن حماد، باب مابقی من الاعماق وفتح القسطنطینیہ، جزو ۱، حدیث نمبر: ۱۲۵۲)

دجال کا خاتمہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کی ابتداء سے انتہا تک کے بارے امت کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ دجال چالیس دن حکومت کر کے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ مسلمانوں کے ہاں انہی کو مسیح موعود کا درجہ حاصل ہے۔

وہ آخری بار اردن کے علاقے میں ''افیق'' نامی گھاٹی پر نمودار ہوگا۔ (مسلمانوں اور دجالی لشکروں کے درمیان جنگ ہوگی جس میں) وہ ایک تہائی مسلمانوں کو شہید کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھگا دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی تو بعض مومنین بعض سے کہیں گے کہ تمہیں اپنے رب کی خواشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جا ملنے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن سے جنگ پر روانہ ہو جانا۔

پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اٹھیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے:

''میرے اور دشمن خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تاکہ مجھے دیکھ لے)''

ابو حازم (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دجال (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی) ایسا پگھلے گا جیسے دھوپ میں چکنائی پگھلتی ہے۔''

اس کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے یہ فرمایا:

''(ایسا گھل جائے گا) جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے خاتمے کو واضح طور پر بیان کیا:

''حضرت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ پس لوگوں کی ٹانگوں اور آنکھوں کے درمیان سے تاریکی

ہٹ جائے گی (یعنی اتنی روشنی ہوجائے گی کہ لوگ ٹانگوں تک دیکھ سکیں گے) اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہوگی۔ پس لوگ ان سے پوچھیں گے کہ آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ ''کُن'' سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو:

اللہ دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کردے۔

ان کو زمین میں دھنسادے۔

ان کے اوپر تمہارے اسلحہ کو مسلط کردے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔

مسلمان کہیں گے: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طمانیت کا باعث ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل ڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اٹھا سکے گا۔ پس مسلمان (پہاڑ سے) اتر کر ان کے اوپر مسلط ہوجائیں گے اور دجال جب (عیسیٰ) ابن مریم کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اسے جالیں گے اور قتل کردیں گے۔'' (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، للامام معمر، باب الدجال، حدیث نمبر: ۲۰۸۳۴)

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کردے گا۔ چنانچہ وہ ان سب کو قتل کردیں گے۔ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ اسے قتل کردے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کردے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔ پس مسلمان صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ بند کردیں گے۔

دجال کا آنا

آخری زمانہ میں قربِ قیامت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا، ان کے ظہور کے ۷/ سال بعد دجال نکلے گا، اس کے بعد اس کو قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ وإنه سينزل قبل يومِ القيامة كما دلت عليه الأحاديث المتواترة

(تفسیر ابن کثیر مع البغوی) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/ ۲۷۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق میں ہوگا، عین اس وقت جب کہ نماز فجر کی اقامت ہوچکی ہوگی، جامع دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام اپنی دونوں ہتھیلیاں فرشتوں

کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے، ان کی تشریف آوری پر امام مہدی (جو مصلے پر جا چکے ہوں گے) پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان سے امامت کی درخواست کریں گے، مگر آپ علیہ السلام امام مہدی کو حکم فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیں کیونکہ اس نماز کی اقامت آپ کے لیے ہوئی ہے: كذلك إذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهزودتين واضعًا كفيه على أجنحة ملكين (مشکوۃ شریف: ۴۷۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوری وضاحت سے بیان فرمادیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے۔ روئے زمین پر امن وامان کا دور دورہ ہوگا، شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑ بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوجائے گی، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کردیں گے۔

(مسند احمد: ۲/۴۰۶۔ فتح الباری: ۶/۲۵۷)

امام مہدی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے اور نجیب الطرفین سید ہوں گے۔ مدینہ منورہ میں ان کی پیدائش وتربیت ہوگی، ان کا نام نامی "محمد" اور روالد صاحب کا نام "عبداللہ" ہوگا، وہ شکل وشباہت اور اخلاق وشمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے، وہ نبی نہیں ہوں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے، نہ ان کی نبوت پر کوئی ایمان لائے گا، مکہ مکرمہ میں ان کی بیعت خلافت ہوگی اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہوگا، بیعتِ خلافت کے وقت ان کی عمر چالیس برس کی ہوگی، ان کی خلافت کے ساتویں سال دجال نکلے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوگا، حضرت مہدی کے دوسال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے اور ۴۹ / برس میں ان کا وصال ہوگا۔

(مشکوۃ: ۴۷۱، باب أشراط الساعة)

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں، اور حضرت مہدی دنیا میں پہلی مرتبہ تشریف لائیں گے۔

یاجوج ماجوج اور دجال دونوں کا زمانہ الگ الگ ہوگا، دجال کا ظہور حضرت مہدی

ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو "باب لُد" پر قتل کریں گے، اور یاجوج ماجوج کا خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی، حضرت مہدی کے وصال، اور دجال کے ہلاک ہونے کے بعد ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے ہلاک کردیئے جائیں گے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اوراس کی نشانیاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے وہ جلیل القدر نبی و رسول ہیں۔ جن کی رفع سے پہلی پوری زندگی، زہد وانکساری، مسکنت کی زندگی ہے۔

یہودی ان کے قتل کے درپے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ظالم ہاتھوں سے آپ کو بچا کر آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔

قیامت کے قریب دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔

دو زرد رنگ کی چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

دمشق کی مسجد کے مشرقی سفید مینار پر نازل ہوں گے۔

پہلی نماز کے علاوہ تمام نمازوں میں امامت کرائیں گے۔

حاکم عادل ہوں گے، پوری دنیا میں اسلام پھیلائیں گے۔

دجال کو مقام لد پر (جو اس وقت اسرائیل کی فضائیہ کا ایئربیس ہے) قتل کریں گے۔

نزول کے بعد پینتالیس سال قیام کریں گے۔

مدینہ طیبہ میں فوت ہوں گے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔ جہاں آج بھی چوتھی قبر کی جگہ ہے۔ ''فیکون قبرہ رابعاً''

(در منشور بحوالہ تاریخ البخاری)

دجال کا خروج کا اس کی نشانیاں

اسلامی تعلیمات اور احادیث کی روشنی میں شخص (متعین) کا نام ہے۔جس کی فتنہ پردازیوں سے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو ڈراتے آئے۔گویا دجال ایک ایسا خطرناک فتنہ پرور ہوگا۔جس کی خوفناک خدادشمنی پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے۔

وہ عراق وشام کے درمیانی راستہ سے خروج کرے گا۔

تمام دنیا کو فتنہ وفساد میں مبتلا کردے گا۔

خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

ممسوح العین ہوگا، یعنی ایک آنکھ چٹیل ہوگی (کانا ہوگا)۔

مکہ مدینہ جانے کا ارادہ کرے گا۔حرمین کی حفاظت پر مامور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا منہ موڑ دیں گے۔

وہ مکہ، مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔

اس کے متبعین زیادہ تر یہودی ہوں گے۔

ستر ہزار یہودیوں کی جماعت اس کی فوج میں شامل ہوگی۔

مقام لد پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حربہ (ہتھیار) سے قتل ہوگا۔

اسلامی نقطہ نظر سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی قریباً ایک سو اسی علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ الرضوان کی تشریف آوری تواتر سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

''فتقرر ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ والاحادیث الواردۃ فی نزول عیسیٰ بن مریم متواترۃ'' (الاذاعہ ص ۷۷)

''چنانچہ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مہدی منتظر کے بارے میں واردشدہ احادیث بھی متواتر ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں واردشدہ احادیث بھی متواتر ہیں۔''

اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی! تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه ذکر ذلك رد اللحدیث الذی اخرجه ابن ماجه عن انس وفیه ولا مهدی الاعیسی'' (فتح الباری ج۶ ص ۳۵۸)

''ابوالحسن خسعی ابدی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب شافعی میں لکھا ہے کہ احادیث اس بارے میں متواتر ہیں کہ مہدی اسی امت میں سے ہوں گے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ابوالحسن خسعی نے یہ بات اس لئے ذکر فرمائی ہے۔ تاکہ اس حدیث کا رد ہو جائے جو ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔''

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

''عن جابر بن عبداللہ قال قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ هذه الامة''

(مسلم ج ا ص ۸۷، باب نزول عیسیٰ ابن مریم، احمد ج ۳ ص ۳۴۵)

''حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق کے مقابلہ میں جنگ کرتی رہے گی۔ دشمنوں پر غالب رہے گی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخر میں عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ (نماز کا وقت ہوگا) مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا۔ تشریف لائیے اور نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے: یہ نہیں ہوسکتا۔ اس امت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اکرام و اعزاز ہے کہ تم خود ہی ایک دوسرے کے امام و امیر ہو۔''

اس حدیث سے جہاں ایک جانب یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ الگ مقدس ہستیاں ہیں۔ دوسری جانب اس سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت و شرافت عظمیٰ بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرب قیامت تک اس امت میں ایسے برگزیدہ افراد موجود رہیں گے کہ اسرائیلی سلسلہ کا ایک مقدس رسول آکر بھی اس کی امامت کی حیثیت کو برقرار رکھ کر ان کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔ جو اس بات کا صاف اعلان ہے کہ جس شرافت اور کرامت کے مقام پر تم پہلے فائز تھے آج بھی ہو۔ یہ واقعہ بالکل اس

قسم کا ہے جیسا کہ مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وقت کی نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرما کر امت کو گویا صریح ہدایت دے دی کہ میرے بعد امامت و اقتداء کی پوری صلاحیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں موجود ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ الرضوان اور دجال لعین کے متعلق مرزا قادیانی خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ تین شخصیات ہیں:

''اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۷، خزائن ج ۱۷ ص ۱۶۷)

تینوں مشرق میں ہوں گے۔ یہ تو قادیانی دجل کا شاہکار ہے۔ البتہ اتنی بات مرزا قادیانی کے اس حوالہ سے ثابت ہے کہ یہ تین شخصیات (سیدنا مسیح، سیدنا مہدی اور دجال) علیحدہ علیحدہ ہیں۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من ودست ودامان آل رسول